
صلی اللہ علیہ وسلم
رسول نمبر
نقوش

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۱۲ ٹیلی فون نمبر ۵۲۵۲۵

زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمایندہ

نقوش

رسولؐ نمبر

جلد دہم

شمارہ نمبر ۱۳۰

جنوری ۱۹۸۴ء

مدیر:

محمد طفیل

ادارۂ فروغ اردو • لاہور

قیمت لائبریری ایڈیشن : ۱۰۰ روپے

ترتیب

مقالات

انتخابِ نعت (عربی)

انتخابِ نعت (فارسی)

درود و سلام

قصائد

مثنوی

مسدس، مخمس

نظمیں

آزاد نظم

تضمین

رباعیات و قطعات

متعلقات

نعتیہ غزل

محمد طفیل پرنٹر، پبلشر و ایڈیٹر نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ادارۂ فروغ اردو لاہور سے شائع کیا

طلوع

انسان عاجز ہے۔ ہر لمحہ خدا سے کچھ نہ کچھ طلب کرتا رہتا ہے، یا اللہ! مجھے یہ دے دے۔ یا اللہ! مجھے وہ دے دے۔ یا اللہ! مجھے دنیا جہان دے دے۔

میں نے بھی جب ہوش سنبھالا تو خدا سے اتنا کچھ مانگا کہ اللہ میاں نے بھی سوچا ہوگا کہ اس شخص نے سوائے خدائی کے سب کچھ مانگا۔

میری التجاؤں میں شاید تڑپ تھی کہ وہ مستجاب ہونے لگیں۔ ایک کے بعد دوسری، دوسری کے بعد تیسری اور نہ جانے کتنی دعائیں قبول ہوئیں۔ حساب لگاؤں گا تو سارے ہندسے ختم ہو جائیں گے۔

ایک سفر میں، مَیں نے صبح کی نماز پڑھی، دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے مگر دوسرے ہی لمحہ ہاتھ چھوڑ دیئے۔ دوست نے پُوچھا، "دعا نہیں مانگتے؟"

"نہیں!"

"کیوں؟"

"ڈر لگتا ہے۔"

"کیسا ڈر؟"

"مجھے خدا نے کیا نہیں دے رکھا، جو میں اُس سے مانگوں!"

"یہ بھی سُنو!"

"فرائض کی ادائیگی کے علاوہ، مَیں جتنے سجدے کرتا ہُوں وہ شکر گزاری کے سجدے ہوتے ہیں۔"

محمد طفیل

اس شمارے میں

نعت معتبر صنفِ شاعری ہے۔ اس کے اصول اور معیار حضورؐ کی زندگی میں مقرر ہوئے۔ بعض شاعروں کو حضورؐ نے اصلاح دی، انعامُ اکرام سے نوازا۔

شاعری کی یہ صنف حضورؐ کی فرمائش پر وجود میں آئی۔ ایک دن سرورِ کائناتؐ صحابہؓ کے درمیان بیٹھے تھے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ "جو لوگ تلوار سے میری مدد کرتے ہیں انھیں چاہیے کہ زبان سے بھی مدد کریں۔" حسانؓ بن ثابت اس اشارے کو سمجھ گئے۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے کہا: "میں حاضر ہُوں۔"

پہلے قاعدہ یہ تھا کہ کوئی قصیدہ لکھا جاتا تھا تو اس کی ابتدا میں خاندان کی فضیلتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے توجہ دلائی کہ ابوسفیان کا اور میرا خاندان ایک ہے اس لیے لکھنے میں دشواری پیش آئے گی ـــ اس پر حسانؓ بن ثابت نے کہا: "یہ میرا فن ہے۔"

فن کی بات چلی ہے تو اپنے ہاں کی نعتیہ شاعری کی بھی بات ہو جائے۔ قیامِ پاکستان کے بعد اس صنف نے بہت ترقی کی۔ خُوب لکھا گیا، بڑی توجہ اور جذب کے ساتھ لکھا گیا کیونکہ اس صنف میں تو کسی غیر الہامی لفظ کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ پھر ایک شعر کہنے کے بعد دُرُود پڑھے بغیر دُوسرا شعر نہیں لکھا جا سکتا۔

آج تک جتنے انتخابی مجموعے سامنے آئے اُن میں لکیر کی فقیری پائی گئی۔ مگر ہماری یہ سعی قدرے مختلف ہوگی۔ ہم نے اس معیّن روش کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں درُود و سلام، قصائد، مسدس، مخمس، مثنوی، تضمین، رباعیات و قطعات، نعتیہ نظم، آزاد نعتیہ نظم اور نعتیہ غزل کو عنوانات بنا کر تخلیقات پیش کی ہیں۔ اگر آئندہ اسی نہج پر سوچا گیا تو ہمیں خوشی ہوگی۔

اس شمارے کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، جناب ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی، جناب حفیظ تائب اور کسریٰ منہاس نے میری مدد کی۔ یا گزشتہ پانچ شماروں کے سلسلے میں جتنی مدد سیّد محمد متین ہاشمی اور مولانا سیّد اسعد گیلانی نے کی یا جتنا استفادہ جناب محمد عالم مختار حق کے کتب خانہ سے کیا گیا وہ احسان بھلایا نہ جا سکے گا۔ کیونکہ مولانا کا کتب خانہ بڑی نادر کتابوں سے آراستہ ہے۔ عالم صاحب تو ہر دم ہمارے ساتھ تھے۔

اس جلد کی ضخامت بھی سابقہ نَو جلدوں کے مطابق ہے۔ اس جلد میں اور اتنے صفحات میں صرف مرحوم شعرا ہی کا کلام پیش کیا جا سکا بہر حال زندہ شعرا پر ایک الگ جلد پیش کی جائے گی کیونکہ اُس جلد میں بھی سیکڑوں شعرا کی تخلیقی کاوشیں ہوں گی اُنھیں اِسی ایک جلد میں سجایا نہیں جا سکتا۔ اگر ایسی کوشش کی جاتی تو کسی کا بھی حق ادا نہ ہوتا۔

اس کے بعد مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ نبیِ آخر الزماںؐ، حسانؓ بن ثابت سے فرمائش کر کے شعر لکھواتے تھے اور شعر سنتے وقت صورت یہ ہوتی تھی کہ حسانؓ بن ثابت منبر پر بیٹھے ہوتے اور حضورؐ فرشِ زمین پر!

آپ کو یاد ہو گا کہ جنگِ خندق کے موقع پر حضورؐ خود بھی خندق کھود رہے تھے اور مٹی اٹھا اٹھا کر پھینک رہے تھے، یہاں تک کہ شکمِ مبارک پر گرد کی تہہ جم گئی تھی۔ مگر زبان پر اشعار تھے۔ پہلا شعر سنانے کی میں بھی سعادت حاصل کرتا ہُوں:

وَاللهِ لَوۡلَا اللهُ مَا اهۡتَدَيۡنَا
وَلَا تَصَدَّقۡنَا وَ صَلَّيۡنَا

محمد طفیل

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں

(القلم ، ۴)



نعتیہ شاعری

(مضامین)

نعت (لغوی مفہوم)

ڈاکٹر ریاض مجید

نعت (ن ع ت) بالفتح (مؤنث) عربی زبان کا ایک مادہ ہے۔ جو عام طور پہ وصف کے مفہوم میں مستعمل ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کے لغوی مفہوم کی تلاش میں عربی نعت نگاروں کے خیالات کا بنظرِ غائر جائزہ لیں تو اس لفظ کی کئی معنوی پرتیں ہمارے سامنے آتی ہیں

اس لفظ پر سب سے تفصیلی بحث "تاج العروس" کے مصنف نے کی ہے اور اس مادہ کی مختلف نحوی صورتوں کو مثالوں سے واضح کیا ہے۔ وہ "النعت[1]" کے ضمن میں کہتے ہیں "نعت صوتی اعتبار سے منع کی طرح ہے (یعنی اس کا کلمہ عین (درمیانی حرف) ماضی اور مضارع دونوں میں مفتوح ہوتا ہے) نعت کے معنی وصف کے ہیں، خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مبالغہ سے کام لیں تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وصف میں جو کچھ کہا جائے اُسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں اور اُس کی جمع نعات ہے۔ جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

انعتها انی من نعاتها (میں نے اس کی تعریف کی، میں اس کے ثنا خوانوں میں ہوں)

---

[1] (النعت کالمنع) ای کونه مفتوح العین فی الماضی والمضارع (الوصف) نعت الحَ بما فیه وتبالغ فی وصفه والنعت ما نعت بنعته بنعه نعتا وصفه ورجل ناعت من قوم نعات قال الشاعر أنعتها من نعاتها۔ وفی صفته صلی الله علیه وسلم یقول ناعته راوٌ قبله ولا بعده مثله قال ابن الاثیر النعت وصف الشیٔ بما فیه من حسن ولا یقال فی القبیح الا أن بتکلف متکلف فیقول نعت وسوا وصف یقال فی الحسن والقبیح۔ قلت وهذا أحد الفروق بین النعت وان صرح الجوهری والفیومی وغیرهما مترادفیها ویقال بالنعت بالحلیة کالطویل والقصیر والصفة بالفعل کضارب وقال ثعلب النعت ما کان خاصا بمحل من الجد کالاعرج ملا والصفة للعموم کالعظیم والکریم فالله تعالیٰ یوصف ولا ینعت ر کالانتعات) یقال نعت تا لشیٔ وانعته اذا وصفته وجمع للنعت نعوت قال ابن سیده لا یکسر علی غیر ذلک (و) النعت من کل شیٔ جیده وکل شیٔ کان بالغافقول هذا نعت ای جید قال الازهری (والفرس) النعت (العتیق السباق) الذی یکون غایة فی العتق والسبق (کالمتنعت والنعتة والنعیتة) کل ذلک بمعنی العتیقة وارس منعت اذا کان موصوفا بالعتق والجودة والسبق قال الاخطل۔

اذا غرق الآل الاکام علونه بمنتعتات لا بغال ولا حمر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کو بھی نعت کہتے ہیں جیسے کہ آپ کی نعت بیان کرنے والا کہتا ہے۔ " لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ " (میں نے آپؐ سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی انسان نہیں دیکھا) نعت سے باب افتعال انتعات کے وزن پر آتا ہے۔ انتعات کا لفظ بھی وصف کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ نعت کی جمع نعوت ہے۔

ابن سیدہ کہتے ہیں کہ ہر عمدہ اور جید چیز کو جس کے اظہار میں مبالغہ سے کام لیا جائے نعت کہتے ہیں، جو چیز بہت خوب ہو اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔ " ھٰذا نعتٌ " ازھری کہتے ہیں کہ نعت کا لفظ اس گھوڑے کے وصف کے لیے استعمال ہوتا ہے، جو بہت ہی خوبصورت اور دوڑ میں سبقت لے جانے والا ہو۔ اسی طرح منتعت، نعتہ، نعیت اور نعیتہ کے الفاظ اس گھوڑے

والمنتعت من الدواب والناس الموصوف بما یفضلہ علی غیرہ من جنسہ وھو مفتعل من النعت یقال نعتہ فانتعت کما یقال وصفتہ فاتصف وقد غفل عن ذلک شیخنا فجعل قول المصنف العتیق السابق من غرائبہ مع کونہ موجودا فی دواوین اللغۃ وأمہاتہا واحال رأیہ فیما بعدہ من قولہ والنعتۃ الی آخرہ وجعل عبارۃ المصنف قلقۃ والحال انہ لا قلق فیہا علی ما فسرنا واتضحت من غیر عسر فیہا (وقد نعت) الفرس (ککرم نعاتۃ) اذا عتق ونعت الانسان ککرم نعاتۃ اذا کان المنتعت لہ خلقہ وسجیہ فصار ماھرا فی الاتیان بالنعوت قادرا علیہا کذا فی المصباح (وأما نعت کفرح) ینعت نعتا (فللمتکلف) ففرق من ذلک ان نعت من المثلثات باختلاف المعنی وقال شیخنا فی ھذا الاخیر انہ غریب لان فعل المکسور لیس مما یدل التکلف لکنہ جاء کأنہ موضوع لذلک من غیر الصیغۃ (واستنعتہ استوصفہ) ھو فی التہذیب (و) قال ابن الاعرابی (انعت) الرجل اذا (حسن وجہہ حتی ینعت) ای یوصف بالجمال (والنعیث) الرجل الکریم الجید السابق بہ (شاعران) النعیث بن عمرو بن مرۃ الیشکری والنعیث الخزامی واسمہ أُسید (و) النعیت (رجل) آخر (من بنی سلمۃ بن لؤی) ذکرہ أُبو فراس وھو النعیت بن سعید السامی (و) تقول (عبدک أو أمتک نعتۃ بالضم ای غایۃ فی الرفعۃ وعلو المقام وھو مأخوذ من قولہم فرس نعتۃ اذا کان عتیقا وقد تقدم وعبارۃ الاساس وعبدک نعت وأمتک نعتۃ وفیہ وھو معروف بالکرم وبخصال الخیر ولہ نعوت ومناعت جمیلۃ وتقول حالنا بتحسن المناعت روشی، نعت جید بالغ انتہی (وناعتون أو ناعتین ع) واقتصر علی الاول فی الصحاح وفی اللسان وقول الراعی ـ

رحت الدیار دیار ام بشیر بنویعتین فشاطئ التسریر

اسما اراد ناعتین فصغرہ ـ عکس تاج العروس (الزبیدی) جلد اول ص ۵۹۳۔

کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جو عمدگی، جودت اور تیز رفتاری کا وصف رکھتا ہو بقولِ اخطل ؎

اذا اغرق الآل الاکام علونه　　　بمنتعات لا بغال ولا حمر

(جب سراب نے ٹیلوں کو بھی غرق کر دیا ہم ان پر سوار ہو گئے۔ ایسے عمدہ گھوڑوں کے ساتھ جو نہ خچر تھے نہ گدھے)

منتعت (بروزن منتعل) اس ذی حیات (انسان یا حیوان) کو کہتے ہیں جبکہ اس میں کوئی ایسا خاص وصف ہو جو اسے اپنے ہم جنسوں میں فضیلت بخشے، مثلاً نعتہ فانتعت (میں نے اس کی نعت بیان کی پس وہ صاحبِ نعت ہوا) جیسے کہا جاتا ہے (صفتہ فاتصف (میں نے اس کی صفت بیان کی اور وہ موصوف ہوا۔)

ابن الاعرابی لکھتے ہیں کہ نعت کا لفظ اس انسان کے لیے بھی استعمال ہو گا جو نہایت خوبرو اور حسن و جمال سے اتصاف پذیر ہو، (اسی حوالے سے) نعیت نہایت عمدہ، معزز اور سبقت لے جانے والے کو کہتے ہیں ... جب کوئی غلام یا کنیز علو مقام پر فائز ہو، اسے نعتہ کہتے ہیں، بہتر خوبیوں اور عمدہ اوصاف کے لیے مناعت جمیلہ کی ترکیب بھی مستعمل ہے۔ اسی مفہوم کی ادائیگی کے لیے حر المناعت، حسن المناعت اور نعتِ جید کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں

ناعت کی جمع ناعتون اور ناعتین آتی ہے۔ جب کہ صحاحؔ اور لسانؔ میں صرف پہلے صیغہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ راعی کا ایک شعر ہے ؎

حتی الدیار دیار ام بشیر　　　بنو نعتین فشاطئ التسریر[۳]

(اے امِ بشیر کے علاقے میں رہنے والے قبیلے جو ناعتین میں تسریر کے کنارے پر ہے)

نعت اور وصف کا فرق

نعت کا لفظ عام طور پہ وصف کا مترادف خیال کیا جاتا ہے لیکن اہلِ لغت نے ان دونوں لفظوں کے معنوی اختلاف کی نشاندہی کی ہے۔

اس ضمن میں ابنِ اثیر کہتے ہیں (النعت وصف الشی بمانیہ من حسن ولا یقال فی القبیح الا ان یتکلف متکلف فیقول نعت سوء والوصف فی الحسن والقبح[۴] (نعت کسی شے کی اچھائیوں کے بیان کا نام ہے۔ قبیح میں اس کا استعمال نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی تکلف کرے تو کیا جاتا ہے۔ نعتِ سوء[۵] یعنی بری نعت جبکہ وصف حسن اور قبح دونوں میں استعمال ہوتا ہے)

صاحب قاموس اللغات نے جوہری اور فیومی سے، جنہوں نے ان دونوں لفظوں (نعت اور وصف) کو مترادف قرار دیا ہے اختلاف

---

[۱] الصحاح، جوہری، ص ۲۶۹ [۲] لسان العرب (ابنِ منظور) جزو اول ص ۴۰۵

[۳] تاج العروس (سید محمد مرتضیٰ الزبیدی) جلد اول ص ۵۹۲ [۴] النہایہ فی غریب الحدیث والاثر (ابنِ اثیر) جلد ۵ ص ۷۶

[۵] مسند ابنِ حنبل کی ایک حدیث ...... قال نجارت علی النعت المکروہ (جلد پنجم ص ۳۳۴) میں بڑے وصف کے لیے نعتِ سوء کی بجائے نعتِ مکروہ کے لفظ بھی آئے ہیں اس حدیث کو دارمی نے (طلاق : ۲۷) اور ابنِ ماجہ نے (سنن ابن ماجہ طلاق : ۲۷) بھی نقل کیا۔

کرتے ہوئے ابن اثیر ہی کی مذکورہ رائے (جسے کئی دوسرے لغت نگاروں اور مفسرین حدیث نے بھی نقل کیا ہے) کے حوالے سے ان لفظوں کے معنوی فرق کی وضاحت میں کہا ہے کہ نعت جسمانی خوبی یا حلیہ کے لئے مستعمل ہے۔ جیسے طویل (دراز قد والا) یا صغیر (چھوٹے قد والا) مگر صفت افعال کی ادائیگی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ضارب (مارنے والا) انہوں نے اس ضمن میں ثعلب کی رائے بھی نقل کی ہے کہ نعت جسم انسانی کے لئے مخصوص ہے۔ مثلاً المرج (لنگڑا پن) اور صفت کا استعمال عام ہے جیسے عظیم و کریم میں اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا گیا ہے نعت نہیں۔[1]

عربی کے لغات[2] میں لفظ نعت اور اس کی دوسری نحوی صورتوں کے جو مفاہیم و مطالیب سامنے آتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں (نعت) کسی چیز کو بیان کرنا (نعت ینعت نعتاً) اوصاف بیان کرنا خصوصاً تعریف میں (نعت) صفت، وصف، جوہر، تعریف، خاصیت، گن (نعت) کسی شے کی خوبیوں کا بیان جب کہ اس کے وصف میں مبالغہ کیا جائے (نعتُ نعتاً) بہ تکلف عمدہ صفات دکھانا (نَعُتَ) خلقتاً عمدہ صفات والا ہونا۔ اَنْعَتَ (صفت) مثلاً المنعت من الخیل تیز رفتار ہونا گھوڑ دوڑ میں سبقت لے جانے والا گھوڑا' اسی طرح صرف و نحو میں صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف بھی نعت کے مفاہیم میں شامل ہے۔

عربی لغت نگاروں کے خیالات کے مطالعہ سے لفظ نعت کے مفہوم کے بارے میں جو نمایاں تاثرات ابھرتے ہیں وہ اسے اپنے قبیل کے دوسرے الفاظ مثلاً وصف، صفت، تعریف، ثنا، حمد اور منقبت وغیرہ سے منفرد اور ممتاز ٹھہراتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تو یہ لفظ خاص طور پر تعریف میں یعنی اوصاف حسنہ یا وصف محمود کے لئے استعمال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ لفظ کسی شے یا شخص کے محض سرسری اوصاف بیان کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ بہ تکلف عمدہ صفات دکھانے کا مفہوم اندر رکھتا ہے۔ بقول الزبیدی منعت الشی بصانیہ وبالغ فی وصفہ[3] (یعنی کسی شے کی خوبیوں کا وہ بیان جب کرنا کہ وصف میں اس کے متضمنات کی بنا پر مبالغہ کیا جائے) تیسرے یہ کہ یہ لفظ خلقتاً عمدہ صفات کے مالک کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی اس شخص کے لئے جو پیدائشی طور پر خوبصورت ہو عمدہ خصلتوں اور اچھے اخلاق والا ہو چوتھے یہ کہ یہ لفظ اوصاف کے انتہائی درجے کے مفہوم میں آتا ہے۔

قرآن مجید میں اس مادہ "نعت" کا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا البتہ بعض مفسرین نے قرآن کی تشریح و ترجمہ میں اس لفظ کو وصف کے معنی میں استعمال کیا ہے احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور شمائل نبوی (حافظ محمد بن عیسٰی) میں نعت کا لفظ اپنی مختلف نحوی اور صرفی صورتوں میں قریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں یہ لفظ اپنے متنوع مفاہیم اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے۔

احادیث[4] میں یہ لفظ مطلق اظہار اور بیان محض سے لے کر عام اشیاء و افراد کی تعریف، صفت، حالت، کیفیت، صورت، احوال، خصوصیت علامت اور کسی چیز کی خاصیت یا کسی شخص کے حلیہ کے بیان میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کی رعایت اور نسبت سے یہ لفظ بعض مقامات محمود مثلاً سدرۃ المنتہیٰ اور مسجد اقصیٰ کی تعریف و توصیف میں ملتا ہے اور اسی حوالے سے بعض صحابہ کرام کے اوصاف اور دین اسلام اور اس کے ارکان یعنی نماز

---

[1] تاج العروس (سید محمد مرتضیٰ الزبیدی) جلد اول ص ۵۹۳۔ [2] الصحاح (ص ۲۶۹) القاموس المحیط (جزء اول ص ۱۵۹) صراح (ص ۶۹) منتہی الارب (ص ۱۸۶) فاکہۃ البستان (ص ۱۴۷) المعجم الوسیط (ص ۹۴۱) معجم العربیہ (ص ۱۲۱) المعجم الاعظم (ص ۳۹۴۳) الرائد (ص ۱۵۱۲) المنجد (ص ۱۲۹۳) القاموس العصری (ص ۱۶) تاج العروس (جزء اول ص ۵۹۴) لسان العرب (جزء اول ص ۴۰۵) لغات الحدیث (ص ۸۹ جلد ششم)۔

[3] تاج العروس الزبیدی، جلد اول ص ۵۹۳ [4] المعجم المفہرس لا لفاظ الحدیث النبوی ص ۳۸۳ تا ۳۸۴۔ ضمیمہ صفحہ ۱ ملاحظہ فرمائیں۔

وغیرہ کی تعریف میں بھی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال اور قرأت کی تعریف اور حضور کی مدح کے ضمن میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

احادیث میں لفظ نعت کا استعمال اگرچہ صفتِ محمودہ کے معنی میں ہے۔ اور وصف مذموم کے لئے اس کے ساتھ تخصیص کے ساتھ مکروہ کی اضافت ملتی ہے تاہم یہ لفظ نامبارک اشیاء کی کیفیت اور وضاحت کے بیان میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً مسند ابن حنبل (جلد ۲ صـ۴۱) میں یہ لفظ جہنم کی زنجیروں اور سلاخوں کی کیفیت کے بیان میں آیا ہے ایک دو جگہوں پر یہ لفظ نشان دہی اور تجویز و سفارش (RECOMMENDATION) کے مفہوم میں بھی ملتا ہے۔

احادیث میں اگرچہ نعت کا لفظ تخصیصی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدح و ثنا میں نہیں آیا پھر بھی لفظ نعت کے اس مفہوم کا سراغ لگانے میں ہمارا اولین مرجع احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ نعت کے اصطلاحی مفہوم کی تلاش میں جب ہم احادیث سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں چند احادیث میں یہ لفظ واضح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نظر آتا ہے مثلاً سننِ دارمی میں "کیف تجد نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورٰۃ" [1] والی روایت۔

مطالعۂ حدیث ہی کی روشنی میں بعض شارحین و مفسرینِ حدیث نے اپنی تحریروں میں نعت کو مطلق وصف کی عمومیت سے نکال کر اسے آنحضرتؐ کی توصیف و تعریف سے وابستہ کیا اور اسے ایک تخصیصی مفہوم کا حامل ٹھہرایا۔ غالباً "النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر" وہ پہلا مأخذ ہے جس میں اس کے مرتب ابنِ اثیر (۵۴۴ھ — ۶۰۶ھ) نے لفظ نعت کو اصطلاحی مفہوم میں پیش کیا وہ لکھتے ہیں کہ

"نعت (س) فی صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ناعتہ لم ارقبلہ ولا بعدہ مثلہ" [2]

نعت رسول اکرم کی صفت کو کہتے ہیں جیسے کہ ناعت (نعت کہنے والا) کہتا ہے (میں نے آپ سے قبل اور آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔)

ابنِ اثیر کے بعد ابنِ منظور (مصنف لسان العرب) اور الزبیدی (مصنف تاج العروس) نے نعت کے باب میں (مدح رسولؐ کے معنی میں) ابنِ اثیر ہی کے الفاظ اور مثال کو دہرایا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ نعت کے عمومی مفہوم کے بیان پر زیادہ زور دیا۔ مولانا شیخ محمد طاہر (مصنف مجمع بحار الانوار) [3] نے نعت کے ضمن میں اگرچہ ابنِ اثیر ہی کی مثال کو دہرایا مگر مفہوم مطلق وصف ہی کا پیش کیا۔

نعت کے باب میں یہ امر باعثِ تعجب ہے کہ بعد کے عربی لغات سے لفظِ نعت کا یہ مفہوم (وصف رسولؐ) غائب ہوتا چلا گیا اور اپنی تمام تر اعلیٰ مثبت اور موزوں خصوصیات (جن کا ذکر ہم پہلے بالتفصیل کر چکے ہیں) کا حامل یہ لفظ جو اپنی دلالتِ وضعی اور دیگر معنوی خوبیوں کے سبب وصف رسولؐ کے بیان کے لیے اپنے دوسرے مترادفات مدح، مدیح وغیرہ سے بلیغ اور وقیع تھا مطلق وصف ہی کے معنوں میں کیوں ترویج پاتا رہا اور عربی میں اسے وہ تخصیص اور اصطلاحی درجہ کیوں نہ عطا ہوا جو اُسے بہت بعد میں فارسی اور اُردو میں ہوا ——— لغات کے علاوہ عربی زبان و ادب کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی یہ لفظ اپنے عمومی معنوں میں ملتا ہے۔ مثلاً رویم بن محمد

---

[1] سنن دارمی (ابو محمد عبداللہ) جزو اوّل صـ۶ [2] النھایہ فی غریب الحدیث الاثر (ابن اثیر) جزو پنجم صـ۷۹ [3] مجمع بحار الانوار (مولانا شیخ محمد طاہر) جلد سوم صـ۳۷

کے اس قول " من نعت الفقیر حفظ سرہٖ وصیانۃ نفسہٖ واداء فرائضہٖ " (فقیر کی خوبیوں میں سے اپنے راز مکتوم کی محافظت اور اپنے نفس کے مجانسوں سے ہوشیار رہ کر فرائض ادا کرنا ہے [۱]) اور ابوالحسنؒ کے قول " نعت الفقیر السکوت عند العدم والبذل عند الوجود " (فقیر کی تعریف یہ ہے کہ جب نہ ہو تو خاموش رہے اور جب ہو تو خوب خرچ کرے) [۲] اور جنید بغدادی کے قول " التصوف نعت رقیم العبد فیہ قیل نعت للعبد ام للحق فقال نعت الحق حقیقۃ ونعت العبد رسماً " (تصوف ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اس صفت کے ساتھ بندہ ٹھہرتا ہے۔ بعض نے کہا ہے صفت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، یا بندہ کے لیے تو فرمایا بمعنی حقیقی تو ہر صفت مخصوص بذاتِ باری تعالیٰ ہے، لیکن رسماً صفت بطور مجاز بندہ کے لیے ہوتی ہے) [۳] میں نعت کا لفظ مطلق خوبی، تعریف اور صفت ہی کے مفہوم میں آتا ہے۔

علاوہ ازیں ' نعت البدایات وتوصیف النہایات ' ، تبیین الغموض علی نعت العروض ' النعت المرصع بالمجنس المسبع اور نعوت الطیوان وغیرہ نام کی کتابوں [۴] میں لفظِ نعت غیر اصطلاحی مفہوم ہی میں ہے۔

فارسی زبان میں لفظ نعت

فارسی لغات میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں معانی میں آیا ہے۔ فرہنگِ آموزگار میں اس کا مطلب ستائش، وصف، صفت [۵] اور منتخب اللغات میں صفت و وصف کردن ہے [۶] جبکہ غیاث اللغات میں تعریف و وصف کردن از منتخب، کے بعد مصنف نے لکھا ہے کہ " اگرچہ لفظِ نعت بمعنی مطلق وصف است لیکن اکثر استعمال ایں لفظ بمعنی مطلق ستائش وثنائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمدہ است " [۷] فرہنگ آنندراج کے مصنف نے لفظ نعت کے ضمن میں صاحبِ غیاث اللغات ہی کے مفہوم کو دہرایا ہے، البتہ میر معزی کے اشعار سے مطلق وصف کے معنی میں لفظِ نعت کے استعمال میں درج ذیل مثالیں دی ہیں۔

؎ جاوید ہمی باش بایں نعت و بایں وصف — پاکیزہ باخلاق و پسندیدہ بافعال

؎ تاپدید آید ہمیں نعت جوانی در بہار — ہمچناں چوں وصفِ پیری از خزاں آمد پدید

؎ و منقش ہمہ تقدیس زپیوند وز فرزند — نعتش ہمہ تنزیہ زامثال و زاقران [۸]

میر معزی سے تقریباً ایک صدی پہلے ابوالحسن مجدالدین کسائی (پیدائش ۳۴۱ ھ) کے ہاں بھی نعت کا لفظ مطلق وصف کے معنی میں آیا ہے۔ وہ بہار کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

؎ کہسار چوں زمرد نقطہ زدہ زبستد ! — در نعتِ او مشعبد حیران شد است و شیدا [۹]

---

[۱]، [۲]، [۳] کشف المحجوب (شیخ علی ہجویری) ترجمہ ابوالحسنات محمد احمد قادری صفحہ ۱۰۵، صفحہ ۱۱۲، صفحہ ۱۲۱۔ [۴] کشف الظنون (حاجی خلیفہ) جلد اول
[۵] فرہنگِ آموزگار (حبیب اللہ آموزگار) صفحہ ۴۷۷ [۶] منتخب اللغات (حاشیہ غیاث اللغات) صفحہ ۵۱۳ [۷] غیاث اللغات صفحہ ۵۲۷
[۸] فرہنگِ آنندراج (محمد بادشاہ) جلد ہفتم صفحہ ۴۳۵۶ [۹] گنجِ سخن (دکتر ذبیح اللہ صفا) جلد اول صفحہ ۱۰

وصف و ستائش ہی کے حوالے سے نعت کا لفظ فارسی میں خدا تعالیٰ کی حمد اور حضرت علیؓ کی منقبت کے ضمن میں بھی استعمال ہوا ہے
میر معزی (متوفی ۵۴۲ھ) خدا تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نہ اندر ذات او تالیف و ترکیب　　　نہ اندر نعت او اعراض و جوہر[۱]

میرزا حسن بیگ معلوم تبریزی کے ہاں منقبت کے ضمن میں لفظ نعت ملاحظہ ہو۔

علی ولی صاحب، ذوالفقار　　　وصی نبیؐ، رحمت کردگار
بہ نقش نگین صد زبان خامہ ام　　　بہ مہر نبوت رسد نامہ ام[۲]

سید ضیاء الدین دہشیری کی کتاب "نعت حضرت رسول اکرمؐ در شعر فارسی" کے دیباچے میں ان کی زیر ترتیب کتاب "نعت امیر المومنین علیؓ در شعر فارسی" کا ذکر بھی ملتا ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُن کے ذہن میں نعت کا وہ جداگانہ مفہوم نہیں جو اُردو میں مروج ہے۔ بلکہ انھوں نے نعت کو حضرت رسول اکرمؐ اور جناب امیر المومنین علیؓ دونوں کے ضمن میں وصف مطلق کے مفہوم میں برتا ہے اس خیال کی تائید اس کتاب کے دیباچے میں ایک اور جگہ سے بھی ہوتی ہے، وہ لکھتے ہیں — از قرن ششم دا بعد کم بر اثر تمایلہ جہانسوز فحول وہم بہ سبب روئے کار آمدن سلسلہ ہائے چون صفویہ توحید برین و نعت اولیاء و مرسلین رواج گرفت۔[۳]
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نعت کا لفظ آج بھی فارسی میں کسی صنفی و اصطلاحی تشخص کے بغیر بلا تخصیص (خاص طور پر ثنائے رسولؐ نہیں بلکہ اپنے لغوی معنوں "وصف کردن از منتخب یعنی اولیا و مرسلین وغیرہ کے لیے مستعمل ہے)

اردو زبان میں لفظ نعت

اُردو لغات[۴] میں اگرچہ عربی و فارسی لغات کی پیروی میں نعت کا لفظ مطلق وصف اور ثنائے رسولؐ دونوں معانی میں آیا ہے۔ مگر جیسا کہ نور اللغات کے مرتب نے لکھا ہے "یہ لفظ بمعنی مطلق وصف ہے لیکن اس کا استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ستائش و ثنا کے لیے مخصوص ہے۔"[۵] اُردو زبان و ادب میں مطلق وصف کے معنی میں اس کا استعمال قریب قریب ناپید ہے۔ تلاش بسیار کے بعد علی خان کی مثنوی "قصۂ زیتون و محمد حنیف" میں لفظ نعت، صحابۂ کرام کی منقبت کی جگہ عنوان میں استعمال ہوا ہے، وہ یوں درج کرتے ہیں "در نعت اصحاب کبار فی اللہ عنہم"[۶]
اس مقام کے علاوہ اُردو شعر و ادب میں لفظ نعت کا وصف رسولؐ کے علاوہ استعمال دیکھنے میں نہیں آیا[۷] اس کی سب سے

---

[۱] گنج سخن (دکتر ذبیح اللہ صفا) جلد اوّل ص۲۴۱ [۲] تذکرہ شعرائے کشمیر ص۱۴۴ [۳] نعت حضرت رسول اکرمؐ در شعر فارسی (سید ضیاء الدین دہشیری) ص۵ [۴] جامع اللغات ص۱۷۰۔ لغات کشوری ص۶۰۱ فرہنگ عامرہ ص۶۵۸ [۵] نور اللغات (مولوی نور الحسن کاکوری) جلد چہارم ص۶۸۱ [۶] اُردو کی قدیم منظوم داستانیں (مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی) جلد اوّل ص۳۷۶ [۷] پنجابی زبان میں البتہ حافظ شمس الدین (متوفی ۱۹۰۲ء) کی نعت موسیٰؑ کے نام سے ایک نظم کا ذکر ملتا ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور توصیف و منقبت کا بیان ہے۔ بحوالہ راوی دیاں چھلاں (مرتب نصیر داکی) ص۱۱۳

بڑی وجہ غالباً یہ ہے کہ عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اُردو شعر و ادب کے آغاز تک یہ لفظ وصف مطلق کی عمومیت سے نکل کر آنحضرتؐ کی تعریف و مدح کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ اور لفظ محض کی بجائے ایک مخصوص ادبی و شعری اصطلاح کے طور پر رواج پا چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اُردو کی بعض جدید لغات میں اس کے اصطلاحی معنی ہی درج ہیں اور اس کا تعمیمی پہلو (وصف مطلق) غائب ہے۔ مثلاً اُردو میں نعت کا مطلب اصطلاحی حوالے ہی سے درج ہے مرتب لکھتے ہیں" وہ نظم جو رسول اکرم کی شان میں کہی جائے [1]

یعنی اُردو لغت زبان اور شعر و ادب میں اس (نعت) کے معنی سرکار دو عالم رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہی کے مفہوم سے منسوب و مختص ہے [2]

اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ ہم نعت کے لغوی مفہوم کے ضمن میں دیکھ آئے ہیں۔ یہ لفظ اُردو تک پہنچتے پہنچتے ایک خاص مفہوم سے وابستہ ہو چکا تھا اس لئے اُردو میں اس کا استعمال ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر ہی نظر آتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت کی مدح مراد لی جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر یونس حسنی "ایسی تمام نظمیں جن میں رسُول خدا سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا اُن کے محاسن بیان کئے جائیں نعت کی تعریف میں آتی ہیں" [3]

یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ نعت کی اصطلاح شاعری ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی حامل تحریروں پر بھی اس عنوان اور اصطلاح کا اطلاق ملتا ہے اور جیسا کہ فرمان فتحپوری نے کہا ہے کہ اصولاً آنحضرتؐ کی مدح سے متعلق نثر اور نظم کے ہر ٹکڑے کو نعت کہا جائے گا لیکن اُردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ تو اس سے عام طور پر آنحضرت کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے [4]

ممتاز حسن نے "خیر البشر کے حضور میں" نعتیہ شاعری اور نعت کے موضوع و فن پر گفتگو کرتے ہوئے اُس کی بڑی بلیغ اور جامع تعریف کی ہے وہ کہتے ہیں "میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور نبی کریمؐ کی ذات گرامی سے قریب لائے جس میں حضور کی مدح ہو یا حضور سے خطاب کیا جائے صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکر نبوت کے صوری محاسن سے لگاؤ کی بجائے مقصد نبوت سے دل بستگی پائی جائے جس میں جناب رسالتمآبؐ سے صرف رسمی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو وہ مدح یا خطاب بالواسطہ یا بلاواسطہ اور وہ شعر نظم ہو یا غزل قصیدہ ہو یا مثنوی رباعی ہو یا مثلث مخمس ہو یا مسدس، اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا دار و مدار اُس کے نفس مضمون پر ہے اگر اُس کا مقصد ذات رسالت کی حقیقی عظمت کو واضح کرنا اور آقائے دوجہاں کی بعثت کی جو اہمیت نوع انسانی اور جملہ موجودات کے لئے ہے اسے نمایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے [5]

---

[1] اُردو نعت (مرزا مقبول بیگ بدخشانی)، ص ۴۳۷ [2] آہنگ حجاز (چودھری فضل حق)، ص ۷

[3] اختر شیرانی اور جدید اُردو ادب (ڈاکٹر یونس حسنی)، ص ۲۵۲۔

[4] اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)، ص ۲۱

[5] خیر البشر کے حضور میں (ممتاز حسن)، ص ۱۵

ممتاز حسن نے نعت کی تعریف کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ نعت کے معیار کی نشان دہی کی ہے بلکہ اخلاقی مذہبی اور اسلامی شاعری اور نعتیہ شاعری میں جو ایک نازک سی حدِ فاصل ہے اُس کی بھی وضاحت کر دی ہے یعنی نعتیہ شاعری صرف وہ شاعری ہوگی جس کے شعری پیکر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا جلی یا خفی حوالہ موجود ہو جس کا تاثر ہمیں رسول اکرمؐ کی طرف لے جائے گویا نعت کے لئے ضروری نہیں کہ اس میں حضور اکرمؐ کا نام ظاہری طور پر لیا جائے یا حضور کے متعلقات و مناسبات کا ضرور ہی ذکر کیا جائے نعت کے شعر کی فضا ایسی ہونی چاہئیے کہ اس کا تاثر ہمیں حضور اکرمؐ کی ذات گرامی اُن کے منصب نبوت، کار رسالت، سیرت و سوانح یا جذبۂ عشقِ رسولؐ کی طرف لے جائے۔ مثلاً علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھئے

؎ شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب [1]

اس شعر میں اگرچہ حضور کے نام اور اُن کے متعلقات و مناسبات کار رسالت، نبوت، وحی، قرآن، حرا، حدیث، گنبد خضرا، صحابہ کرام وغیرہ کا ذکر نہیں مگر شعر کی مجموعی فضا میں جس شوق کا تاثر ابھرتا ہے اس کا حوالہ حضور اکرمؐ کی ذات گرامی سے مختص ہے لہٰذا اس شعر میں خارجی حوالوں کے بغیر نعت کی فضا موجود ہے اسی سبب، ہمارے نعتیہ ادب میں بہت سی منظومات ایسی ہیں جن پر نعت کا عنوان نہیں ہوتا اور نہ ہی اسمائے رسولؐ، صفات رسولؐ یا مناسبات و متعلقاتِ رسولؐ میں سے کسی کو زیب عنوان بنایا جاتا ہے مگر اس کے باوجود اپنی داخلی فضا اور اجتماعی تاثر (تاثرِ رسولؐ) کی بنا پر ہوگا اس کے لئے 'نعت' کا عنوان ضروری نہیں نعت غزل کی طرح بے عنوان بھی ہو سکتی ہے اس پر غیر نعتیہ عنوان بھی ہو سکتا ہے اور اُس پر لفظ نعت یا اسمائے رسولؐ یا مناسبات و متعلقاتِ رسولؐ کا کوئی واضح اور نمایاں حوالہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اُس کا عنوان نعتیہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلی طرح کی نعتوں میں نعتیہ دواوین میں چھپنے والی ہزاروں نعتیں شامل ہیں عموماً غزل کی ہئیت میں لکھی جانے والی نعتوں پر نعتوں کا عنوان نہیں ہوتا۔ مثلاً علامہ اقبال کی وہ نعت جو بالِ جبریل میں شامل ہے اور جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا — غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا [2]

دوسری طرح کی نعتوں میں علامہ اقبال کی "ذوق و شوق" احسان دانش کی "دارین" مہدی نظمی کی "رحل نظر" کی مثال دی جا سکتی ہے جن کے عنوان بظاہر غیر نعتیہ ہیں مگر جن کا موضوع اور مجموعی فضا نعتیہ ہے۔ تیسری طرح کی نعتوں میں علامہ اقبال کی نظم "حضور رسالت مآب میں" [3] عبدالعزیز خالد کی کتاب "فارقلیط اور منحمنا" محشر رسول نگری کی "فخر کونین" اور حفیظ تائب کی "صلو علیہ وآلہ" کے علاوہ وہ سارا نعتیہ کلام شامل ہے جس کا عنوان واضح طور پر نعتیہ ہوتا ہے یا جس پر لفظ نعت لکھا ہوتا ہے۔

وصفِ رسولؐ میں لفظِ نعت کا اوّلین استعمال

اس امر کا تعین کہ نعت کا لفظ حضورِ اکرمؐ کے وصف میں سب سے پہلے کب اور کس نے استعمال کیا اگرچہ مشکل ہے تاہم احادیث اور سیرت

---

[1] بالِ جبریل (علامہ اقبال)، ص۱۳۰ کلیاتِ اقبال اُردو ص۴۰۵۔

[2] بالِ جبریل (علامہ اقبال)، ص۲۳ کلیاتِ اقبال اُردو ص۳۱۴

[3] . بانگِ درا (علامہ اقبال)، ص۱۹۷ کلیاتِ اقبال اُردو ص۱۹۷

کی امہات الکتب میں کچھ ایسی روایات مل جاتی ہیں جن سے کچھ حد تک اس امر کا سراغ مل جاتا ہے کہ حضور اکرمؐ کے وصف کے بیان میں پہلے پہل یہ لفظ کب استعمال ہوا۔

سید رفیع الدین اشفاق کا خیال ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرمؐ کے وصف کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے استعمال کیا اُن کے اس خیال کا مرجع شمائل ترمذی کی وہ طویل حدیث ہے جو ان الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔ من رآه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ہیبت کھاتا ہے جو آپ سے تعلقات بڑھاتا ہے محبت کرتا ہے آپ کا وصف بیان کرنے والا کہتا ہے کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا دیکھا۔ [۱]

اشفاق اس حدیث میں لفظ ناعت سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہتے ہیں غالباً اسلامی ادب میں اس معنی میں اس کا استعمال پہلی دفعہ کیا گیا ہے اس حدیث میں آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے لیے بجائے واصف کے ناعت استعمال کیا ہے[۲]۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؓ سے منقول مذکورہ بالا روایت حضور اکرمؐ کے حلیہ مبارک کا ایک خوبصورت اظہار ہے۔ خصوصاً: لم ار قبله ولا بعده مثله [۳] والا فقرہ حضور کے اوصاف کے بیان میں ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور لفظ نعت کے ضمن میں کئی نعت نگاروں نے اسے بطور مثال بھی پیش کیا ہے مگر اپنی اہمیت اور بلاغت کے باوجود اسے لفظ نعت بمعنی وصف رسول اکرمؐ کی اولین مثال کے طور پر پیش کرنا محل نظر ہے۔

اس روایت کا سلسلۂ اسناد جسے سید رفیع الدین اشفاق نے غالباً طوالت کے خیال سے نقل نہیں کیا ابراہیم بن محمد بن سے جا ملتا ہے ابراہیم بن محمد تو اس روایت کے اولین راوی ہیں حضرت علیؓ کے پوتے تھے جن کا زمانہ حضور اکرم کی وفات کے کئی سال بعد کا ہے اس سے بہت پہلے حضور اکرم کی حیات طیبہ ہی میں یہ لفظ مختلف احادیث [۴] میں حضور اکرم کے اوصاف و خصائل کی تعریف اور مجموعی طور پر آپ کی مدح کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سنن دارمی میں کعب الاحبار والی روایت میں بھی نعت کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آیا ہے ملاحظہ ہو عن ابن عباس قال سال کعب احبار کیف تجد نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة [۵] آپ تورات میں حضور کی تعریف کیسی پاتے ہیں خصائص الکبریٰ میں جلال الدین سیوطی نے بھی ایسی کئی روایات نقل کی ہیں مثلاً: فلتان بن عاصم، سہل مولیٰ خیثمہ، ابوہریرہؓ، ام ضمہ عقیلی اور ابن عباس سے منقول روایات میں قال نجد نعتا مثل نعتک ومثل ہیئتک ومخرجک .... ففتحتہا موجودت فیہا نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ....، فیہا نعت النبیؐ احمد .... صفتک ونعتک طیبت فی التوراة ... اجد فی التوراة نعتی وصفتی ومخرجی ... ہذا النبیؐ نجد نعتہ [۶]

[۱، ۲] اردو کی نعتیہ شاعری (سید رفیع الدین اشفاق)، ص ۳۱ [۳] شمائل ترمذی میں اس روایت سے پہلے والی روایت کے آخر میں بھی یہ فقرہ حضرت علیؓ کے حوالے سے ملتا ہے دیکھیے ص ۱۶ شمائل ترمذی ترجمہ مولانا زکریا جسے نافع ابن جبیر نے روایت کیا ہے [۴] مسند ابن حنبل ص ۳۲۸ و ص ۴۴۸ جلد دوم و ص ۱۲ جلد سوم، ابوداؤد ص ۲۳ جلد اول، جامع ترمذی ص ۵۶ جلد چہارم [۵] سنن دارمی جلد اول ص ۶

[۶] خصائص الکبریٰ (سیوطی)، ص ۱۲، ص ۱۴، ص ۱۵، ص ۱۶، ص ۱۶، ص ۱۷۔

کے جملوں میں نعت کا لفظ حضور اکرمؐ کے وصف کے حوالے سے استعمال ہوا ہے ان میں کچھ مثالیں ایسی بھی ہیں جہاں آپ نے یہ لفظ اپنے اوصاف و خصائص کے بارے میں خود استعمال کیا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر کے حوالے سے لفظ نعت کا استعمال (حضور اکرم کے وصف میں) آپ کی بعثت و ولادت سے پہلے زمانے تک جا پہنچتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے۔ "وَكَانُوا مِن قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُم مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ (پ ا ع ۱۱)
اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا اُن کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو بیٹھے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مستند مفسرین کرام علیہم الرحمہ نے کہ یہودی کس طرح دعا مانگتے تھے۔ یہ عبارت نقل کی ہے "اللّٰھم انصرنا بالنبی المبعوث فی آخر الزمان الذی نجد نعتہ وصفتہ فی التوراۃ" (اے اللہ ہماری مدد فرما اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت اور صفت ہم تورات میں پاتے ہیں)[1]
ان روایات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا لفظ حضرت علیؓ کی زیر بحث روایت سے پہلے حضور اکرمؐ صحابہ کرامؓ اور اُس زمانہ کے یہودی عالموں کی زبان سے بلکہ آپ سے پہلے یہود کی دعاؤں میں آپ کی مدح و توصیف اور اوصاف و خصائص کے حوالے سے استعمال ہوتا رہا ہے۔

نعت کا موضوع

بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نظر آتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ نعت حضور اکرمؐ کی مدح ہی کا نام ہے لیکن اگر عربی، فارسی اور اُردو میں موجود نعتیہ کلام کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس موضوع کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے اس میں کوئی کلام نہیں کہ مدح نعت کا اہم موضوع ہے اور صنف نعت کے آغاز ہی سے اسے نعت کے ایک مرکزی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ جب عربی میں باقاعدہ نعت نگاری شروع ہوئی تو کفار مکہ کی ہجو اور گستاخیٔ رسول کے جواب میں مسلمان شاعروں نے مؤثر طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ نعت اسی لسانی جہاد کی پیداوار ہے دربارِ رسالت کے شاعروں نے کفار کے رد میں حضور اکرمؐ کے حسب نسب اور کردار و صفات کی توصیف و ستائش میں جو مدحیہ منظومات لکھیں انہیں عربی نعت کے اولین نمونوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

عربی کے اس ابتدائی سرمایہ نعت ہی کے مطالعہ سے اس موضوع کی وسعت کا اندازہ ہونے لگتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دربار رسالتؐ سے وابستہ شاعروں کی نعتوں میں آپ کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثنا، جمال ظاہری، شجاعت، سخاوت، دیانت و امانت اور صداقت و عدالت اور باطنی حسن کی تعریف حضور کے خلق و ہدایت کا بیان آپ کے آباؤ اجداد اور اصحاب و آل کی مدح، دوسرے پیغمبروں کے مقابلہ میں آپ کی فضیلت کا بیان اور اس کے

۱۔ انوار محمدیہ فی سیرۃ المصطفیٰ، محمد ضیاء اللہ قادری، ص ۲۰۹ بحوالہ تفسیر جلالین ص ۱۴، تفسیر نیشاپوری ص ۳۲۷ جلد اوّل سراج المنیر ص ۷۳ مدارک ص ۴ جلد اوّل، ابوالسعود ص ۳۹۲ جلد اوّل، جامع البیان ص ۱۴

ساتھ ساتھ اسلامی عقائد اور اسلامی تحریک کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام میں حضور اکرمؐ کی مساعی جمیلہ کا ذکر ملتا ہے۔ یوں مدح کے ساتھ اسلام اور سیرت رسولؐ کے لامحدود پہلوؤں کا تذکار نعت کے موضوعات میں شامل ہوگیا۔ بعد کی نعتیہ شاعری، خصوصاً فارسی میں شاعر کے اپنے احساسات بھی نعت کے مضامین میں شامل ہونے لگے۔ اب نعتوں میں مدینے سے دوری کا احساس، ہوا کے ذریعے روضۂ رسولؐ تک پیغام رسانی، درپیش مصائب میں آپ سے فریاد اور دادرسی کی خواہش یعنی استغاثہ و استمداد کے مضامین بھی نعت میں داخل ہوگئے۔ ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی مسائل بھی نعت میں قلمبند ہونے لگے۔ اور یوں نعت کا دائرۂ مدح سے پھیل کر مسلمانوں کے قومی و ملّی محسوسات کو محیط ہوگیا۔

زمان و مکاں کی بدلتی ہوئی صورتِ حال میں جب آپ کی سیرت مبارکہ کے نئے نئے پہلو اور امکانات ظاہر ہوئے تو آپ کے حوالے سے تہذیبی اور سماجی، تمدنی اور معاشرتی، معاشی اور اقتصادی، سیاسی اور تاریخی ان گنت موضوعات و مضامین نعت آشنا ہوگئے۔ آج کے دور میں نعتوں میں موضوعات کی یہ بوقلمونی اور رنگارنگی بہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے نعت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کے علاوہ آپ کی ذات، حیات، غزوات، معجزات، صفات، تعلیمات، احسانات، عادات و معمولات کے اذکار، شخصی واردات و کیفیات کے بیان، قومی و ملی مسائل کے ذکر، اور انسانی و آفاقی تصورات و نظریات کے مختلف پہلوؤں کو ایک قرینہ اور سلیقہ سے اپنے اندر سمو لیا ہے۔ نعت نگاروں نے جن مضامین کو اپنے نعت پاروں میں کثرت سے استعمال کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔ نعت کے موضوعات کا ایک بڑا حصہ آپ کی ذات سے متعلق ہے جس میں آپ کی دوسرے انبیاء کرام پر فضیلت و برتری آپ کا خاندانی شرف، نسلی امتیاز و بزرگی آپ کا باعثِ تخلیق کائنات ہونا، کتبِ سماوی میں آپ کی تشریف آوری کی بشارت، آپ کا پرتو جمالِ الٰہی اور مظہرِ ذاتِ خداوندی ہونا، آپ کا نور من نور اللہ ہونا، آپ کا صاحبِ خلقِ عظیم ہونا، آپ کا خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین ہونا بیان کیا جاتا ہے۔

دوسرا حصہ آپ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہے جس میں آپ کی ولادت، پرورش، بچپن کے واقعات سے لے کر آپ کی بعثت، اعلانِ نبوت، کفار مکہ کی ایذا رسانی، ہجرت، مدینہ میں آمد، اسلامی سلطنت کے قیام کا بیان اور وفاتِ مبارک کا بیان ہوتا ہے۔ آپ کی سیرت اور سوانح ہی کے ضمن میں آپ کے غزوات (جنگ بدر، جنگ خندق اور فتح مکہ وغیرہ) کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے نیز آپ کے معجزات معجزۂ رجعتِ شمس و شق القمر، کنکری کا کلمہ پڑھنا، حیوانات و نباتات کا سجدۂ تعظیمی کرنا، بتوں کی فریاد اور سر کے بل گرنا، واقعۂ معراج وغیرہ کو بھی نعت کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

آپ کی ذات، حیات، غزوات اور معجزات کے ساتھ نعت کے دوسرے موضوعات، آپ کی صفات، تعلیمات اور بنی نوعِ انسان پر آپ کے احسانات سے متعلق ہیں۔ آپ کی صفات میں آپ کی امانت، صداقت، دیانت، عدالت، شجاعت، نجابت، سخاوت، شرافت، اخوت، محبت، بخشش، عنایت، جود و سخا، فضل و عطا، علم و حلم جیسے اعلیٰ اوصاف اور اخلاقِ حمیدہ کا ذکر کیا جاتا ہے تعلیمات کے باب میں آپ کے ارشادات، خطبات، فرمودات، اسلامی تحریک کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ کی مساعی جمیلہ کا بیان ہوتا ہے احسانات نبوی میں دین اسلام قرآن کریم، آپ کے منشور اور اسوۂ و شریعت جیسے عطیات کے ساتھ آپ کی رحمت و شفاعت اور اُس محبت و شفقت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کو اپنے امتیوں سے ہے۔

ان موضوعات کا بیان تمام تر جزئیات کے ساتھ نعت میں نظر آتا ہے، یوں ہم دیکھتے ہیں کہ نعت گو شعراء نے آپ کے تذکار مبارک کے سلسلے میں آپ کی عادات، معمولات اور متعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو بھی مدِنظر رکھا ہے اور انہیں انتہائی احترام اور شفتگی سے جزو

نعت بنایا ہے۔ اس انداز میں مضامینِ نعت میں آپ کے ایفائے عہد، عیادت و تعزیت کے طریق، انسانی ہمدردی اور غمخواری، مہمان نوازی دشمنوں سے حسنِ سلوک، عفو و درگزر، حسن معاملات، وسعتِ قلبی و عالی ظرفی، ایثار و احسان اور اسمائے صفات کے ساتھ آپ کی رفتار، گفتگو اور آپ کی مجلس کے آداب وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح آپ کے لباس، خوراک، آپ کی مہرِ نبوت، حلیہ مبارک کی جزئیات جن میں قدم، پنجے، ایڑیوں اور ناخنوں[۱] تک کا ذکر ملتا ہے نعت کے موضوعات میں شامل ہیں۔

آپ سے والہانہ محبت کے سبب نعت گو شعرا نے آپ کے نعلین، لعاب، پسینہ اور نقش پا کو بھی نعت کا موضوع بنایا اور آپ کی ذاتِ گرامی سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے اپنا دلی تعلق ظاہر کیا اسی سبب نعت میں مدینے کی گلیوں، سگانِ کوچہ و بازار، خاکِ راہ، سنگِ درِ اقدس سے عقیدت و محبت کا اظہار، روضہ اقدس کی سبز جالیاں، گنبدِ خضرا، روضۂ رسول اور مسجد نبوی کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔

تمنائے زیارت، ہوا کے ذریعے آپ تک سلام و فریاد رسانی، مسجد نبوی میں حاضری اور روضۂ رسول پہ سلام و درود پڑھنے کی خواہش کا اظہار بھی نعت کے اہم موضوعات میں شامل ہیں نیز اپنے گناہوں کا احساس، اشکِ ندامت، رسول سے شفاعت طلبی، اپنے غموں کے مداوا کے لئے رسول سے فریاد، مدینہ جا کر رسول کے روضہ پاک کی زیارت کی تمنا، خواب میں دیدار کی آرزو، مدینہ میں دفن ہونے کی خواہش جیسے مضامین بھی نعت کا موضوع ہیں[۲]

نعت ذاتِ رسالت مآبؐ کے محاسن، آنحضور کی صفات و تعلیمات کے تذکار اور آپ سے محبت و شیفتگی کی واردات و کیفیات کے اظہار تک ہی محدود نہ رہی بلکہ اس نے اپنے اندر تہذیبی و معاشرتی، قومی و ملی اور سیاسی و تاریخی احوال و واقعات کو بھی سمویا۔ بقول نظیر لدھیانوی غالباً قومی شاعری سے نعت کا رشتہ مولانا حالی کی اس نعت سے ہوا ہے۔

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

مولانا حالی نے اس نعت میں اسلام کی شوکت و عظمت اور ادبار و زوال کی دوگونہ داستان نہایت مؤثر انداز میں بیان کی ہے غالباً اسی نعت سے متاثر ہو کر علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان نے بھی نعتیہ نظموں میں قومی اور سیاسی واقعات بیان کئے اور قومی شعراء نے سیاسیات کا مرکز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو بنایا[۳]

آپ کی رسالت تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے آپ ساری اقوام عالم کے لئے رحمت اور پوری انسانیت کے محسن بن کر آئے لہٰذا آپ کے فیضانِ رسالت اور پیغامِ نبوت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا عصرِ حاضر میں روشن خیالی، انسانی مساوات مواخات اور آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں اور انسان ترقی کی جو منزلیں طے کرتا نظر آرہا ہے اُس کے پس منظر میں آپ ہی کی اعلیٰ

---

[۱] عارضِ شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں — عرش کی آنکھوں کے تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں
دو قمر دو پنجۂ خور دو ستارے دس ہلال — ان کے تلوے، پنجے، ناخن، پائے اطہر ایڑیاں
(مولانا احمد رضا خاں، حدائق بخشش ص ۳۵)

[۲] مضمون "آدابِ نبوی" (شمیم احمد) سیرت پاک صفحہ ۸۶۔

[۳] اردو شعراء پر تنقیدیں (اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی)، صفحہ ۴۲۵

شخصیت اور روشن تعلیمات کارفرما ہیں آپ کے پیغام نے انسانی زندگی ثقافت و مدنیت، معاشرت و سیاسیات اور تاریخ و تہذیب پر جو صحت مند، روح پرور اور خوشگوار اثرات ڈالے ہیں اُن کا عکس بھی نعت میں نظر آتا ہے۔ نعت گو شاعروں کے ہاں آپ کی عظمت کردار خلق عظیم اسوۂ حسنہ منشور و شریعت کا مطالعہ اپنی ذات و قوم کے دائرے سے لے کر انسانی اور آفاقی تصورات کے حوالوں سے نظر آنے لگا ہے۔ یوں عصر حاضر کی نعتوں میں آپ کا ذکر پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ساتھ محسن انسانیت کے طور پر بھی دکھائی دیتا ہے۔

آج کی نعت اپنے مرکزی موضوع (مدح رسولؐ) سے پھیل کر، کائنات بھر کے مسائل کو محیط نظر آتی ہے۔ نعت کا موضوع بلاشبہ ارتقاء پذیر اور بتدریج بڑھنے اور پھیلنے والا موضوع ہے۔ اس کے مضامین میں عہد بہ عہد وسعت پیدا ہو رہی ہے جیسے جیسے زمانہ ترقی کر رہا ہے اور نئے نئے سائنسی انکشافات رونما ہو رہے ہیں ویسے ویسے حضور اکرمؐ کی سیرت طیبہ اُن کی تعلیمات اور انسانی تہذیب و معاشرت اور تاریخ و سیاست پر اُن کے بڑھتے ہوئے اثرات سے پیدا ہونے والے نت نئے محسوسات نعت کا موضوع بن رہے ہیں جدید طرز احساس رکھنے والے تخلیقی شاعروں نے نعت کے لامحدود امکانات سجائے ہیں بقول حفیظ تائب "گزشتہ چند برسوں سے نعت میں اس معیار و معراجِ انسانیت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا رُجحان بہت عام ہو رہا ہے اور زندگی کا ہر مسئلہ نعت کا موضوع بن رہا ہے یوں نعت کا کینوس وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے"[۱]

اس ضمن میں ممتاز حسن کی یہ رائے نہایت بلیغ، دقیع اور اہم ہے کہ "ہر وہ شے نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور رحمۃ للعالمین کی ذات گرامی سے قریب لائے"[۲] نعت میں یہی صورت موضوعات اور مضامین کی ہے یعنی ہر وہ موضوع یا مضمون جس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور اکرمؐ کی ذات سیرت یا صفات کا کوئی نہ کوئی حوالہ آجائے نعتیہ کلام میں شامل ہے یا ہر کوئی موضوع، وہ معاشرت و تمدن سے متعلق ہو یا معاشیات و اقتصادیات، تہذیب و ثقافت سے متعلق ہو یا عمرانیات و سیاسیات سے، جسے حضور اکرمؐ کے حوالے سے قلمبند کیا جائے نعت کا موضوع ہوگا۔ یعنی حضورؐ کا حوالہ ایک ایسا مقناطیس ہے، جسے مس کرنے والا ہر موضوع نعت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے

اس میں کوئی کلام نہیں کہ نعت کے مرکزی موضوع حضورؐ کی مدح، اُن کا تذکار، اور اُن سے محبت کی کیفیات و واردات کا اظہار ہی ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور حوالے کے سبب جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے سیکڑوں ایسے موضوعات بھی دائرہ نعت میں شامل ہوگئے اور ہو رہے ہیں جن سے بظاہر نعت کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ مثلاً حضور اکرمؐ کی بعثت سے قبل زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی عادات و معاشرت اور تہذیب و تمدن کا احوال، سرزمین عرب کا جغرافیہ، پہاڑ، ریگستان، موسم آب و ہوا اور تاریخ وغیرہ۔ یہ موضوع بظاہر تاریخ و جغرافیہ سے متعلق ہیں مگر نعتوں میں اُن کا بیان بکثرت نظر آتا ہے اسی طرح عمرانیات و سیاسیات اور اقتصادیات و اخلاقیات، ملت کی اخلاقی کج روی اور انتشار، مغرب پرستی اور عصر حاضر کی مادیت زدہ زندگی اور اس سے پیدا ہونے والی گمراہی اور بداخلاقی کو بھی نعت نگاروں نے اپنے فن کا موضوع بنایا ہے۔

یہی حال نعت کے ضمن میں لکھی جانے والی حمد و منقبت کا بھی ہے۔ ان موضوعات کی اگرچہ اصناف شعر میں جداگانہ اہمیت ہے مگر یہ بھی اب حقیقت ہے کہ نعت کے حوالے سے بھی خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کی منقبت تخلیق ہوتی ہے۔ عربی، فارسی اور اُردو کی

---

[۱] وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (راجا رشید محمود)، صفحہ ۱۲۶

[۲] خیر البشر کے حضور میں، ممتاز حسن، ص ۱۵

نعتیہ شاعری میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جن میں حمد اور منقبت کے عناصر ضمنی حیثیت ہی میں سہی مگر نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں دراصل بنی نوع انسان پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان اور احسانات اس قدر ہیں کہ اُن کے تذکار کے وقت کے ذہن کا اُس خالق لم یزل کے حضور سجدۂ شکر بجا لانا جس نے حضور پاک کی شخصیت کی شکل میں کائنات کو اپنے سب سے بڑے کرم سے نوازا عین فطری عمل ہے[1]

اسی طرح حضور اکرمؐ کی سیرتِ طیبہ نے جس طرح اپنے اصحاب کے ذہن و کردار کو جلا بخشی اور اُن کی تربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام، اولیائے عظام اور بزرگانِ دین کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے جن کی شخصیت و کردار کی تکمیل میں کسی نہ کسی شکل میں حضور اکرم ہی کے فیضانِ تعلیمات اور اسوۂ حسنہ کی معجز نمائی اور کارفرمائی ملتی ہے، سو نعت کی تخلیق میں صحابہ کرام اور بزرگانِ دین کی مدح و تعریف اور فیوض و برکات کا ذکر اور اُن کی توصیف بھی نامناسب اور غیر متعلق نہیں۔

اسی سبب نعتیہ قصائد، مسدس اور منظومات کے آغاز میں حمد کے بہترین نمونے بھی نظر آتے ہیں اور نعتیہ کلام کی دوسری شکلوں میں بھی جزوی طور پر حمد کی جھلکیاں مل جاتی ہیں اسی طرح نعت میں کہیں کہیں صحابہ کرام، خلفائے راشدین اور اہلِ بیت کی فضیلت اور منقبت بھی نظر آتی ہے۔ خصوصاً استغاثہ و استمداد کے انداز میں... بہر حضرت فاطمہ، بہر حسن، بہر حسینؓ اور... ترحم از پئے آلِ عبا قسم کے حوالہ جات اور مضامینِ منقبت عام مل جاتے ہیں۔ اہلِ تشیع کی نعتوں میں اہلِ بیت اور آلِ رسول کی منقبت نمایاں نظر آتی ہے۔ شیعہ دبستانِ نعت میں منقبتِ اہلِ بیت کا رنگ بعض اوقات اتنا غالب ہو جاتا ہے کہ نعت رسول پر منقبتِ اہلِ بیت کا گمان ہونے لگتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نعت متنوع موضوعات اور رنگارنگ مضامین کی حامل صنف ہے اس میں اگرچہ حضور اکرمؐ کی مدح اور تذکار کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے مگر نعت گو شاعروں کو درپیش مسائل اُن کے عہد اور زمانے اور مزاج و ماحول کے مطابق اس مرکزی دھارے میں دوسرے موضوعات کی لہریں بھی ملتی ہیں۔ نعت کا موضوع چونکہ مسلسل ارتقاء پذیر موضوع ہے اور ہر دور کے تقاضوں تمدن و معاشرت اور علوم کے مطابق اس موضوع کے نت نئے امکانات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اہلِ شعر و سخن حضور اکرم کے حوالے سے ان امکانات کا جائزہ لے کر اپنے متنوع محسوسات شاملِ نعت کرتے رہے ہیں۔

حضور اکرم کی صفات کے ذکر میں بھی زمانے اور ماحول کو کافی دخل ہے۔ مختلف ادوار میں آنحضرت کی مختلف صفات نعت کا موضوع بنیں اور بن رہی ہیں۔ مثلاً ملتِ اسلامیہ کے عہدِ ابتلا کی نعتوں میں حضور کی رحمت کا ذکر، فتنۂ قادیانیت اور تحریکِ محاسبۂ قادیانیت کے ایام کی نعتوں میں آپ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر، قومی جنگوں کے زمانے کی نعتوں میں آپ کی شجاعت اور جذبۂ جہاد سے متعلق فرمودات اور آپ کے غزوات کے حوالے بکثرت نظر آتے ہیں۔ شاعر کی طبیعت، عقائد، ذہنی افتاد اور اس کے عہد کے شعری رویوں اور میلانات کے اثرات بھی موضوعاتِ نعت پر نمایاں نظر آتے ہیں اہلِ حدیث اور اہلِ سنت والجماعت شاعروں نے اپنے اپنے عقائد کے مطابق موضوعاتِ نعت انتخاب کئے کہیں آپ کے سراپا مبارک کا بیان نمایاں ہے کہیں خصائل و اخلاق کا کسی کے ہاں آپ کی رسالت کے پہلو پر زور

---

[1] اسی طرح حمد کے ضمن میں نعت کی ضرورت و اہمیت کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ بقولِ مولانا انور شاہ کشمیری

نبوۂ حمد را سزد انور دار چینی ز نعت پیغمبر

جب یہ شعر ایک مجلس میں امیرِ شریعتؒ کی موجودگی میں پڑھا گیا، تو فرمانے لگے "اس سے معلوم ہوا کہ حمد خدا پوری ہی نہیں ہوتی جب تک نعت رسول نہ کہی جائے" انوارِ احمدی (مولانا محمد صاحب لدھیانوی) صہ ۱۲ [2] شانِ مصطفٰے (شیر محمد ترمذی) صہ ۵۶۔

ہے تو کسی کے ہاں بشریت پر کہیں آپ کے معجزات کا بیان غالب ہے تو کہیں آپ کے پیغام رسالت کے پہلو کا بیان ہے۔ اسی طرح کہیں آپ کی سیرت و سوانح کو منظوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو کہیں آپ کے اسمائے صفات کو نظم کرنے کا شوق غالب ہے۔ اور کہیں ان تمام موضوعات کی ملی جلی صورت نظر آتی ہے

نعت کا فن

مروّجہ اصنافِ سخن میں نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کا موضوع بظاہر بڑا آسان، عام اور قریب کا موضوع لگتا ہے۔ لیکن اگر فن نعت کی باریکیوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں۔

صنفِ نعت کی اس نزاکت کا احساس اُن شعرا کو بھی ہے جنہوں نے نعت گوئی میں اس کے لوازمات اور مقتضیات کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور جو اس کے ادب و احترام سے بخوبی واقف ہیں دوسری طرف اُن ناقدین نے بھی نزاکت نعت کے اسی پہلو کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے صنف نعت یا کسی نعت نگار کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے نعت کے بارے میں لکھی گئی کم و بیش ہر مختصر رائے میں یا طویل مضمون میں نعت کے موضوع اور فن کے اسی اہم اور نازک پہلو کا ضرور ذکر کیا گیا ہے اس ضمن میں نعت گو شعراء و ناقدین نعت کے خیالات درج ذیل ہیں۔

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں "حقیقۃً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے"[1]

عبدالکریم ثمر رقمطراز ہیں کہ "نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کی نازک حدود کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی آفاقیت قائم رکھنا آسان کام نہیں ... سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذراسی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش خیال و الفاظ اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے"[2]

مجید امجد اس ضمن میں لکھتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت مآبؐ کی تعریف میں ذراسی لغزش نعت کو حدودِ کفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذراسی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذراسی شاعرانہ غلو ضلالت کے زمرے میں آسکتا ہے۔ ذراسا عجز بیان اہانت کا باعث بن سکتا ہے"[3]

ابواللیث صدیقی کہتے ہیں کہ "نعت کے موضوع سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں موضوع کا احترام کلام کی بے کیفی و بے رونقی کی پردہ

---

[1] الملفوظ (مولانا احمد رضا بریلوی) حصہ دوم ص۳

[2] شارحِ سدرہ (عبدالکریم ثمر) ص۱۶

[3] بامِ عرش (منظور احمد مجید) ص۸ (دیباچہ) تاج کمپنی لیمٹڈ

پوشی کرتا ہے نقاد کو نعت گو سے باز پرس کرنے میں تامل ہوتا ہے دوسری طرف نعت گو کو اپنی فنی کمزوری چھپانے کے لئے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے مل جاتا ہے شاعر ہر مرحلہ پر اپنے معتقدات کی آڑ پکڑتا ہے۔ اور نقاد جہاں کا تہاں رہ جاتا ہے لیکن نعت گوئی کی فضا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اس میں پرواز مشکل ہے[1]

بقول ڈاکٹر اے ڈی نسیم "نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کٹھن ہے اس پر بڑی احتیاط اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لئے اکثر شاعروں نے نعت کہتے ہیں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے جس ہستی پر خدا خود درود بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اس کی تعریف کا احاطہ کر سکے"[2]

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول "نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم و وسیع موضوع ہے اس کی عظمت و وسعت ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہے شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی لغزش ہوئی اور وہ نعت کی بجائے گیا حمد و منقبت کی سرحدوں میں اس لئے اس موضوع کو ہاتھ لگانا اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے حقیقی نعت کا راستہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ عرفی نے اپنے ایک نعتیہ قصیدے میں جس کا مطلع ہے۔

— اقبال کرم می گزد اربابِ ہمم را ہمت نہ خورد نیشتر لا و نعم را

میں بہت صحیح کہا ہے۔

— عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا ست آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را[3]

یہی سبب ہے کہ نعت کا فن دوسری بہت سی اصنافِ سخن کے برعکس خصوصی لوازمات اور مقتضیات سے مشروط ہے۔ اور نعت گو شعرا سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ ان لوازمات اور مقتضیات کو ملحوظ رکھیں گے وہ شعرا جن کے ہاں ان لوازمات کا لحاظ اور احترام نہیں ان کو البتہ یہ فن آسان لگتا ہے بقول نواب دہلوی "نعت گوئی آسان بھی ہے اور مشکل سے مشکل تر بھی" آسان تو ان شعراء کے لئے جو مبالغہ آرائی کریں یا بس نعت اور ہو جائے حمد یا غزل کا نام نعت رکھ دیں اور مشکل ان کے لئے جو پابند حد ہیں مشکل تر ان کے لئے جن کی نگاہ میں حد سے آگے بڑھنا سوءِ ادب اور پیچھے ہٹنا ترک ادب ہے غرض نعت کا مقام عجب مقام ہے بقول جگر — اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں[4]

نعت کے لوازمات میں کچھ کا تعلق نعت کے موضوع کی نزاکت و احترام اور کچھ کا تعلق اس کی پیشکش کے سلیقہ اور فنی تقاضوں سے ہے ذیل میں ان لوازمات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱۔ عشقِ رسولؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کو نعت کے لوازمات میں اساس اور بنیاد کا درجہ حاصل ہے نعت گو شاعر کے لئے

---

[1] لکھنؤ کا دبستان شاعری (ابو اللیث صدیقی)، ص ۵۴۴ اردو مرکز لاہور ۱۹۶۷ء [2] اردو شاعری کا مذہبی اور فلسفیانہ عنصر (ڈاکٹر اے ڈی نسیم) مقالہ، ص ۲۹۱۔ [3] اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتح پوری) ص ۱۳ آئینہ ادب لاہور۔
[4] نعت مصطفےٰ (قیصر قاسمی) ص ۱

ضروری ہے کہ وہ آپ سے والہانہ عقیدت و شیفتگی رکھتا ہو۔ وہ جس قدر آپ کے عشق میں سرشار ہو گا، اسی قدر اس کے کلام میں کیف اور اثر پیدا ہو گا۔ جس طرح حفیظ جالندھری نے دینِ حق کے لئے حضورؐ کی محبت کو شرطِ اوّل قرار دیا ہے۔

– محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے [1]

اسی طرح تخلیقِ نعت کے لئے بھی آپ کی محبت کو لازمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک شاعر نظمیں اور غزلیں تو بہت لکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر اُس کے دل میں محبتِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی چمک موجود نہیں تو اچھی اور کیفیت انگیز نعت کبھی نہیں لکھ سکتا اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے دل محبت رسُول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کئے ہوئے ہیں۔ اپنی فکر و نظر کی تربیت کی ہے اور قلب و روح کو احتیاط و اقرار کا خوگر بنایا ہے۔ ورنہ جذبات ہمیشہ دامنِ احتیاط چھوڑ کر ادھر اُدھر نکل جانے کے عادی ہیں [2]

لوازماتِ نعت میں عشقِ رسُول کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے نظیر لدھیانوی کہتے ہیں کہ نعت کی دلآویزی، دلکشی اور خوبی کے لئے عشقِ رسُول اولین شرط ہے۔ اگر شاعر کے دل میں عشقِ رسُول کا جذبہ پورے طور پر کار فرما نہیں تو نعت رو کھی پھیکی اور واجبی سی رہے گی [3]

اسی سبب اشفاق احمد نے نعت کو صنفِ سخن کی بجائے "تعلق"، رابطے اور گذارشِ احوال کا ایک ذریعہ کہا ہے۔ جس سے معمولی غلام اور بردے آقائے دو جہاں کی کائنات کرم سے دامن بھرنے کے لئے اپنا رُخ متعین کرتے ہیں [4] سید عبداللہ نے بھی نعت کو "سرتاسر کارِ محبت" سے تعبیر کیا اور محبت بھی ایسی جس محبت کی وجہ سے اپنے محبوب کی ایک ایک بات پیاری لگتی ہے [5]

کامیاب نعت گوئی کے لئے جس سوز و گداز، تڑپ اور نشتریت و جاذبیت کی ضرورت ہے اس کا منبع عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے بقول ضمیر جعفری جو چیز ایک نعت کو دوسری سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعر کے دل کا سوز و گداز (اور) عشقِ رسُول میں سرشاری کا مرتبہ۔ ذوق و شوق کی کیفیتوں میں ڈوب کر گزرنے کے بعد نعت کی لے میں جب عشق اور الفاظ کی دھڑکنیں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں تو شعروں میں سوز و گداز کی ہزار کیفیتیں چھلک اُٹھتی ہیں [6]

حفظِ مراتب کا خیال

فنِ نعت نعت نگار سے سب سے پہلے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے حدودِ شریعت کی پاسداری کرے۔ خدا اور بندے کے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو پیشِ نظر رکھے دراصل حفظِ مراتب کے ادراک کا ہی نازک مقام نعت نگار کے لئے پُل صراط عبور کرنے کے مترادف ہے۔ بقولِ معین الدین احمد ندوی اس راہ میں (نعت کی تخلیق میں) سب سے بڑی لغزش الوہیت اور

---

[1] ۔ شاہنامہ اسلام (حفیظ جالندھری) ص ۱۱۲ ۔ جلد ۲۔

[2] ہفت روزہ چٹان ۱۴ نومبر ۱۹۶۰ء ص ۱۷ ۔

[3] ۔ فنِ شعر اور شعراء پر تنقید میں (اصغر حسین لدھیانوی)

[4]، [5] ورفعنا لک ذکرک (راجہ رشید محمود) ص ۱۲۳ ، ص ۱۱۸

[6] ۔ آہنگ حجاز (چوہدری فضل حق)

نبوت کی حدود کو سمجھنے کی ہے۔ اکثر شعراء نبوت کے ڈانڈے الوہیت سے ملا دیتے ہیں مثلاً یہ ؎

وہی جو مستویِ عرش تھا خدا ہو کر	اتر پڑا ہے مدینے میں مصطفےٰ ہو کر[1]

نعت کا بڑا مشہور و مقبول شعر سمجھا جاتا ہے مگر یہ شعر نہ صرف توحید کے سراسر منافی ہے بلکہ نبوت کی حقیقت کے بھی خلاف ہے اس قسم کی لغزشیں زیادہ تر صحیح اسلامی تصورات سے ناواقفیت اور غلو کا نتیجہ ہوتی ہیں نبوت و عبدیت کا کمال اس میں نہیں ہے کہ بندے کو خدا بنا دیا جائے بلکہ اُس کا اصل کمال یہ ہے کہ نبی جامۂ بشریت میں رہتے ہوئے عبدیت اور نبوت کا ایسا کامل نمونہ ہو کہ اس کے بعد کا کوئی درجہ تصور میں نہ آ سکے[2]

"اسی طرح حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو احمد بلا میم اور عرب بلا عین کہنا بلکہ اُن کی حدیث نبوی قرار دینا انتہائے ضلالت ہے"[3]

دراصل نعت میں ہر ایسا اشارہ جس سے خدا اور رسولؐ احد اور احمد اور الوہیت اور نبوت کے مقام میں واضح فرق اور حفظ مراتب کا نازک احساس نظر انداز ہو اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور شرک ہے۔ اس بارے میں ممتاز حسن کہتے ہیں کہ خدا اور بندے کا فرق اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ہے رسول کی بشریت پر قرآن نے اور خود رسولؐ نے بار بار زور دیا ہے۔ قل انما انا بشر مثلکم اور ماعرفناک حق معرفتک اس پر شاہد ہیں[4]

ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک بھی پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو صرف خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہی کہو۔ علامہ بوصیری کا یہ شعر بھی دیکھئے

دع ما ادعتہ النصاریٰ فی نبیھم	واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم

یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کرتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو نصاریٰ اپنے نبی مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں۔ (یعنی آنحضرت کو شان الوہیت نہ دو)[5]

مگر بقول اشفاق "اس قسم کے مضامین سے اُردو ادب کا نعتیہ کلام پُر ہے جس میں الفاظ کو توڑ مروڑ کر میم کے حرف کو احمد سے اور عرب کے عین کو ہٹا کر احمد کو احد اور رسول عربی کو عرب نہیں بلکہ رب کی شان میں جلوہ گر دکھانے کی کوشش کی گئی ہے"[6]

؎ نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اُٹھا کر	وہ بزم یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

اس قسم کی نعت گوئی حد ادب ہی سے متجاوز نہیں ہے دین کے دائرے سے بھی باہر ہے کوئی اور شاعر تو صاف صاف کہہ گیا ہے۔

؎ زکی کیونکر نہ ہر دم احمد بے میم کی رٹ ہو	کہ الفت میں لحاظِ کفر و ایماں ہو نہیں سکتا

اس قسم کے انکار و اقوال اکثر صوفیہ کرام اور اُن کے معتقدین پر وارد ہوتے ہیں اُن کی صفائی یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ حالت سکر میں وارد

1۔ یہ شعر آسی غازی پوری کا ہے جو ایک صوفی شاعر تھے اور جنہیں دبستان ناسخ کا میر کہا جاتا ہے۔ بحوالہ صہ ۱۲
مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی (بشیر احمد قادری) مقالہ ایم۔ اے پنجاب یونیورسٹی

2۔ ادبی نقوش (شاہ معین الدین احمد ندوی) صہ ۲۰۶ ۔ 3۔ فاران سیرت نمبر صہ ۲۰ ۔ 4۔ خیر البشر کے حضور میں (ممتاز حسن) صہ ۲۰

5۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعت گوئی (بشیر احمد قادری) صہ ۱۳۲ 6۔ اُردو میں نعتیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۰۳

ہوئی ہے اور ہم بھی عقیدت کی رو میں بہہ کر انہیں قابل مواخذہ نہیں سمجھتے یہاں محو اور سکر سے بحث نہیں البتہ یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اوّل تو معتبر صوفیہ حالت سکر کی کہی ہوئی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور دوسرے یہ کہ سکر اور جہاں کہیں بھی جائز سمجھا جائے دربار نبوی میں جائز نہیں اسی لئے کہا گیا ہے۔

؎ با خدا دیوانہ باش و با مصطفےٰ ہوشیار باش [1]

خلاصۂ گفتگو یہ ہے کہ شاعر نعت گوئی کے منصب سے صحیح طور پر اس وقت ہی عہدہ برآ ہو سکتا ہے جب وہ توحید و رسالت اور الوہیت و نبوت کے نازک رشتوں کو پوری طرح سمجھتا ہو اور اسے خدا اور رسولؐ کے حفظ مراتب کا کامل شعور اور احساس ہو

۳ - ادب و احترام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نعت گو شعراء سے اس انتہائی ادب و احترام کا بھی تقاضا کرتی ہے جو اسی ذات کو آپ کی ذاتِ ستودہ صفات سے ہے اور جس کی تاکید قرآن اور احادیث میں کئی موقع پر آئی ہے۔

قرآن میں آیا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات: ۴۹) " اے ایمان والو۔ اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لئے قرار دیتے ہیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے یا نعت میں آپ سے ہمکلام ہوتے ہوئے شاعر ادب و احترام کو ملحوظ رکھے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے قرآن مجید نے ان لوگوں کی مدح بھی کی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کا امتحان اللہ تعالےٰ نے تقویٰ میں لیا ہے۔ (الحجرات: ۴۹) اس ضمن میں صحابہ کرام کا یہ قول بھی ملاحظہ ہو کہ ہم حضور کی مجلس میں ایسے بیٹھتے تھے کہ "کان علی رؤسنا الطیر" جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ سر اٹھانے سے ان کے اڑنے کا احتمال ہو

بارگاہِ رسالت مقام ادب ہے اور جس طرح اس کا احترام ہمارے ایمان کا خاصہ ہے اسی طرح نعتیہ مضامین کے اظہار اور پیش کش میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام نہ صرف ضروری بلکہ لازمۂ فن ہے یہاں موضوع یا طرز ادا میں کسی قسم کی بے باکی نہ صرف یہ کہ خطا کاری ہے بلکہ ناقابل معافی گناہ بھی ہے بقول عزت بخاری۔

؎ ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر   نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ اینجا

حضور اکرم کی محبت کے اظہار میں اگر ہوش و بصیرت سے کام نہ لیا جائے تو ہر قدم پر لغزش کا امکان ہے اس لئے ہر راہ رو اس مقدس راہ سے نہیں گزر سکتا۔ یہ کوئی دنیا کا عرصہ رزم نہیں ہے کہ قدم پس و پیش کو نظر انداز کر کے بلا وجہ احتیاط کے گرد و غبار اڑاتا بڑھتا چلا جائے [2]

---

[1] خیر البشر کے حضور میں ممتاز حسن، دیباچہ

[2] ارمغان نعت شفیق بریلوی صہ ۳۶

اسی سبب عرفی نے کارِ نعت کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے کہا ہے۔

؎ عرفی مشتاب این رہ نعت است نہ صحرا است　　ہشدار کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

کیونکہ آپ کے ادب و احترام اور شانِ اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی اور ادنیٰ سی لغزش نعت نگار کے خیالات والفاظ کو کیا ایمان و اعمال تک کو غارت کر دیتی ہے۔

نعت گو شعراء نے اسی ادب و احترام کے باعث اپنے گناہگار ہونٹوں سے آپ کا نام مبارک لینے اور خود کو کسی بھی حوالے سے آپ کی ذات اقدس سے نسبت کو بھی بڑی بے ادبی قرار دیا ہے۔ کسی کا کتنا خوبصورت شعر ہے

؎ ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

نعت کے ناقدین نے نعت کے ادب کے پیش نظر اکثر اپنی تحریروں میں اس شعر کا حوالہ دے کر نعت کے صنفی مقام و مرتبہ کی نشان دہی کی ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات سے ادب و احترام کو ناقدین نعت اور شعرائے نعت نے صرف موضوع و مضامین اور طرزِ بیان و اسلوب تک محدود نہیں رکھا بلکہ نعت کی مجموعی فضا کا اس سے مملو ہونا ضروری خیال کیا ہے۔

(ل) مضامین

بقولِ مولوی عبدالحق "نعت میں وہی ذکر ہونا چاہیے جو خدا کے نبی کے لئے شایان ہے اور جس کے پڑھنے اور سنانے سے لوگوں پر روحانی اور اخلاقی اثر پڑے اور معلوم ہو کہ کمال بشریت اسے کہتے ہیں نہ یہ کہ تمام نعتیہ قصائد سننے کے بعد دل پہ یہ اثر ہو کہ کسی شاہد رعنا خوش رو خوش اندام نازک بدن کی تعریف ہے[1]

مضامین نعت میں ادب و احترام کے تقاضے ہی کے پیش نظر ممتاز حسن نے نعت میں اس عاشقانہ اور جذباتی شاعری کی حوصلہ شکنی کی ہے جو ہندی گیتوں کا انداز لئے ہوئے ہے اور جس کا مرکز کرشن جی مہاراج ہیں۔

مثلاً ؎ مدینے میں مورا پیا بالا ہے رے۔

یا اسی طرح غزل سے خاص مضامین کی حامل نعتوں کو بھی حقیقی کلام سے فروتر سمجھا ہے۔

مثلاً ؎ اے دوستو فرقت میں مری مرتے ہو ناحق　　اے چارہ گرو فکر دوا کرتے ہو ناحق

اچھا نہ کبھی ہونگا میں بیمار نبیؐ ہوں

بقول ممتاز حسن یہ اس ذات گرامی کے متعلق کہا گیا ہے جو جسم و روح کی بالیدگی اور توانائی کا سرچشمہ ہے۔[2]

نعت کے ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ ایسے مضامین سے اجتناب کیا جائے۔

---

[1] عبدالحق، ڈاکٹر، مولوی۔ چند ہم عصر ص۳ بار اوّل

[2] ممتاز حسن　خیر البشر کے حضور میں ص۱۴

نعت کے مضامین میں ایک نمایاں موضوع ؏ بعد از بزرگ توئی قصہ مختصر، سے متعلق بھی ہے۔ اس مضمون نعت میں نعت گو شعراء برگزیدہ ملائکہ اور جملہ انبیاء پر آپ کی برتری اور فضیلت کا ذکر کرتے ہیں بعض اوقات اس شرف فضیلت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے زدِ بیان میں ایسی بات بھی ہو جاتی ہے جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکل آتا ہے۔ میر حسن کے یہ شعر دیکھئے۔

ع مسیح اُس کے خرگاہ کا پارہ دوز — تجلیٔ طور اُس کی مشعل فروز
خلیل اُس کے گلزار کا باغباں — سلیماں سے کئی مہر دار اُس کے ہاں
خضر اُس کی سرکار کا آب دار — زرہ ساز داؤد سے واں ہزار[1]

اس طرح سودا کا یہ شعر

ع کرے جو ہمسری اُس سے کسے تاب — کہ نبیوں سے رہیں بڑھ کے اُس کے اصحاب[2]

بقول ریاض الحسن "نعت چونکہ الفتِ رسول کی دلولہ انگیزی اور جوشِ محبت کی ترجمان ہوتی ہے اس لئے نعت گو شاعر سرورِ محبت کی بے خودی میں منہاجِ اعتدال سے لغزش کر جاتا ہے اور دوسرے انبیاء سے رحمتِ عالم کا تقابل کر کے ایسے الفاظ کہہ جاتا ہے جو در حقیقت نعتِ رسول نہیں ہوتے بلکہ ان میں توہینِ انبیاء کرام کا مفہوم مضمر ہوتا ہے"[3]

نعت میں اس انداز کے مضامین بھی نعت گوئی کے ادب و احترام کے منافی ہیں اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام پر فضیلت اور شرف حاصل ہے مگر اس شرف کے اظہار میں کسی ایسے پیرایۂ اور تقابل سے گریز کرنا چاہئیے جس سے دوسرے انبیاء کی شان میں کسی گستاخی یا توہین کا احتمال بھی ہوتا ہو کیونکہ دوسرے انبیاء کی توہین گمراہی اور کفر کے مترادف ہے۔

احادیثِ رسول اکرم میں حضور اکرم نے جس محبت سے دوسرے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے اُسے ملحوظ رکھنا چاہئیے حضور اکرمؐ نے اپنے شرف اور فضیلت کا اظہار (کسی مقام پر بھی) کرتے ہوئے کسی دوسرے نبی یا پیغمبر کا ذکر استخفاف اور استہزاء و توہین کے انداز میں نہیں کیا اور آپ کے دہانِ مبارک سے کسی ایسے فقرے جملے یا اشارے کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

فنِ نعت، نعت گو شعراء سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ اظہارِ شرفِ خیر الانبیاء میں اس موضوع کے جملہ تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھیں صحیح اسلامی تصور یہ ہے کہ دیگر انبیاء کرام کی پیغمبرانہ عظمت اور شانِ رسالت کا شعور رکھتے ہوئے اور اُن کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فضیلت اور شرف و بزرگی کا ذکر کیا جائے۔

(ب) طرزِ اظہار

---

[1] سحر البیان، میر حسن، ص ۲۳ مرتبہ احسان الحق
[2] کلیات سودا۔ جلد دوم ص ۸۶
[3] صفی لائل پور، اعلیٰ حضرت نمبر، ص ۲۴ اپریل ۷۳، مقالہ شعری محسن اور کلام رضا۔

مضامین نعت کے ساتھ وہ چیز جس کا تقاضا نعت گو شعراء سے کیا جاتا ہے وہ طرزِ اظہار و بیان میں شائستگی اور خوش سلیقگی کا وہ انداز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا مظہر ہو۔

جیسا کہ بابائے اُردو نے کہا ہے "نعت کا جو طرز ہمارے شعراء نے اختیار کیا ہوا ہے وہ بہت قابلِ اصلاح ہے ہمارے اس شاعری کی بنیاد غزل پر سمجھی گئی ہے جو ایک لحاظ سے کمترین قسم شعر ہے اس لئے تغزل کا رنگ کچھ ایسا جما کہ ہر جگہ جا دبے جا اس کی جھلک نظر آتی ہے بھلا نعت میں زلف و کمر خال و خط سے کیا تعلق ...[1]

مضامینِ نعت کے غزلیہ طرزِ اظہار کی مذمت کرتے ہوئے کم و بیش ہر ناقد نعت نے عامیانہ انداز کی اُن غزل نما نعتوں کو حقیقی نعتیہ کلام سے فروتر سمجھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایسا پیرایۂ اظہار جو غزل گو شعراء کے ہاں دنیاوی بلکہ بازاری معشوقوں کے لئے مروّج ہے نعت کے ادب و احترام کے سراسر منافی ہی نہیں ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ اے ڈی نسیم ایسی ہی نعتوں (جن میں حضور اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کو عام لکھنوی محبوب کے روپ میں پیش کیا گیا ہے) کے بارے میں کہتے ہیں کہ "یوں معلوم ہوتا ہے شاعروں کے عام محبوب کی جگہ رسُول کا نام رکھ دیا ہے فرق صرف محبوبوں کے نام میں ہے شخصیت میں نہیں"[2]

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نعت میں اس انداز کو اسوءِ خیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "عام نعت گو شعراء جس طرح رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معشوق نازنین فرض کر کے آپ کے سراپا کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور آپ کے جسدِ عنصری بلکہ اعضائے مبارک کی تعریف کرتے ہیں یہ انداز کلام ناپسندیدہ اور سوءِ ادب کا پہلو لئے ہوئے ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و محاسن بیان کرتے وقت وقار اور متانت اور تعظیم و تقدیس کی روش اختیار کرنی چاہئیے"[3]

فنِ نعت میں ادب و احترام کی اسی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے مرزا محمد منور کہتے ہیں نعت کے ہر شعر میں نعت کا ایسا قرینہ موجود ہونا چاہئیے کہ وہ عام مضامینِ غزل سے متمیّز ہو اور ظاہر ہے کہ یہ آسان کام نہیں اس کے لئے خالی قادر الکلامی ہی نہیں مزاج کے داخلی رکھ رکھاؤ اور دل و دماغ کی بیداری درکار ہے"[4]

ج انتخاب الفاظ

طرزِ ادا ہی سے متعلق ایک اور نازک مقام جو نعت گو سے احتیاط اور ذمہ داری کا متقاضی ہے۔ وہ نعت میں الفاظ کا انتخاب ہے نعت کی فضا چونکہ غزل سے مختلف ہے لہٰذا موضوع کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی کا احساس کارفرما ہونا چاہئیے

---

۱ چند ہم عصر۔ مولوی عبدالحق ص ۴
۲ اُردو شاعری کا مذہبی و فلسفیانہ عنصر (اے ڈی نسیم) ص ۲۴۶
۳ ماہنامہ محدث لاہور (رسول نمبر) ۱۳۹۶ ہجری
۴ وَرَفَعنا لکَ ذِکرکَ (راجا رشید محمود) ص ۱۲

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور شیفتگی کا شرف اس امر کا متقاضی ہے کہ نعت میں ایسے کسی بھی لفظ کے استعمال سے اجتناب کیا جائے جس سے کسی گستاخی، غیر شائستگی یا سوقیانہ پن کا اظہار ہوتا ہو یہ مقام اتنا نازک ہے کہ آداب نعت سے واقف بڑے بڑے پختہ شاعروں سے بھی کہیں اس مقام پر لغزش ہو جاتی ہے

عرفی کا وہ نعتیہ قصیدہ جس کا مطلع ہے۔

؎ صُبحدم چوں درد مدول صور شیون زائے من — آسماں صحن قیامت گرد داز غو غائے من

اس میں ایک شعر ہے۔

؎ سایۂ من ہمچومن در ملک ہستی امتت — سایۂ تو در عدم پیغمبر ہمتائے من

نیاز فتحپوری کے بقول عرفی صرف یہ کہنا چاہتا ہے کہ جس طرح رسُول اللہ کا سایہ معدوم تھا اسی طرح میرا ثانی بھی معدوم ہے۔ لیکن اس مفہوم کو اس قدر اُلجھے ہوئے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ سچ پوچھئے تو مفہوم ہی غائب ہو جاتا ہے پہلے مصرع میں ہمچومن امتت ملک سب تکلف و آورد ہے اور دوسرے مصرع میں" پیغمبر ہمتائے من" لکھنا بھی گستاخی کی حد تک پہنچا ہے۔ سامنے کا کھلا ہوا لفظ یکتا تھا مگر اُسے چھوڑ کر" ہمتا" لکھنا عجیب بات ہے۔

عرفی نے یہ قصیدہ مدح رسُول اللہ میں لکھا ہے اور اس قصیدہ میں ایک شعر یہ بھی پایا جاتا ہے۔

؎ شاہد عصمت تلاش صحبت من کے کند — خون حیض دختر رز جو شراز لبہائے من

کیا اس سے زیادہ فحش، گندہ، شعر کوئی اور ہو سکتا ہے؟[1]

اس طرح کے الفاظ کا استعمال آداب نعت تو دُور کی بات ہے معیاری غزل گوئی کے سلیقہ کے بھی خلاف ہے۔

(د) تشبیہ و استعارات

نعت گو کے لئے ضروری ہے کہ وہ تشبیہات و استعارات میں بھی موضوع کے آداب و احترام کو ملحوظ رکھے اور نعت کے اظہار میں ایسی تشبیہ یا استعارہ سے گریز کرے جس سے نعت کی پاکیزگی اور شائستگی متاثر ہوتی ہو

بشیر احمد قادری نے اس ضمن میں اطہر ہاپوڑی کے اس مطلع نعت کو رقم کیا ہے جس پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اس کی قلم برداشتہ اصلاح فرمائی۔ مطلع ہے

؎ کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے — مجنوں کھڑے ہیں خیمۂ لیلا کے سامنے

مولانا نے یہ مطلع سن کر فرمایا کہ مصرع ثانی مقام نبوت سے فروتر ہے حضور علیہ السلام کو لیلیٰ سے اور گنبد خضریٰ کو خیمہ لیلیٰ سے تشبیہ دینا عاشقان رسُول کے شایان شان نہیں[2] آپ نے اس کی اصلاح یُوں فرمائی۔

---

[1] نگار پاکستان فروری ۶۵ نیاز فتح پُوری ص[illegible] [2] مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی، مقالہ بشیر احمد قادری ص۱۴۱ بحوالہ ماہنامہ "عرفات" لاہور اعلیٰ حضرت نمبر اپریل ۸۰ء ص۳۲

؎ کب ہیں درخت حضرتِ والا کے سامنے قدسی کھڑے ہیں عرش معلےٰ کے سامنے

اس طرح نہ صرف یہ کہ تشبیہ کا عامیانہ پن ختم ہو گیا بلکہ مطلع میں فن نعت کی مطلوبہ طہارت و پاکیزگی بھی پیدا ہو گئی نعت میں اس طرح کی تشبیہات و استعارات کا استعمال دراصل شاعروں کے فکر و فن پر غزل کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے وہ نعت گو جنہوں نے غزل کے ساتھ ساتھ نعت بھی لکھی اُن کی نعت گوئی میں تغزل کا رنگ، غزل کے مخصوص علائم و رموز اور تشبیہات اور استعارات کا استعمال بھی آتا ہے جو ایک خاص حد تک تو گوارا ہے مگر جن کا رنگ عامیانہ اور بازاری ہے۔ ان تشبیہات اور استعارات سے گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ تشبیہ و استعارہ کا سوقیانہ مزاج نعت گوئی کے آداب کے خلاف ہے۔

(۵) اندازِ خطاب

نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے خطاب کرتے ہوئے بھی اس امر کا احساس رہنا چاہیئے کہ شاعر کے لب و لہجہ میں منصب رسالت کا پورا پورا خیال ہے اور آپ سے خطاب کرتے وقت وہ کوئی ایسا لفظ یا پیرایۂ خطاب استعمال نہ کرے جس سے شان رسالت مآب میں گستاخی کا احتمال ہو۔

رنگینی اور تغزل نگاری کی کوشش میں بعض اوقات نعت گو شعراء عامیانہ اندازِ بیان پر اُتر آتے ہیں اور حضور اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے معاذ اللہ بت، سنگدل، قاتل اور ستمگر ایسے نازیبا الفاظ استعمال کر جاتے ہیں جو دنیوی محبوبوں کے لئے موزوں ہوتے ہوں مگر محبوب خدا کی شانِ اقدس کے سراسر منافی ہیں اس طرح وہ شعراء نہ صرف نعت میں تفریط کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ نعت کو عامیانہ اور بازاری سطح پر لے آتے ہیں۔

نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اور آپ کا نام نامی لیتے ہوئے انتہائی ادب واحترام کی ضرورت ہے نعت کے ناقدین اور صوفیائے کرام نے اس لازمہ نعت کی اہمیت اور فضیلت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں قرآن کریم کے اُن مقامات کا ذکر کیا جہاں خدا تعالےٰ نے حضور اکرمؐ سے خطاب فرمایا ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں ہر جگہ آپ کو اسمائے صفات سے یاد فرمایا گیا ہے کہیں یاایہاالمدثر کہیں یاایہاالمزمل اسی طرح یاایہاالنبی اور یاایہارسول وغیرہ جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن میں اُن کے نام یاعیسٰی یاموسٰی یایحیٰی وغیرہ لئے گئے ہیں۔

نعت گو شعراء کو بھی قرآن کے انداز و آداب کی پیروی کرتے ہوئے کوشش کرنی چاہیئے کہ نعت میں بھی جہاں تک ممکن ہو اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ نام والا کی بجائے اسمائے صفات آئیں کسی شاعر نے اسی اصول کے تحت ہی کہا ہے۔

؎ ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است[۱]

اس ضمن میں قرآن کریم کا یہ ارشاد بھی پیش نظر رہنا چاہیئے۔ وَتعزروہ و توقروہ (اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو)[۲] نعت کے لوازمات میں ادب و احترام کے بہت سے پہلو (جن کا تعلق موضوع، زبان و بیان، انتخابِ الفاظ، تشبیہ و استعارہ اور

---

[۱] نوری کرن "بریلی" ص۱۴ اکتوبر ۱۹۶۳ء

[۲] قرآن مجید پ ۲۶ ع۹

حضور سے اندازِ خطاب سے ہے اور جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے) نعت کی مجموعی فضا کو ادب و احترام کے ان جذبات عالیہ سے سرشار کرتی ہیں۔ جس کی نعت متقاضی ہے درحقیقت نعت ہے ہی شانِ رسالت کا ادب و احترام — احترام وہ نقطۂ مستنیر ہے جہاں سے صنفِ نعت کے جملہ لوازمات کی شعاعیں پھوٹتی ہیں اور اسی نقطہ پر اُس کے مقتضیات کے تمام دھارے آ کر ملتے ہیں ایک اعتبار سے نعت کی تخلیق میں رسُولِ اکرم کا احترام ہی سب کچھ ہے باقی لوازماتِ نعت دراصل اسی کی مختلف شکلیں اور تفسیریں ہیں اور اسی لازمۂ نعت کے سبب مجیدِ امجد کے لفظوں میں نعت لکھنے والوں کا مرتبہ انسانی اکتسابات کی معراج ہے اُس کا ہر سانس دیدارِ حبیب کی منزل ہے وہ فرشتوں کا ہم زبان ہے اور تمام ارواحِ مبارکہ کا ہم نوا ہے اُس کی زبان پر اُس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح ہے جس کی مدح خود ذاتِ باری نے کی ہے[1]

۴۔ حقیقت نگاری

نعت کا ایک اور اہم لازمہ مبالغے سے پرہیز اور حقائق کے بیان سے متعلق ہے اگرچہ تخیل اور محاکمات شعر کے ترکیبی عناصر ہیں اور ندرت و مبالغہ اس کی روحِ رواں، جب تک شعر میں تخیل کی نادرہ کاری اور مبالغہ کی رنگ آمیزی نہ ہو شعر ایک بادۂ بے کیف گل افسردہ اور شمع بے دود بن کر رہ جاتا ہے مگر نعت میں تخیل کی میناکاری، اسلوبِ بیان، طرزِ ادا، بندشِ الفاظ، حسنِ تشبیہ اور رنگین استعارہ تک محدود ہے نعت کے معانی و مضامین میں تخیل کی جدت طرازی مبالغہ کی حسن آرائی شجرِ ممنوعہ اور ام الخبائث کی حیثیت رکھتی ہیں۔

نعت میں کوئی ایسا مضمون بیان کرنا جو واقعیت کے خلاف اور اصلیّت کے منافی ہو اور جس کی اساس محض خیال اور آرائشِ مبالغہ پر ہو نعت کے جادہ جمال پر یاوہ گوئی کی گرد، ہرزہ سرائی کا غبار اور دروغ بافی کی سیاہی مل دیتا ہے اور وہ نعت اظہارِ عقیدت اور جلوۂ محبت کی بجائے شاعر کی خود نمائی اور شعر کی کیف آفرینی کا مظہر بن جاتی ہے۔

نعت درحقیقت وزن و بحر اور قافیہ ردیف کی حدبندی میں موزونیت الفاظ، سلاست زبان اور چستی بندش کے ساتھ عشقِ رسُول کی نغمہ سنجی اور ترانہ سرائی کا نام ہے اس لئے اُس میں صداقت مضمون، واقعیت مفہوم اور حسن محاکات کے سوا رنگینیٔ خیال اور ندرتِ تخیل کی کوئی گنجائش نہیں۔ ارباب سخن نے مضمون شعر کی اصلیت کو محاسن شعری میں سب سے زیادہ اہمیت کا درجہ اور اولیت کا رتبہ دیا ہے لیکن اس کے مفہوم کو اتنی وسعت دی ہے کہ حقیقتِ نفس الامری کی حدود و قیود سے تجاوز کر کے امکانِ عقلی، تصورِ شعری اور مسلماتِ شعری کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے نعت کی نزاکت، اصلیتِ مضمون کی اس وسعت کی متحمل ہی نہیں اور حقیقتِ نفس الامری اور واقعیتِ متعینہ سے سرِ مو انحراف کرنا بھی مسلک نعت گوئی میں ضلالِ مبین، حرام قطعی اور گناہ کبیرہ کی حیثیت رکھتا ہے"[2]

یہ اقتباس ریاض الحسن کے مضمون "شعری حسن اور کلام رضاؒ" سے لیا گیا ہے جس میں اُنہوں نے نعت میں مبالغہ سے اجتناب اور حقیقت نگاری کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کی ہے اسی موضوع پر "نعت گوئی کے آداب اور حدود شرعیہ" کے عنوان سے

---

[1] بامِ عرش (سید منظور احمد مہجور) صد ۴

[2] ماہنامہ حنفی لائلپور اپریل ۷۲، صد ۳۲ (ریاض الحسن کا مضمون "شعری حُسن اور کلام رضا")

(ایک سوالنامے کے جواب میں) عصرِ حاضر کی معروف مذہبی شخصیات نے ماہنامہ "محدث" لاہور کے "رسول مقبول نمبر (۱۳۹۶ھ) میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے نعت میں مبالغہ کی حیثیت پر شرعی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔

مولوی محمد شفیع کہتے ہیں شریعت اسلامیہ میں چونکہ حدود کی رعایت کی بہت زیادہ اہمیت ہے لہٰذا نعت گوئی میں جھوٹ کی تو بالکل گنجائش نہیں اور ایسا مبالغہ جو حدودِ جھوٹ میں شامل ہو وہ بھی جائز نہیں تشبیہہ واستعارہ کلام میں استعمال کر لیا جائے تو اس کی گنجائش ہے [۱]

مولانا محمد یوسف بنوری کے خیال میں "مبالغہ اگر حدودِ شریعہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے وہ مبالغہ جو کفر و شرک اور صریح جھوٹ پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں [۲]

مولانا حافظ محمد گوندلوی کی رائے میں مبالغہ ایسا جائز نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ نبوت اور مقامِ رسالت سے اٹھا کر الوہیت کی حدود میں داخل کر دیں اس طرح کرنا ناجائز ہے باقی مقام رسالت کے اندر ہر قسم کی تعریف جائز ہے [۳]

مولانا محمد چراغ کے بقول "شعر کی بنیاد ہی مبالغہ پر ہے اس لئے شعر میں مبالغہ کی گنجائش ہوتی ہے بشرطیکہ کسی نص قطعی یا عقل کے خلاف نہ ہو نعتِ نبوی میں بھی اس حد تک جائز اور روا ہے" [۴]

مولانا مودودی نے نعت میں مبالغے کے جواز اور عدمِ جواز کی حدود کو مثالوں سے واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں "صرف نعت ہی نہیں ہر طرح کے کلام میں مبالغہ صرف اس حد تک جائز ہے کہ اس کے پیچھے یا اس کے نیچے اصل حقیقت بالکل چھپ کر یا دب کر نہ رہ جائے بلکہ سامع و قاری بآسانی سمجھ لے کہ حقیقت نفس الامری کیا ہے جسے مبالغے کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے مثال کے طور پر یہ شعر ہے

؎ حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری — آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں مبالغہ تو ہے لیکن دوسرے مصرعہ نے واضح کر دیا ہے کہ مقصودِ کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و صفات جامعیت اور ہمہ گیری تھی، دوسرا شعر یہ ہے۔

؎ کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے — ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے۔

اس شعر میں ایسا مبالغہ ہے جس کی اجازت ذاتِ باری کی شانِ وحدانیت و خلاقیت نہیں دیتی اور اس کے ڈانڈے شرک سے جا ملتے ہیں [۵]

اس ضمن میں یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہئیے کہ نعت "ایک ایسے ممدوح کی مدح ہے جس کی بارگاہ میں مبالغہ قربتِ ممدوح

---

[۱] ماہنامہ "محدث" لاہور (رسولِ مقبول نمبر) ص ۲۰۹

[۲] ماہنامہ "محدث" لاہور (رسولِ مقبول نمبر) ص ۲۰۹

[۳] ماہنامہ "محدث" لاہور (رسولِ مقبول نمبر) ص ۲۰۷

[۴] ماہنامہ "محدث" لاہور (رسولِ مقبول نمبر) ص ۲۰۹ [۵] ماہنامہ "محدث" لاہور (رسولِ مقبول نمبر) ص ۲۰۵

کا وسیلہ نہیں بن سکتا اور نہ یہاں اس بیان کو باریابی حاصل ہے جو صادق البیانی کی ترجمانی سے محروم ہے پھر صدق وصفا کی زندگی کو سمجھنے کے لئے صدق وصفا کی حقیقت اور اس کی کیفیت کو قلب ونظر میں بسائے بغیر کام نہیں چلتا[1] اس لئے نعت گو شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسری اصناف سخن سے نعت کو یکسر مختلف سمجھے اور تخلیق نعت کے دوران میں تخیل کی پرواز کو شرعی حدود وقیود کے اندر رکھے اور حقیقت محمدی کے بیان میں عقائد کی تفصیلات اور جزئیات تک کی صحت کا خیال رکھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پیش نظر رکھے آپ سے محبت کے باب میں آشفتگی کی بجائے شیفتگی اور شوریدگی کی بجائے سپردگی کا مظاہرہ کرے اور آپ کے ذکر میں جوش کے ساتھ ہوش کو بھی ملحوظ رکھے۔

۵۔ متفرق لوازمات

مذکورہ بالا لوازمات کے ساتھ نعت کے بعض ناقدین اور نعت گو شعراء نے اپنی تحریروں میں معیاری نعت نگاری کے کچھ اور مقتضیات کی بھی نشان دہی کی ان میں شاعر کے لئے عقیدت کے ساتھ سیرت طیبہ پر گہری نظر[2] تعلیمات رسالت سے قلبی تعلق اور ذات رسالت وپیکر رسالت سے دل بستگی بلکہ والہانہ شیفتگی[3] مقصد بعثت سے آگاہی شعور مقام رسالت، دینی امور ومسائل سے واقفیت[4] دینی بصیرت بلکہ عہد رسالت کی تاریخ سے بھی کماحقہ، بہرہ ور ہونا ضروری ہے اس کے علاوہ تزکیۂ باطن قلب ونظر کی پاکیزگی روح کی طہارت خیال وعقیدہ کی پختگی اور دل ونظر کی سلمانی[5] نیز جذبات کی صحت وصداقت[6] بھی نعت کے لوازمات میں سے ہیں۔ موضوع کی اہمیت اور پیش کش میں احترام کے ساتھ شاعر کا زبان وفن پر عبور نیز ادبی زاویہ نظر سے شاعر کی ذہنی اور تخلیقی صلاحیت[7] کی کارفرمائی کے بغیر بھی اچھی نعت کا تصور نہیں کیا جا سکتا نعت میں کیف وتاثر کے لئے مزاج کے داخلی رکھ رکھاؤ اور دل ودماغ کی بیداری[8] کی بھی ضرورت ہے خالی قادر الکلامی سے بھی اچھی نعت نہیں کہی جا سکتی نعت میں حقیقی کیف اور لطافت اس وقت پیدا ہوگی جب شاعر لوازمات فن نعت سے نہ صرف آگاہ ہو بلکہ یہ اس کے تخلیقی مزاج میں رچ بس جائیں بقول مجید امجد حقیقت رسالت عظمت کے ادراک کامل اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات صادق سے بہرہ مند ہونا اور شاعر کے لئے اس جذبہ (عشق رسول) کو اپنے اعمال اور تصورات پر حاوی کرنا نعت گوئی کی ضروری شرائط ہیں ان کی نظر میں عشق رسول کا جذبہ روح نعت ہے اور مقام مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا ادراک جان نعت ہے دونوں صفات ایک ہی جلوے کا پرتو ہیں اور یہ صفات جب آئینۂ شعر میں منعکس ہوں گی تو نعت اس رتبہ کو پہنچ سکے گی جو اس کا مقصود ہے۔ فن شعر کے لحاظ سے اس کمال کے لئے کمال سخن وری اور نفس مضمون کے لحاظ سے اس کے لئے کمال آگہی درکار ہے اور پھر ان دونوں چیزوں کو جلا جس چیز سے ملتی ہے وہ عشق کا سرمدی جذبہ ہے۔ جو لفظوں کو تجلیات سے بھر دیتا ہے اور معانی میں وسعتیں سمو دیتا ہے یوں نعت ایک مقدس آزمائش

---

[1] اردو کی نعتیہ شاعری (سید اشفاق احمد) ص ۵۶ [2] شاخ سدرہ عبدالکریم ثمر ص ۵
[3] خیر البشر کے حضور میں (ممتاز حسن) ص ۱۱ [4] ظفر علی خان (ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار) ۱۹۶۷ (ب) نوائے ظہوری (محمد علی ظہوری) دیباچہ عزیز حاصل پوری ص ۶
[5] شاخ سدرہ (عبدالکریم ثمر) ص ۵ [6] مدینۂ عثمانی (عثمان احمد قاسمی) ص ۲ دیباچہ معین ندوی
[7] آہنگ حجاز (چوہدری فضل حق) ص ۱۱ دیباچہ ضمیر جعفری [8] وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ (راجا رشید محمود) ص ۱۲۷ تاثر (دیباچہ) مرزا منور

ہے بیان عقیدت کی رو سے جوہر ایمان کی آزمائش اور غایت غایات کی جستجو کے ضمن میں قوت ادراک کا امتحان۔ (نعت گو) کی فکر لامحدود کی حدیں متعین نہیں ہیں۔ وہ قدم قدم پر نقش قرآنی کا پابند ہے اُس کا ہر لفظ سرشار احترام بھی ہے احتیاط کی تدغن یہ کہ کہی گئی بات قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق ہو اور احترام کا تقاضا یہ کہ مدح مرتبہ رسالت کی حقیقی سطح پر فائز ہو جب تک زمان و مکان کے رموز جس طرح کہ وہ کلام الٰہی سے منکشف ہیں اُس کی نگاہ میں نہ ہوں اس کا بیان ناتمام اور اظہار نارسا ہے۔ نعت اُن ذی فضیلت لوگوں کا منصب ہے جن کی عمر عزیز معانیٔ قرآن کو پرکھنے اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے میں صرف ہوئی ہو اور جو اس روحانی سفر کے دوران پیش آنے والے مقامات کو شعری اظہار کی منزلوں تک پہنچا سکیں[۱]

مجید امجد کے یہ خیالات (جو ایک نعتیہ مجموعہ میں دیباچہ کی حیثیت میں شائع ہوئے) صنف نعت کے لوازمات اور مقتضیات کے ضمن میں اب تک اس موضوع پر کی گئی گفتگو کا ماحصل ہیں۔ مجید امجد کی رائے اس صنف کے تنقیدی جائزہ تک ہی محدود نہیں بلکہ اُس کی تخلیق میں پیش آنے والے ان مشکلات کو بھی محیط ہے جس کا اندازہ ایک حساس اور ذمہ دار شاعر ہی کر سکتا ہے حقیقی اور معیاری نعت گوئی ہر شاعر کے بس کی بات نہیں اپنے لوازمات کے سبب نعت نہایت وقیع اور ادق صنف سخن ہے نعت لکھتے وقت شاعر کو عقیدت و ارادت کے نازک مقامات اور محسوسات کی جن لطیف سطحوں سے گزرنا پڑتا ہے وہاں عام روش کی شعر گوئی کام نہیں آتی شاعر کا کمال فن اور الفاظ کا سلسلہ اپنی تمام اثر اندازیوں کے باوجود حضور اکرم کی توصیف کے مقام پر آکر عاجز ہو جاتا ہے مرزا غالب کی فارسی نعت کا یہ مشہور مقطع نعت گوئی میں شاعرانہ صلاحیتوں کے اسی عجز کا اعتراف ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم   کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است[۲]

ہیئتی تنوع

جیسا کہ پہلے نشان دہی کی جا چکی ہے نعت کا تعلق صرف موضوع سے ہے کسی مخصوص ہیئت سے نہیں۔ اس میں پابندی صرف اس صنف کے داخلی پہلو یعنی مواد اور موضوع کی لگی جاتی ہے اور اس کے مضامین حضور اکرمؐ سے عقیدت و محبت، اُن کی سیرت مبارکہ کا تذکار اور بنی نوع انسان پر اُن کے فیوض و احسانات کے ذکر سے متعلق ہوتے ہیں موضوع کی پابندی اور التزام ہی دراصل نعت کہلاتا ہے پیرایہ اظہار کچھ بھی ہو موضوع کا یہ تعلق اور نسبت برقرار رہنی چاہئیے کہ اس نسبت گرامی کی عدم موجودگی سے نعت، نعت نہیں رہے گی۔

جہاں تک نعت کے خارجی پہلو کا تعلق ہے اس کے لئے کسی ہیئتی ڈھانچے کی ضرورت نہیں اس کے لئے زبان و ادب کے کسی بھی پیرایۂ اظہار، طرز بیان اور ہیئت کو اختیار کیا جا سکتا ہے اگرچہ عام طور پر نعت سے مُراد حضور اکرمؐ کی منظوم مدح ہی لی جاتی ہے اور مروّجہ مفہوم میں اس کا تعلق نظم ہی سے ہے لیکن اصولی طور پر اس امر کی پابندی نہیں لگائی جا سکتی کہ نعت لازماً نظم ہی میں لکھی جائے گی۔ نعت خطاب اور نثر میں بھی ہو سکتی ہے اسی سبب نعت کے ناقدین اور مرتبین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ستائش میں لکھے جانے والے بعض

۱۔ بام عرش (سید منظور احمد مہجور) ص ۴

۲۔ غزلیات غالب (فارسی) (مرزا غالب) ص ۶۹ (مرتبہ وزیر الحسن عابدی)

خطابیہ جملوں اور نثر پاروں کو بھی نعت ہی میں شمار کیا ہے اس ضمن میں شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کا خطبہ اور ام معبد کی زبان سے حضور اکرم کے حلیہ مبارک کا بیان قابل ذکر ہیں[1]

خطابیہ نعت پاروں کے علاوہ نثر میں بھی دو طرح کے نعتیہ نمونے نظر آتے ہیں ایک کو نثر کی کتابوں (داستانوں، تذکروں اور دینی و مذہبی رسالوں) کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کے التزام کے نتیجہ میں لکھی جانے والی نعتیہ نثر شامل ہے، جسے بعض اوقات مصنف اپنے طور پر بھی نعت کا نام دیتے ہیں مثلاً حیدر بخش حیدریؔ گل مغفرت کے آغاز میں (حمد کے بعد) نعت کے عنوان سے رقم طراز ہیں "نعت ہے اُس رسُول مقبول کی جس کو حق تعالےٰ نے اپنے نور خاص سے پیدا کیا کہ وہ ہر دم گمراہوں، گناہ گاروں کا شافع و راہنما ہو رحمت خدا کی نازل ہوجیو اس پر اُس کی آل پاک و وحی برحق پر[2] نثری نعت کی اس روایت کا التزام عربی و فارسی اور اُردو نثر کی کم و بیش تمام کلاسیکی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ آجکل بھی (نثری ادب کی کتابوں کے سوا) دینی مذہبی اور علمی کتابوں کے آغاز میں اس التزام کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔

نثری نعت کی دوسری قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا میں لکھے گئے وہ نثر پارے ہیں جنہیں اُن کے مصنفین نے نعت کے عنوان سے تو نہیں مگر اُن کی بعض داخلی خصوصیات اور نعتیہ خوبیوں کے سبب بعض مرتبین و ناقدین نعت نے انہیں اپنے طور پر منتخب کرکے نعت کا مقام و مرتبہ اور نام دے دیا ہے اس ضمن میں کتب سماوی اور صحائف آسمانی میں سے وہ مقامات جن کا تعلق آنحضرت کے بارے میں پیش گوئیوں اور مبشرات سے ہے خاص طور پر قابل ذکر ہیں[3] سیرت و نعت کی کئی کتابوں میں ایسے نثریہ کلمات کو جداگانہ طور پر نعت کے عنوان سے نقل کیا گیا ہے اسی طرح مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی کا وہ حصہ جو ظہور قدسی کے عنوان سے درج ہے[4] اور جس میں حضور اکرمؐ کی ولادت مبارک کا بیان ہے قابل ذکر ہے بعض مرتبین نعت نے آنحضرتؐ کی سوانح و سیرت میں لکھے جانے والے اسی انداز کے بعض اعلیٰ حصّوں خصوصاً جن میں شعری محاسن کے سبب نعت کا قرینہ موجود ہو، کو بھی نعت شمار[5] کیا ہے۔

نعت نگاری کا ایک انداز وہ ہے جہاں نثر و نظم میں ملی جلی نعتوں کے نمونے ملتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نثر کی بعض کتابوں کے آغاز میں مضامین نعت کے اظہار کے لئے کہیں نثر اور کہیں نظم کا پیرایۂ اظہار اختیار کیا گیا مثلاً میر شیر علی افسوس "آرائش محفل" کے شروع میں حمد کے تین شعروں کے بعد نعت کی طرف یوں رجوع کرتے ہیں۔

ے ہے اب نعتِ پیمبرؐ کی مجھے فکر — کہ بہتر اس سے کوئی اب نہیں ذکر
محمدؐ نام ہے اُس پیشوا کا — خلاصہ ہے وہ سارے انبیاء کا

زہے نصیب کہ ہم اُس کی امت ہوئے اب دغدغہ ہنگامۂ محشر کا مطلقاً نہ رہا اور خوف حساب کتاب کا یک لخت دل سے اُٹھ گیا
ابیات۔ ے کسے اب گناہوں کا ہے اپنے غم — کہ اپنا نبیؐ ہے، شفیعِ امم

---

[1] بحوالہ ارمغانِ نعت (مرتبہ شفیق بریلوی) ص۱ [2] گلِ مغفرت، حیدر بخش حیدری ص۳
[3] سیرت النبیؐ (علامہ سید سلیمان ندوی)
[4] مثلاً غزل الغزلات، عہد نامہ قدیم باب پنجم آیت ۱۰، ۱۶ میں تشبیہات سُلیمان ملاحظہ ہوں [5] آرائشِ محفل (میر شیر علی افسوس) ص۲

نہیں اک ذرا ترس نارِ جحیم　　　　کہ حامی ہے اپنا رسولِ کریمؐ[1]

نظم و نثر کا یہ امتزاج نعت کے جُداگانہ اسلوب کا حامل ہے عربی، فارسی اور اُردو کے کلاسیکی نثری ادب میں ایسے بے شمار نمونے مل جاتے ہیں، جہاں مرتبین و مصنفین نے نثر و نظم کے ملے جلے انداز میں رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تحریر کی ہے۔

خطابیہ نعت، نثری نعت اور نثری و شعری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی شعر و شاعری (اصنافِ نظم) کے حوالے سے نعت کا جائزہ لیتے ہیں نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرمؐ کی توصیف اور اُن کی سیرت کا تذکار شعر کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنفِ شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور ہیئت کے سبب پسندیدہ رہی ہے۔ لہٰذا نعت کے مضامین کے لئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی مستعمل رہی ساجد لکھنوی کے بقول "ابتدائے اُردو شاعری سے اگر آپ بنظرِ غائر مطالعہ کریں تو آپ کو ۹۵٪ نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی"[2]

نعت کے موضوع کے لیے صنفِ غزل کی مقبولیت کا بڑا سبب تو یہ ہے کہ کم و بیش ہر شاعر اپنی مشقِ سخن کا آغاز غزل ہی سے کرتا ہے اور غزل کے مخصوص ماحول اور مخصوص مزاج کے زیرِ اثر دوسری اصنافِ شاعری سے زیادہ غزل کہنے کی طرف ہی میلان و رغبت رکھتا ہے دوسرے یہ کہ میلاد کی محفلوں اور مجلسوں میں ترنم سے پڑھنے کے لئے غزل کی ہیئت ہی موزوں ہے اسی طرح قوالی اور سماع کے لئے غزل کی ہیئت سے بہتر کوئی دوسری ہیئت نہیں۔ سماع میں جو اثرات اور وجد کی کیفیات سامع پر طاری ہونا چاہئیں وہ غزل کی ہیئتی خوبی (قافیہ و ردیف) کی تکرار وغیرہ سے بہتر طور پر اور کامیابی سے پیدا ہوتی ہیں۔ نعت میں غزل کی ہیئت کو ان شاعروں نے خاص طور پر برتا جنہوں نے نعت کے جداگانہ دیوان مرتب کئے اور یُوں دیوان کی ترتیب و تشکیل کے لئے کثرت سے غزل کی ہیئت میں نعتیں لکھیں۔ نعتیہ مشاعروں (خصوصاً طرحی مشاعروں) کے سبب بھی اس موضوع کے لئے صنفِ غزل کے استعمال کا دائرہ وسیع ہوا۔

غزل کے ساتھ نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے دوسری مقبول صنف جو دراصل غزل ہی کی مانند ہے (ہیئتی اعتبار سے) قصیدہ ہے یہ صنف چونکہ مدح و توصیف سے متعلق ہے لہٰذا قصیدے میں بھی نعت گوئی کی ایک طویل روایت موجود ہے عربی نعت کا تو قریباً سارا سرمایہ ہی قصیدہ پر مشتمل ہے معدودے چند نعتوں کے جو قصیدہ کی ہیئت سے باہر لکھی گئیں۔ فارسی نعت کی تاریخ میں بھی نعتیہ قصائد کا ایک وقیع اور اہم حصّہ ہے۔ عربی، فارسی سے یہ روایت اُردو میں بھی منتقل ہوئی اور جیسا کہ ہم اُردو نعت کی تاریخ کا عہد بہ عہد جائزہ لیں گے اور اُردو کے نعتیہ قصائد اور اُس کے ارتقاء و تاریخ کا بھی آئندہ ابواب میں مطالعہ کریں گے

نعتیہ مضامین کے لئے قصیدے کی صنف کا بڑا سبب اس میں مدحت طرازی کا غالب عنصر ہے اس کے علاوہ دوسری خصوصیات جو قصیدہ کا لازمہ ہیں مثلاً شوکتِ الفاظ، اظہارِ علم و فضل، علوئے خیال، زورِ بیان، طمطراق تراکیب، مضمون آفرینی، بلند پروازیٔ خیال اور شاعرانہ لہجہ وغیرہ جن کے باعث بھی قصیدہ کی صنف نعت گوئی کے لئے مستعمل رہی اگرچہ عصرِ جدید کے بعد نعت کے لئے قصیدہ کا چلن بتدریج

---

[1] آرائشِ محفل (میر شیر علی افسوس) ص۲۔ [2] نغمۂ فردوس (شکیل بدایونی) ص۱

کم ہوتا گیا مگر ایک خاص طور تک شاعروں نے قصیدے میں اپنی ذہن کی رسائیاں ضرور دکھائیں اور بھرپور انداز میں اپنی فنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

عصرِ حاضر میں قصیدہ کی طرف رجحان میں کمی کا احساس ان طویل نعتیہ منظومات[1] کے سبب اور ہو گیا ہے جو غزل و قصیدہ ہی کی ہیئت میں ہیں۔ اگرچہ انہیں قصیدے کے خاص لوازمات فن اور اجزائے ترکیبی کی عدم موجودگی کے سبب بعینہٖ قصیدہ کا متبادل قرار نہیں دیا جا سکتا تاکہ قصیدہ کی خارجی ہیئت کی پابندی اور بعض دوسری خوبیوں مثلاً رفعتِ خیال، شوکتِ الفاظ، تسلسل مضمون وغیرہ کے سبب ان میں قصیدہ کی مماثلت نظر آتی ہے سو کسی نہ کسی طرح صنف قصیدہ کے پرتو آج کی نعت میں بھی نظر آ رہے ہیں۔

غزل و قصیدہ کے بعد نعتیہ مضامین کے لئے کثرت سے استعمال ہونے والی صنف مثنوی ہے۔ مثنوی کی صنف اپنی مخصوص خوبیوں (مثلاً قصہ یا واقعہ کو تسلسل سے بیان کرنے، ہر شعر کے لئے جداگانہ قافیہ و ردیف کی آزادی، مندرجات کے ربط اور فطری بہاؤ کو قائم رکھنے کی آسانی وغیرہ) کے سبب طویل مضامین کے اظہار کے لئے نہایت مناسب خیال کی جاتی رہی اُردو نعت کے ابتدائی دور کا بڑا سرمایہ مثنوی ہی کی صورت میں تخلیق ہوا جیسا کہ ہم آئندہ ابواب میں دیکھتے ہیں کہ دکنی دور کے نور نامے، معراج نامے، مولود نامے[2] اور وہ نعتیہ نظمیں مثنوی ہی کی ہیئت میں لکھی گئیں خصوصاً وہ طویل منظومات[3] جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو موضوع بنایا ہے مثنوی ہی کی صنف میں ہیں۔

یہ صنف طویل نعتیہ مضامین کے بیان میں بعد کو بھی مستعمل رہی حفیظ جالندھری کا "شاہنامہ اسلام" جس کا ایک اہم حصّہ نعتیہ مضامین پر مشتمل ہے۔ مثنوی ہی کی ہیئت میں ہے۔ عصرِ حاضر میں بھی نعت گو شاعروں میں غزل کے بعد جو صنف سب سے زیادہ مقبول ہے وہ مثنوی ہی ہے حضور اکرم کی سیرت و سوانح، غزوات و معجزات، ولادت و وفات اور دوسرے نعتیہ موضوعات پر مشتمل مثنویوں کے علاوہ وہ مثنویاں جو نعت سے متعلق نہیں اُن کے آغاز میں بھی جزوی طور پر نعت کے کچھ اشعار آ گئے ہیں اگرچہ ایسے اشعار کا غالب حصّہ رسمی انداز کا ہے پھر بھی مثنوی میں نعت یا نعتیہ عناصر کے ذیل میں اُن کا ذکر ضروری ہے۔

غزل، قصیدہ اور مثنوی کے ساتھ نعتیہ مضامین کے لئے اُردو شاعری کی دوسری اصناف کو بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے اگرچہ تعداد کے حساب سے دوسری ہیئتوں کا استعمال غزل و مثنوی کی نسبت سے کم ہے مگر نعت کے میدان میں اپنی شعری ضروریات اور تجربات کے مطابق شاعروں نے رباعی، قطعہ، مستزاد، ترکیب بند، ترجیع بند، مثمن، مسدس، مخمس، مربع، مثلث، فردیات وغیرہ کی ہیئتوں کو استعمال کیا ہے اسی طرح مرثیہ، سلام، سہرا، لوری جن کا تعلق ہیئتوں کی بجائے شاعری کے مخصوص داخلی اسالیب سے ہے ان میں بھی نعت کا وافر ذخیرہ ملتا ہے مرثیہ کی تکنیک آپ کی وفات کے ذکر میں استعمال ہوئی اور سلام کا انداز آپ پر درود و سلام بھیجنے کے لیے سہرے اور لوریوں میں نعت کے نمونے اُردو کے میلاد ناموں میں جا بجا نظر آتے ہیں اور تو اور ریختی کے انداز میں بھی آپ کی مدح و توصیف مل جاتی ہے۔

ح ۱۔ مثلاً عبدالعزیز خالد کی طویل نعتیہ منظومات "فارقلیط" اور "منحمنّا" جو غزل (قصیدہ) کی خارجی ہیئت میں ہیں۔

ح ۲۔ ملاحظہ ہو مضمون "اُردوئے قدیم اور نعت گوئی" افسر صدیقی بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ (رسولؐ نمبر)

ح ۳۔ مثلاً ہشت بہشت (مولانا محمد باقر آگاہ)

وہ اصناف شعر جن کا تعلق ہیئت کی بجائے موضوع سے ہے اُن میں سے ایک ہجو ہے جس کے عناصر ایک قرینے کے ساتھ صحابہ کرام کی نعت گوئی میں خصوصیت کے ساتھ نظر آتے ہیں. جیسا کہ نعت کے محرکات میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے. نعت کا ایک محرک کفار مکہ کی بدگوئی اور دریدہ دہنی کا جواب دینا بھی تھا چنانچہ اس لسانی جہاد میں صحابہ کرام نے کفار کی مذمت اور اُن کی ہجو کے رد میں اپنی شعری صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا. کتب سیر و مغازی[1] میں صحابہ کرامؓ کی بے شمار منظومات اس انداز کی ملتی ہیں جہاں ایک طرف تو کفار کو کفر و گمرہی کا طعنہ دے کر اُن کی شدید مذمت کی گئی ہے اور دوسری طرف اسلام اور پیغمبر اسلام کی صفات کا ذکر کر کے اُن سے نسبت و تعلق پر فخر کیا گیا ہے نعت کے دور اوّل کے ان ابتدائی نمونوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے ساتھ کفار کی ہجو بھی نمایاں ہیں.

علاوہ ازیں نعت پر ہندوستانی اثرات کے سبب بعض شاعروں نے گیت، راگ اور دوہے کی ہیئت اور انداز کو بھی نعت کے لئے استعمال کیا جدید دور میں جب انگریزی شاعری کے زیر اثر اُردو شاعری نئی نئی ہیئتوں سے آشنا ہوئی تو نعت کے اظہار کے لئے سانیٹ، نظم معراء آزاد نظم اور نثری نظم کے پیرائے بھی استعمال میں آئے اسی طرح جدید دور میں طویل نظم نگاری (CANTO) کا رجحان (جو ایک اعتبار سے پرانی منظوم داستانوں اور مثنویوں ہی کا ایک جدید انداز ہے) شروع ہوا تو نعت گو شعراء میں بھی طویل نعت لکھنے کا رواج پڑا. عصر حاضر کی طویل نعتیہ نظموں میں محشر رسول نگری کی "فخر کونین" مہدی نظمی کی "رحل نظر" اور احسان دانش کی "دارین" قابل ذکر ہیں یہ مسدس کی ہیئت میں ہیں اور ان میں سے "فخر کونین" سب سے زیادہ طویل ہے یہ نظم تین ضخیم حصوں پر مشتمل ہے.

عبدالعزیز خالد کی "فارقلیط" اور "منحمنا" غزل کی ہیئت میں طویل نعتیہ نظمیں ہیں. عمیق حنفی کی کتاب "صد صلۃ الجرس" ایک طویل نعت ہے جو بیک وقت پابند و معریٰ اور آزاد نظم کی ہیئت اور تکنیک میں لکھی گئی ہے.

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ نعت کا موضوع کسی ایک صنف، ہیئت یا خاص شعری انداز سے مخصوص نہیں نعت کی فضا میں آ کر ہر صنف اور ہیئت اور شعر و شاعری کے مختلف اسالیب نعت آشنا ہو گئے ہیں. نعت کے موضوع نے اپنے اظہار کے لئے ہر صنف سخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اُٹھایا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ نعت گو شعراء نے شاعری کی مروجہ اصناف مستعمل ہیئتوں اور متنوع اسالیب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و اذکار اور توصیف و مدح سے مشرف کر کے اُسے نعت کی صنف کے وسیع تر دائرے میں شامل کر لیا ہے "وسیع تر ہوتے" اس لئے کہ نعت کے موضوع میں پوشیدہ امکانات اتنے قوی، لامحدود اور مؤثر ہیں کہ مستقبل میں شعری تجربوں کے نتیجہ میں سامنے آنے والی نئی ہیئتیں اصناف اور اسالیب سب ایک قرینے اور شائستگی کے ساتھ اس وسیع تر دائرے کا حصہ بنتے جائیں گے.

نعت کی قسمیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار و مدح میں لکھے گئے "اثاثہ" نعت کو اگر بنظر غور دیکھا جائے اور اس صنف کا اس کے تخلیقی پس منظر اور محرکات کے حوالے سے حقیقی تجزیہ کیا جائے تو اس کی دو واضح قسمیں نظر آتی ہیں ایک رسمی نعت اور دوسری حقیقی نعت ــ ان دو[2]

---

۱. مثلاً سیرت ابن ہشام میں حضرت حسان بن ثابتؓ کے وہ قصیدے ملاحظہ ہوں جو غزوات سے متعلق ہیں.

قسموں کے علاوہ موضوع پیش کش، مقصد تخلیق اور زمانی اعتبار سے نعت کے مختلف انداز اور اسلوب ہیں جنہیں نعت کی قسموں کی بجائے اس کے مختلف انداز اور اسلوب کہنا زیادہ موضوع ہو گا۔

رسمی نعت

رسمی نعت کے ذیل میں وہ نعت آتی ہے جو محض ایک شعری روایت کے طور پر لکھی گئی ہو شعرا اپنے دواوین کی ترتیب اور مثنوی یا منظوم داستان کا آغاز حمد و نعت سے کرتے ہیں سو اس شعری روایت اور رسم کے التزام کو برقرار رکھنے کے لئے کم و بیش ہر شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں دو چار شعر ضرور کہے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی اس رسم کی مطابقت میں اپنے دواوین، مثنویوں اور شعری مجموعوں کے آغاز میں نعت کے موضوع پہ ایک نظم پارہ یا چند نعتیہ اشعار لکھ کر اس روایت کو قائم رکھا ہے۔ قدیم زمانے میں تو اس روایت کو نبھانے کا التزام تھا ہی۔ عصر حاضر کے شعراء کے ہاں بھی کہیں کہیں اس کا نمونہ نظر آجاتا ہے۔

اس التزام میں دراصل حصول ثواب اور برکت کا وہ تصور شامل ہے جسے تخلیق نعت میں ایک محرک کی حیثیت حاصل ہے اس ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اربعین نووی اور سند الفردوس (دیلمی) سے یہ حدیث درج کی ہے کہ "ہر مہتم بالشان کام جو اللہ کی تعریف اور مجھ (صلی اللہ علیہ وسلم) پہ درود کے ساتھ شروع کیا نہ جائے تو وہ ناقص اور ہر برکت سے مٹا ہوا (محروم) ہے اور اس حدیث کے حوالے سے کہا ہے کہ اس نے نثر و نظم، تحریر و تقریر کے مقدمات میں نعت کو لازم قرار دے دیا اور اس طرح ادب کے لئے پابندی عائد کر دی۔

مذکور بالا حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے (اور اس کی نشاندہی خود ڈاکٹر اشفاق نے بھی کر دی ہے) لیکن مسلمانوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت اور شیفتگی کے سبب اسلامی معاشرت و تمدن، تہذیب و ثقافت، اور ادب و شعر میں اس حدیث کے نفس مضمون کی پابندی کی ایک طویل اور مستقل روایت موجود ہے خطبات و تقاریر کے علاوہ مسلمانوں کی علمی و دینی، فقہی و مذہبی، معاشرتی، سماجی، تاریخی، ادبی، شعری نگارشات و کتب سے لے کر سائنسی اور طبی کتب تک میں آغاز تحریر (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کے ساتھ حمد و نعت (نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم) کے مضمون نے ایسی رسم اور روایت کی حیثیت اختیار کر لی جس کے ساتھ ثواب اور برکت کا تصور و تاثر بھی شامل ہو گیا اور جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ زندگی میں ایک بار درود بھیجنا واجب ہے اسی طرح ہر نثار اور شاعر کے لئے فرض رہا ہے کہ حمد و نعت کو نثر یا نظم کے ساتھ شامل کرے۔ ہر مہتم بالشان امر کو حمد اور نعت کے بعد شروع کرنے کا حکم ہے اور بصورت دیگر کلام کو برکت سے محروم قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ رسمی اور اعتقادی طور پر نعت شعراء کے کلام میں ضرور شامل ہو گئی۔[۲]

نعت کے اساسی محرکات میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جذبہ اولیت کا حامل ہے اس لئے جہاں تک اس

۱۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۵۹۔ ۲۔ اردو میں نعتیہ شاعری ص ۶۰

جذبہ کی صداقت اور نعت میں اس کے اظہار کا تعلق ہے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ایسے نعتیہ کلام کی تخلیق کے پس منظر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا جذبہ موجود نہیں' جذبہ یقیناً موجود ہے مگر اس جذبہ کا اظہار محض ایک عقیدہ کی بنیاد پر ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اُردو کے موجودہ سرمایہ نعت کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ رسمی انداز میں کثیر تعداد میں نعتیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے لکھنے والوں نے انہیں محض حصولِ ثواب و برکت اور درستی عقیدہ کی بنا پر حمد کے ساتھ تمہیداً بطور تبرک لکھا ہے لہٰذا اُن کی حقیقت محض ایک رسم کی رہ گئی ہے اور اُن کے اندر وہ کیف نہیں جو حقیقی نعت کی جان ہے

حقیقی نعت

رسمی نعت کے برعکس نعت کی دوسری قسم حقیقی نعت ہے حقیقی نعت کا اطلاق نعتیہ ادب کے اس معیاری سرمائے پر ہوتا ہے۔ جس کے لکھنے والے نے نعت کو ایک ادبی صنفِ سخن کے طور پر نہ صرف مقبول کیا بلکہ اس کے لوازماتِ فن اور صنفی نزاکتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے گہرے شغف اور توجہ اور جذب و انہماک سے اسے ایک ادبی و فنی معیار عطا کرنے کی سنجیدہ کوشش کی۔

حقیقی نعت میں بھی اگرچہ حصولِ ثواب کا تصور شاعر کی تخلیق کے پس منظر میں ایک اہم محرک کی حیثیت سے کارفرما ہوتا ہے مگر اس کی کیفیات کا اظہار ایک عقیدہ اور رسم کے طور پر نہیں ہوتا۔ حقیقی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات' غزوات و معجزات' عادات اور خصائل مبارکہ کا ذکر جزوی اور سرسری انداز کی بجائے گہری دلچسپی اور وابستگی سے ملتا ہے نیز آنحضرت سے محبت کے ضمن میں رسمی عقیدت نگاری بجائے جذب و مستی اور جوش محبت کا گہرا اور مؤثر اظہار نظر آتا ہے۔ جذب و کیف اور ذوق و شوق کے اسی جوہر کے سبب نعت کی یہ قسم اپنے اندر دلکشی اور تاثیر رکھتی ہے اور اس انداز کی نعتوں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے جبکہ رسمی نعت کا ذکر زیادہ تر تاریخ و ادب کی کتابوں اور نعت کے سلسلے میں لکھے جانے والے تنقیدی و تحقیقی مضامین تک ہی محدود رہتا ہے۔

نعت کو رسمی اظہار عقیدت کے روایتی انداز سے نکال کر ادبی اور فنی خصوصیات سے آشنا کرانے اور اسے بطور صنف ایک معیاری مقام عطا کرنے میں محسن کاکوروی کا نام سرفہرست ہے۔ محسن پہلے معروف شاعر ہیں جنہوں نے اُردو شاعری کی تاریخ میں حقیقی نعت گوئی کی ابتداء کی۔ انہیں کے زیر اثر امیر مینائی نے اس تاثر کو آگے بڑھایا۔ محسن و امیر سے پہلے کا نعتیہ ادب زیادہ تر رسمی انداز کی نعت گوئی سے عبارت تھا اس اولین سرمایہ نعت میں بعض شعراء کے قصیدوں' مثنویوں یا غزلوں میں کہیں کہیں حقیقی نعت کی جھلک ضرور مل جاتی ہے مگر مجموعی طور پر محسن کاکوروی سے پہلے کسی شاعر کے ہاں حقیقی نعت کی وہ فضا نظر نہیں آتی جو محسن کے کلام کا خاصہ ہے اور جس میں امیر مینائی کے کیف نعت نے قابل قدر اضافہ کیا۔

محسن کاکوروی نے صحیح معنوں میں نعت کو ایک ادبی اسلوب اور فنی معیار عطا کیا اور مختلف اصناف سخن (قصیدہ' مثنوی' غزل وغیرہ) میں حقیقی کے ابتدائی بھرپور اور مؤثر نمونے پیش کئے۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری "محسن نے دوسرے شعراء کی طرح نعت گوئی کو محض رسمی طور پر نہیں اپنایا' بلکہ اسے پوری توجہ اور پورے شعور کے ساتھ فکر و فن کی جولانگاہ بنایا ہے۔ (بلاشبہ) اُردو شاعری میں نعت گوئی کی روایت کو مستقل حیثیت دینے' اس کے امکانات کو روشن کرنے اور شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں جتنا ہاتھ ان (محسن) کا ہے۔

اور کسی کا نہیں [1]

محسن ہی کے زیر اثر امیر مینائی نے آخری عمر میں نعت گوئی کی طرف خاص توجہ دی اور لب و لہجہ کی چاشنی فنی خوبیوں اور والہانہ پن سے حقیقی نعت گوئی کے پرکیف نمونے پیش کئے نعت کی تاریخ وارتقاء میں آگے چل کر یہی روایت مولانا الطاف حسین حالی، مولانا احمد رضا خان، بیدم وارثی، علامہ اقبال، ظفر علی خان، بہزاد لکھنوی، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، عاصی کرنالی، حفیظ تائب اور عصر حاضر کے دوسرے بے شمار شاعروں کی نعت دوستی اور اس صنف سے گہرے شغف و توجہ کے سبب مستحکم ہوئی اور یہ انہیں صاحبان نعت کا کمال ہے کہ عصر حاضر کے زیادہ تر نعت گو شعراء کے ہاں نعت کی فضا رسمی اور روایتی نہیں۔ تخلیقی اور حقیقی ہے۔

نعت کے مختلف انداز اور اسالیب

نعت کی دو بڑی قسموں (رسمی اور حقیقی) کا اگر ان کے محرکات و مقاصد تخلیق، موضوعات اور ان کی پیش کش کا طریقہ اور زمانی اثرات کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو نعت گوئی کے انداز کا تنوع اور اُس کے اسالیب کی رنگارنگی کا پتہ چلتا ہے عربی اور فارسی سے ہوتی ہوئی یہ صنف سخن اُردو میں آئی اور اُردو کی اصناف شعر میں ایک جداگانہ مقام حاصل کرنے میں اسے کئی صدیاں لگیں اپنے ارتقاء کے سفر میں نعت نے موضوع اور پیش کش کے کئی انداز اختیار کئے۔ کم و بیش موجودہ نعت میں ان سارے انداز و اسالیب کا سراغ ملتا ہے ان کا مطالعہ ایک اعتبار سے فن نعت گوئی کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کا مطالعہ ہے جو اس صنف سخن کی تفہیم کے لئے بہت ضروری ہے

صنف نعت میں نعت گو شعراء کے مزاج اور افتاد طبع، تخلیقی محرکات و مقاصد، عصری ضروریات و اثرات کے تحت جو منفرد و نمایاں انداز اور اسالیب نظر آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

توصیفی انداز نعت

اس انداز کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کا رجحان غالب ہوجاتا ہے اور آپ سے اظہار محبت و شیفتگی کا درجہ ثانوی ہے ہر چند کہ یہ جذبہ ہر نعت کے پس منظر تخلیق میں جذبہ محرکہ کے طور پر موجود ہوتا ہے مگر یہاں اس جذبہ کے اظہار اور ان کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے)

نعت کا یہ انداز حضور اکرم کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثنا، آپ کے جمال ظاہری و باطنی کی مدح آپ کے اخلاق حمیدہ صداقت امانت، سخاوت، حلم، حیا، احسان، رحمت وغیرہ کی تعریف آپ کے معجزات کی ستائش اور آپ کے پیغام نبوت و فیضان رسالت کی توصیف سے عبارت ہے اس انداز کی نعتوں میں آپ کے ان اسمائے مبارکہ کا جن کا ذکر قرآن مجید، احادیث نبوی اور کتب سابقہ میں آیا ہے کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور آپ کی سیرت اقدس کے روشن واقعات، آپ کی سیرت و کردار کے ممتاز پہلوؤں اور بنی نوع انسان پر آپ کے احسانات

---

[1] اُردو کی نعتیہ شاعری ص ۶۵

برکات کے حوالے سے آپ کی تعریف اور مدح کی جاتی ہے

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ تخلیق نعت کے پس منظر میں کارفرما محبت رسول کا جذبہ اس انداز کی نعتوں میں بین السطور رہتا ہے. اور اس بھرپور طریقے سے نعت کے پیکر میں منقلب نہیں ہوتا جس طرح آپ کی مدح و ثنا اور آپ کے اسمائے صفات کا تذکار اظہار پذیر ہوتا ہے اس انداز نعت کی مثال میں مسدس حالی کے وہ نعتیہ بند پیش کیے جا سکتے ہیں جن میں عالم بشریت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات اور آپ کے احکامات و تعلیمات کا ذکر و توصیف آپ سے اظہار محبت اور بیان شیفتگی کی مناسبت سے زیادہ ہے.

۲۔ عشقیہ اندازِ نعت

توصیفی انداز نعت سے مختلف نعت کا ایک پسندیدہ انداز عشق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والہانہ تجربات و واردات سے عبارت ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں آپ کی مدح و توصیف پر آپ سے محبت و شیفتگی کا جذبہ غالب رہتا ہے اور آپ کی ستائش و ثنا سے زیادہ شاعر کی آپ کی ذات مبارکہ سے وابستہ جذبات و احساسات اور واردات قلبی کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔

نعت کا یہ اندازِ جذب و شوق اور کیف و سرمستی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے شاعر نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ شیفتگی کا اظہار کرتا ہے بلکہ آپ کے صحابہ کرام، آپ کا زمانہ و معاشرت اور آپ کے متعلقات (لباس، پسینہ، نعلینِ مبارک وغیرہ) کا بھی محبت سے ذکر کرتا ہے۔ مسجد نبوی کی فضا، گنبدِ خضرا، روضہ مبارک کی جالیاں، مواجہہ شریف پر درود و سلام) کے پرکیف منظر کا احترام و عقیدت سے بیان کرتا ہے آپ کے شہر (مدینہ منورہ کے در و دیوار، گلی کوچے، سنگ و خشت اور خار و خس) کو دنیا جہان سے افضل جانتا ہے خاک مدینہ کو اپنے لئے کحل البصر خیال کرتا ہے۔ اور اس شہر کے ماحول و فضا کو جنت سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ سگانِ مدینہ سے اپنی نسبت ٹھہراتے ہوئے بھی اس شہر مقدس و منور کی شان میں بے ادبی خیال کر کے منفعل ہوتا ہے۔

اس انداز کی نعت میں مدینے سے دوری کا احوال، روضہ رسول پر حاضر ہونے کا بے پایاں شوق، لوگوں کو روضہ رسول کی طرف جاتے ہوئے دیکھنا اپنی بے بسی کا ذکر، دربار رسول میں مرنے کی تڑپ اور خواہش کا اظہار اور محبت رسول کے مظہر اسی طرح کے دوسرے احوالِ قلبی کا بیان ملتا ہے واردات عشق رسول سے متعلقہ دلی جذبات کے بھرپور اظہار کے سبب اس انداز کی نعتوں کی فضا پرکیف اور روح پرور ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر ایک خاص تاثر چھوڑتی ہے۔

ثانوی حیثیت میں تو نعت کا یہ انداز کم و بیش ہر تخلیقی نعت نگار کے ہاں کسی نہ کسی جذبہ و شکل میں نظر آتا ہے۔ مگر علامہ بوصیری، مولانا جامی، بیدم وارثی، مولانا احمد رضا خان، علامہ اقبال، بہزاد لکھنوی، حفیظ تائب اور حافظ مظہر الدین کی نعتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ انداز کافی نمایاں اور مؤثر طریقے سے اظہار میں منقلب ہوا ہے۔

۳۔ غزلیہ اندازِ نعت

اصنافِ شعر میں سے وہ صنف جس نے فارسی اور اردو کے شعراء کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔ غزل و تغزل کے اثرات نعت

برتبھی پڑے، یوں ایجاز واختصار رمزوایما اشارہ وکنایہ اور غزل کی دوسری خصوصیات نعت میں بھی در آئیں نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے ذکر اور آپ کی توصیف کے بیان پر غزلیہ انداز کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

غزلیہ انداز نعت میں نعت کے موضوع ومنصب کے مقابلے میں لوازمات غزل کا التزام زیادہ نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس انداز کی نعتوں میں ایسے شعر بھی مل جاتے ہیں جنہیں اگر نعت کے عنوان سے پیش نہ کیا جائے تو اُن پر صرف غزل کا گمان، بلکہ یقین ہوتا ہے ایسی نعتوں میں شاعر کا محرک اگرچہ نعت تخلیق کرنا ہی ہوتا ہے مگر غزل گوئی کی روایت سے دیرینہ وابستگی اور غزل کے مزاج کی ایک مخصوص تربیت اور اس کے اثرات کے سبب اس طرح کی نعت پر تغزل کا رنگ چھا جاتا ہے۔ کسی کسی شعر میں نعتیہ مضامین تو ضرور نظر آتے ہیں مگر مجموعی طور پر فن پارے کی فضا نعت میں رچی بسی نظر نہیں آتی اس انداز نعت کی قسم میں اس مشہور نعت کی مثال دی جا سکتی ہے جو امیر خسرو کے نام سے منسوب ہے[1] اور جس کا مطلع اور مقطع درج ذیل ہے۔

نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم ... بہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو ... محمدؐ شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

اس نعت کو تقریباً ہر مجموعہ نعت میں 'نعت' کے عنوان سے منتخب کیا گیا ہے حالانکہ اس کی مجموعی فضا نعت کی فضا نہیں بنتی۔ یہ غزل نما نعت، غزل کے معروف علائم ورموز اور تغزل کی مانوس کیفیت میں رچی بسی نظر آتی ہے اور صوفیانہ انداز کی ایک خوبصورت غزل ہے مگر اس کے مقطع کے علاوہ اس میں نعت کا مفہوم اور ماحول کسی دوسرے شعر میں نظر نہیں آتا۔

اُردو نعت کی تاریخ میں غزلیہ انداز نعت کی سینکڑوں مثالیں ملتی ہیں نعتیہ دواوین میں خاص طور پر غزل کے طرز واسلوب میں لکھی گئی نعتوں کی کثرت نظر آتی ہے جن میں نعت کے کیف واثر پر تغزل کا رنگ، غزل کا مخصوص ذخیرۂ الفاظ، علائم ورموز اور تغزل کی دوسری کیفیات غالب طور پر موجود ہیں

۴۔ مقصدی انداز نعت

نعت کی تخلیق وترویج میں مقصدیت کے تصور نے اسے ایک مقصدی انداز سے روشناس کیا ہر زمانے کے نعت گو شعراء نے نعت کو اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا۔ ابتدائے اسلام ہی سے نعت دفاع پیغمبرؐ اور تبلیغ اسلام جیسے اعلیٰ مقاصد سے منسلک ہو گئی تھی دربار رسالت سے وابستہ شعراء نے اُسے نہ صرف یہ کہ دشمنان اسلام کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا بلکہ اس کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ نعت کے قبیلہ کی پہلی صف کے وہ سربرآوردہ شاعر ہیں جنہوں نے کفار مکہ کی اسلام دشمنی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے بارے میں بدگوئی اور ہجو کے خلاف مورچہ سنبھالا۔ اپنے کلام کو غزوات کے موقع پر اسلامی لشکر کی فتوحات کا

---

[1]۔ یہ غزل یا نعت امیر خسرو کے کلیات میں نہیں ملتی اگرچہ سماع میں گائی جانے والی غزلوں کے مجموعوں اور نعت کے انتخاب میں اسے امیر خسرو کے نام سے نقل کیا جاتا ہے۔

احوال، شہدائے اسلام کی بہادری اور اُن کی موت پر رثائی خیالات کا اظہار، اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی فضیلت و برتری کا بیان اور قبولِ اسلام کے لیے آنے والے وفود سے مبارزت طلبی جیسے اہم اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنایا۔

عہدِ نبوی کے بعد عصرِ حاضر تک یہ صنف کسی نہ کسی ذاتی معاشرتی ملّی اور آفاقی مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے استعمال ہوئی اور ہو رہی ہے اس میں مقصدیت کی نوعیت و انداز کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے درج ذیل چار پہلو سامنے آتے ہیں۔

(۱) ذاتی مقاصد

یعنی شعراء کا اپنی تطہیرِ ذات اور پاکیزگیٔ نفس کے لئے نعت کی طرف رجوع کرنا (خصوصاً تصوف سے شغف والے شعراء کا) درود و سلام کے ذریعے حصولِ ثواب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے اظہار کے حوالے سے آپ کی شفاعت طلبی کے شایانِ شان ہونا۔

۲۔ معاشرتی مقاصد

نعت کے ذریعے معاشرے کی اصلاح، اسلامی تصورِ حیات کی نشر و اشاعت اور اسلام کی تبلیغ وغیرہ

۳۔ ملّی مقاصد

نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، تعلیمات اور پیغام محبت و اخوت کے حوالے سے مختلف (نسلی، لسانی، جغرافیائی) گروہوں میں بٹی ہوئی امتِ مسلمہ میں اتحاد و یگانگت کی کوشش۔

۴۔ آفاقی مقاصد

ایک مثالی انسان، رہنما، قائد اور محسنِ انسانیت کے حوالے سے مختلف اقوامِ عالم اور بنی نوعِ انسان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفاق گیر پیغام، عالمِ موجودات پر آپ کے فیضان و برکات کے تذکار مبارک کے فروغ خیر و امن کی کوشش وغیرہ۔

ذاتی اصلاح سے لے کر تبلیغِ اسلام کی آفاق گیر مساعی تک کے مقاصد نعت میں جس سلیقے سے پیش کئے گئے، اور کئے جا رہے ہیں اس کی اعلیٰ ترین مثال کلامِ اقبال ہی میں دیکھی جا سکتی ہے ان کے کلام میں جس والہانہ شیفتگی اور اعلیٰ فنی محاسن کے ساتھ نعت کے موضوعات قلمبند ہوئے ہیں وہ انہی کا حصّہ ہے۔ ان کے ہاں محامد و محاسنِ رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپؐ ہی کی ذاتِ والاصفات کے حوالے سے توحید، حفظِ ایمان و یقین پابندیٔ ارکانِ اسلام، اعلائے کلمۃ الحق، امر بالمعروف نہی عن المنکر، ظلم و ستم اور فسق و فجور پر بے باک تنقید، سعی و عمل کی تلقین، مایوسی و ناامیدی کے خلاف جہاد عباد الشیطان کے خلاف غزدۂ جہاد کی تاکید، اخلاص و قناعت، غیرت و خودداری، صبر و استقامت، ذکر و فکر کا اتحاد کامل[۱] وغیرہ کم و بیش ایسے تمام مقصدی

۱۔ جوہر اقبال میں عبدالرحمان طارق نے ص۹۳ سے ص۱۰۱ تک مثالوں سے ان موضوعات کا ذکر کیا ہے۔

موضوعات ملتے ہیں جن کا تعلق فرد، معاشرہ، ملت اور بنی نوع انسان کی اصلاح سے ہے۔

۵ - تاریخی اندازِ نعت

نعت کا ایک مقبول انداز تاریخی بھی ہے اس طرح کی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی مدح کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپ کی سیرت کے اہم واقعات بلکہ آپ کے زمانے میں عرب کی عمومی حالت کا ذکر، معاشرت وتمدن کا احوال، اشاعت اسلام کے سلسلے میں غزوات وفتوحات کا تذکرہ اور تاریخ اسلام کے دوسرے اہم واقعات وشخصیات کا بیان بھی ملتا ہے۔

دورِ جدید کے نعت گو شعرا نے اس انداز کی نعت کی طرف خصوصیت سے توجہ دی پھیلتے ہوئے تاریخی وعمرانی شعور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سوانح کو مستند ماخذات کی روشنی اور تاریخی وعمرانی حوالوں سے پیش کرنے کی کوششیں ہوئیں اور یوں آپ کی تعلیمات وسیرت کو تاریخی پس منظر میں قلمبند کرنے کا رواج ہوا اگرچہ قدیم نعتیہ منظومات (نور نامے، میلاد نامے، معراج نامے اور وفات نامے وغیرہ) کی پیش کش میں تاریخ کا یہ پہلو نمایاں ہے اور آنحضرت کے کوائف وحالات کو واقعاتی انداز میں پیش کرنے کا میلان نظر آتا ہے مگر ان منظومات میں روایت و درائیت اور صحتِ واقعہ کا وہ معیار نہیں جو دورِ جدید کے تاریخی اندازِ نعت میں نظر آتا ہے۔

تاریخی انداز میں نعت گوئی کے میلان نے نعت کے موضوع کو وسعت سے ہمکنار کیا اور آپ کے اجزائے سیرت کو منظم اور مربوط شکل میں منظوم کے رجحان کو فروغ ملا۔ حفیظ جالندھری کے "شاہنامہ اسلام" محشر رسول نگری کی "فخر کونین" اور عبدالعزیز خالد کی "فارقلیط" "منمنا" میں اس انداز کے نعتیہ کلام کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ واقعاتی انداز میں آپ کی سیرت وصفات کا تذکار تاریخی انداز میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے بھرپور اظہار پر طویل نعتوں کی تخلیق اور منظوم سیرت نگاری کی طرف رجحان۔ اسی اندازِ نعت کا نتیجہ ہیں۔

۶ - نعت میں استمداد واستغاثہ کا انداز

نعت کا ایک اہم اور مشہور انداز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل اور مصائب وآلام اور مشکلات کا اظہار کر کے اُن سے مدد طلب کرنا ہے، حضور اکرمؐ سے استغاثہ اور استمداد اور آپ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لئے آپ کی بارگاہ رحمت میں سوال آغازِ نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے، ہر عہد، ملک اور زبان کے شعرا نے نعت میں رفع مشکلات، شفائے امراض، حصول مقاصد اور مصائب ومسائل سے نجات حاصل کرنے کے لئے سید کونین کے حضور اپنی عرضداشت پیش کی ہے۔

دراصل مصائب وآلام اور کرب واندوہ کی حالت میں مسلمانوں کی نگاہ رحمت للعالمین ہی کی جانب اُٹھتی ہے۔ اُسے جب کوئی انفرادی یا اجتماعی غم کا سامنا ہوتا ہے وہ آپ ہی سے دادرسی کا طلبگار ہوتا ہے چونکہ اُس کے نزدیک دنیا وآخرت کا ملجا وماویٰ آپ ہی ہیں اس لئے وہ مصائب میں آپ ہی کو التجائے کرم اور تمنائے لطف کا مرکز ومحور مانتا ہے اسے جب کوئی حاجت درپیش ہوتی ہے وہ آپ ہی سے رجوع کرتا ہے وہ شدتِ اخلاص سے یہ محسوس کرتا ہے کہ کثرتِ آلام ومصائب میں آپ کی ذاتِ بابرکات ہی نجات دلا سکتی ہے اور آپ ہی ہر مشکل

مرحلے پر چارہ سازی فرما سکتے ہیں۔ انفرادی یا اجتماعی حاجت و مصیبت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا و رحمت کے حصول کا پیرایہ، حضورؐ سے استعانت کرنے، مدد لینے اور حاجت پوری کرنے کی استدعا کا یہ انداز کم و بیش ہر نعت گو شاعر کے کلام میں نظر آتا ہے۔ انفرادی نوعیت کی نعتوں میں حضرت امام بوصیریؒ کا مشہور قصیدہ جو "قصیدہ بردہ" کے نام سے مشہور ہے قابل ذکر ہے جس میں شاعر نے فالج کے مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کے حضور درخواست گذاری۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد و استغاثہ کا محرک کوئی معاشرتی سانحہ بھی ہو سکتا ہے بعض اوقات شاعر انفرادی مصائب کے علاوہ اپنے گرد و پیش میں کسی ایک سماجی حادثے سے اس طرح متاثر ہوتا ہے کہ اس کے احساس کی شدت دربار رسالت میں استغاثے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کسی دوسرے فرد یا طبقہ کی بے چارگی و بربادی اور کسی بے گناہ پر کئے گئے تشدد کے خونچکاں واقعات پر بھی ایسی نظمیں کہی گئی ہیں جن پر نعت کا عنوان تو نہیں مگر جن میں حضور اکرم سے استغاثے کا انداز پوری شدت سے موجود ہے مثلاً نیر واسطی کی نظم بہ عنوان "بحضور رسالت مآبؐ" جو انہوں نے ایک معصوم اور مظلوم دوشیزہ پر کسی درندہ صفت کی طرف سے کی گئی زیادتی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغاثے کی شکل میں پیش کی۔

انفرادی و سماجی مصائب کے علاوہ استغاثہ کا ایک محرک ایسا المیہ عظیم بھی ہوتا ہے جو پوری ملت اسلامیہ کو ہلا کے رکھ دیتا ہے اور جس کے نتیجہ میں رونما ہونے والی تباہی و بربادی کا احساس مدتوں تک پوری ملت کو خون کے آنسو رلاتا ہے اجتماعی نوعیت کے ان المیوں پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں میں زوال بغداد پر شیخ سعدی کا استغاثہ انتہائی مؤثر ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

؎ اے محمدؐ سر بروں آور قیامت را بہ بیں۔

برصغیر پاک و ہند میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندی مسلمانوں کی زوال آمادہ حالت پر حالی کی مشہور نظم۔

؎ اے خاصۂ خاصانِ رسل وقت دعا ہے   امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے [1]

طرابلس کی جنگ پر علامہ اقبال کا مختصر مگر مؤثر استغاثہ بہ عنوان "حضور رسالت مآب میں" قابل ذکر ہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد فسادات کے نتیجہ میں مسلمانوں کا جو کشت و خون ہوا۔ بیت المقدس پر اسرائیل کے غاصبانہ قبضہ (۱۹۶۷ء) سقوط ڈھاکہ (۱۹۷۱ء) افغانستان میں روسی فوجوں کا استعمار اور بربریت (۱۹۸۰ء) اور قومی و ملی مصائب و آزمائش کے دوسرے مواقع پر بھی نعت گو شعرا کے کلام میں فریاد و استغاثہ اور استمداد کی لے تیز ہو جاتی ہے۔ استغاثہ و استمداد کے اسلوب میں جو نعتیں زیادہ مشہور و مؤثر ہوئیں اُن کی نوعیت اجتماعی مصائب اور ملت گیر المیوں سے متعلق ہے ظاہر ہے کہ جتنا جانکاہ اور بڑا المیہ ہوگا شاعر کی فریاد میں التجا اور گریہ و زاری کی کیفیت اتنی ہی شدید ہوگی اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اجتماعی نوعیت کے حزن و کرب اور شکست و زوال کے اثرات کا دائرہ بہرحال انفرادی یا گروہی مصائب سے کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ لہٰذا تاریخی نوعیت کے المیہ کی جانگسل یادیں اور اثرات کئی عہدوں اور نسلوں کے اذہان و قلوب کو لہو رلاتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس انداز کی نعتوں کے قارئین کی اپنی التجا بھی ان میں منعکس ہوتی رہتی ہے اور ہر نئے ملی سانحے پر سابقہ استغاثہ و فریاد کا اعادہ ہوتا رہتا ہے۔

اجتماعی نوعیت کے مصائب و شدائد پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں کی تخلیق میں عموماً درج ذیل عناصر شاعر کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

۱۔ مسدس حالی (مولانا حالی) صفحہ ۱۲۵

۱۔ شدتِ آلام کے سامنے اپنی بے بسی کا انتہائی احساس جسے حالی کے الفاظ میں "دقتِ دعا" کہا جا سکتا ہے۔

۲۔ ذکر مصائب اور التجائے کرم کا مرحلہ یعنی شاعر امت مسلمہ کی تباہی و بربادی اور درماندگی و بیچارگی اور اقوام عالم کی ذلت و رسوائی کا رونا رو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے حال پر کرم کرنے اور درپیش مصائب کے رفع کرنے کی درخواست کرتا ہے۔

کبھی کبھار شاعر کے لب و لہجہ میں دبی دبی شکایت بھی نظر آتی ہے کہ یہ ظلم ہم پر صرف مسلمان ہونے کے سبب ڈھائے جا رہے ہیں نیز اے پیغمبرؐ آپ پر سب حقیقتِ حال واضح ہے پھر بھی کیا سبب ہے کہ آپ ہماری چارہ سازی نہیں فرما رہے آپ ہماری خطاؤں اور کوتاہیوں سے درگزر کریں اور خدارا اس پریشانی میں ہماری مدد فرمائیں" فریاد و استغاثہ کے اس مرحلے پر عام طور پر شاعر آپ کے اسمائے صفات رحمت للعالمین، شافع روزِ جزا، نبیٔ رحمت، آیۂ رحمت، رحمت کل، رحیم، کریم اور اسی طرح کے دوسرے اسمائے صفات سے خطاب کرتا ہے اور اسلام کے عہدِ زریں، برگزیدہ صحابہ کرام اور خاص طور پر اہل بیت کا واسطہ دے کر آپ سے اپنے مسائل اور مشکلات کے حل و عقد کا آرزو مند ہوتا ہے یوں شاعر فریاد کا ایک ایسا آہنگ اور پیرایۂ اظہار اختیار کرتا ہے جس میں دردمندی، التجا اور گریہ و زاری کی لے نمایاں اور پر تاثیر ہوتی ہے

مرتبینِ نعت نے انفرادی و معاشرتی اور ملکی و ملّی مسائل و مشکلات اور آلام و مصائب پر لکھے گئے استغاثوں کو جداگانہ طور پر بھی مرتب کیا ہے" اغثنی یا رسول اللہ" ایک ایسا ہی مجموعہ نعت ہے جو اردو، سرائیکی، سندھی، ترکی اور ہندی زبانوں میں لکھے گئے استغاثوں پر مشتمل ہے "لمعات نور" کے مصنف نے بھی اردو شاعری کے موضوع اور صنف وار انتخاب میں "عرض دربار رسولؐ امینؐ" لے کے عنوان سے اجتماعی مصائب سے متعلقہ استغاثوں کو ایک علیحدہ باب میں درج کیا ہے اس باب میں اگرچہ استغاثوں کی تعداد کم ہے مگر یہ اپنے لکھنے والوں کے عہد کے المیوں کے حوالے سے نعت میں استغاثہ و استمداد کے انداز کی قابل ذکر مثال ہیں۔

نعت میں صلوٰۃ وسلام کا انداز

نعت کا ایک اور مقبول انداز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود اور سلام وغیرہ بھیجنے سے متعلق ہے جیسا کہ محرکاتِ نعت کے ذیل میں مذکور ہے آپ پر درود و سلام بھیجنا حکم خداوندی ہے اور ایک اعلیٰ عبادت ہے۔ سورۂ احزاب کی آیت۔ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (احزاب، ۳۳/۵۶)

(اللہ تعالیٰ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسولؐ پر اے ایمان والو رحمت بھیجو اُس پر اور سلام بھیجو) نے سلام و صلوٰۃ کو نعتیہ مضامین میں ممتاز مقام کا حامل بنا دیا ہے حصولِ ثواب اور شفاعت طلبی کے جذبہ نے نعت میں سلام و صلوٰۃ کو ایک مستقل موضوع بنا دیا شاعروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع کئے۔ کبھی نعت کے ہر مصرعہ کا آغاز سلام سے کیا اور کبھی سلام کو ردیف کے طور پر استعمال کیا اوّل الذکر سلاموں میں حفیظ جالندھری کا۔

؎ سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی   تیرا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوح پیشانی [۲]

۱۔ لمعاتِ نور (ماسٹر نور الدین نور) ص ۴۶۔ ۲۔ شاہنامہ اسلام جلد اوّل (حفیظ جالندھری) ص ۱۴۲

اور باہر القادری کا ؎ سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی[۱]

اور موخر الذکر سلاموں میں مولانا احمد رضا خان کا۔ ؎ مُصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام[۲] قابلِ ذکر ہیں۔ سوفی اکبر میرٹھی وارثی کا درج ذیل سلام بھی بہت مقبول ہے۔

؎ یانبی سلام علیک یارسول سلام علیک ۔ یاحبیب سلام علیک صلوٰۃ اللہ علیک[۳]

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ردیف بنا کر حضور خیر الانامؐ پہ صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کی طرح بڑی اس ردیف میں لکھے جانے والے سلاموں کی تعداد سب سے زیادہ ہے کم و بیش سب ہی معروف نعت گو شعراء نے اس ردیف میں نعت لکھی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردیف میں سب سے طویل نعت غالباً اقبال سہیل کی ہے جس میں ۵۰ اشعار ہیں اور جس کا مطلع ہے۔

احمدِ مرسل فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مظہرِ اوّل، مرسلِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم[۴]

حال ہی میں اس انداز کی نعتوں کا انتخاب "صلی اللہ علیہ وسلم" کے نام سے راز کاشمیری نے شائع کیا ہے جس میں التزام کے ساتھ صرف اسی ردیف والی نعتوں کو شامل کیا گیا ہے۔

مجلسی و میلادی ضروریات کے تحت سلام و صلوٰۃ کے موضوع پر اور اس انداز کی حامل نعتوں کے چھوٹے بڑے بیسیوں کتابچے، گلدستے اور مجموعے مرتب ہوئے ہیں جن میں مختلف شاعروں کے سلاموں کو جمع کیا گیا ہے ان مجموعوں سے تخلیق نعت میں سلام و صلوٰۃ کے انداز کی اہمیت، ترویج اور مختلف اسالیب کا اندازہ ہوتا ہے

زمانی اعتبار سے نعت کے اسالیب

مطالعہ نعت کے دوران ہمیں دو نمایاں اسلوب ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جو زمانی اثرات و اعتبار سے ایک دوسرے سے نمایاں حد تک مختلف ہیں ان میں ایک نعت کا قدیم اسلوب ہے اور دوسرا نعت کا جدید اسلوب۔

قدیم اسلوبِ نعت

یہ اُردو نعت کا قدیم اور پہلا عمومی انداز ہے جو زیادہ تر آغازِ اُردو کی نعتیہ منظومات (میلاد نامے، معراج نامے، وفات نامے وغیرہ) سے لے کر قریباً انیسویں صدی کے وسط تک لکھی جانے والی نعتوں میں مروج و مستعمل رہا۔ اس انداز کی نعت میں روایتی اور رسمی رنگ کا غلبہ ہے موضوعات میں شاعر کی زیادہ تر توجہ نورِ محمدی اور ولادت رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار اور معجزات و غزوات کے بیان کی طرف رہتی ہے اور آپ کی ذاتِ اقدس کے بشری پہلوؤں کا ذکر کم ہے۔ نیز قانون و آئین، عدل و انصاف، سیاست و ریاست اور اخلاق و تعلیم کے حوالے سے بنی نوع

---

[۱] ذکرِ جمیل ص۴۵ [۲] تحقیقی اور ادبی جائزہ [۳] حدائقِ بخشش (مولانا احمد رضا خان) ص۲۰ (مرتبہ شمس بریلوی)

[۴] اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) ص ۱۴، ۹۴۔۹۵۔ مرجِ کوثر (اقبال سہیل) ص۱۸ تا ۲۲

انسان کے لئے آپ کی خدمات وغیرہ کا بیان تو نہ ہونے کے برابر ہے اور اگر کہیں ہے بھی تو سرسری انداز اور ثانوی حیثیت میں زیادہ زور ولادت، غزوات اور معجزات پر ہے۔

اس اسلوب نعت میں آپ کی مدح وتوصیف کے لئے آپ کے اسمائے مبارک کا تذکار واعادہ کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر مثنوی، قصیدہ اور غزل کی صنف برتی گئی ہے جہاں تک نعت کے اس اسلوب ولہجہ کا تعلق ہے وہ بھی اُردو شعر کی قدیم فنی خصوصیات (جس میں غزل کو ایک محور کی حیثیت حاصل ہے) سے عبارت ہے اور انداز نعت میں اُردو غزل کے روایتی علائم ورموز اور تشبیہہ واستعارہ کا رنگ جھلکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک میں اکثر مجازی محبوب سے خطاب کا انداز اور زبان استعمال کی گئی ہے

اس اسلوب نعت کے نمونے ، ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی سے قبل کے نعتیہ کلام میں بکثرت ملتے ہیں اور بعد کے نعتیہ ادب میں بتدریج کم کم نظر آتے ہیں تقلیدی اور روایتی رنگ کے حامل شعراء کی نعتوں میں آج بھی اسی انداز اور اسلوب کی نعتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جدید اسلوبِ نعت

نعت کے دور جدید کا آغاز حالی سے ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد پھیلتے ہوئے سائنسی علوم اور بدلتے ہوئے سیاسی ومعاشرتی حالات کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان واظہار کے پیرائے اور اسلوب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اب نعت میں حضور اکرم کی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسان کامل کے طور پر آپ کی بشری خصوصیات اور معاشرت وتمدن میں آپ کے انقلاب آفریں اقدامات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا۔ مولانا حالی کی مسدس میں اس اسلوب نعت کے اولین نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حالی کے بعد تخلیقی اپج رکھنے والے معیاری نعت گو شعراء کے ذریعے اس اسلوب نعت کو فروغ ملا۔

جدید اسلوب نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کو مستند حوالوں اور صحت مند روایات کی روشنی میں قلمبند کیا گیا۔ نیز پیام رسالت ومقصد رسالت تمدن ومعاشرت پر آپ کے احسانات اور بنی نوع انسان کے لئے آپ کی تعلیمات پر مبنی ضابطہ حیات کے تعارف وتذکار کی طرف توجہ دی گئی جدید نعت گو شعراء کے ہاں محبت رسولؐ کی سرمستی اور آپ کی مدح وتوصیف کے ساتھ ساتھ آپ کی رسالت وبشریت کا زیادہ گہرے شعور سے مطالعہ نظر آتا ہے۔

اس اسلوب بیان میں زبان وبیان کی شائستگی اور فن نعت کی پوری نزاکتیں ملتی ہیں موضوعات میں اضافہ کے ساتھ جدید دور میں نعت نئی اصناف شعر (آزاد نظم، معرّا نظم وغیرہ) سے بھی روشناس ہوئی یوں نعت کے ہیئتی دائرے کو بھی وسعت ملی طویل نظموں اور کینٹو (CANTO) کو بھی نعت کے موضوع کے بیان واظہار کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ مختصر یہ کہ نعت کے جدید دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو عصری حوالوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ نعت میں فنی اور ہیئتی وسعت پیدا ہوئی۔

عصر حاضر کے معروف نعت گو شعراء میں عبدالعزیز خالد، حفیظ تائب، حافظ لدھیانوی، مظفر وارثی، ماہر القادری، احمد ندیم قاسمی، عاصی کرنالی اور قیوم نظر وغیرہ کے ہاں یہی نعتیہ اسلوب کارفرما ہے۔

"اُردو نعت کے مضامین اور فن پر ہندوستانی اثرات"

نعت کے مضامین اور اُن کی پیش کش پر ہندوستانی طرزِ معاشرت تہذیب و تمدن اور ہندو مت کے اثرات بھی پڑے اور یوں نعت میں ایسے غیر مشروع عناصر داخل ہوگئے جن سے عربی اور فارسی نعت کا دامن پاک تھا یہ عناصر ہندو دیو مالا اور اصنام پرستی سے متعلق ہیں اور ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کی تعریف میں گائے جانیوالے بھجنوں اور گیتوں کا خاصہ ہیں۔

ہندو مت میں توحید کا کوئی واضح تصور موجود نہیں مختلف دیوتاؤں کو اپنی اپنی جگہ اقتدارِ کلی کا مالک دکھایا گیا ہے اس کے باعث ہندوؤں کے ہاں نہ صرف یہ کہ قادرِ مطلق کا عقیدہ کسی مستحکم اور مربوط شکل میں نہیں بلکہ اس میں بے شمار تضادات نظر آتے ہیں خدا کا مفہوم دیوتاؤں کے تصورات سے کچھ اس طرح خلط ملط ہوگیا ہے کہ اُن کی ذات اور اختیارات میں کسی حدِ فاصل کا تعین تو درکنار اُس کا تصور بھی محال ہے

ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اُردو نعت گوئی پر ہندوستانی صنمیات کا اثر کے ضمن میں ویدرامائن اور مہابھارت کے حوالے سے جو نتائج مرتب کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱. دیوتاؤں کی مدح میں جو بھجن نظم کئے گئے ہیں اُن کے مضامین میں دیوتاؤں کے حفظِ مراتب کا فرق نہیں کیا جاتا اور جوشِ عقیدت سے تخیل کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹے اور بڑے دیوتا کی مدح کا بیان ایک ہی مضمون لئے ہوئے ہوتا ہے۔

۲. مذہبی یا روحانی پیشواؤں کو اوتار سمجھ کر انہیں خدائی صفات سے متصف گردانا جاتا ہے یہاں تک کہ حصولِ مقصد کے لئے اکثر خدا کو بھی اُن کی محتاجی ہوتی ہے ۳. فوق العادت عناصر کی جاذبیت اور اس سے اشتیاق ہر جگہ قائم ہے[1]

ان عقائد و خیالات کے اثرات نعت پر بھی پڑے جہاں تک مضامینِ نعت کا تعلق ہے۔ الوہیت اور نبوت کے اس فرق کو ملحوظِ خاطر نہ رکھا گیا۔ جو نعت گوئی کا پہلا لازمہ ہے خدا اور رسُول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور صفات کو گڈ مڈ کر دیا گیا۔ حفظِ مراتب نظر انداز کرنے سے کئی ایسے مشرکانہ خیالات بھی نعت میں در آئے جن کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہندو تصوف و عقائد کے زیرِ اثر ہی مسلمان نعت گو شعراء نے رسالت کے ڈانڈے توحید سے ملا دیئے اور حضور اکرمؐ کو احمد بے میم اور عرب بلاعین کہا جانے لگا اور بڑے بڑے شاعر بھی اس انتہائے غلو سے نہ بچ سکے جو آپ کی شانِ اقدس کے سراسر منافی ہے۔

اس کی ایک صورت تو ایسے اشعار ہیں جہاں خدا اور رسُول کی صفات اور اختیارات میں مسابقت اور مقابلے کی فضا پیدا کی گئی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑا کر دیا ہے جیسے شائق کے اس شعر میں۔

سہ ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھمنڈ مصطفےٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھمنڈ[2]

دوسری صورت وہ ہے جہاں شاعرانہ انداز میں کبھی تشبیہ و استعارہ اور کبھی کنایہ سے شاعر نے اپنا زورِ تخیل اس اظہار میں صرف کر دیا ہے کہ نعوذ باللہ! رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں خدا خود جلوہ گر ہے حضور کو احمد بے میم اور عرب بلاعین کہنا اسی طرح کے شرکانہ عقیدہ کا شاید اندازِ اظہار ہے۔ اس طرح میم کا پردہ اور میم کا گھونگٹ کہہ کر بھی اشارہ و کنایہ میں حضور اکرمؐ میں خدا ہی کو دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً

---

۱. اُردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق) ص ۱۰۱ ۔ ۲. کلیاتِ شائق ص ۱۲۸

پردۂ میم میں تو چھپے ہیں حضور　　ہم سے نزدیک ہیں نہیں کچھ دور[1]　　(محوابوالعلائی)

میم کا رُخ سے اُٹھا کر گھونگٹ　　شکل دکھلا مرے پیارے احمد[2]　　(شائق حیدرآبادی)

اور تو اور محسن کاکوروی جیسے محتاط شاعر کے ہاں بھی اس طرح کی مثال مل جاتی ہے۔

؎ عینیت غیرِ رب کو رب سے　　غیریت عین کو عرب سے

ذات احمد تھی، یا خدا تھا　　سایہ کیا میم تک جدا تھا[3]

اسی طرح محسن کا یہ شعر دیکھیے۔

؎ کہاں اب جبہ سائی کیجئے، کچھ بن نہیں پڑتا　　احد کو کیجئے یا احمد بے میم کو سجدہ[4]

دکھایا وہ میم کا جو گھونگٹ احد کو احمد میں دیکھا پرگھٹ　　خدا کو دیکھا جو وا کو دیکھا نرالی سج دھج دکھا کے مارا[5]

اور اس کافرانہ عقیدہ کی تیسری صورت وہ ہے جہاں شاعرانہ اشارہ و کنایہ کا تکلف بھی ختم کر کے رسُول کو صاف طور پر خدا کہہ دیا گیا ہے اس ذیل میں آسی غازی پوری کا یہ شعر دیکھیے۔

؎ وہی جو مستویٔ عرش ہے خدا ہو کر　　اُتر پڑا ہے، مدینے میں مصطفےٰ ہو کر[6]

اسی طرح "احد نے صورتِ احمد میں اپنا جلوہ دکھلایا"[6] اور "اگرچہ ظاہر میں وہ حقیقت میں عین رب ہے"

ایسے خیالات اسی انداز نعت کی مثالیں ہیں جہاں ہندوانہ عقائد اور دیو مالا کے اثرات کے تحت اسلام کے تصورِ توحید کو نظر انداز کر کے عبد اور معبود کی تفریق ختم کر دی گئی بعض جگہ تو تصوّرِ وحدت کا باقاعدہ مذاق اُڑایا گیا ہے مثلاً

؎ اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے　　جو کچھ مجھے لینا ہے، لے لوں گا محمد سے[8]

اسی طرح کے شعر جہاں انتہائے غلو کا مظاہرہ ہو اور قادرِ مطلق کے تمام اختیارات رسولؐ سے وابستہ کر دیئے گئے ہوں اسلام کی بنیادی تعلیمات کے خلاف تو ہیں ہی شان رسالت مآب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بھی سراسر منافی ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ "مجھے حد سے نہ بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو صرف خدا کا بندہ اور اُس کا رسُول ہوں، مجھے صرف خدا کا بندہ اور اُس کا رسُولؐ ہی کہو۔" مگر افسوس کا مقام ہے کہ حضورؐ کے واضح ارشاد کو نظر انداز کر کے انہیں بعینہٖ خدا کا درجہ دے دیا گیا۔

رسُولؐ کو خدا سمجھنے اور کہنے کی کافرانہ لغزش کے ساتھ ہندو مذہب کے زیرِ اثر جو دوسرا عنصر در آیا وہ آپ کی سیرت و سوانح

۱۔ دیوانِ محو صہ ۳۶۔ ۲۔ کلیاتِ شائق صہ ۱۲۵۔ ۳۔ کلیات محسن کاکوروی ص ۲۲۲۔ ۴۔ کلیات محسن (محسن کاکوروی)

۵۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) صہ ۶

۶۔ علامہ اقبال کے ہاں بھی نعتیہ مضامین میں اس انداز کے شعر تھے مگر بعد میں علامہ نے انہیں حذف کر دیا۔

؎ نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر　　وہ بزمِ یثرب میں آ کے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

۷۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) صہ ۹۔ ۸۔ فاران سیرت نمبر

کے بیان میں فوق العادت اور مبالغہ آمیز واقعات کا بیان ہے ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کے ساتھ منسوب بے سرو پا کہانیاں (جن میں فوق العادت واقعات کی بھرمار ملتی ہے) سننے سنانے کا عام رواج ہے اُن کے ہاں کیرتن اور دوسرے مذہبی تہواروں پر پڑھی جانے والی منظومات اور گائے جانے والے گیتوں اور بھجنوں میں جابجا اس قبیل کے واقعات کا ذکر ہے وید راماٸن اور مہابھارت میں یہ واقعات تفصیل سے ملتے ہیں اُن میں دیوتاؤں کے متعلق ایسے قصے جابجا ملتے ہیں جہاں اُن کی محیّر العقول اور فوق العادت قوت کے مظاہرہ کا بیان ہے عوام الناس ان قصوں کو سُن کر نہ صرف یہ کہ مسحور ہوتے ہیں بلکہ دیوتاؤں کی ہیبت، طاقت اور عظمت سے مرعوب بھی ہوتے ہیں۔

جب اسلامی تہذیب ہندو معاشرت سے متصادم ہوئی تو ہندو دیوتاؤں کے فوق العادت قصوں کے مقابلے میں مسلمانوں میں بھی پیغمبروں خصوصاً حضور اکرم کے بیان سیرت میں اس انداز کے واقعات کا خاص طور پر اذکار عام ہوا جو آپ کے معجزات سے متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ اُردو میں آپ کی سیرت کا ابتدائی سرمایہ زیادہ تر آپ کے معجزات پر مشتمل ہے میلاد ناموں میں آپ کی ولادت، غزوات، معراج اور دوسرے واقعات کے ضمن میں نمایاں حیثیت معجزات کے بیان پر ہے اس میں ایک وجہ ہندوانہ معاشرت کو جو دیوتاؤں کے محیّر العقول واقعات سننے کی عادی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف راغب کرنا اور اُن کے سامنے آپ کی عظمت میں برتری کا ایک ایسا تصور پیش کرنا تھا جو ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کی سحر کاری کو باطل کر سکے اور اُن کے مقابلے میں ایک عظیم و برتر شخصیت کے معجز نما کردار کو پیش کر سکے۔ مقامی روایات اور اُس کے زیر اثر پیدا شدہ ماحول اور ذہنیت کے پیش نظر یہ ضروری تھا اور اس میں نیک نیتی کے جذبۂ اشاعت و فروغ اسلام کے محرکات کا عمل دخل نمایاں تھا معاشرتی طور پر سیرت رسولؐ کے معجزاتی پہلو کے تذکار کے اثرات بھی مرتب ہوئے اور دیوتاؤں کے فرضی کرداروں کے مقابلے میں ایک اعلیٰ ترین انسان اور عظیم ترین پیغمبر کے کردار و شخصیت سے متاثر ہو کر مقامی آبادی میں سے لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر معجزوں کو قلمبند کرنے میں مصلحت اور ماحول کے تقاضے کا ایک اثر یہ پڑا کہ نعت میں سارا زور بیان معجزات پر صرف ہونے لگا اور حضور اکرم کے اسوۂ حسنہ کے دوسرے پہلو ثانوی حیثیت اختیار کر گئے نیز معجزوں کے بیان میں زور اور شدت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ سیرت رسولؐ کے ضمن میں غلط روایتیں بھی جگہ پا گئیں یہی وجہ ہے کہ اگر میلاد ناموں میں شامل روایتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو حضور کی ولادت، معراج اور دوسرے موقعوں کے ذیل میں ایسے واقعات بکثرت ملیں گے جن کا آپ کی سیرت سے متعلق ہونا قرآن و حدیث اور روایت و درایت سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتے خصوصاً آپ کی ولادت مبارکہ کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب کا احوال اور معراج کے موقع پر منظر نگاری کا احوال وغیرہ وہ موضوع ہیں جن کی تکرار سے میلاد نامے بھرے پڑے ہیں مگر ان کی سندات نہ صرف یہ کہ ضعیف بلکہ مشکوک اور غلط ہیں۔

یہ ہندو اصنام پرستی اور دیو مالاہی کا نتیجہ ہے کہ سیرت پاک میں غلط روایات نہ صرف جگہ پا گئی ہیں بلکہ ان کی تکرار کے سبب انہیں عقیدہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

نعت کے فن پر ہندی اثرات

مضامین نعت کے ساتھ ساتھ نعت کے فن پر بھی مقامی اثرات پڑے۔ ہندو معاشرت و تمدن میں مروّج بھجنوں اور راگوں نے نعت کے داخل کی طرح اس کے خارج کو بھی متاثر کیا اور یوں ہندی زبان کے الفاظ، بھجنوں کے تلازمات و مناسبات، علائم و رموز اور تشبیہات و استعارات

کا استعمال نعتیہ مضامین میں بھی ہونے لگا اس ذخیرہ الفاظ و تلازمات کے ساتھ نعت کی ہئیت میں بھی وسعت پیدا ہوئی اور غزل و مثنوی وغیرہ اصناف سخن کی طرح ہندی صنف شاعری گیت، راگ اور بھجن وغیرہ کے انداز میں شاعروں نے نعت کہنی شروع کر دی۔ اسی طرح کرشن مہاراج کی تعریف اور محبت میں لکھے جانے والے گیتوں کی لے اور جذبات و کیفیات کے اظہار انداز نعت میں بھی در آیا۔

نعت کے پیکر پر جو اثرات ہندوستانی مذہب و معاشرت کے سبب مرتسم ہوئے اگر اُن کا تجزیہ کریں تو اس کی نمایاں صورتیں یُوں نظر آتی ہیں

۱۔ ہندی راگوں کی لے اور گیتوں کے انداز پر نعتیں لکھی جانے لگیں مثلاً۔

ٹھیٹھ دادرا ؎

کوئی ایسی سکھی چاتر نہ ملی مجھے پی کے دوارے بٹھا دیتی　　　میں نے راہ مدینہ بھی دیکھی نہیں مجھے بیّاں پکڑ کے بتا دیتی [1]

کھماچ قوالی ؎

جگ جوتی سوامی اوتاری تیرے روپ کے واری تیدنا　　　من موہن گردھر گردھاری تیرے روپ کے واری تیدنا [2]

مانڈ وراوڑی ؎

مہارا بطحا باسی لاڈلا تہانڑی، باٹاں نہا لو نجیوں　　　مہاری آنگن آؤ صاحبہ تہانڑی باٹاں نہا لو نجیوں [3]

دھمری ؎ ۔　　　تم ہی محمدؐ یار لگیا نبی جی پار لگیا

گہری ندیا اگم بھی دھارا اور گھاٹ بینے ہے [4]

۲۔ ہندی بھجنوں میں گوپیوں کی کرشن مہاراج سے محبت کا انداز نعت میں دخیل ہو گیا اور یوں نعت میں عورت کے جذبات اور نسائی عقیدت مندی کا اظہار ہونے لگا مثلاً۔

؎ تورے ہجر میں حق کے پیارے نبی　　　مورا چین گیا، موری نیند گئی

اب در پہ تمہارے، آن پڑی　　　مورا چین گیا، موری نیند گئی [5]

؎ مورے من میں ہے، اب تو جوگنیا بنوں　　　اور ٹل کے بھبوت مدینہ چلوں

سکھی ہند کی نگری میں، نہ ہی رہوں　　　نہیں پریت تو چین ذرا دیتی

موری میکے میں، تو سکھ سے کٹی　　　چلی پی کی نگریا تو سوچ پڑی

کوئی تیاں بھی ساتھ نہ آئی مورے　　　موہے ریت وہاں کی بتا دیتی

---

[1] بزم طرب (حصّہ اوّل) مرتبہ۔ کنور اندر سہائے سکینہ علم بدایونی ص ۷۵

[2] بزم طرب (حصّہ اوّل) مرتبہ۔ کنور اندر سہائے سکینہ علم بدایونی ص ۲۰

[3] پھولوں کا ہار عرف مدینے کی بہار (حافظ میاں فیاض الدین)　　　[4] مولود سعیدی

[5] سید الاذکار یعنی میلادِ احمد مختار (محمد بدرالحسن) ص ۸۱

ـــ میں تو سونی سیجریا پہ تڑپت ہوں　　پیا ملک عرب میں براجت ہیں
کبھی دیتے جو سپنے میں درس دکھا　　وہیں چرنوں میں سیس نوا دیتی[۱]

ـــ توری منت کروں ہوں میں سیس نوا موہے درس دکھا دے خدا کے حبیب
مورا ہند سے جیوا چاٹ بھیا یثرب میں بسا دے، خدا کے حبیب[۲]

ـــ لاج رکھیو نبیؐ جی ہماری　　میں تو چیری جی سے تمہاری
لاگی پریم کی، من میں کٹاری　　جا کے تم بن کرے کون کاری
مورا جیارا تم پہ واری
ایسے من میں بسے ہیں محمدؐ　　جاؤں جا پہ سے میں بلہاری
مورا جیارا تم پہ واری[۳]

موہے تلپت بتیت ہے سگری تو ہے ڈھونڈ پھری نگری نگری
موری پھوٹ گئی، من کی گگری مجھے اپنے دیس بلا تو سجی[۴]

ـــ سناؤں کس کو بات اے سکھی ری کہ کس نے جوبن دکھا کے مارا
کہت ہے سب جگ جسے محمدؐ اسی نے نیہا لگا کے مارا[۵]

واضح ہو کہ نعت کا یہ انداز خالصتاً ہندوستانی اثرات سے عبارت ہے اس سے پہلے عربی و فارسی نعت اس طرز اظہار سے قطعی ناآشنا تھی اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبت و عقیدت کا بیان عورت کے لئے بھی اسی طرح لازمۂ ایمان ہے جس طرح مسلمان مردوں کے لئے لیکن اس کے باوجود نعتیہ مضامین میں عورت کی طرف سے اس اظہار عقیدت و محبت میں ہمیشہ ایک سلیقہ اور احترام کارفرما رہا اس محبت کی نوعیت بھی روحانی ہے اسی لئے مسلمان نعت گو شاعرات کے ہاں عشق رسولؐ کی کیفیت میں جسمانی قرابت و وصال کی بجائے ایک ولی اور روحانی تعلق محبت اور نسبت مؤانست کارفرما رہی ہے مگر ہندی اثرات کے تحت لکھی گئی اس انداز نعت میں ایسے شعر بھی مل جاتے ہیں جس میں فن نعت کے مطلوبہ احترام اور شائستگی کو بالائے طاق رکھ کر ہندی گیتوں کی پیروی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے انداز میں گوپیوں کی کرشن سے محبت کا رنگ ڈھنگ شامل ہو گیا ہے مثلاً۔

۱۔ بزم طرب (حصہ اوّل) مرتبہ کنور اندر سہائے ص۸۵
۲۔ نعت بہار جدید (حصہ دوم) مؤلفہ سلطان احمد ص۲
۳۔ دیوان دوست (دوست) ص ۴۲
۴۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۱۰۹
۵۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۶

سہ سناؤں کس کو بات اے سکھی ری، کہ کس نے جوبن دکھا کے مارا
کہت ہے سب جگ جسے محمدؐ، اُسی نے نیہا لگا کے مارا[1]

سہ مجھے اس کی کھبر نہ تھی شام، سندر جیالے کے بھراؤ گے اپنی بجر
یہاں اپنا مرن ہے جگت کی ہنسی، تو مدینہ نگر کو بسا بیٹھا[2]

سہ سینے میں دکھا کر پیاری، چھب موہے، مار گیا اے شاہِ عرب
بدنام بھئی یوں پیت میں اب سنسار، ہنسے توری جوگن کو[3]

سہ صدقے ہوں وصل کی راتن کے قربان ہوں وا کی باتن کے
واری ہوں میں وا کی چِتون کے بلوا لو عرب بستانن میں[4]

ان اشعار میں محمدؐ، مدینہ، شاہِ عرب اور عرب بستانن ایسے الفاظ ہیں جو ان کا تعلق نعت سے قائم کرتے ہیں ورنہ ان الفاظ کو الگ کر کے دیکھا جائے تو ان شعروں کا ماحول ہندی گیتوں سے مختلف نہیں اس رحمۃ للعالمین کے بارے میں "جوبن دکھا کے مارا" اور "جیالے کے بھراؤ گے اپنی بجر" ایسے الفاظ کہ نہ صرف یہ کہ کسی طور مناسب نہیں بلکہ سوءِ ادب کی انتہا ہیں اسی طرح اسی ذات بالا کے بارے میں (جس کے سگان کوچہ سے خود کو نسبت دیتے ہوئے بھی اہلِ نظر کمال بے ادبی خیال کرتے ہیں) یہ کہنا کہ اُن سے نسبت اور تعلق نعوذ باللہ بدنامی اور جگ ہنسائی کا باعث ہے یہ ہندی گیتوں ہی کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے ورنہ عربی و فارسی نعتوں میں اُس طرح کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

انسانی محبت کی ایک اور کیفیت جو ہندی شاعری سے نعت میں منتقل ہوئی محبوب کی تلاش اور جوگ لینے سے متعلق ہے، ممتاز کا یہ شعر دیکھئے۔

سہ تورے نام کی مالا میں پھیرت ہوں، دن رین مہا دکھ جھیلت ہوں
تن راکھ ملو اور جوگ لیا، توری یاد میں دھونی رما بیٹھا[5]

سہ سینے میں دکھا کر پیاری چھب موہے مار گیا اے شاہِ عرب
بدنام بھئی تیری پیت میں، اب سنسار ہنسے، تیری جوگن کو[6]

۱۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۶
۲۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۵
۳۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۴۸
۴۔ مولودِ طیش (حصہ دوم) ص۳۵
۵۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۵
۶۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۴۸

اسی کیفیت کے یہ شعر بھی ملاحظہ ہوں۔

؎ ہجر میں تیرے جوگ لیا تن سگرا جلا کر کھاک　　　رب نے تھی کینی کون گھڑی مورا چین گیا موری نیند گئی[۱]

امجد حیدر آبادی کی نظم "مدینہ کی جوگن" اس انداز کی بھرپور نظم ہے جس میں جوگن تیس سے خطاب کرتے ہوئے اپنی کیفیات ہجر و محبت کا اظہار کرتی ہے[۲]۔ یہ نظم مسدس کی شکل میں ہے اور تاثیر رکھتی ہے جوگن کا والہانہ پن ملاحظہ ہو وہ محبوب (رسولِ اکرمؐ) سے خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے۔

آئی برہ کی ماری تیرے لئے بر دگن　　　درشن سے اپنے کر دے دل شاد چشم روشن
؎ ہاں کب سے رو رہی ہوں میں رکھ کے مٹھ پہ دامن　　　کب سے کھڑی ہے، داتا در پہ ترے بھکارن

جوگن کی جھولی بھر دے وہ رام نام والے
اس بت کو رام کر دے، وہ رام نام والے

نکلی ہے گھر سے جوگن، کفنی گلے میں ڈالے　　　پاؤں میں پڑ گئے ہیں، اب چلتے چلتے چھالے
گرنے کو ہوں زمیں پر ہے، کون جو سنبھالے　　　یثرب نگر کے راجہ، وہ کالی کملی والے

کرپا کی اک نظر ہو دکھیا پہ اپنی پیارے
بھولی نہیں میں تم کو تم کیوں مجھے بسارے[۳]

الیاس برنی کی ایک صوفیانہ انداز کی بے قافیہ نعتیہ غزل میں بھی عشق رسولؐ کے اظہار کے لئے جوگن ہی کو علامت بنایا گیا ہے ؎

اپنے پیا کی میں جوگن بنی ہیں تو تن من دھن سب واروں گی　　　مورا پیا تو مدینے رہت، ایں تو تن من دھن سب واروں گی[۴]

ہندی شاعری کی دوسری خصوصیات جنہیں نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حوالہ بنایا گیا ہندوستان کے موسموں اور پرندوں وغیرہ سے متعلق ہیں ہندی شاعری میں بدلتے ہوئے موسموں کے ساتھ عورت اپنی فراقیہ کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔ خصوصاً ساون کے مہینے میں جب محبوب سے جدائی کا احساس اپنی شدت کو پہنچ جاتا ہے موسم کے حوالے سے ہجر کی یہ کیفیت نعت میں بھی منتقل ہوئی اور کالی گھنگور گھٹائیں حضور اکرمؐ کی یاد کا اسی طرح بہانہ بنیں جس طرح ہندی شاعری میں اپنے محبوب کے یاد آنے کا ملاحظہ ہو ؎

یہ کالی بھنور گھنگور گھٹا مورے جی کو بھاوت ہے سجنی　　　کوئی کالی کملیا والا پیا موہے یاد دلاوت ہے سجنی[۵]

ساجد صدیقی کے گیت "ساون" جو مدح صحابہ میں لکھا گیا ہے میں نعت کا یہ بند بھی دیکھئے۔

۱۔ سید الاذکار یعنی میلاد احمد مختار (محمد بدر الحسن) صہ ۵۲۔ ۲۔ بزم طرب حصہ اوّل (مرتبہ کنور اندر سہائے سکینہ علم بدایونی) صہ ۵۰
۳۔ ریاض امجد حصہ اوّل (امجد حیدر آبادی) صہ ۱۲
۴۔ معروضہ (محمد الیاس برنی) صہ ۶۰
۵۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) صہ ۱۳

ؔ ساون آیا ے تو خبر یا | تم تو بسے یثرب کی نگریا
سونی پڑی ہے ہماری اٹریا | کہہ سے کہوں سرکار رے
سدھ لو صحابہ نبی جی کے پیارے | ترست جیارا ہمار رے[1]

اسی طرح کوّے سے خطاب اور اُس کے ذریعے محبوب تک اپنی واردات وکیفیاتِ ہجر پہنچانے کی کوشش جو ہندی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ہے ہندی انداز میں ایسی نعتوں میں بھی در آئی اور یوں کاگا سے منسوب قاصد کا تصوّر نعت میں بھی ہجر کی کیفیت کے اظہار کا حوالہ بنا، ملاحظہ ہو۔

ؔ توری منتی کرت ہوں سن کاگا مورا ماس بدن کا سگرا کھا | موہے پیا ملن کی ہے آسا جری چاند دے مکھ پرنین کو

ممتاز کی نعت (موہے مارگیا یثرب کا دھنی سینہ میں دکھاکر جوبن کو) کا یہ شعر ہمیں میرا بائی کے مشہور دوہے کی یاد دلاتا ہے

ؔ کاگا سب تن کھائیو چن چن کھائیو ماس | دو نین مورے مت کھائیو، موہے پیا ملن کی آس

ہندی بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں سے آنحضرتؐ کو بھی مخاطب کیا جانے لگا اگرچہ یہ نام اپنا مخصوص مذہبی پس منظر رکھتے ہیں اور حضور اکرمؐ سے اُن کی نسبت نامناسب اور غیر مشروع ہے۔ کیونکہ اُن کے تصورات، ہندو معاشرے میں اپنا ایک جداگانہ وجود شخصیت، صفات اور کردار رکھتے ہیں مگر ہندی اثرات کے تحت نعت نگاروں سے یہ بے احتیاطی بھی ہوئی اور اُنہوں نے بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں کو حضور کے لئے بھی استعمال کیا۔ مثلاً

ؔ جگ جوئی سوامی اوتاری تیرے روپ کے داری سیّدنا | من موہن گرد ھر گردھاری تیرے روپ کے داری سیّدنا[2]
ؔ وہی راجکمار ہے دیس دھنی جاکو لوگ کہیں مکّی مدنی | اُسے مایہ جگت کی ملے سکھیو داکے در پہ جو ہاتھ پسارے گا[3]
تبادے بالم کہ ہمری بپتا پہ کب دیا کی نجر کرے گا | کب ایسی رت مجھ کو ہوگی تو بھی مہر کی نجروں ادھر کرے گا
سکھی جو جائے مدینہ اب کے تو مجھ کو بھی اپنے ساتھ لے لے | جرا میں دیکھوں وہ شام پیارا نجر دیا کی کدھر کرے گا[4]
بن تو ڈھونڈت ڈھونڈت ہار گئی مورے پی کے نگر کا ڈگر نہ ملا | تن سوکھ گیو پگ سوج گیو کہیں ہائے وہ شام سندر نہ ملا[5]

خط کشیدہ کے الفاظ علاوہ ہندی بھجنوں اور گیتوں کے زیر اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیا، پریتھی کے پال، بلم، مہابلی، سمراٹ، پرم آتما، سرتاج، دیوتا، مہاراج، پربھو، گسائیں، سوامی، گردولو جیسے الفاظ استعمال ہونے لگے۔ اسی ضمن میں مولود سعیدی کا یہ ٹکڑا بھی ملاحظہ ہو۔

۱۔ صہبائے حرم (ساجد صدیقی لکھنوی) ص۱۰۳
۲۔ بزم طرب حصہ اوّل (مرتب کنور اندر سہائے سکسینہ علم بدایونی) ص۳۰
۳۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۵
۴۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۲۴
۵۔ نعت سلطانِ عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۲۱

سدھ لے موری موہے سرتا جا — سدھ لے کل راجن کے راجا
سدھ لے موری جبرئیل کے سائیں — ہی بتیق کے راج گسائیں
سدھ لے موری علی جی کے بھیا — کالی کملی والے کنہیا
اے صدیق کے راج دلارے — عمر، عثمان کے پالن ہارے
فاطمہ بی بی کے بابا پیارے — حسن، حسین کے پالن ہارے
سدھ لے بی بی خدیجہ کے بالم — صلّی اللہ علیہ وسلّم [1]

کرشن مہاراج کے ناموں پر ہی اکتفانہ ہوئی بلکہ کرشن کی ذات سے متعلقہ تلازمات کو بھی حضور اکرمؐ سے منسوب کر دیا گیا اور یوں نعت کی فضا بھجن کے رنگ میں رنگ دی گئی یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

موراشام گھنیا مدینہ بسو موہے مرلی کی لے نہ سنائے گیو
میں تو برج دوارے کا ڈھونڈ پھری گئی دیس بدیس مگر نہ ملائے [2]

دھری کاندھے کالی کملیا تھی، واکے مکھ سے مرلی کی لئی بجی — کبھی تھی انا بشر کی دھن کبھی کنت کنزاً سنا گیا
کبھی لاالٰہ کا سر بجا کبھی امتی کی اُٹھی صدا — وہ گوالہ بن میں جا چھپا مورا چین چت کا مٹا گیا [3]

سب سکھیاں رل مل جاوت ہیں اور ہوئے جھرمٹ کھیلت ہیں
مورے نین بروگی ترست رہیں اُس من موہن کے درشن کو [4]

وہ صورت نیٹ مہاردپ، ہر روپ، دکھاوت بہر دیپ
واکے نیناں انوکھے چھب نیاری، تیرے روپ کے واری سیدشاہ [5]

ان تلازمات کے علاوہ ہندوستانی تمدن وماحول سے متعلقہ دوسرے مناسبات کا استعمال بھی نعتیہ مضامین کے اظہار کے لئے ہوا۔ محسن کاکوروی کا قصیدہ لامیہ سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل۔ اس انداز کی مشہور مثال ہے یہ قصیدہ اپنی نوعیت کا منفرد قصیدہ ہے۔ جس کی پوری فضا ہندوستانی مذہبی ماحول کے متعلقات ومناسبات سے عبارت ہے چند اشعار دیکھیے۔

گھر میں اشنان کریں، سرو قدانِ گوکل — جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول امل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے، مہابن سے ابھی — کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا کے بادل

۱؎ مولود سعیدی ص۲۲ ۲؎ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۱۲
۳؎ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۲۷
۴؎ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار یثرب (مؤلفہ فضل الدین گگے زئی) ص۳۸
۵؎ بزم طرب حصہ اول (مرتبہ کنور اندر سہائے سکسینہ علم بدایونی) ص۲۱

دہر کا ترسا بچہ ہے برق لئے جل میں آگ | ابر چوٹی کا برہمن ہے لئے آگ میں جل
دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن | سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں | تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل
اب کے میلا تھا ہنڈولے کا بھی گرداب بلا | نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل
ڈوبتے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے | نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل[1]

یہ پورا قصیدہ اسی بے تکلف انداز میں لکھا گیا ہے محسن نے حیرت انگیز حد تک ہندی الفاظ و متعلقات کو اپنے محل وقوع کی مناسبت سے استعمال کیا ہے اس قصیدہ کی پوری فرہنگ پر ہندو مذہب و معاشرت کی گہری چھاپ ہے مثلاً کاشی، متھرا، گنگا جل، اشنان، گوکل جمنا، مہابن، تیرتھ، برہمن، سری کرشن، درشن، گوپیوں، راکھیاں، ہنڈولے کا میلا، رتھ، بڑھوا، کیھم کسل، جوگیا، بھبوت، بیرو گی، پربت، راجہ اندر، کنہیا، مندر، استھل، گھاگرا، چمل کے الفاظ اس کی تشبیب کی پوری فضا ہندی رنگ میں رنگ دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مشہور نعت ؎ لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانا[2] میں "جگ راج کو تاج تورے سر سوہے" "توری جوت کی جھلجھل"، "تورے چندن بدن پڑ مورا جیالرجے ورک ورک"، "موہے کر نہ پرت" "پیت میں کاہے کہوں" اور "مورا تن من دھن سب پھونک دیا" کے ٹکڑے بھی ہندی اثرات لئے ہوئے ہیں۔

الیاس برنی کی معروضہ میں بھی بہت سی نعتیں ایسی مل جائیں گی جن کے تار و پود میں ہندی معاشرت و تمدن کے اثرات نمایاں ہیں عصر حاضر میں عبدالعزیز خالد کی نعتوں خصوصاً منحمنا اور فارقلیط میں ہندی الفاظ، تلازمات اور ہندی معاشرت و تمدن اور شعر و ادب کے مناسبات و تصورات کے استعمال کا منفرد انداز نظر آتا ہے فارقلیط کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

؎ میں شبدوں کی پیاسی ہیں ہرنوں کی داسی تیری جستجو مجھ کو صبح و مسا ہے

میں جوگن برہن میں کملی کمینی | تو سرتاج میرا مرا دوتا ہے
تو دیپک میں کاجل تو درپن میں بیسہ | میں کانک تو بربھات کی لالما ہے
جو گوکل میں گوبند سے پھاگ کھیلے | وہ نرلاج ناری ہے نہیں الپسرا ہے
میں بلہار جل بل یہ چھب چاہے نیناں | بدن کامنی کا پسیجا ہوا ہے
ہے حق سرہ شانتی اوم تت تت | عجب دلکشا بانسری کی صدا ہے
تو ساجن سوامی میں باندھی بیا کل | میں مورکھ نمانی تو گن سے کلا ہے
گرو دیو چیلی کا سنجوگ کیسا | میں دھرتی تو امبر میں کیا ہوں تو کیا ہے[3]

---

[1] کلیات محسن ص ۱۴۱۔ [2] حدائق بخشش (مولانا احمد رضا خان بریلوی) ص ۱۲۱
[3] فارقلیط (عبدالعزیز خالد) ص ۳۵ - ۳۹۔

منمنا کے یہ اشعار دیکھیے۔

شمار کرنے چلیں، اُس کی خوبیوں کا اگر ۔۔۔ تو ساتھ چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل سنکھ پدم
ہے جوت جس کی فسوں خیز چاندنی کی طرح ۔۔۔ شریر جس کا پوتر اور آتما ہے پرم
اُسی کو کہتے ہیں، ماتے جگت جگاون ہار ۔۔۔ اُسی کے نور سے تت چھن میں ودر رات کا تم
پنم کو مات کرے چھب سے شیام سانول گات ۔۔۔ یہ آنکھیں درس کو کب سے ترس رہی تھیں بلم
ہے اپسراؤں کے نازک لبوں پہ کیم کسل ۔۔۔ بنا دیا ہے مسرت نے سانس کو سرگم
رسال ادھروں کا ہر بول راگنی میں ڈھلا ۔۔۔ انیلی الھڑپن کیا جانیں تال سُر کے مرم
یہ سرب بھومی کا راجہ مہابلی سمراٹ ۔۔۔ اپار اتھاہ اننت ایک انیک، وشوا تم[1]

خالد کے ہاں وہ تمام اثرات اپنے طرزِ خاص میں نظر آتے ہیں جن کا تعلق ہندو مذہب و معاشرت سے ہے اور جن کا سرسری ذکر ہم گزشتہ صفحات میں کر آئے ہیں یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم کی نعت کے لئے نسائی لب و لہجہ، جوگن کا تصور، درس کو ترستی آنکھیں، گوکل، گوبند، بھاگ کھیلنا، اپسرا، کامنی شانتی ادم تت تمت، بانسری، ساجن، سوامی، گردو دیو، بلم، مہابلی سمراٹ وغیرہ کے الفاظ، تلازمات اور ان کی رعایت سے دوسرے مناسبات کا بے تکلف اظہار ملتا ہے اگرچہ ان نعتوں کی بحریں ان ہندی تاثیر و فضا کی حامل بحروں سے مختلف ہیں جن کے حوالے ہم پہلے دے آئے ہیں مگر بحروں کے فرق اور تاثیر کے باوجود خار تلیط اور منمنا کے یہ حصے ہندی گیتوں کی کیفیات اور ہندی تہذیب و معاشرت کے حوالوں سے عبارت ہیں اور ان نعت پاروں کے مضامین و اظہار پہ ہندوستانی اثرات واضح اور نمایاں ہیں۔

اُردُو کی نعتیہ شاعری پر قرآن وحدیث کے اثرات

ڈاکٹر شاکر علیمی

حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم خاتم النّبیین ہیں، اس لیے آپؐ کی زندگی حیاتِ انسانی کی معراج ہے اور آپ کا ہر عمل انسان کے لیے باعثِ نجات ہے۔ جب آپ نے تبلیغ شروع کی تو کفر وضلالت کی پرچھائیاں ختم ہوئیں اور رُشد وہدایت کی کرنوں نے سارے عالم کو منور کیا۔ قرآنی احکامات کو جب آپؐ نے عام کرنے کی جدّوجُہد کی تو اس کے اثرات زندگی کے ہر ہر شعبے پر مُرتب ہوئے چنانچہ شعرائے کرام بھی اس بدلتے ہُوئے ماحول اور رُجحانات سے متاثر ہُوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے افکار وخیالات میں قرآنِ حکیم اور رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال وافعال کی جھلک نظر آنے لگی۔ شاعر بہت حساس طبع واقع ہوا ہے۔ وہ جو کچھ اپنے گرد وپیش میں دیکھتا ہے اسی کو من وعن بیان کر دیتا ہے چنانچہ اس وقت کی عربی شاعری بھی قبل از اسلام کے بگڑے ہوئے ماحول اور معاشرے کی عکاس تھی لیکن جیسے جیسے اسلام کی روشنی عالم میں پھیلتی گئی۔ شعراء کے خیالات میں تغیر آتا گیا۔ رسُولِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عملی زندگی اور قرآنِ حکیم کی حکمت آموز باتیں معاشرے میں سرایت کرتی گئیں اور نتیجۃً دوسرے شعبوں کی طرح شاعری پر بھی اس کے اثرات مُرتب ہوتے گئے۔ شعراء نے دورِ جاہلیت کے متعصبانہ خیالات اور مبالغہ آمیز باتوں کے مقابلہ میں حقائق پر مبنی قرآن وحدیث کے مضامین نظم کرنا شروع کر دیے۔ یہی وجہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے شعراء میں امرؤ القیس، زہیر بن ابی سلمیٰ، نابغہ ذبیانی اور عنترہ بن شداد وغیرہ کے مقابلہ میں حضرت حسان بن ثابت رضؓ اور کعب بن زہیر رضؓ وغیرہ کا کلام حکمت آموز باتوں سے بھرا ہُوا ہے۔ چونکہ نعت مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم جزوِ ایمان ہے اس لیے ہر ایمان رکھنے والے نے خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، ہندی ہو یا چینی غرض کسی بھی خطّے کا رہنے والا اور بسنے والا ہو۔ اس نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نعت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور مستحق ثواب ہُوا۔

نعتیہ شاعری کی ابتداء خود مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے سے شروع ہُوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت حسّان بن ثابت رضؓ اور حضرت کعب بن زُہیر رضؓ کا نام سرِ فہرست آتا ہے۔ ان دونوں اصحاب نے جو کچھ نعت کے ضمن میں بیان کیا وہ قرآنِ حکیم اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اقوال سے مشتق ہے اس سے نہ صرف نعت گوئی کی ابتداء کا پتا چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کے اثرات بھی اسی وقت سے شاعری پر مُرتّب ہونے شروع ہو گئے تھے۔ عربی شاعری میں قصیدہ اور مرثیہ ہی ایسی اصنافِ سُخن تھیں جن پر طبع آزمائی کی جاتی تھی اسی لیے حضرت حسّان بن ثابت رضؓ اور حضرت کعب بن زہیر رضؓ نے حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدح میں قصیدے لکھے جس میں آپؐ کی تمام تر وہی صفات بیان کیں جو قرآن کریم نے بیان کی ہیں۔ حضرت عائشہ رضؓ کا قول ہے کان خلقہ القرآن یعنی آپ کی عادت قرآن تھی۔

یہاں حضرت حسان بن ثابت رض اور حضرت کعب بن زہیر رض کے چند اشعار بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ قرآن یا حدیث سے اس کا ربط بھی ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ابتدا ہی سے شاعری میں قرآن و حدیث کی تفسیر بیان کرنا شعراء کرام نے اپنا حقیقی مقصد سمجھا تھا۔ حضرت حسان بن ثابت رض کے مندرجہ ذیل شعر دیکھئے :

اغر علیہ للنبوۃ خاتم　　من اللہ مشہود یلوح ویشھد

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی کریم الافعال ہیں۔ آپ کے جسم مبارک پر اللہ تعالےٰ نے نبوت کی مہر ثبت کی ہے جس کی خود اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق کی ہے یہ روشن بھی ہے اور ہر شخص اس کا مشاہدہ بھی کر سکتا ہے۔

ارشادِ باری ہے۔

ماکان محمد ابآ احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّٖن　(۲۳ سورہ احزاب ۴۰)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے باپ نہیں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں

فامسی سراجا مستنیرا وھادیا　　یلوح کمالاح الصیقل المھند

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں روشن چراغ بناکر بھیجا ہے جس سے ہر شخص روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ رب العزت نے آپؐ کو ہادی بناکر بھیجا تاکہ آپؐ نور ہدایت سے تمام دنیا کو راہِ راست پر لا سکیں، آپؐ بحیثیت ایک روشن چراغ کے اس طرح چمکتے ہیں جیسے ایک اچھی صیقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا

(۳۳ احزاب ۴۶)

ترجمہ : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے اور چمکتا ہوا چراغ بنایا۔

؎ وانت الٰہ الخلق ربی وخالقی　　بذالک ما عمرت فی الناس اشھد

ترجمہ : اے اللہ تو ہی تمام مخلوق کا پالنے والا اور پروردگار ہے میرا پالنے والا میرا پیدا کرنے والا اور ہم جب تک زندہ رہیں گے اس کی شہادت دیتے رہیں گے۔

قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (۱۳ الرعد ۱۶) آپ فرما دیں اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

قرآن حکیم نے جگہ جگہ اللہ کی وحدانیت، ربوبیت، اور خالقیت کو بیان کیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّھُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ (۶ انعام ۱۶۴)

آپ فرما دیں کیا اب میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں اور وہی ہر چیز کا رب ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ (۳ آل عمران ۵۱) بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبادت کرو۔

حضرت حسان بن ثابت رض نے اکثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح، اسلام کی تعریف، کفار کی ہجو اور غزوات نبوی کو اپنی

شاعری کے ذریعہ بیان کیا جو بلا شبہ قرآن و حدیث کا گنجینہ ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے بعد حضرت کعب بن زہیرؓ کا نام اس اعتبار سے بہت مشہور ہے کہ آپ نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا بے نظیر قصیدہ پڑھا جو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند آیا جس پر آپ نے انہیں اپنی رداء مبارک عطا کی۔ اس مشہور قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

؎ بانت سعاد فقلبی الیوم متبول　　　مقیم اثرھا لم یفد مکبول

اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

؎ وقال کل خلیل کنت امله　　　لا الھینک انی عنک مشغول

ترجمہ: ہر دوست نے جن سے حمایت و اعانت کی امید تھی مجھ سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنی نجات کی تدبیروں سے نہیں روکتا جو تجھ سے ہو سکے عمل میں لائیں اپنے ہی بکھیڑوں میں لگا ہوا ہوں۔ مجھ سے بھلائی کی امید مت رکھ اور اپنا کام کر۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَیسَ للانسان اِلا ما سعیٰ (۵۳ النجم ۳۹) انسان کے لیے صرف کوشش کرنا ہے

؎ فقلت خلوا سبیلی لا ابالکم　　　فکل ما قدّر الرحمن مفعول

ترجمہ: جب انہوں نے میری اعانت سے انکار کیا اور خدا نے میرے دل میں مضمون توکل القا فرمایا، تو میں نے ان سے کہا کہ اے مجہول النسب لوگو! میرے سامنے سے ہٹو۔ اب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کرم مجسم ہیں جو شخص تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اس سے حرکاتِ سابقہ کا مواخذہ نہیں فرماتے۔ آگے جو میری قسمت میں لکھا ہے ہو کر رہے گا کیونکہ جو خدا تعالیٰ نے مقدر فرمادیا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَکَانَ امر اللہ مفعولا (۴ النساء ۴۷)　اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے

وَکَانَ امر اللہ قدرا مقدورا (۳۳ احزاب ۳۸)　اور اللہ کا حکم مقرر کیا جا چکا ہے۔

آپؐ کے عفوو درگزر کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح آتی ہے۔

عَن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت لم یکن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح (فضائل ترمذی باب ماجاء فی خلق رسولؐ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے اور پھر اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

؎ نظل یرعد الا ان یکون له　　　من الرسول باذن اللہ تنویل

ترجمہ: میں ایسی مجلس ہیبتناک میں کھڑا ہوں اور ایسی گفتگو رعب دار اور عجیب سن رہا ہوں کہ اگر ہاتھی بھی اس کو دیکھے اور سنے

تو کانپنے لگے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وجلال کے سبب مگر اس صورت میں کہ منجانب حضرت رسالت پناہ حسب حکم خداوندی دولت امن عطا ہو اس صورت میں البتہ لرزہ موقوف ہو اور ہوش درست ہو جائیں۔

اس کی تائید میں دو حدیثیں پیش خدمت ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال واذا تکلم اطرق جلسائہ کانما علی رؤسھم الطیر (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت علیؓ آنحضرتؐ کی مجلس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ آپؐ جب گفتگو فرماتے تھے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر خاموش بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

عن قیلہ بن مخرمہ انھا رأت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد وھو قاعد القرفصاء قالت فلما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتخشع فی الجلسۃ ارعدت من الفرق (شمائل ترمذی باب فی الجلسۃ)

ترجمہ: حضرت قیلہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت) میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔

حضرت حسان بن ثابت رضؓ اور حضرت کعب بن زہیر رضؓ کے بعد اور بھی بہت سے شعراء ہوئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار کہے تاہم ان دونوں صحابۂ کرام رضؓ کے بعد امام بوصیری کے قصیدۂ بردہ کو جو مقام حاصل ہوا وہ کسی اور کو نہیں ہوا۔ یہاں بخوف طوالت اس قصیدہ کا تفصیلی جائزہ نہیں لیا جا سکتا صرف دو شعر پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ قرآن وحدیث کے اثرات عموماً شاعری پر اور خصوصاً نعتیہ شاعری پر مرتب ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ اثرات نہ صرف عربی بلکہ عجمی شاعری پر بھی مرتب ہو چکے تھے۔

؎ ظلمت سنۃ من احیا الظلام الی ان اشتکت قدماہ الضر من ورم

ترجمہ: افسوس میں نے اس ذاتِ اقدسؐ کے طریقہ مسنونہ کی پیروی نہ کی جو اندھیری رات کو زندہ رکھتے تھے۔ (عبادت کے لیے کھڑے رہتے تھے) یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک متورم ہو جاتے تھے۔

حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن المغیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ لم تصنع ھذا وقد غفر لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبداً شکوراً (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت مغیرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت الٰہی میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ آپ کے قدم مبارک متورم ہو جاتے صحابہ رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہ سب معاف ہیں آپؐ تو معصوم ہیں پھر اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

؎ وشد من سغب احشاءہ وطوی تحت الحجارۃ کشحا مترف الادم

ترجمہ: وہ ذاتِ اقدس جس نے بھوک کی شدّت سے اپنے پیٹ کو کسا اور اپنے نازک پہلو پر پتھر باندھا۔

حدیث میں آتا ہے۔

عن ابی طلحہ قال شکونا الی رسُول اللہ صَلّی اللہ علیہ وَسَلّم الجوع ورفعنا عن بطوننا عن حجر حجر فرفع رسولُ اللہ صلیّ اللہ علیہ وسلّم عن بطنہ عن حجرین (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابُوطلحہ رض کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلیّ اللہ علیہ وسلّم سے شدّت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہُوا تھا، تو حضور انور صلیّ اللہ علیہ وسلّم نے اپنے پیٹ پر دو بندھے ہوئے پتھر دکھلائے۔

مندرجہ بالا اشعار سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ قُرآن وحدیث کی تعلیمات کے اثرات زندگی کے اور شعبوں کی طرح شاعری پر بھی مُرتّب ہُوئے اور شعرائے کرام نے قرآن وحدیث کے مضامین شاعرانہ لطافتوں کے ساتھ اشعار کی صورت میں بیان کیے۔ یہی نہیں کہ نعتیہ شاعری پر قرآن وحدیث کے اثرات مُرتّب ہُوئے بلکہ تمام اصنافِ سخن میں جو رائج تھیں قرآن وسنّت کی تعلیمات سے فائدہ اُٹھا کر شعرائے کرام نے نئے نئے مضامین پیدا کیے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس حیثیت سے یہ ضروری تھا کہ اس کے اثرات دنیا کے ہر ہر خطے پر مُرتّب ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا یہاں تک کہ نظم ونثر پر بھی اسلامی تعلیمات اثرانداز ہوئیں۔

عربی شاعری سے گزر کر جب ہم فارسی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ فارسی شاعری پر بھی قرآن وحدیث کے اثرات پائے جاتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے فارسی شاعری پر عربی شاعری کے اثرات مُرتّب ہُوئے جس کے نتیجہ میں افکار و خیالات کے اعتبار سے بھی شعرائے فارس نے عربی کا سہارا لیا اور فارسی شاعری کے باوا آدم رودکی کے کلام میں نہ صرف عربی الفاظ ملتے ہیں بلکہ وہی خیالات بھی نظر آتے ہیں جو عربی شاعری میں رائج تھے۔ البتّہ فردوسی نے تعصّب کی بناء پر عربی الفاظ ترک کیے اور اس بات کی کوشش کی کہ عربی الفاظ کے مقابلہ میں ژند و پاژند کے الفاظ شامل کرے جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہُوا لیکن وہ کُلّی طور پر اس سے محفوظ نہیں رہ سکا، کیونکہ جو الفاظ فارسی زبان کا جزو بن چکے تھے۔ ان کو ترک کرنے کا مقصد فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنے کلام کو پستی کی طرف لُٹانا تھا جو کم از کم ایک شاعر کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً سبھی شعراء نے عربی شاعری سے استفادہ کیا اور عربی شاعری کے تمام لوازم کو اپنی شاعری کا جزو بنایا۔ چنانچہ نعت جس کا عربی شاعری میں رواج ہو چکا تھا فارسی شاعری میں آ گئی۔ پھر شعراء کرام نے اس کو سعادت اور جزوِ ایمان سمجھ کر بھی اپنا محبُوب مشغلہ بنایا اور اس کو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ خیال کیا۔ گویا ایک طرح فارسی شاعری میں نہ صرف نعت گوئی کا رواج ہُوا بلکہ قرآن وحدیث کے اثرات بھی مرتب ہوئے اور اس شدّت کے ساتھ کہ تمام اصنافِ سخن میں اس کی جھلکیاں نظر آنے لگیں، خصوصاً شیخ فریدالدین عطّار، حکیم سنائی، مولانا جامی، مولانا رُومی اور شیخ سعدی وغیرہم نے قرآن وحدیث کو ہی اپنی شاعری کا مآخذ بنایا۔ مولانا رُومی نے مثنوی لکھی جس کے لیے مشہور ہے۔

ع ہست قرآن در زبان پہلوی — مثنوئ مولوئ معنوی

اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ جس قدر فارسی شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات مرتب ہوئے اتنے کسی اور زبان کی شاعری پر نہیں ہوئے۔ اگرچہ بنو امیہ اور بنو عباس کے دور میں جتنی ترقی علوم و فنون میں ہوئی اتنی کسی دور میں نہیں ہوئی شعر و ادب کے اعتبار سے بھی یہ دور بہت اہم ہے لیکن پھر بھی فارسی شعراء کے مقابلے میں اس دور کی عربی شاعری میں قرآن و حدیث کے اثرات اس قدر نہیں ملتے دراصل شعرائے فارس نے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ قرآن و سنت کی اشاعت پر صرف کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا کلام قرآن و حدیث سے مشتق ہو گیا۔ یہاں فارسی شعراء کے کلام سے اس کی مثالیں دینا مقالہ کو طول دینا ہے اس لیے صرف دو تین مثالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

خواجہ فریدالدین عطار کا یہ شعر:

ع چوں زبانِ حق زبانِ اوست بس — بہترین عہدے زمانِ اوست بس

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحَىٰ (سورہ النجم)

ترجمہ: آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے آپؐ تو صرف وہی فرماتے ہیں جو آپؐ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم

ترجمہ: زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کے بعد والوں کا (صحابہ کرامؓ)

شیخ سعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں۔

ع امام رُسل، پیشوائے سبیل — امین خدا، مہبط جبرئیل
شفیع الوریٰ خواجہ بعث و نشر — امام الہدیٰ صدر دیوان حشر

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اوّل شافع ومشفع ولا فخر (دارمی عن جابر)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تمام انبیاء و مرسلین کا پیشوا ہوں اور اس پر مجھے کچھ فخر نہیں، میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے کچھ فخر نہیں میں شافع محشر ہوں اور مجھے کچھ فخر نہیں۔

فارسی شاعری میں قدما سے لے کر متاخرین میں سے کسی کا بھی کلام اٹھا کر دیکھ لیں تو بے شمار ایسے نعتیہ اشعار ملیں گے جن میں قرآن و حدیث کے اشارے ضرور موجود ہوں گے۔ ہر وہ شاعر جس نے نعت کے میدان میں قدم رکھا خواہ وہ کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو قرآن و حدیث کے اثرات ضرور اس کے کلام میں نظر آئیں گے۔

اردو کی نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس پس منظر کو سمجھا جائے جس کے

تحت یہ اثرات مرتب ہوئے۔ اس ذیل میں تین حقیقتیں سامنے آتی ہیں، جو نعتیہ شاعری پر قرآن وحدیث کے اثرات کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ اوّل یہ کہ اُردو سنسکرت، ہندی اور فارسی کی آمیزش کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے جو خیالات، تراکیب اور تشبیہات واستعارات عربی کے زیر اثر فارسی میں رائج ہوئے وہ بعینہٖ اُردو میں بھی رواج پا گئے۔ شعراء دکن سے لے کر آخر تک کے شعراء کا کلام اُٹھا کر دیکھنے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ہندوستان کا وہ معاشرہ جس کو صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے بڑی محنت اور عملی جدّوجہد سے اسلامی رنگ میں ڈھالا۔ جو زبان جس علاقے میں وجود پذیر ہوتی ہے اس میں اس علاقے کے ماحول اور معاشرے کے تمام جزوی وکلّی مسائل کے اثرات کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے اس لیے قدرتی طور پر اردو شاعری بھی دینی خیالات سے ہم آہنگ ہوتی گئی۔ تیسری جو خاص اور اہم بات ہے وہ یہ کہ اُردو زبان کی سرپرستی صوفیہ اور علماء نے کی جس کی وجہ سے اُردو کا دامن قرآن وحدیث کے وسیع مضامین سے بھر گیا۔

یہ ایک مُسلّم حقیقت ہے کہ ہندوستان کے جس قدر بھی علماء ومشائخ گزرے ہیں سب ہی نے تقریباً شعر گوئی کو اپنا شعار بنایا۔ امیر خسروؔ سے لے کر آخر تک برابر ایسے لوگ ہوئے جنھوں نے نہ صرف فارسی میں قرآن وسُنّت کے مضامین نظم کیے بلکہ اُردو شاعری کے ذریعہ بھی ان خیالات وافکار کو عام کرنے کی پوری کوشش کی۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم نے اس سلسلہ میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام نے کیسے کیسے اعلیٰ خیالات تصوّف کی چاشنی میں ڈبو کر عام مُسلمانوں تک پہنچائے بلاشُبہ ان بزرگوں کی خدمات کو اُردو سے محبت رکھنے والے افراد کبھی نہیں بھُلا سکتے۔ جس زمانے میں اُردو وجُود میں آئی اس وقت ہندوستان میں شاعری کا رواج عام تھا اور یہاں کے باشندے اس طرف رغبت بھی رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں علماء وصوفیہ کے لیے تبلیغ کا ایک ذریعہ شاعری بھی تھا چنانچہ اُنہوں نے اُسے اختیار کیا اور اس کے ذریعہ اپنے خیالات کو عوام وخواص غرض ہر طبقہ تک پہنچایا۔ بقولِ مولانا عبدالسلام ندوی "اُردو شاعری کا آغاز مذہبی حیثیت سے ہُوا اور ایک مُدّت تک مذہبی خیالات شاعری کا جُزِ غالب رہے[1]" اگرچہ اردو میں اور بھی بہت سے ایسے شعراء ہُوئے جنہوں نے رندی اور سرمستی کو اپنا مذہب بنایا اور اسی سے متعلّق اپنے کلام میں مضامین رکھے۔ ایسے شعراء کا کلام صرف زبان وبیان کے اعتبار سے ہی اچھا کہا جا سکتا ہے لیکن معنی ومطالب کے اعتبار سے اس کی کوئی وقعت نہیں۔ ائمہ معانی وبیان اور نقّادانِ فن نے بھی شعر کی تعریف میں یہی بات کہی ہے "کہ وہ کلام موزوں جو اپنے تاثرات کو عام کرنے میں ممد ومعاون ثابت ہو صحیح معنی میں شاعری ہے اور جس کا کلام اس معیار پر نہیں اُترتا وہ شاعر کہلانے کا مُستحق نہیں"۔ معلُوم یہ ہوا کہ اُردو شاعری چونکہ صوفیہ اور علماء کے دامنِ تربیت میں پلی بڑھی، جوان ہوئی اس لیے اس میں قُدرتی طور پر بزرگوں کے خیالات کا عکس بہت گہرا ہوتا چلا گیا۔

اُردو میں نعتیہ شاعری کا رواج بھی شروع ہی سے تھا لیکن باقاعدہ نعتیہ شاعری کو ابتدائی دور میں کسی نے بھی اپنے لیے مخصوص نہیں کیا بلکہ زیادہ تر حصُولِ برکت کے لیے اپنے دیوان کی ابتداء میں حمد ونعت رکھی جس سے اگرچہ نعتیہ کلام کافی جمع ہو جاتا

[1] شعرالہند جلد دوم صہ ۱۷۲ طبع لاہور

ہے، لیکن پھر بھی اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا بتفصیل پتا نہیں چلتا۔ ایک زمانہ وہ تھا جب قطب شاہی سلطنت کے سلاطین نے شاعری کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور دکنی زبان میں ایسے لطیف خیالات کا اظہار مختلف اصناف سخن مثلاً غزل، مرثیہ، قصیدہ اور نعت وغیرہ کے ذریعہ کیا۔ اس کے بعد مولانا نصرتی نے بھی نعتیہ اشعار کہے، لیکن جب دہلی میں اُردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوا اور ولی دکنی کا دیوان منظر عام پر آیا، تو یہاں بھی ولی کی طرح نعتیں لکھی جانے لگیں، جو صرف نمونتاً ہی پیش کی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ سودا اور میر تقی میر وغیرہ نے قصائد میں نعت و منقبت کے اشعار نظم کیے۔ البتہ اُنشا کے دور میں شاہ غلام محی الدین اویسی نے نظم میں قرآن مجید کی پوری تفسیر لکھی اور اس طرح اردو شاعری میں یہ عظیم کارنامہ معرضِ وجود میں آیا۔ ان کے بعد آتش، ناسخ، مومن، غالب اور دیگر شعراء نے نعت کے سلسلہ میں پرانی ہی روش کو برقرار رکھا یعنی قصائد میں، مثنویات کی ابتدا میں اور دواوین کے شروع میں نعت کے نمونے پیش کیے، لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ پوری طرح نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر کس نے سب سے زیادہ توجہ دی اور کس نے اس کو باقاعدہ ایک الگ صنف سخن کی حیثیت سے اختیار کیا۔[1]

مومن و غالب کے دور میں مولانا غلام امام شہید نے غزل، قصیدہ، مثنوی اور ترجیع بند وغیرہ میں نعتیں لکھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں نہایت جوش و عقیدت کا اظہار کیا یہاں ایک ترجیع بند پیش کیا جاتا ہے جو قدسی کی غزل پر ہے اور معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے۔

؎ قدِ رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن	سُرمۂ چشم غضب نازبھری وہ چتون
وہ عمامے کی سجاوٹ وہ جبین روشن	اور وہ مکھڑے کی تجلّی و بیاضِ گردن
وہ عمامہ عربی اور وہ نیچا دامن	دلربایانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن
مُردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبانِ کفن	اُٹھ چلے قبر سے بے تاب زبان پر یہ سخن

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

غلام امام شہید پہلے شخص ہیں جنہوں نے مولود شہیدی کے نام سے نعت پر مبنی مختلف نظمیں اس میں شامل کی ہیں، ان

---

[1] زیادہ چھان بین کرنے سے آنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ معجزات اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مثنویاں ابتدائی دور میں لکھی گئیں۔ راقم الحروف نے انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں مطبوعہ اور قلمی کئی ایسے رسالے دیکھے جو معجزات اور معراج کے واقعات پر مبنی تھے۔ ان میں ملقبین آلہدی عاصی کی تصنیف ہے سن کتابت ۱۱۴۷ھ ہے۔ اسی طرح ایک دوسرا رسالہ روضۃ الاطباع نوازش علی خاں شیدا کا ہے کتابت کا سال ۱۱۴۲ھ ہے۔ ان رسائل میں معراج، معجزات اور نعتیہ اشعار بھی موجود ہیں جس سے کسی حد تک اس بات کا ثبوت مل جاتا ہے کہ اُردو شاعری میں ابتدا ہی سے نعتیہ شاعری پر توجہ دی جانے لگی لیکن اس قسم کے رسائل ہنوز سامنے نہیں آئے ہیں۔ اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جامی یا اردو میں محسن کاکوروی کی طرح نعتیہ شاعری کو کس نے اپنے لیے مخصوص کر لیا اور سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں کو شاعری کے ذریعہ بیان کیا۔

کے بعد نعتیہ شاعری میں سب سے زیادہ قابلِ قدر شخصیت مُحسن کاکوروی علیہ الرحمۃ کی ہے جنہوں نے اپنی شاعری کا بنیادی مقصد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کی نعت ہی کو قرار دیا اور قصائد کے علاوہ مثنوی چراغ کعبہ میں سراپا، معراج اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے بلا شبہ مُحسن کاکوروی کی شخصیت اس اعتبار سے اردو شاعری میں بہت ہی اہم ہے۔ آپ نے ایسا سلسلہ شروع کیا کہ اس کے بعد امیر مینائیؒ، بیدم وارثی، احمد رضا خاں بریلوی، کیف ٹونکی اور مولانا ظفر علی خان وغیرہم تے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو تقریباً اسی کے لیے مخصوص کر لیا اور اس طرح اُردو شاعری میں نعتیہ اشعار کا کافی ذخیرہ جمع ہوگیا جو دوسری زبانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

مُحسن کاکوروی اور ان سے قبل اور بعد کے تمام شعراء کے نعتیہ کلام میں قرآن و حدیث کے اثرات کُلّی طور پر نظر آتے ہیں ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حیاتِ طیبہ پر پہلے تفصیلی نظر ڈالی اور قرآن و حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے خاص طور پر اپنے اشعار کو اس کے مضامین سے مماثل کر کے بیان کیا۔ ان بزرگوں نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس کا حدیث یا قرآن سے ثبوت فراہم ہوسکے اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی اس خدمت کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس درجہ محبت کا صلہ بھی۔

ہم یہاں شعراء اُردو کے نعتیہ اشعار قرآن و حدیث کے اصل متن کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ابتدائے اردو شاعری سے لے کر آخر تک کے شعراء کے مختصراً اشعار نمونتاً پیش کیے جاتے ہیں تاکہ قرآن و حدیث کے اثرات کا ایک خاکہ تیار ہو جائے۔

مُحمّد قلی قطب شاہ معانی

سلطان محمّد قلی قطب شاہ المتخلص بہ معانی سلطنت قطب شاہیہ کا بانی تھا۔ ۹۱۸ھ میں دکن میں اس نے اپنی حکومت قائم کی۔ اُردو کا پہلا صاحب دیوان شاعر مانا جاتا ہے۔ اس کا دیوان مُحی الدین قادری زور نے ۱۹۴۰ء میں دکن سے شائع کیا۔ ۱۰۲۲ھ میں وفات پائی۔ اس نے حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم کی اس طرح مدح سرائی کی ہے۔

ؔ منگے پیغمبراں اپ تئیں شفاعت نت خدا سے   ہمارے مُصطفےٰ منگیں شفاعت اُمّتی کا

عَن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر وانا اوّل شافع ومشفع ولا فخر (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میں انبیائے مُرسلین کا پیشوا ہوں اور مجھے اس پر کچھ فخر نہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے فخر نہیں۔ سب سے پہلے مَیں شفاعت کرنے والا ہُوں جس کی شفاعت مقبول ہے اور مجھے فخر نہیں۔

مولانا نصُرتی

مولانا نصرتی قطب شاہ کے بعد اردو شاعری میں بہت اعلیٰ مقام کے حامل ہیں۔ محمد عادل شاہ المتوفی ۱۰۶۳ھ کے زمانے کے شاعر ہیں۔ یہ اس کے آخری زمانے تک زندہ رہے۔ ان کی بہت سی تصانیف

وہیں جن میں گلشن عشق، علی نامہ، معراج نامہ وغیرہ بہت اہم ہیں، مولوی عبدالحق مرحوم نے نصرتی پر ایک کتاب اسی نام سے تصنیف کی جو انجمن ترقی اُردو سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ نعتیہ اشعار نہایت جوش و عقیدت سے کہتے ہیں۔

؎ زہے نامور سید المرسلین کہ آخر ہووے شافع المذنبین

عن ابی سعید رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سردار اولاد آدم ہوں۔

ایک حدیث میں شفاعت کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیقول ارفع محمد وقل تسمع واشفع تشفع وسل تعطہ قال فارفع راسی فاثنی علی ربی بثناء و تحمید یعلمنیہ ثم اشفع (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (محشر میں) خدا فرمائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر جو چاہے گا تیری عرض قبول کی جائے گی، جس کی چاہے شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی جو کچھ چاہے مانگ تیرا سوال رد نہیں کیا جائے گا۔

؎ نول رکھ یہ خلقت کے اے دل تو ریج وہی پھل ہے آخر جو اوّل ہے بیج

زباں سوں امولک گہر سنج تو ریخ دھرے سینہ حق راز کا گنج تو ریخ

عن قتادہ مرسلا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل الناس فی الخلق وآخرھم فی البعث۔ (کنزالعمال)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضؓ سے مرسلاً مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں خلق میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں سب کے بعد ہوں۔

عاصی عاصی دکن کے شاعر ہیں خوب شعر کہتے ہیں نُصرتی، غواصی وغیرہ کا زمانہ پایا تھا۔ ان الھدیٰ کے نام سے ان کا ایک مجموعہ انجمن ترقی اُردو کے کتب خانے میں موجود ہے نعتیہ اشعار بھی کہتے ہیں چند شعر دیکھیے۔

دہن گلاب سوں دھو کر طرب سوں کہوں صلوات ہیں شاہ عرب کوں

فلک روتے زمیں ملک عجم کی خلافت ہے نبی المحترم کی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۂ احزاب)

ترجمہ: اے مومنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو۔

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا (سورہ سباء رکوع ۹ پ۲۲)

ترجمہ: ہم نے آپؐ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اِنّا جعلنٰکَ خلیفۃ فی الارضِ فاحکم بین الناس بالحق (سورہ ص رکوع ۱۱ پ ۲۳)

ترجمہ: ہم نے آپ کو زمین کی خلافت دی۔ آپؐ انصاف سے لوگوں میں فیصلہ فرمائیں۔

؎ خدا ہر شے میں اپس کو دکھایا نبی پر بھیج کر قرآں جگایا

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اِن فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیات لاولی الالباب (سورۂ آلِ عمران۔ آیت نمبر ۱۹۰)

ترجمہ: آسمان و زمین کی تخلیق اور دن و رات کے اختلاف میں اہلِ عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔

وذکر بالقرآن من یخاف وعید (سورہ ق)

آپ قرآن پاک سے سمجھائیے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے۔

؎ خدا نزدیک تر ہے شہ رگ سوں تیرے ہمیں نادیکھ سک کہانی میں پیری

نحن اَقرَبُ الیہ من حبل الورید (سورہ ق رکوع ۶ پ ۲۶)

ترجمہ: اور ہم اس کے رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

ایک اور جگہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون (سورہ واقعہ رکوع ۱۶ پ ۲۷)

ترجمہ: ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ نزدیک تر ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔

ولیؔ دکھنی ولی دکھنی اردو کا وہ شاعر ہے جس کی وجہ سے دہلی میں اردو شاعری کا عام رواج ہوا انھوں نے اُردو شاعری کو فارسی کے اعلیٰ مضامین سے آشنا کیا اور صحیح معنیٰ میں اردو زبان کی پہلی اینٹ رکھی۔ ۱۱۱۹ھ میں انتقال کیا۔ بہت سی مثنویاں دیوان اور ایک رسالہ تصوّف میں نور المعرفت یادگار چھوڑا۔ بڑے ذی علم صاحب کمال بزرگ تھے۔ نورالحسن ہاشمی صاحب نے مقدمہ کلیات ولی میں لکھا ہے کہ:

"ولی کی معلومات علمی و ادبی اور مذہبی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کلام میں آیاتِ قرآنی اور احادیث کی طرف تلمیح بہت ہیں، مذہبی علوم اور تصوّف کی اصطلاحوں کا استعمال ہمیشہ برمحل ہوا" [1]

بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے لیکن نعتیں بھی کہی ہیں۔ ان کے دیوان میں بہت سی چیزیں ملتی ہیں۔ چند شعر دیکھیے

؎ محمدؐ وہ ہے جس کے حق میں لولاک کہا ہے خالقِ املاک و افلاک

حدیث میں آتا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔

[1] کلیات ولی ص ۱۳ طبع انجمن ترقی اُردو ہند

ترجمہ : اگر آپ نہ ہوتے تو میں دُنیا نہ بناتا ۔

؎ جن کا مکھ منوّر نُور آیت فال مصحف ہے ۔ کہ اہل نامراداں پر دعائے اہل اتی ۔ حافظ

ارشاد باری تعالےٰ ہے :

نورٌ علی نورٍ یھدی اللّٰہ لنورہٖ مَن یشاءُ (سورہ نورؐ رکوع ۵ پ۱۸)

روشنی پر روشنی اللہ جسے چاہتا ہے اسے نوُر سے ہدایت دیتا ہے ۔

ھَل اتٰک حدیث الغاشیۃ وجوہٌ یومئذٍ خاشعۃ عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ ناراً حامیۃً

تُسقیٰ من عینٍ آنیۃ (سورہ غاشیہ)

ترجمہ : کچھ پہنچی تجھ کو بات اس چھپانے والے کی کتنے مُنہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں ۔ محنت کرنے والے تھکے ہوئے گریں گے دہکتی ہوئی آگ میں اور کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے ۔

؎ رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب ۔ زیورِ لب ذکر سبحان الذی اسریٰ ، کروں

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الّذی بارکنا حولہ لنُریَہٗ من آیٰتنا انّہٗ ھو السمیع البصیر ۔ (سورہ بنی اسرائیل)

ترجمہ : پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے وہی سننے والے اور دیکھنے والے ہیں ۔

؎ چہرۂ گل رنگ و زلف موج زن خوبی میں ۔ آیت "جنات تجری تحتھا الانھار" ہے ۔

اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے ۔

وَاَعَدَّ لھم جنٰت تجری تحتھا الانھار خٰلدین فیھا ابداً (سورۃ التوبۃ ۱۳ پ۱۱)

ترجمہ : اور تیار کر رکھے ہیں ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وہ انھی میں ہمیشہ رہا کریں گے ۔

؎ وہ جو پاوے مطلب راضیۃ مرضیہ ۔ محض للہ جگ میں جو اعمال نہانی کرے

یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (سورہ الفجر رکوع ۴ پ۳۰)

ترجمہ : اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش ہو پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا ۔

مرزا رفیع سودا سودا اردو کے ان شعراء میں سے ہیں جن کا شمار صفِ اوّل کے شاعروں میں ہوتا ہے ۔ غزل کے استاد تھے اور قصیدہ نگاری میں ان کا کوئی حریف نہیں ۔ نواب آصف الدولہ کے دربار سے وابستگی بھی اور

ملک الشعراء کا خطاب ملا۔ ۱۱۹۵ھ میں انتقال ہوا۔ خود میر تقی میر جیسے باکمال شاعر نے انہیں تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے ایک نعتیہ قصیدہ لکھا جو رفعت تخیل، طبیعت کی رنگارنگی، الفاظ و تراکیب کی چستی اور لطف و اثر کے لحاظ سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے چونکہ یہ قصیدہ نعت میں ہے۔ اس لیے قرآن و حدیث کے مضامین بھی اس میں نظم کیے ہیں۔ یہاں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اس کی ۔۔۔ امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ (سورہ البقرہ رکوع ۴ پ۱)

ترجمہ: اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔

خیال خلق اس کا گر شفیع کافراں ہووے ۔۔۔ رکھیں بخشش کے سر منت یہودی اور نصرانی

عن عوف بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتانی آت من عند ربی فخیرنی بین ان یدخل نصف امتی الجنۃ وبین الشفاعۃ فاخترت الشفاعۃ وھی لمن مات لا یشرک باللہ شیئا (ترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پیغام لے کر آیا اس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میں ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لوں یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو جنت میں داخل فرما دیں یا یہ کہ مجھے شفاعت کا موقع ملے تو میں نے حق شفاعت کو اختیار کر لیا اور میری شفاعت ان لوگوں کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔

حدیث "من رآنی" وال ہے اس گفتگو اوپر ۔۔۔ کہ دیکھا جس نے اس کو اس نے دیکھی شکل یزدانی

ارشاد نبوی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فقد رأی الحق (صحیح بخاری)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری مفتی غلام سرور لاہوری مفتی غلام محمد کے فرزند تھے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی ایک کتاب خزینۃ الاصفیاء بہت ہی مشہور ہے۔ شعر بھی کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔ حضور اکرم کی نعت میں جس شدت جذبات سے اشعار کہے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا بین ثبوت ہے چند شعر دیکھئے۔

حضرت حق آپ ناطق ہیں نبی کی وصف میں ۔۔۔ جا بجا مداح قرآں ہے رسول اللہ کا

ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم (سورہ قلم)

ترجمہ: بے شک آپ بڑے ہی بلند اخلاق ہیں۔

تیری خاطر ہو گیا وحدت کا کثرت میں ظہور — حق نے تیرے واسطے سارا جہاں پیدا کیا

لولاک لما خلقت الافلاک (حدیث)

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی۔

ہو گئے منسوخ جتنے دین تھے دنیا میں تمام — مصطفٰے جب ہادیٔ دینِ شریعت ہو گیا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ھُوَ الَّذِی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کُلِّہٖ ولوکرہ المشرکون۔

(سورۃ الصف رکوع ۹ پ ۲۸)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے خواہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

ﮯ وعدہ یعطیک ربک کر چکا ہے کردگار — یا نبی حق کو رضامندی تری منظور ہے

ولسوف یُعطیک ربک فترضیٰ (سورۃ الضحیٰ) پ ۳۰

ترجمہ: البستہ تیرا رب تجھے اتنا دے گا جس سے تو راضی ہو جائے گا۔

مومن خاں مومن مومن خاں مومن شاہ عبدالقادر صاحب کے تربیت یافتہ اور شاہ عبدالعزیز صاحب سے بیعت تھے بادشاہ یا امیر کی مداحی سے نفرت کرتے تھے لیکن انہوں نے قصائد کہے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مدح میں کہے۔ یہ قصائد فن کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ مومن چونکہ خود بھی بہت اچھے عالم تھے اس لیے جہاں ان کے نعتیہ قصیدے میں طب و نجوم کی اصطلاحات ہیں وہاں قرآن و حدیث کے مضامین بھی پائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

ﮯ گر اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جائے — شمیم جامہ یوسف کبھی نہ ہو محسوس

قرآن کریم میں ہے۔

اِذْھَبُوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یاتِ بصیرا (سورہ یوسف رکوع ۱۰ پ ۱۳)

ترجمہ: اس کرتہ کو لیجا کر میرے والد کے چہرے پر ڈال دو تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔

ﮯ وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا — جو خلق کا سبب اور باعث معاد نفوس

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر۔ وانا اول شافع ومشفع ولا فخر (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پیغمبروں کا پیشوا ہوں اور مجھے کوئی فخر

نہیں میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں جس کی شفاعت رد نہیں کی جائے گی اور مجھے اس پر کچھ فخر نہیں۔

ہے برق اسپ ترا ابروئے فرشتہ رکاب کہاں ہو چشم بشر الیسی پاؤں سے ممسوس

معراج کی مشہور حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر روانہ ہوئے تو حضرت جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑی تھی اور حضرت میکائیل براق کی باگ ہاتھ سے تھامے ہوئے تھے۔

(مشکوٰۃ ترجمہ مولانا قطب الدین)

نہ جس کے دھیان میں مضمون قاب قوسین آئے وہ دیکھ لے ترے زین وکمان کا قربوس

قرآن مجید میں ہے۔

فکان قاب قوسین او ادنیٰ (سورہ النجم رکوع ۵ پ ۲۷)

ترجمہ: پھر وہ قریب آیا کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

نظیر اکبرآبادی نظیر اکبرآبادی اردو کے وہ تنہا شاعر ہیں جنہوں نے اس وقت کی عام شاعری سے ہٹ کر اپنی ایک الگ راہ نکالی اور روزمرہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظمیں لکھیں۔ اس اعتبار سے انہیں جدید شاعری کا بانی کہا جاتا ہے جہاں انہوں نے آدمی نامہ، بنجارہ نامہ وغیرہ نظمیں لکھیں وہاں نعت کے میدان میں بھی بہت کچھ کیا۔

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ سر گروہ مسلمیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ قبلۂ اہلِ یقیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
رحمت للعالمین ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ و کفیٰ باللہ شھیدا۔

(سورہ الفتح ۱۲ پ ۲۶)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ حق ثابت کرنے والا کافی ہے۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین (سورہ انبیاء پ ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

تم ظہور اولیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ ہمدم جاں آفریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

کنت اول الناس فی الخلق و آخرھم فی البعث (عن قتادہ مرسلا) (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی سے مرسلاً روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خلق میں سب سے پہلے اور بعثت میں سب کے بعد ہوں۔

داغ دہلوی زبان و بیان کے اعتبار سے داغ اردو کے منفرد شاعر ہیں۔ ہمیشہ غزل کہی اور محاورات سے وہ لطف پیدا کیا جو کسی دوسرے کے یہاں نظر نہیں آتا۔ ان کے یہاں نعت بھی ملتی ہے اس میں بھی زبان کا لطف نظر آتا ہے۔ شعر دیکھیے۔

ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا ‏ احمد رسول تیرا مصحف کلام تیرا
شمس الضحیٰ محمدؐ، بدر الدجیٰ محمدؐ ‏ ہے نور پاک روشن ہر صبح و شام تیرا

قرآن حکیم میں کئی جگہ محمد رسول اللہ آیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے القرآن کلام اللہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔
قرآن مجید میں آتا ہے: وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ،یہی تلمیح مذکورہ بالا شعر میں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان و علیہ حلۃ حمراء فجعلت انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میں دیکھ رہا تھا۔ حضورؐ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کو بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضورؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین و جمیل ہیں۔

محسن کاکوروی محسن کاکوروی اردو کے وہ تنہا شاعر ہیں جنھوں نے جو کچھ کہا نعت میں تھا۔ گویا انھوں نے اپنی تمام تر زندگی نعت کے لیے وقف کر دی اور تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں صرف کی۔ جتنا کچھ آپ نے نعت میں کہا وہ سب آپ کے حسنِ خلوص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی انتہا کا پتا دیتا ہے۔ آپ نے معراج کا واقعہ اور معجزات کے بیان میں اپنا ماخذ قرآن و حدیث ہی کو بنایا۔ ذیل میں صرف چند اشعار پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

جملۂ انبتہ اللہ نباتاً حسنا ‏ ان دنوں فصل بہاری میں ہے طغرائے چمن

وانبتھا نباتاً حسناً (سورہ آل عمران رکوع ۱۳ پ ۳)

ترجمہ: اور عمدہ طور پر اس کو نشوونما دیا۔

فیض تاثیر ہوا ہے کہ ہوا جاتا ہے ‏ رو کش باغِ خلیل اب کی سراپا گلخن

قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم (سورہ الانبیاء رکوع ۵ پ ۱۷)

ترجمہ: ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا ابراہیم کے حق میں۔

اس کی توصیف میں اک شمہ ہے قرآن شریف ‏ کہ لکھا خامۂ قدرت نے بوجہ احسن

قرآن حکیم میں ہے: اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (سورہ قلم)
ترجمہ: بے شک آپؐ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

عَن سعد بن هشام قال سألت عائشة امّ المومنین رضی اللہ عنہا فقلت اخبرنی عن خلق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ؟ فقالت اما تقرأ القرآن قلت بلٰی فقالت : کان خلقہ القرآن (مسلم)

ترجمہ : حضرت سعد بن ہشام رضؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے عرض کیا کہ آپ مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاق کو بیان فرمائیے حضرت عائشہ نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو ؟ مَیں نے کہا بیشک مَیں قرآن پڑھتا ہوں تو حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ آپؐ کی عادت قرآن تھی۔

؎ پیشوائے رسل سید نسل آدم ——— جلوہ حضرت حق نورِ مجسم ہمہ تن

عَن ابی ہریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انا سید ولد آدم (مشکوٰۃ)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا مَیں سردار اولادِ آدم ہُوں ۔ ایک اور حدیث میں ہے ۔

عَن ابی ہریرۃ رضؓ قال قالوا یارسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال آدم بین الروح والجسد (مشکوٰۃ)

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ صحابہ رضؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب عطا ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جس وقت حضرت آدم رُوح اور جسم کے درمیان تھے ۔

؎ نہ رہے چشمہ کوثر کی تمنا مجھ کو ——— اس طرح کرے تو اپنا مجھے مفتون دہن

اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے ۔

اِنّا اعطینٰکَ الکوثر

ترجمہ : ہم نے آپ کو حوض کوثر عطا کیا ۔

حدیث میں آتا ہے ، عن سہل بن سعد قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انی فرطکم علی الحوض من مرّ علیّ شرب ومن شرب لم یظمأ ابدًا (مشکوٰۃ باب الحوض والشفاعۃ)

ترجمہ : حضرت سہل بن سعد رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مَیں تمہارا میزبان ہوں گا حوض کوثر پر جو شخص میرے پاس آئے گا وہ پانی پیئے گا اور جو پانی پیے گا وہ کبھی پیاسا نہیں رہے گا ۔

؎ کیسی تصویر جسے کھینچ کے نقاشِ ازل ——— خود لگا کہنے کہ ہر وصف میں تو ہے افضل
تیری صورت سے کھلے معنی مافل و دل ——— انبیا شرحِ مفصل ہیں تو متن مجمل
تو ہے خورشید ترے سامنے انجم ہیں نبی
تو ہے شمع تصور میں تو سب ہیں قطبی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح دعا مانگی ۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم
انک انت العزیز الحکیم (سورۃ البقرہ رکوع ۱۵ پ ۱)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار اس جماعت کے اندر ان ہی میں کا ایک پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو اُن لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں بے شک آپ ہی غالب اور حکمت والے ہیں۔

کہیں طوبیٰ کہیں کوثر کہیں فردوس ہیں — کہیں بہتی ہوئی نہر لبن و نہر عسل
کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل — کہیں رضوان کا کہیں ساقی کوثر کا عمل

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

مَثَلُ الجنۃ التی وعد المتقون فیھا انھار من ماء غیر آسن وانھار من لبن لم یتغیر طعمہ وانھار من خمر لذۃ للشاربین وانھار من عسل مصفّی (سورہ محمد رکوع ۲ پ ۲۶)

ترجمہ: جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا۔

افضلیت پہ تری مشتمل آثار و کتب — اولیت پہ تری متفق ادیان و ملل

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ (مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو بنی آدم کے بہترین طبقوں میں قرن کے بعد قرن پیدا کیا گیا ہے یہاں تک کہ میں اس قرن میں ہوا جس قرن سے کہ میں ہوں۔

لطف سے تیرے ہوئی شوکت ایمان محکم — قہر سے سلطنت کفر ہوئی مستاصل

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ذالک ھدی اللہ یھدی بہ من یشاء من عبادہ ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون۔
(سورہ انعام رکوع ۱۰ پ ۷)

ترجمہ: یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

بحر امکان میں رسول عربی دُرِّ یتیم — رحمت خاص خداوند تعالےٰ بادل
الم یجدک یتیما فآوی (سورۃ الضحیٰ رکوع ۱۸ پ ۳۰)

ترجمہ: کیا ہم نے تجھ کو یتیم نہ پایا پھر ٹھکانہ دیا۔

شب معراج میں تھا عرش معلیٰ بادل   تھا بندھا تار فرشتوں کا درِ اقدس پر

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان ابوذر یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فرجی سقف بیتی وانا بمکۃ فنزل جبرائیل (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے گھر کی چھت کھول دی گئی اور میں اس وقت مکہ میں تھا پس جبرئیل تشریف لائے۔

امیر مینائی امیر مینائی اُردو کے مایہ ناز شاعر ہیں غزل میں داغ کے حریف مانے جاتے ہیں۔ لکھنوی شاعری کی تمام خصوصیات آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ محسن کاکوروی کے کہنے پر نعت گوئی شروع کی اور اس میں بھی کمال پیدا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُردو میں ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے نعتیہ شاعری کا مستقل طور پر رواج ہوا۔ نعت میں ایک دیوان محامد خاتم النبیین کے نام سے یادگار چھوڑا۔ چند اشعار دیکھیے۔

؎ خزانہ ہے محیط اس چشمہ روح مجرّد کا   نفخت فیہ من روحی کے معنی سے ہوا ثابت

فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سٰجدین (سورہ ص رکوع ۱۴ پ۲۳)

ترجمہ: پھر جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔

؎ اشارہ یہ بھی تھا اک نون ابروئے محمدؐ کا   رہائی پائی قید بطن ماہی سے جو یونس نے

ارشادِ خداوندی ہے:

فالتقمہ الحوت وھو ملیم فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون فنبذنٰہ بالعراء وھو سقیم۔ (سورہ الصٰفٰت رکوع ۹ پ۲۳)

ترجمہ: پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔ سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے، تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے۔

؎ قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے   انہیں دو نقطۂ زیریں کا طالب لفظ تھا بد کا

عن انس رض قال سال اھل مکۃ ان یریھم ایۃ فاراھم انشقاق القمر (صحیح بخاری پارہ ۳۰)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں جب بارگاہِ نبوت میں اہلِ مکہ نے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپؐ نے چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے۔

شب معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا   خدا مشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا

معراج کی حدیث میں آتا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثھم عن لیلۃ اسری بہ قال بینما انا فی

الحطیم وربما قال فی الحجر مضطجعا اذ اتانی اٰت فشق ما بین ھذہ الی ھذہ یعنی من ثغرۃ نحرہ الی شعرتہ فاستخرج قلبی ثم اٰتیت بطشت من ذھب مملوء ایمانا فغسل قلبی ثم حشی ثم اعید و فی روایۃ ثم غسل البطن بماء زمزم ثم ملی ایمانا و حکمۃ ثم اتیت بدابۃ دون البغل فوق الحمار ابیض یقال لہ البراق یضع خطوہ عند اقصی طرفہ فحملت علیہ فانطلق بی جبرئیل حتی اتی الی السماء الدنیا فاستفتح قیل من ھذا قال جبرئیل انا قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قیل مرحبا بہ فنعم المجی الخ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کا حال بیان فرمایا جس میں آپ کو آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا میں حطیم یا حجر میں تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور آپؐ نے اشارہ سے فرمایا کہ یہاں سے یہاں تک میرے سینہ کو شق کیا یعنی گردن سے لے کر ناف تک پھر میرے دل کو نکالا پھر سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا پھر دل میں (خدا کی محبت) بھر دی گئی اور پھر دل کو سینے کے اندر رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے پیٹ کو دھویا گیا زمزم کے پانی سے۔ اس میں ایمان و حکمت کو بھرا گیا اس کے بعد سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا اس کا ایک قدم حدِ نظر تک اٹھتا تھا پھر مجھ کو اس پر سوار کیا گیا۔ جبرائیل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمانِ دُنیا کے نیچے پہنچا۔ جبرائیلؑ نے دروازہ کو کھولنے کو کہا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے۔ حضرت جبرائیل نے جواب دیا محمدؐ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلوایا گیا ہے۔ جبرائیل نے جواب دیا ہاں تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا خوش آمدید، خوش آمدید آپؐ کا آنا مبارک۔ کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

شعر
اوّل عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک ۔۔۔ سورہ محمدؐ سے قرآن کا ہے جیسے آغاز

اول ما خلق اللہ نوری (حدیث)

ترجمہ: سب سے پہلے میرا نور اللہ نے پیدا کیا۔

سورہ محمدؐ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ (سورہ محمد رکوع ۵ پ ۲۶)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے آئی واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتارے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔

منیر شکوہ آبادی منیر شکوہ آبادی اُردو کے بہت اچھے شاعر تھے خصوصاً قصائد میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ نے جہاں غزل اور قصیدہ کو اپنایا وہاں نعت بھی کہی اور واقعہ یہ ہے کہ خوب کہی۔

قرآن وحدیث کے اثرات پوری طرح ان کے نعتیہ کلام میں ملتے ہیں۔

؎ خدا نے حکم دیا قبل ان تموتوا کا — جہاں میں میکے مشتاق رہتے ہیں ابرار

حدیث شریف میں آتا ہے۔ موتوا قبل ان تموتوا

ترجمہ: مَرو مَرنے سے پہلے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ ترجمہ: اپنا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے۔

صفائے آئینہ لا الٰہ الا اللہ — جلائے سرمہ مازاغ واقف اسرار

حدیث شریف میں ہے

من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنّة

ترجمہ: جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (سُورہ النجم رکوع ۵ پ ۲۷)

بہکی نہیں نگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔

؎ اسیر طوطی خوش لہجہ دام آفت میں — مقام فاعتبروا ہے اے اولی الابصار

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فاعتبرُوا یَا اُولِی الابصار (سورہ الحشر رکوع ۴ پ ۲۸)

ترجمہ: اے آنکھوں والو عبرت پکڑو۔

؎ ہُوا اشارۂ حضرت سے چاند دو ٹکڑے — ہوائے کوچۂ شق القمر میں کی رفتار

ارشادِ خداوندی ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورہ القمر رکوع ۱ پ ۲۷)

ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔

مولانا حالیؔ حالیؔ اردو کے نہ صرف نقاد ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی ہیں۔ جدید شاعری کے بانیوں میں آپ کا نام شامل کیا جاتا ہے۔ مولانا وہ شاعر ہیں جو مسلمانوں سے خاص دلچسپی رکھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مسلمان پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ اس کو انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ پھیلایا۔ مولانا حالیؔ نے نعتیہ قصائد بھی لکھے اور مسدّس میں بھی نعتیہ اشعار لکھے جو فن اور خلوص کا آئینہ دار ہیں۔

؎ یا مُلکی الصفات ویا البشری القوی — فیکئ دلیل علی انک خیرالوری

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (سورہ الکہف رکوع ۳ پ ۱۶)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

یکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
ادا خاک بطحا نے کی وہ ودیعت چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا!

عن خالد بن معدان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دعوۃ ابراھیم ابی وبشریٰ عیسیٰ بن مریم ورأت امی حین حملت بی انہ خرج منھا نور اضاءت لہٗ بصریٰ من ارض الشام (کنزالعمال)

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں، میری والدہ نے دیکھا جس وقت میں ان کے بطن مبارک میں آیا کہ ان سے ایک نور نکلا جس سے بصریٰ جو ارض شام میں واقعہ ہے چمک اٹھا۔

بجھ گئے آتش کدے، بیٹھ گئے بتکدے ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَجَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹ پ ۱۵)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے سچ اور حق آگیا کذب و جھوٹ ختم ہو گیا۔ یقیناً کذب و جھوٹ ختم ہی ہو کر رہتا ہے۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ انبیاء رکوع ۷ پ ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

عن جابر عبد اللہ یقول ما سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیأ قط فقال لا (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں کیا۔

؎ یہ کہہ کر کیا علم پر ان کو شیدا ۔۔۔ کہ ہیں دور رحمت سے سب اہلِ دنیا

قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اِن الدُّنیا ملعونۃ وملعونٌ ما فیھا الا ذکر اللہ وما والاہ او عالم و متعلم

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار رہو کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں قابلِ نفرت ہیں بجز ذکرِ خدا کے اور جو اس سے ملتا جلتا ہو اور بجزُ عالم و متعلم کے۔

؎ غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی ۔۔۔ کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرائی ۔۔۔ نہ کرنی پڑے تم کو دریوزہ گدائی
طلب سے ہے دنیا کی گر یاں یہ نیت
تو چمکوگے واں ماہِ کامل کی صورت

حدیث شریف میں آتا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طلب الدنیا حلالا استعفافا عن المسئلۃ وسعیا علی اھلہ وتعطفا علی جارہ لقی اللہ تعالیٰ یوم القیٰمۃ ووجھہ مثل القمر لیلۃ البدر (مشکوٰۃ)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں کے لیے کوشش کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں خدا سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

؎ نبی کا نام ہو وردِ زباں رہے جب تک ۔۔۔ سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے

اللّٰھُمَّ ارزقنی حبک وحب من ینفعنی حبہ عندک (حصن حصین)

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت نصیب کر اور اس شخص کی جس کی محبت تیرے یہاں مجھے نفع دے۔

امجد حیدرآبادی

امجد حیدرآبادی مرحوم رباعیات کے شاعر ہیں۔ اس صنفِ سخن میں انہوں نے کمال پیدا کیا۔ رباعیات میں قرآنِ حکیم کے مضامین نظم کیے۔ گویا رباعیاتِ امجد قرآنِ کریم کی مختصر تفسیر ہے۔ اسی ذیل میں نعتیہ اشعار بھی کہے جو اکثر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔

؎ خون روتا ہوں ملبد آپ کو دیکھا نہیں ۔۔۔ جس گھڑی پیوستہ حضرتؐ کے حنا ہی میں تھا

عن ابن عمر قال لقد رایت رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملبدا (صحیح بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے سر کے بالوں پر لیپ کیا

ہوا تھا (یعنی خضاب)

ع جسم خوشبو دار سے حضرت کے ہر ہر فیضیاب — ملبس تھا مرط مرحل بھی ردائقی میں نہ تھا

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات غداۃ وعلیہ مرط مرحل (مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بروز صبح کو برآمد ہوئے آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے جس پر اونٹ کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

ع کہا یالیتنی کنت ترابا عرش اعظم نے — قدم جب سیدِ عالم کا بروئے زمین آیا

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

ویقول الکافر یٰلیتنی کنت ترابا (سورہ النزعت رکوع ۲ پ ۳۰)

ترجمہ: اور کافر کہیں گے کاش میں مٹی ہوتا۔

ع لاریب ذات ان کی سراج منیر — پُر نور جس کے عکس سے ہر دوسرا ہوا

یٰایّھا النبی انا ارسلنٰک شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا و داعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرا

(سورہ احزاب رکوع ۳ پ ۲۲)

ترجمہ: اے نبیؐ ہم نے آپ کو بھیجا بتلانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف اس کے حکم سے اور آپ چمکتا ہوا چراغ ہیں۔

ع پیروی سے جو سوادِ اعظم کی بہکا وہ کبھی — راہ پائے گا نہیں یوں ہی بھٹکتا جائے گا

عن ابن عمر رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار (صحیحین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو جو علیحدہ ہوگا وہ یقیناً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

ع گر کیا موسےٰؑ نے پانی سنگ سے جاری — میرے معینؐ نے ہر اُنگلی کو پنگھٹ کر دیا

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

واذ استسقیٰ موسیٰ لقومہ فقلنا اضرب بعصاک الحجر فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا

(سورہ البقرہ رکوع ۷ پ ۱)

ترجمہ: اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر سو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے

حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم باناء وھو بالزوراء فوضع یدہ فی الاناء فجعل الماء ینبع من بین اصابعہ فتوضا القوم قال قتادہ قلت لانس کم کنتم قال ثلثمائۃ او زھاء ثلثمائۃ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن اس وقت لایا گیا جب آپ مقام زورا میں تھے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا تو انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا دریا کی طرح، پس قوم نے وضو کیا قتادہ رضؓ نے حضرت انس رضؓ سے دریافت کیا۔ آپ کتنے حضرات تھے انہوں نے جواب دیا ہم تین سو تھے یا زیادہ تین سو سے۔

آپؐ کو مال و دولت سے جو رکھے گا افزوں ——— بے شک ایمان میں امجد وہی کامل ہو گا

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من نعمتہ ومالہ وولدہ ووالدہ والناس اجمعین (مشارق الانوار)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ میں مال و دولت اور باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اگر کبیرہ کا مرتکب ہو شفاعت اس کی آن پہ واجب ——— حبیب حق پر بس اُمتی نے درود بھیجا سلام بھیجا

عن انس رضؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال شفاعتی لاھل الکبائر من امتی (ترمذی، ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری اُمت کے ان لوگوں کے حق میں ہو گی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔

عن رویفع رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من صلی علی محمد وقال اللھم انزلہ المقعد المقرب عندک یوم القیمۃ وجبت لہ شفاعتی (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت رویفع رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر درود بھیجا اور کہا اے اللہ قیامت کے روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریب تر جگہ عنایت فرما تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گی۔

ہے شرف آپؐ کا افزوں خلیل اللہ پر ——— وہ خدا کے ہیں خلیل اور محمدؐ ہیں حبیب

عن عمرو بن قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القیامۃ وانی قائل قولاً غیر فخر ابراھیم خلیل اللہ وموسیٰ کلیم اللہ وانا حبیب اللہ (الدارمی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن قیس رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم پیچھے آنے والوں میں سے ہیں اور ہم قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے اور میں ایک بات کہتا ہوں بغیر فخر کے ابراہیمؑ اللہ کے خلیل ہیں، موسیٰ اللہ کے کلیم ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں۔

مولانا احمد رضا خاں

مولانا احمد رضا خاں بڑے عالم تھے۔ نعتیہ شاعری کو اپنا شعار بنایا بے شمار کتابوں کے مصنف حدائق بخشش ان کا مشہور نعتیہ مجموعہ ہے۔ نعتیہ اشعار میں قرآن و حدیث کا عکس بہت

نمایاں ہے چند شعر بطورِ نمونہ درج ذیل ہیں۔

؎ حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ (سورہ یوسف رکوع ۴، پ ۱۲)

ترجمہ: پھر جب دیکھا اس کو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ۔

(سورہ توبہ رکوع ۳، پ ۱۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے خرید لیا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض وہ اللہ کے راستہ میں کفار کو قتل کرتے ہیں اور خود راہِ خدا میں شہید ہوتے ہیں۔

؎ اَنْتَ فِيْهِمْ نے عدو کو بھی لیا دامن میں عیشِ جاوید مبارک تجھے شیدائیِ دوست

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (سورہ انفال رکوع ۴، پ ۹)

ترجمہ آپ کے ہوتے ہوئے خدا ان پر ہرگز عذاب نہیں کریں گے اور اللہ ان پر عذاب نہیں کریں گے جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔

؎ من زار تربتی وجبت له شفاعتی ان پر درود جن سے نوید ان بشر کی ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت له شفاعتی (صحیح بخاری)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کی زیارت کرے اس پر میری شفاعت واجب ہے۔

؎ مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

(سورہ النساء رکوع ۹، پ ۵)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جس وقت ظلم کرتے تھے اپنی جانوں پر اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی اُن کے لیے اللہ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا پاتے۔

؎ مومن ہوں مومنوں پہ رؤف رحیم ہو سائل ہوں سائلوں کو خوشی لاتنہر کی ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

(سورہ توبہ ع ۵، پ ۱۱)

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر آئے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی باتیں نہایت گراں گزرتی ہیں جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں اور ایمان والوں کے ساتھ نہایت شفیق و مہربان ہیں

بیدم وارثی بیدم وارثی اگرچہ غزل گو شعراء کی طرح شہرت یافتہ نہیں ہیں لیکن نعت میں آپ بہت زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے صرف نعت میں ہی طبع آزمائی کی ہے اور جس خلوص، محبت اور سرشاری سے کہی ہیں، وہ صاف ظاہر ہے چند شعر دیکھیے:

؎ تزئین شبِ اسریٰ دیکھی تو ملک بولے کہ آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے

حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن انس بن مالک ان النبی اللہ حدثھم عن لیلۃ اسری بہ قال فانطلق بی جبرئیل حتیٰ اتی السماء الدنیا فاستفتح قیل من ھذا قال جبرائیل قیل و من معک قال محمد قیل و قد ارسل الیہ قال نعم قیل مرحبًا بہ فنعم المجی جاء (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا کہ حضرت جبرائیل مجھے دنیا کے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھولنے کو کہا تو دربان نے پوچھا کون ہے جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں دربان نے کہا اور کون ہے آپ کے ہمراہ جواب دیا محمدؐ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلایا گیا ہے حضرت جبرائیل نے جواب دیا ہاں، تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا آپؐ کا آنا مبارک کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

؎ ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے چلے دنیا سے ہم شیدائے ختم المرسلین ہو کر

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین (صحیحین)

ترجمہ: انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

مولانا ظفر علی خاں مولانا ظفر علی خاں معروف صحافی اور شاعر تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کا بے انتہا درد رکھتے تھے۔ نعتیہ شاعری کو اپنا شعار بنایا اور جگہ جگہ قرآن و حدیث سے کام لیا۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو آپ کے ایک ایک شعر سے قرآن و حدیث کے مضمون کو نکالا جا سکتا ہے۔ مولانا کے نعتیہ مجموعوں میں خیالستان، چمنستان اور نگارستان بہت مشہور ہیں چند شعر دیکھئے۔

؎ گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

حدیث میں آتا ہے لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات کو تخلیق نہ کیا جاتا۔

؎ جھُوم کے پی رہا ہوں مئے جام متم نورہ　　گھوم رہا ہے جام میں نشۂ بادۂ حجاز

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ　　(سورہ الصف رکوع ۹ پ۲۸)

ترجمہ: اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔

؎ دعوت داع ہو گئی اور گرد اِذا دعان　　یا کہ ہے خواب ناز میں چشم سیاہ نیم باز

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّھُمْ یَرْشُدُوْنَ۔　　(سورہ البقرہ ع ۷ پ۲)

ترجمہ: اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب وہ مجھ سے دعا مانگے تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں۔

؎ دکھا رہی ہے دعائے خلیل اپنا اثر　　ہیں جلوہ ریز نوید مسیح کے انوار

عن خالد بن معدان رضہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دعوۃ ابی ابراھیم وبشری عیسیٰ بن مریم۔　　(کنز العمال)

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

مصطفےٰ کو جب ملا پیغام اَکْمَلْتُ لَکُمْ　　گل ہمیشہ کے لیے شمع نبوت ہو گئی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ المائدہ رکوع ۵ پ۶)

ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام کو۔

لقب امۃ وسطاً دیا جنھیں ترے فضل نے اے خدا　　پس و پیش و راس و چپ آج کیوں ہی سختیوں میں ہیں مبتلا

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا

(سورہ البقر رکوع ۱ پ۲)

ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہی دینے والا۔

؎ بحکم اعدوالھم استطعتم　　بڑھے جس قدر اپنی طاقت بڑھاؤ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ　　(سورہ انفال رکوع ۸ پ۱۰)

ترجمہ: اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔

ع بحکم اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه — جگہ بہشت میں نکلی میرے مکان کے لیے

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (عن معاذ بن جبل مشکوٰۃ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوا۔

ع عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت — وہ آیا لیکن آیا رحمۃ للعالمین ہو کر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (سورہ الانبیاء رکوع ۷ پ ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اُردو کی نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات اس قدر گہرے ہیں کہ تقریباً ہر شاعر کے یہاں اس کی مثالیں کثرت سے ملیں گی۔ ہم نے مختلف شعراء کا کلام اور قرآن و حدیث کے اصل متن کو پیش کر کے اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محض مبالغہ، تخیل اور شوکت لفظی سے ہی کام نہیں لیا گیا بلکہ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے متعلق ان حقائق کو پیش نظر رکھا گیا جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ طوالت کے خوف سے بہت سے معروف شاعر رہ گئے اور جن شعراء کا ہم نے یہاں کلام پیش کیا وہ بھی دو چار اشعار سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر ہر شاعر کے کلام کا فرداً فرداً اس حیثیت سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً بہت ہی مفید کام سامنے آئے گا۔

اردو کے نعتیہ گل دستے

ڈاکٹر فضلِ حق خورشید

اُردو شاعری کے گل دستے انیسویں صدی کے نصف آخر سے جاری ہوئے اور بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی تک نکلتے رہے۔ پون صدی کے اس عرصے میں بہت سے گل دستے جاری ہوئے، امداد صابری صاحب کی "تاریخ صحافت اُردو" میں ۱۸۹۹ء تک ۹۷ گل دستوں کے نام محفوظ ہیں بہت سے گل دستے ایسے بھی ہوں گے جن کے نام اس اہم تصنیف میں محفوظ ہونے سے رہ گئے ہوں گے۔ اس مضمون میں جن تین گل دستوں کا تعارف کرایا جا رہا ہے اُن میں سے دو یعنی "منشورِ شفاعت" (بمبئی) اور "سفینۂ نجات دہلی" کا ذکر بھی "تاریخ صحافت اُردو" میں نہیں ملتا۔

اہمیت

گل دستے، تذکروں ہی کی ایک شکل ہیں۔ اِن میں ادبی تنقید اور سوانحی پہلو تذکروں کی حد تک نہیں ہوتا۔ مرتب گلدستہ یا انتخاب کمیٹی، کسی ایک طرح پر آنے والے اشعار میں سے انتخاب کرتا ہے جو شاعر اُس کے استاد اور مقام رہائش کے حوالہ سے شائع ہوتا ہے۔ چوں کہ طرحی کلام ہوتا ہے اس لئے مختلف شاعروں کی صلاحیتوں کی کسوٹی بھی ہے۔ گل دستوں میں شائع ہونے والے اشتہارات سے بعض دوسرے گل دستوں، دواوین اور تصانیف کا سراغ بھی مل جاتا ہے بعض گل دستوں میں خطوط، مسئلے مسائل، مضامین اور خبروں کا انتخاب بھی ملتا ہے، جو اپنے وقت کی نثر کے طور پر خاصے کی چیز ہیں۔ ہر گل دستے میں آئندہ کے لئے ایک سے زیادہ طرحیں بھی ملتی ہیں۔ ان سب کے علاوہ اِن کی سب سے بڑی خوبی اور اہمیت یہ ہے کہ ان میں دوسرے اور تیسرے بلکہ ہر درجے کے شاعر کا کلام محفوظ ہے، اسی لیے ہزاروں شاعر اور اُن کا کلام ان پارینہ اوراق میں دستیاب ہے۔

نعتیہ گل دستے

شاعری کے عام گل دستوں کے ساتھ نعتیہ گل دستے بھی جاری ہوئے۔ صابری صاحب کی "تاریخ صحافت اُردو" میں ان چھے کے نام محفوظ ہیں:

۱۔ گلزار خلد (قنوج) مارچ ۱۸۸۵ء سے جاری ہوا۔

۲۔ نسیم جنت (آگرہ) یکم جنوری ۱۸۸۶ء سے جاری ہوا۔

۳۔ گلدستۂ نعت (رائے پور) یکم جولائی ۱۸۸۶ء کو اجرا ہوا۔

۴۔ ریاض نبوی یا فریاد زخمی (شیوراج پور ضلع کانپور) یکم جنوری ۱۸۸۷ء سے جاری ہوا۔

۵۔ ریاض المصطفےٰ (کانپور) تہذیبِ سخن کا ضمیمہ، نومبر ۱۸۸۷ء سے جاری ہوا۔

۶۔ گل دستہ مدّاح النبی (جھجھر ضلع رہتک) ۱۸۹۵ء میں جاری ہوا۔

ذاتی کتب خانۂ حاجی یعقوب خاں خویشگی خورجوی[1] (نواب شاہ، سندھ) میں دو نئے گل دستے دستیاب ہوئے ہیں۔

۷۔ منشور شفاعت بمبئی۔

۸۔ سفینۂ نجات دہلی۔

"منشور شفاعت" کے شعبان ۱۳۰۶ھ کے شمارے میں دو نعتیہ گل دستوں کا اشتہار شائع ہوا ہے۔

۹۔ گلدستہ خوانِ خلیل (مرادآباد)

۱۰۔ وسیلۂ نجات (بمبئی)

یقیناً ان دس کے علاوہ بھی نعتیہ گل دستے ہوں گے جن کی نشاندہی اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والے بہتر طور پر کر سکیں گے۔ راقم کے سامنے کتب خانۂ خویشگی کے تین نعتیہ گل دستے ہیں جن کا مختصر تعارف یہ ہے ۔

منشورِ شفاعت محرم ۱۳۰۶ھ سے یہ گل دستہ جاری ہوا۔ پہلے شمارے کے سرورق پر پھول دار حاشیہ میں درود پاک کے نیچے "بحسبِ ارشاد ہدایت بنیاد مؤلف تحفۂ خیر و فروغِ ابدی حضرت استادی مخدومی مکرمی سید فقیر محمد فدا بخاری چشتی مالک گل دستہ" طبع ہے اس کے بعد گول دائروں میں "شمارہ اول" "جلد اول" چھپا ہے درمیان میں جلی قلم سے "منشورِ شفاعت" لکھا ہے، جس کے اوپر نیچے فارسی رباعی ہے :

پیش از ہمہ شاہاں غیور آمدۂ ہر حیلہ کہ آخر بظہور آمدۂ
اے فخر رسل قرب تو معلوم شد دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

آخر میں "بحسن سعی و اہتمام حاجی محمد صدیق اخلاص بن حاجی ہاشم، شہر بمبئی بندر زکریا بازار سے صحبت و خوبی تربیت ہو کر مطبع دت پرساد میں حلیہ طبع سے آراستہ ہوا" چھپا ہے۔ چھٹے شمارے کے سرورق کا نمونہ ذرا بدل گیا ہے۔ چوطرفی حاشیہ میں شرائط و ضوابط گل دستہ اور درمیان میں ایک اردو شعر کا اضافہ ہو گیا ہے۔

وردِ زبان جناب محمد کا نام ہے قابل درود پڑھنے کے اپنا کلام ہے

آٹھویں شمارے کا سرورق بھی بدلا گیا ہے عبارت میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

یہ گل دستہ ہر قمری ماہ کو شائع ہوتا تھا۔ طرحی کلام بعد انتخاب شائع کیا جاتا تھا۔ غیر طرحی کلام شائع کرانے کی اُجرت فی شعر ار وصول کی جاتی تھی۔ سالانہ چندہ عام سے ۳ر اور نمونے کا پرچا ۲ر کا تھا۔ اشتہار ایک آدھ بار شائع کرانے کی اجرت ۲ر فی سطر لی جاتی تھی۔ جلد اوّل کے پانچ مختلف شمارے موجود ہیں[2]

---

[1] حاجی محمد یعقوب خاں صاحب علم دوست بزرگ ہیں، علم کے طالبوں کو ہر ممکن سہولت بہم پہنچاتے ہیں۔ اپنے بیش قیمت کتب خانہ کو اپنے باغ میں منتقل کر دیا ہے تاکہ شور و شغب سے دور رہ کر مطالعہ جاری رکھا جا سکے۔ کتب خانہ میں ہر موضوع کی بیشتر کتابیں ہیں مگر داستانیں، تذکرے اور شعری مجموعے حاجی صاحب کو خصوصاً پسند ہیں۔

[2] منشور شفاعت کی جلد اول، دوم، سوم، پنجم، ششم، ہفتم اور نہم کے سولہ مختلف شمارے پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۱ء سے اپریل ۱۹۰۶ء تک کے ۲۲ مختلف شمارے سامنے ہیں جلد چہارم (جون ۱۹۰۱ء) کے سرورق پر پانچ مستطیل اور چار مربع بنے ہوئے ہیں مستطیل میں بالترتیب نقشہ مکہ معظمہ، نقشہ مدینہ منورہ مع روضہ پاک، سفینۂ نجات دہلی، نقشہ نجف اشرف اور نقشہ کربلائے معلی ہیں۔ ہر مربع میں پھولوں کے حاشیہ میں قطعہ کا ایک مصرع طبع ہوا ہے قطعہ یہ ہے۔

بلغ العلےٰ بکمالہٖ کشف الدجےٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ وآلہٖ

چوطرفی پھولدار حاشیہ کے بعد "مطبوعہ مطبع احمدی دہلی" طبع ہے۔

بقیہ دو، سرورق میں نقشے ختم کرکے پھولوں کے حاشیے میں مذکورہ رباعی، نام گلدستہ اور مطبع ہے۔ جلد نمبر شمارہ نمبر اور مرتب "احقر محمد عبدالحکیم خاں حاذق، مالک مطبع حقانی و تاجر کتب دہلی، دریبہ کلاں" کی صراحت ہے۔

یہ گل دستہ ہر ماہ شمسی کے اول عشرے میں شائع ہوتا تھا۔ سالانہ قیمت پہلے ایک روپیہ اور جون ۱۹۰۱ء سے سوا روپیہ ہوگئی۔ نمونہ کا پرچہ ½ ۱ آنہ میں دیا جاتا تھا۔ محرم ۱۳۱۹ھ سے حاجی محمد رضوان کی غزل پر کہے جانے والے مخمسات کے چار ورق بھی بطور ضمیمہ شائع کئے جانے لگے جس کے بعد گلدستے کی سالانہ قیمت عہ ہوگئی۔ (مخمسات کی سالانہ جلد ۸ ر میں دی جاتی تھی)۔ خریدار و غیر خریدار سب کا کلام بعد انتخاب درج ہوتا تھا۔ گنجائش ہونے کی صورت میں غیر طرحی کلام بھی شائع ہوتا تھا۔ اس گل دستہ نے خریداران کے لیے رعائیتوں کا اعلان بھی کیا تھا کہ "یکم جنوری ۱۹۰۱ء سے پانچ خریداران بہم پہنچانے والے یا پانچ سال تک خریدار رہنے والے اصحاب کو ایک سال گلدستہ مفت دیا جائے گا۔ دس خریدار بہم پہنچانے والے اصحاب کو ایک ٹائم پیس مفت دیا جائے گا"[۲] اس گلدستہ کے ابتدائی ایک آدھ ورق پر پند و نصائح اور انتخاب اخبار ہوتے ہیں۔

گلزار خلد[۳] اس گل دستے کے جون ۱۸۸۸ء مطابق شعبان ۱۳۰۵ھ سے اکتوبر ۱۹۰۵ء تک کے صرف سات مختلف شمارے سامنے ہیں۔ جون ۱۸۸۸ء کے سرورق پر آدھے حصے میں روضہ پاک کے گنبد و مینار بنے ہوئے ہیں۔ دو دائروں میں بڑے میں اوپر کلمہ طیبہ اور نیچے درود پاک تحریر ہے درمیانی دائرے میں "گلزار خلد" طبع ہے۔ سرورق کے بقیہ آدھے حصے کے چوطرف پھولدار حاشیہ ہے جس میں پہلے شعر ؎

اچھا نہ ہو یارب کبھی بیمار محمد
کم ہو نہ کبھی خواہش دیدار محمد

چھپا ہے پھر معلومات و شرائط گلدستہ چھپی ہیں کہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۸ یا ۲۹ کو چھپتا ہے قیمت سالانہ عام سے عہ، نمونے کا پرچہ ۲ ر پیشگی آنے پر۔

---

[۱] سفینۂ نجات دہلی شمارہ اکتوبر ۱۹۰۳ء دسمبر ۱۹۰۳ء۔

[۲] مطبوعہ شمارہ دسمبر ۱۹۰۱ء، مارچ ۱۹۰۲ء، جون ۱۹۰۴ء

[۳] ذاتی کتب خانہ حاجی محمد یعقوب خاں خویشگی خورجوی، مقیم نواب شاہ سندھ، میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں بھی گلزار خلد کا ایک شمارہ (بابت نومبر ۱۸۹۱ء) موجود ہے۔

یہ گلدستہ بھگو خاں رحیم مرتب و مہتمم اپنے مطبع رحیمی واقع قنوج ضلع فرخ آباد سے شائع کرتے تھے۔ اس میں غزلیات نعتیہ، پند و نصائح اور مسئلہ مسائل درج کئے جاتے تھے۔ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء کے شمارے کا سرورق بدل دیا گیا ہے شعر بھی یہ درج ہے:

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی　　خدا سے پوچھ لو شانِ محمدؐ

اس شمارے سے پتا چلتا ہے کہ انگریزی ۸ و ۲۲ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ سالانہ قیمت عام سے عہ/ اور نمونے کے پرچے کی قیمت ۳/ ہو گئی ہے۔ نومبر ۱۹۰۴ء کے شمارے سے پتا چلتا ہے کہ جنوری ۱۹۰۴ء سے سالانہ قیمت عہ کے بجائے ۱۲/ کی جا چکی ہے۔

گلدستہ منشور شفاعت، سفینۂ نجات دہلی اور گلزار خلد کے کل ۳۳ شماروں میں طرحی کلام کے علاوہ دلچسپی کی جو چیزیں ہیں اُن کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

اشتہارات ان گلدستوں کی قدر و قیمت ان میں شائع ہونے والے اشتہارات سے بڑھ جاتی ہے۔ ان اشتہارات کو درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ مصنوعات مثلاً نہایت مضبوط و لائتی گھڑیال، طلسمی رومال یا انگوٹھی، عطریات اور دیگر اشیائے ضرورت کے اشتہارات (جن سے اس مضمون میں بحث نہیں ہے)

۲۔ معاصر گلدستوں اور اخبارات کے اشتہارات۔

۳۔ نعتیہ و غیر نعتیہ کلام کے مجموعوں، افسانوی ادب کی کتابوں اور دینی تصانیف کے اشتہارات۔

گلدستوں اور اخبار و جرائد کے اشتہارات:-

۱۔ گلدستہ خوان خلیل (نعتیہ)، مراد آباد:- زیرِ اہتمام حسان الہند رضوان مراد آبادی، ماہانہ، قمری ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ ۴۴ صفحات، قیمتِ عام سے ۲/ (منشور شفاعت شعبان ۱۳۰۶ھ)

۲۔ وسیلۂ نجات (بمبئی کوبیٹ گلی) بذیرِ اہتمام منشی محمد ناصر حسین افقر و محمد عبدالعزیز ذائق، قمری ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ قیمت عام سے عہ، نمونے کا پرچا ۲/ (منشور شفاعت شعبان ۱۳۰۶ھ)

۳۔ جریدہ روزگار:- زیرِ اہتمام سید مرتضیٰ شاہ قادری مدرس، ہر شنبہ کو شائع ہوتا ہے۔ پیشانی پر ہمیشہ ایک خمسہ نعتیہ تضمین غزل قدسی کا طبع ہوتا ہے۔ مضامین رفاہِ عام و بہبودی اسلام اور خبریں چیدہ اور کوائف حیدر آباد تحریر ہوتی ہیں۔ (منشور شفاعت شوال ۱۳۰۶ھ)

۴۔ انجمن حمایت الاسلام رسالہ[1]

۵۔ چلتا پرزہ یا شاہ جہاں پنچ بطور ضمیمہ خیر خواہ عالم۔ دہلی[2]

۶۔ خیر خواہ عالم دہلی ۱۸۸۰ء سے جاری ہے[3]

۷۔ اخبار منشور محمدی بنگلور، محرم ۱۳۰۵ھ سے پھر جاری ہوا ہے۔ مہتمم محمد شریف مالک مطبع بحر الاسلام بنگلور[4]

---

[1] [2] [3] [4] منشور شفاعت رمضان ۱۳۰۶ھ۔

۸۔ قنوج پنچ ۔ قنوج ، پندرہ روزہ سالانہ چندہ عگ (گلزار خلد جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ)

تصانیف کے اشتہارات

دوسرے گلدستوں کی نسبت سفینۂ نجات دہلی میں تصانیف کے اشتہارات کثرت سے ہیں۔ جون ۱۹۰۱ء اور بعد کے شماروں میں اشتہارات کے لئے آخری دو صفحات مخصوص ملتے ہیں ۔ عموماً یہ سب تصانیف مرتبِ گل دستہ محمد عبدالحکیم حاذق کی اپنی دکان پر دستیاب ہوتی تھیں کیوں کہ وہ تاجر کتب بھی تھے ۔ اہم تصانیف اور اُن کے بارے میں مطبوعہ معلومات مختلف گلدستوں کی مدد سے نقل ہیں ۔

" دیوانِ شیفتہ " اُردو ، ۴ مطبع رضوی و اخبار خیر خواہ عالم دہلی کے مہتمم سے طلب کریں[۱]۔ " دیوانِ سائل " نعتیہ ۲ ، ۔ تحفۂ خیر نعتیہ از فدا ۵ ، فروغ ابدی نعتیہ از فدا ۲ ، [۲] مطبوعات مطبع اسلامی دہلی کے ضمن میں " قصائد معجز نظام " ، " مولود حرز ایمان " ، " بزم میلاد کلاں " ، " عقائد فخریہ معروف بہ نظام العقائد " از فخر الدین نظامی[۳] ۔

' مجموعہ تصوف ' (پانچ رسالے ، رسالہ رفیق الطلاب ، رسالہ الہامات ' رسالہ ہدایتہ المشیخہ ، رسالہ توحید اور رسالہ طلب) از خواجہ محمد چشتی مترجم مولانا سید حمزہ صاحب شیدا دہلوی اور ناول " اعجاز اسلام یا عمود ماریہ " کے نام دیئے ہوئے ہیں[۳] ۔

' سفینۂ نجات ' دہلی دسمبر ۱۹۰۱ء اور مارچ ۱۹۰۲ء کے شماروں میں درج ذیل کتب اہم ہیں ۔ کلام دلدار علی مذاق بدایونی ، کلیات ہوش (نواب نیاز احمد خاں ہوش)

مولد محبوب خدا ۔ منہاج السالکین ترجمہ اردو جوگ بششٹ ، کنز المکنون ترجمہ سرور المحزون از مولانا شاہ ولی اللہ[۴] تذکرہ صابریہ از منشی حافظ اللہ صاحب ۔

سفرنامہ روم و شام وغیرہ از شبلی نعمانی ۔ مخزن الحسنات (تعلیم نسواں میں ناول) ۔ منصور و موہنا ، ملک العزیز ورجینا از شرر ، دلکش ہر دو حصہ از شرر[۵] اکتوبر ۱۹۰۳ء جون ۱۹۰۴ء اور اپریل ۱۹۰۶ء کے شماروں میں نہایت تفصیلی فہرست شائع ہوئی ہے جس میں کتاب کی قیمت اور ممکنہ رعایت کی صراحت بھی دی ہے ۔

مذہبی منظومات میں نعتیہ دیوانِ فضلِ حق ۳ . ، ۔ دیوان ہدایت نعتیہ ۲ ، ۔ دیوان اکبر نعتیہ اوّل ۴ ، دوم ۴ ، ۔ دیوانِ معظم نعتیہ ۱ ، ۔ دیوانِ ممتاز نعتیہ ۶ ، [۶] ۔ چمن مناقب نعتیہ ۴ ، ۔ نعت ہی نعت دو حصے ہر حصہ ۴ ، ۔ چنستان نعت حصہ اوّل ۲ ، [۷] ۔ محامد خاتم النبیین امیر ۴ . ، ۔ توشۂ آخرت نعتیہ ۸ ، ۔ دیوان تمنا نعتیہ ۲ ، ۔ گلبن نعت ۱ ، ۔ یادگار نعت ۱ ، ۔ مرقع نعت . ، ۔ آئینہ نعت ۱ ، ۔ جلوہ نعت ۱ ، [۸] ۔ مجموعہ مناجات اوّل ۱ ، ۔ ہری خلعت ا ، خوب تریاق ا ، از رضوان مراد آبادی ۔ مجموعہ قوالی اول ۲ ، دوم ۱ ، ۔ بزم میلاد کلاں ۳ ، ۔ سعادت الکونین ۴ ، [۸] ۔

۱۔ منشور شفاعت ، رمضان ۱۳۰۶ھ ۔
۲۔ منشور شفاعت شعبان ۱۳۰۶ھ ۔
۳۔ سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۱ء
۴۔ سفینۂ نجات دہلی مارچ ۱۹۰۲ء
۵۔ سفینۂ نجات دہلی ، اکتوبر ۱۹۰۳ء
۶۔ سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۴ء
۷۔ سفینۂ نجات دہلی ، اپریل ۱۹۰۶ء
۸۔ سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۴ء

تذکرۃ الشہادتین ۲ر[1]۔ مولود لطیف ۴ر۔ محفل گیارہویں ۴ر[2]۔

دواوین میں: دیوانِ شاد ۲ر۔ دیوان ناچیز ۳ر۔ ماہ کامل ۳ر۔ دیوان پنجم شور ۱۰ر۔ دیوان عزیز ۱۰ر (نواب عبدالعزیز خاں بریلوی)۔ دیوان مہر ۸ر۔ دیوانِ غریب سہارن پوری ۸ر[3]۔ دیوان محفوظ ۴ر۔ دیوان مضطر ۸ر[4]۔ دیوانِ امیر مینائی ۱۱ر۔ فریاد داغ ۴ر۔ گلزار داغ ۱۴ر[5] وغیرہ۔

ناولوں میں: مالن کی بیٹی ۸ر۔ یوسف و دل آرا (رام پور کا سچا واقعہ) ۱۲ر۔ چالاک عورت ۱۲ر۔ سپاہی کی دلہن ۴ر۔ ہیرے کی کنی ۸ر۔ ذات شریف ۱۲ر۔ بہشت بریں ۱۲ر۔ موہنی مورت ۴ر۔ وفائے دلبر ۴ر۔ کرشمہ الفت ۸ر۔ عزیز مصر ۱۲ر۔ نیرنگ دنیا یا گمشدہ لڑکی ۱۰ر۔ ایران کی شہزادی ۸ر۔ لال کپتان ۸ر۔ غرور حسن ۸ر۔ بغلی گھونسا ۸ر۔ جوانہ مرگ ۶ر۔ محبوبہ لندن ۶ر۔ شہر آشوب لندن کامل ۶ر۔ وفادار عورت ۶ر۔ حسین گنہ گار ۸ر۔ بائیسکل کا شوقین ۸ر۔ روٹھی جوانی ۱۰ر۔ خون ناحق یا خودکشی ۸ر۔ انجام محبت ۱۲ر۔ حمید و ریحانہ ۸ر۔ مسٹری کابل ۱۰ر۔ سعید ۶ر۔ بدر النساء کی مصیبت ۱۲ر۔ صغیر و اختر ۸ر۔ کنور جی لیلی ۴ر۔ محمود و شکیلہ ۶ر۔ جلسانہ (۴ر) ۱۲ر کو۔ خلورا فلورنڈا از شرر (۸ر) ۴ر کو۔ درگیش نندنی یعنی ایک زمیندار کی لڑکی ۱۰ر کو۔ نشتر ۸ر کو۔ روز المبرٹ کال رینالڈ کے ناول کا ترجمہ (۸ر) ۸ر کو۔ منظر اور راما بائی از عاشق حسین لکھنوی (۱۲ر) ۸ر کو۔ انقلاب، نیم تاریخی (۸ر) ۱۱ر کو۔ حمید و امینہ (۸ر) ۸ر کو۔ بیر مغاں (۱۲ر) ۶ر کو۔ ہیری (۴ر) ۱۲ر کو۔ سلیم و چندر کلا (۱۴ر) ۸ر کو۔ پری پیکر (۱۲ر) ۸ر کو[6] وغیرہ

دیگر کتب میں، کال کوٹھری اور جنگ پلاسی (ہندوستان میں انگریزی سلطنت کے آغاز کا حال ۳ر۔ سوانح عمری زیب النساء ۴ر۔ سوانح عمری امیر تیمور و حمیدہ بانو بیگم ۴ر[7]۔ تحفۂ سبحانی ترجمہ اردو فتح الربانی والفیض الرحمانی ملفوظات حضرت غوث الصمدانی ۲ر[8]۔ سوانح عمری کلاں (حضرت معین الدین چشتیؒ) ۴ر[9]۔ فوائد الفواد (ملفوظات حضرت نظام الدین اولیاؒ) فارسی ۸ر اُردو ۸ر۔ مباحثہ عالمگیری (شیخ ابراہیم مہدی اور قاضی ابوسعید کے مابین) ۴ر۔ عطیہ شکریہ (ہدیہ مہدویہ کا جواب) ۳ر۔ کتاب مرقوم (شرح مثنوی مولانا روم دفتر اوّل) دو جلد ۸ر۔ مناہج النبوۃ (اردو ترجمہ مدارج النبوۃ) ۱۴ر۔ رفاہ المسلمین (اردو ترجمہ مسائل اربعین ۳ر۔ کرامات عزیزی (ہر سہ حصہ ۴ر۔ خیر الکلام (فی احوال العرب و الاسلام) ۸ر۔ تفریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء للعہ ۱۲ر۔ سوانح عمری حکیم بو علی سینا ۸ر۔ سوانح عمری علی حزیں ۶ر۔ سوانح عمری مولانا غلام محمد خاں چشتی ۴ر۔ سراج المجالس (ترجمہ اردو خیر المجالس ملفوظات حضرت شیخ نصیر چراغ دہلی) ۴ر۔ پیراہن یوسفی ۸ر۔ حیات ولی (شاہ ولی اللہؒ) ۶ر۔ آداب المریدین ۸ر۔ قندیل عرش (در بیان معراج) ار۔ سراج السالکین (اُردو ترجمہ منہاج العابدین از امام غزالیؒ ۸ر[10]۔ اہم ہیں۔

---

[1] سفینۂ نجات دہلی ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۳ء

[2] سفینۂ نجات دہلی ۱۰ر اپریل ۱۹۰۶ء۔

[3] ایضاً " "

[4] سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۴ء۔

[5] سفینۂ نجات دہلی ۱۱ر اپریل ۱۹۰۶ء

[6] سفینۂ نجات دہلی ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۳ء

[7] سفینۂ نجات دہلی دسمبر ۱۹۰۴ء

[8] سفینۂ نجات دہلی دسمبر ۱۹۰۵ء

[9] سفینۂ نجات دہلی ۱۰ر اپریل ۱۹۰۶ء

نثری نمونے بنیادی طور پر گلدستے منظومات ہی کے لئے وقف ہوتے تھے۔ اس کے باوجود بعض گلدستوں میں چند صفحات نثر سے متعلق بھی ملتے ہیں۔ مثلاً منشور شفاعت کے پہلے شمارے (محرم ۱۳۰۶ھ) میں مالک گل دستہ فقیر محمد فدا نے رسالہ کے اجرا پر باری تعالیٰ کا اور منصب ادارت سنبھالنے پر حاجی محمد صدیق اخلاص کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اسی شمارے کے آخری صفحات پر منشی محمد یعقوب صادر کلرک جنرل پوسٹ آفس بمبئی کی تقریظ شائع ہوئی ہے۔

ابتداء "سپاس بیحد اُس آفرینندہ سخن کی درگاہ میں جس نے خلقت انسان میں فرقہ شعرا کو ایک خاص نطق زبان سے بہرہ مند کیا....."

وسط "..... حاصل مدعا یہ ہے کہ ویسی خوبی کے شاعر فضل خدا سے اب بھی بہت سے موجود ہیں کہ جن کے دل و دماغ میں سوائے نعت اور کوئی خیال مفقود۔ خصوصاً ایک میرے کرم فرما محب باصفا جناب معلی القاب فضیلت مآب افسر شعرا سید فقیر محمد صاحب فدا جن کی طبع ذکا، فہم رسا چشم عطا کا شیدا ایک عالم ہے ....."

آخر "..... نعتیہ گل دستہ تو کیا کسی اور قسم کا بھی گلدستہ بمبئی والوں میں سے آج تک کسی نے نکالا نہیں[1] یہ حصہ پایا نہیں۔ اگر آپ کو اس کام کا موجد کہا جائے تو بجا ہے اور جو کچھ تعریف کریں روا۔"

اسی گلدستہ کے جمادی الآخر کے شمارے میں عبدالرحیم احمد صاحب کا طویل خط شائع ہوا ہے جس میں مدینہ منورہ یا طیبہ کی بجائے یثرب کے استعمال کو احادیث کی روشنی میں غلط قرار دیا ہے کیوں کہ یثرب زمانۂ جاہلیت کا نام ہے۔

گلزارِ خُلد میں "اشاعت الاسلام" کا مستقل باب قائم تھا جس کے تحت ابتدائی چند صفحات پر دینی باتیں ہوتی تھیں۔ مثلاً شعبان ۱۳۰۵ھ کے شمارے میں مولانا مجیب احمد حیدرآباد دکن کے دو دو صفحاتی مضامین (وقت کی قدر و قیمت۔ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے) شائع ہوئے ہیں۔ جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ کے شمارے میں "لیلۃ القدر" از محمد عبدالجلیل شیفتہ (دو صفحات)، "جھوٹ بولنے کی برائیاں" از مولوی معزالدین تفسیر پورنیوی (دو صفحے) اور "فضائل الجمعہ" از مولوی شفیع محمد مہدی داآصف (چار صفحات) نامی مضامین ملتے ہیں۔ نومبر ۱۹۰۴ء کے شمارے میں "وصیت نامہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کے زیرِ عنوان وہ مشہور زمانہ وصیت نامہ شائع کیا ہے جسے پڑھنے والے پر لازم ہے کہ وہ ایک مقررہ تعداد میں چھپا کر تقسیم کرے۔ (آج کل بھی دستیاب ہے) یہ وصیت نامہ شیخ عبداللہ خادم روضہ مبارک نے چھپوایا تھا ساتھ ہی ساتھ ابوصالح خادم روضہ پاک کی مدینہ منورہ سے ارسال کردہ چٹھی کی نقل بھی شائع ہوئی ہے کہ یہ وصیت نامہ سچا ہے۔ وصیت نامہ کے شروع میں مدیر گلدستہ نے نوٹ لگایا ہے کہ یہ وصیت نامہ مصنوعی ہے جس سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کیوں کہ حافظ محمد ظہور اللہ ساکنہ ٹونک نے پورے طور پر تردید کی ہے۔ صفحہ ۷ سے ۱۲ تک حافظ محمد ظہور اللہ صاحب کا اصل مضمون شائع ہوا ہے جس میں حافظ صاحب نے اس وصیت نامہ کو قرآن و حدیث کے حوالے سے مصنوعی ثابت کیا ہے۔ فروری ۱۹۰۵ء کے شمارے میں صفحہ ۳ پر نماز سے متعلق دو مسئلوں کے بعد حافظ سید محمد ظہور اللہ از ٹونک کا مضمون "بیان تصور کرنا شیخ کا مریدین کے لیے جائز ہے۔" شائع ہوا ہے۔ صفحہ ۸ پر علمائے دینی مدرسہ جامع العلوم کان پور کی مرسلہ "دعائے حفظ بیماری طاعون" اور پھر مولوی محمد یوسف علی دیوبندی کا مختصر مضمون "لمبی مونچھیں رکھنے کا عذاب" چھپا ہے۔ صفحہ ۹ سے دس تک قاضی محمد فاضل طالب علم مدرسہ میرٹھ کا مرسلہ مضمون "قرآن شریف پڑھنے کے فضائل" ملتا ہے۔ اگست ۱۹۰۵ء کے شمارے میں شفاعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] بمبئی سے شائع ہونے والے معاصر گلدستوں نازِ بمبئی اور برق بمبئی کو تقریظ نگار نے اس لیے رد کر دیا ہے کہ ان کے مدیر ہند اور راجستان کے رہنے والے ہیں۔

سے متعلق استفسار کے جواب میں مولوی محمد امیر الدین اجمیری کا مرسلہ مضمون شائع کیا ہے۔ صلا سے صہ تک مولانا محمد اشرف علی چشتی وارد کان پور نے استنجا سے متعلق ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ اس کے بعد لامعلوم الاسم مصنفین کے دو دو صفحات کے دو مضمون (مفرد رہ کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی - سچ بولو) شائع ہوئے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے شمارے میں پنج وقتہ نماز اور رکعتوں کی تشریح کے بعد چار صفحات پر مولانا محمد امیر الدین اجمیری مدرّس مدرسہ ترو انے ۳۱ ضروری مسائل متفرقہ بیان فرمائے ہیں۔ ان کے بعد مولانا غلام حسین پانی پتی کا چار صفحات کا مضمون (دین و دنیا کا تعلق) شائع کیا ہے جس میں روزی کمانے کے حلال طریقوں پر بحث کی ہے۔

سفینۂ نجات دہلی کے بعض شماروں میں "انتخاب اخبارات" کے تحت مختلف خبروں کے تراشے شائع ہوئے ہیں مثلاً

"ہفتہ مختتمہ ۳۱ جنوری کو کراچی میں طاعون کی ۲۶ واردات اور ۲۰ اموات ہوئیں تمام بواعث سے اموات ۱۷۳ ہوئی ہیں۔"
(۱۰ فروری ۱۹۰۳ء صلا)

"سالانہ بجٹ ہند حسبِ معمول مارچ تک تیار ہوگا اور اس پر ۲۵ مارچ کو بحث مباحثہ ہوگا۔" (〃 صلا)

"آکسفورڈ کرکٹ ٹیم نے پنجاب والوں کو سورن سے ہرا دیا۔" (ایضاً صلا)

"پولس کمشن کے روبرو مسٹر گور ہند و بیرسٹر نے بیباکانہ شہادت دی کہ پولس اپنے فرائض بے جا طور سے انجام دیتی ہے۔ رشوت خواری میں سخت بدنام ہے یہی کیفیت کم تنخواہ پانے والے یورپین کی ہے۔" (ایضاً صلا)

"حضور لارڈ کرزن بہادر وائسرائے و گورنر جنرل لندن سے روانہ ہند ہو گئے ہیں آخر دسمبر تک بمبئی میں جہاز سے اتر کر کلکتہ پہنچیں گے"
(۱۰ دسمبر ۱۹۰۴ء صلا)

"دہلی میں ۲۶ دسمبر کو موٹر گاڑیوں کی انعامی دوڑ بمبئی تک ہوگی۔ سنا ہے کہ تیس میل فی گھنٹہ یہ گاڑیاں چلیں گی۔ راستہ کا انتظام مہاراجہ گوالیر اور مہاراجہ بڑودہ کے زیرِ تحویل ہے۔" (ایضاً صلا)

"افواج بمبئی کے گوجر زمگر وٹوں کی بھرتی دہلی بلند شہر میرٹھ میں بھی کی جائے گی، حکم ہوگیا۔" (اکتوبر ۱۹۰۳ء صلا)

ادبی معلومات گلدستوں میں صرف طرحی کلام ہی نہیں ہوتا بعض دلچسپی کی اور چیزیں بھی ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر ہو چکا ہے بقیہ کا احاطہ اس عنوان کے تحت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قطعات تاریخ، اعلانات، آئندہ کے شماروں کے طرحی مصرعے، غیر طرحی کلام، اساتذہ اور اُن کے تلامذہ کی نشاندہی وغیرہ۔

منشور شفاعت کے پہلے شمارے (محرم ۱۳۰۶ھ) میں منشی محمد یعقوب صاؔدر کا قطعہ تاریخ اجرائے گلدستہ شائع ہوا ہے۔

دید منشور شفاعت را چو عاشق طبع گفت   ہست ایں گلدستہ یا ہدیۂ نعت حبیب
در دل صاؔدر پئے تاریخ او آمد خیال   شد ندا بر خواں گرامی تحفۂ نعت حبیب
۱۳۰۶

جمادی الآخر کے شمارے میں حسان الہند رضوآن مرادآبادی کا فصلی قطعہ تاریخ شائع کیا ہے آخری شعر ہے ؎

تاریخ فصلی رضوان ہاتف یہ بولا لکھ دو
باد نسیم دین و ابر بہار رحمت (۱۲۹۶ف)

شعبان کے شمارے میں محمد عارف صاحب عارؔف (ممبر کمیٹی انتخاب گلدستہ وسیلہ نجات) متوطن اٹاوہ شاگرد حکیم سید محمد سجاد صاحب موہانی کی وفات کی خبر شائع کی ہے (ص۱۵) اور فقیر محمد فدا، مظہر اللہ راحت، ثابت، محمد یعقوب صآور، نور محمد کاشف، عبدالقادر شیدا، عبداللطیف تسائل، عبدالرحمٰن ذکا، جان محمد صابر اور محمد صدیق اخلاص کے قطعات تاریخ وفات شائع کیے ہیں۔ نمونۂ صابر ؎

گیا جب کہ دنیا سے عارؔف سادا نا — جو تھا حال کے شاعروں میں ایک افسر
سن انتقال اس کا صابر نے اس دم — کہا اُٹھ گیا شاعر نام آور (۱۳۰۶ھ)

رمضان کے شمارے میں بھی عارؔف مرحوم پر قطعات وفات شائع ہوتے ہیں مادہ تاریخ ع

ہائے استاد وقت و یار من (قمرالدین منتظر)

سفینۂ نجات دہلی مارچ ۱۹۰۲ء کے شمارے میں سلطان عبدالحمید خاں دولت عثمانی کے جشن ۲۵ سالہ پر حسان الہند رضوآن کا ۲۴ شعر کا فارسی قطعہ تاریخ بھی شائع ہوا ہے (ص۱۶) اور انہی کی جانب سے یہ اعلان بھی کہ وہ اس ۲۵ سالہ جشن کے قطعات تاریخ اور قصائد کا مجموعہ تیار کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے شعرأ کرام جلد از جلد کسی بھی زبان میں لکھ کر بھیج دیں (ص۱۷)۔ سفینۂ نجات دہلی پر عزیز تلمیذ داغ کا قطعۂ تاریخ سال چہارم گلدستہ ہذا کے ص۱۷ پر شائع ہوا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے ؎

منشی بے بدل تھے محمد سعید خاں — جن سے یہ نکلا پرچہ خزینہ نجات کا

(تین سال کے بعد مہتمم عبدالحکیم خاں حاذق ہوئے تھے پہلے محمد سعید خاں تھے)

فروری ۱۹۰۴ء کے شمارے میں مولوی حافظ محمد جان شاہ قادری چشتی مولود خواں اکبرآبادی کی وفات پر محمد محبوب مکتر جبل پوری کا تین شعر کا قطعۂ تاریخ شائع ہوا ہے۔ ع عالم و مفتی و مداح رسول عربی (۱۳۱۴ھ) (ص۱۶)

اِن شماروں میں آئندہ کے لئے دیے جانے والے طرحی مصرعے یہ ہیں۔ جن سے متعلق شمارے دستیاب نہیں۔

ع کرسی ہے فدا عرش ہے شیدائے مدینہ — ع ہے چشم خداوند جہاں سوئے محمد
ع بزم میلاد پہ جنت کا گماں ہوتا ہے — ع ہو قدم بوس نبی گوشۂ داماں جھک کر (منشور شفاعت محرم ۱۳۰۶ھ)
ع باغ جنت سے فزوں تر ہے بہار طیبہ (منشور شفاعت جمادی الآخر)
ع مژدہ اے بخت کہ حضرت نے کیا یاد مجھے — ع یاد شہ لولاک سے جینے کا مزا ہے (منشور شفاعت شعبان)
ع گل چیں ہیں ہم تو گلشن نعت حضور کے — ع افسوس کہ شہ والا نہیں دیکھا (ایضاً شوال ۱۳۰۶ھ)
ع سوجھتا ہے دل کو مکہ یا مدینا ان دنوں — ع محبت ہم کو ہے خیرالورا سے
ع بیان کس منہ سے اے ختم رسل ہو مرتبا تیرا (گلزار خلد شعبان ۱۳۰۵ھ)

ع محبوب خدا میری دعا اور ہی کچھ ہے۔ ع دیکھو دیکھو وہ مرا شافع محشر آیا (گلزار خلد جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ)
ع مست بن جاؤں میں عشق احمد مختار میں (ایضاً نومبر ۱۹۰۴ء)
ع ہیں مدح خوان حضرت خیر البشر ہوا ع پیرو ختم رسل دور ہیں غم کھانے سے (ایضاً نومبر ۹۹ء)
ع علی کا مرتبہ احمد ہی جانے یا خدا جانے (ایضاً نومبر ۱۹۰۴ء)
ع شافع روز جزا فخر امم آتے ہیں ع مجرم ہوں الٰہی تری رحمت پہ نظر ہے (ایضاً فروری ۱۹۰۵ء)
ع کھینچ گیا صانع ایجاد سے نقشہ تیرا ع عشق گیسو کا مرے سر میں ہے آزار فقط (سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۱ء)
ع نالہ کیا تو آگ کا پرکالہ ہو گیا ع جو ثنا خواں جناب سید ابرار تھا (ایضاً، دسمبر ۱۹۰۱ء)
ع جو ثنا خوان جناب سید لولاک تھا (ایضاً مارچ ۱۹۰۲ء)
ع آنکھ کے پردے میں در پہ وہ نظر آیا مجھے (ایضاً اگست ۱۹۰۴ء)
ع سوال آ کے ترے در پہ جس گدا نے کیا (ایضاً فروری ۱۹۰۶ء)

دیر سے موصول ہونے والا طرحی کلام بند کے کسی گلدستے میں شائع ہو جاتا تھا۔ اسی طرح غیر طرحی کلام بھی شمارے کے آخر میں چھاپ دیا جاتا تھا۔ بے شمار شاعر ایسے ہیں جن کا کلام اس ضمن میں آتا ہے مشتے نمونہ از خروارے۔

احمدؔ ۔ ملے قرطاس مجھ کو گر بیاض صبح انور کا تو لکھوں وصف کچھ حضرت کے میں روئے منور کا (منشور شفاعت رمضان ۱۳۰۶ھ)
یوسفؔ ۔ باعث ایجاد عالم جب تم اے سرور بنے اب کوئی ہمسر تمہارا کیا بنے کیوں کر بنے (ایضاً)
معصومؔ ۔ گو سراپا ہوں گنہ گار مگر اے شافع حشر میں کافی ہے بس آپ کی امداد مجھے (ایضاً)
طاہرؔ سید محمد طاہر فرخ آبادی ۔ تن سے نکل کے یاد رسول زمن میں روح دم لے گی جا کے خلد بریں کے چمن میں روح
پھرے دن یہ ان کے دشت میں چھائی ہے مردنی دیوانے چھوڑ آئے ہیں شاید وطن میں روح
(گلزار خلد اگست ۱۹۰۵ء)

اخگرؔ، عبدالقادر ۔ بن گیا ذرہ سے وہ غیرت خورشید فلک نظر لطف سے تم نے جسے مولا دیکھا (سفینۂ نجات دسمبر ۱۹۰۴ء)
مہدوی سید علیؔ ۔ مبارک ہو واعظ کو گلزار جنت خوش آتی ہے مجھ کو بہار مدینہ (ایضاً)
افسرؔ بھگو میاں ۔ دینے سے ساقی نے دیا دست کرم سے پانے سے سوا شاہ نے پایا شب معراج (ایضاً ستمبر ۱۹۰۳ء)

ان نعتیہ گلدستوں سے بہت سے شعرائے کرام کے اساتذہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔ عموماً جن اساتذہ کرام کے تلامذہ کا کلام ملتا ہے اُن میں سے بعض یہ ہیں۔ امیرؔ مینائی، اخگرؔ (عبدالقادر)، ایرجؔ (تلمیذ رضوانؔ)، برقؔ، بےؔدل سہارن پوری، تابؔ، تجملؔ جلال پوری، حمیدؔ لکھنوی، عبدالحکیم حاذقؔ، خلیلؔ کیا مئوی، خلیقؔ، خلیلؔ بھڑوچی، دلکشؔ، حسان الہند رضوانؔ مراد آبادی، رزاقؔ احمد آبادی، راغبؔ برہان پوری (محمد عثمان)، سعیدؔ تلمیذ تجلیؔ جلالپوری، ساقیؔ سکندر آبادی، شاکرؔ، شمشادؔ لکھنوی، شیداؔ، صادرؔ، ضبطؔ اجمیری، عزیزؔ لکھنوی، عزیزؔ باسمری، عاصیؔ، عزتؔ، فداؔ، لطیفؔ، مرادؔ، مہجورؔ، قہرؔ، مشہورؔ، نوازؔ اور ہوشؔ بریلوی۔

حضرت تجلی جلال پوری (تلمیذ افقر شاہجہاں پوری) کے تلامذہ میں سعید کیامٹوی اور سعید کے تلامذہ میں اخگر (عبدالقادر) اور اخگر کے تلامذہ میں آتش اور انور غرض کہ پانچوں سلسلوں کا کلام ان گلدستوں میں محفوظ ہے۔ اسی طرح حضرت حسان الہند رضوان مراد آبادی ہیں جن کے تلامذہ اور شاگردوں کے شاگردوں کا کلام بھی ملتا ہے۔ ان گلدستوں میں رضوان مراد آبادی کے ۳۳ تلامذہ کا کلام ملتا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ رشید احمد آشفتہ، مشتاق علی خاں آزاد، محمد حسن آبر، علیم الدین ادیب، سخاوت حسین ادیب کان پوری، رشید الدین ارشد، برہان الحق ازل، عطا جان اسد، غلام نبی اشرف، اشرف علی اشرف، رگھوناتھ اشرف، عبدالقادر اعجاز، اعجاز حسین اعجاز مراد آبادی، جوزف افسر، رام رتن افسوس، فیاض حسین اکبر، امتیاز علی اقبال مراد آبادی، شوکت علی خاں ایرج، عباداللہ ایجاد مراد آبادی، محمد اسمٰعیل برباد مراد آبادی، محمد عبدالرزاق بہار، حشمت علی ثبات، رشید الدین حسن، مظفر علی ربط، غلام احمد شوق، فیاض علی فیاض مراد آبادی، قاسم علی قاسم، افتخار عالم کشتہ، محمد مقبول عالم مقبول، مسیح اللہ مسیحا، حسین علی نشاط، غلام محمد نجات اور نجیب الدین نجیب مراد آبادی ۔۔ اسی طرح راغب برہان پوری (تلمیذ واصف برہان پوری) کے تلامذہ میں اٹھارہ شاعروں کا نتیجۂ فکر ان شماروں میں چھپا ہے۔

طرحی مصرعے :۔ مذکورہ تینتیس شماروں کے طرحی مصرعے حسبِ ذیل ہیں :۔

نمبر شمار	مصرع طرح	گلدستہ و شمارہ
۱	کھینچا ایسا پری نقشہ سراپائے محمد کا	منشور شفاعت محرم ۱۳۰۶ھ
۲	مداح ہوں جناب رسالت مآب کا	〃 جمادی الآخر 〃
۳	اُمتی کے واسطے ایوان لب کوثر بنے	〃 شعبان 〃
۴	حشر کا دن ہے شفیع عاصیاں آنے کو ہے	〃 رمضان 〃
۵	مژدہ اے بخت کہ حضرت نے کیا یاد مجھے	〃 شوال 〃
۶	باہر حساب سے کرم بے حساب ہے	گلزار خلد جون ۱۸۸۸ء / شعبان ۱۳۰۵ھ
۷	احمد کے حسن پاک کا جلوہ کہاں نہ تھا	〃 جمادی الثانی ۱۳۰۷ھ
۸	خواب میں ہم نے نبی کا رخ زیبا دیکھا	〃 نومبر ۱۸۹۹ء
۹	یا نبی خواب میں دکھلائیے جلوا مجھ کو	〃 نومبر ۱۹۰۴ء
۱۰	نبی کا قیامت میں دیدار ہو گا	〃 فروری ۱۹۰۵ء
۱۱	ہم مدینے کو چلے عشق کا سودا لے کر	〃 اگست ۱۹۰۵ء
۱۲	ہر وقت مرے ورد زباں نام خدا ہے	〃 اکتوبر ۱۹۰۵ء
۱۳	الفت نبی کی جان کے بدلے بدن میں ہے	سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۱ء / صفر ۱۳۱۹ھ
۱۴	ترے روضہ پہ دم نکلے ترے در پہ اجل آئے	〃 دسمبر ۱۹۰۱ء / شعبان ۱۳۱۹ھ
۱۵	مجھے دیدار ہو یارب شفیع روز محشر کا	〃 مارچ ۱۹۰۲ء

نمبر شمار	مصرع طرح	گلدستہ و شمارہ
۱۶	آب زم زم میرے حق میں آبِ حیواں ہوگیا	سفینۂ نجات دہلی جون ۱۹۰۲ء[1]
۱۷	جسے زلفِ سرور کا سودا نہیں ہے	" " " "
۱۸	بخشش کے لیے احمد مختار ہے کیا خوب	" " ۱۰ فروری ۱۹۰۳ء[2]
۱۹	چارہ گر کون ہے ترے سوا بے چاروں کا	" " " "
۲۰	گنہ گارانِ امّت دیر سے فریاد کرتے ہیں[3]	" " ستمبر ۱۹۰۳ء جمادی الآخر ۱۳۲۱ھ
۲۱	" " " "	" اکتوبر ۱۹۰۳ء
۲۲	خدا نے خاص اپنے نور سے تم کو بنایا ہے	" نومبر ۱۹۰۳ء
۲۳	وہ دن خدا کرے کہ مدینے کو جائیں ہم[4]	" دسمبر ۱۹۰۳ء
۲۴	" " " " " " " " "	" جنوری ۱۹۰۴ء
۲۵	پردہ دار عاصیاں دامانِ سرور ہوگیا[5]	" فروری ۱۹۰۴ء
۲۶	" " " " " "	" مارچ ۱۹۰۴ء
۲۷	نہ روکے گا ہمیں رضوان جنّت باب جنّت پر	" اپریل ۱۹۰۴ء
۲۸	محبوب خدا کی شان اور دہن اپنا	" مئی ۱۹۰۴ء
۲۹	چارہ گر اونکے محمد ہیں جو بے چارے ہیں	" جون ۱۹۰۴ء
۳۰	تو ہاشمی و مطلبی و قرشی ہے	" جولائی ۱۹۰۴ء
۳۱	بلا لو شہ ذی وقار مدینہ	" اگست ۱۹۰۴ء
۳۲	کاش در پر ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو	" دسمبر ۱۹۰۴ء
۳۳	مسافر ہیں یثرب کے کیا گھر ہمارا	" دسمبر ۱۹۰۵ء
۳۴	کوئی تجھ سا حسیں اللہ اکبر ہو نہیں سکتا	" فروری ۱۹۰۶ء
۳۵	لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ	اپریل ۱۹۰۶ء

مذکورہ بالا پینتیس طرحوں پر بہت سے شاعروں کا کلام ملتا ہے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے ایک آدھ

[1] [2] ان شماروں میں دو طرحوں پر کلام ملتا ہے۔

[3] [4] [5] ان طرحوں پر بہت سے شعراء نے کہا ہے اس لئے وہ دو دو شماروں میں شائع کیا ہے۔

طرح پر طبع آزمائی کی ہے۔ (مثلاً جن شعراء کا منتخب کلام صرف ایک ہی طرح پر ملتا ہے اُن کی تعداد ۲۲۳[1] ہے اسی طرح دو طرحوں پر طبع آزمائی

---

[1] جن شعراء کا کلام کسی ایک ہی طرح پر ملتا ہے اُن میں سے بعض کے نام مع نمونہ حاضر ہیں:۔

اثیم (غلام نبی) ؎	عرش منظر ہے مکاں اپنا اثیم احقر	مل گیا ہے در احمد پہ ٹھکانا مجھ کو
اجلال (ہدایت اللہ) ؎	واعظ جلائے گی نہ مجھے آتش جحیم	مداح ہوں جناب رسالت مآب کا
اختر (عبدالقادر) ؎	کاش در پہ ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو	نہیں منظور ہے فردوس میں جانا مجھ کو
اظہر (ظہیر الدین) ؎	الٰہی مقدر ہو یا در ہمارا	نبی کی ہو دہلیز اور سر ہمارا
بارق (باقر علی) ؎	کیا ڈر ہے واعظ مجھے روز حساب کا	مداح ہوں جناب رسالت مآب کا
برق (ملک حامد) ؎	شرم آتی ہے ہمیں دیکھ کے اعمال خراب	جائیں گے روبرو اللہ کے مُنہ کیا لے کر
تاباں (قطب الدین) ؎	بیاں کس طرح سے ہو شان ان کی	شہ انبیا ہے پیمبر ہمارا
خنجر (نور محمد) ؎	عدو کس طرح آئے اپنے مقابل	تخلص ہے مشہور خنجر ہمارا
راحت (محمد عبدالکریم) ؎	راحت رسول پاک کا امت پہ دیکھیے	باہر حساب سے کرم بے حساب ہے
رفعت (عبدالواحد) ؎	تخلص ہے رفعت ذرا غور کیجے	مقدر ہے بخت یا در ہمارا
صغیر (صغیر حسن) ؎	بھولے نہ مرتے مرتے بھی اُمت کو مصطفیٰ	باہر حساب سے کرم بے حساب ہے
عاجز (نیاز محمد) ؎	چلے جاتے ہیں قافلے سوئے طیبہ	مرا بھی کبھی بخت بیدار ہوگا
عاشق (خدا بخش) ؎	بعض شاہوں کو بھی حسرت یہ ہے اے ختم رسل	کاش در پہ ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو
عبد (عبدالکریم) ؎	ممکن نہیں شمار گنہ گار کر سکیں	میرے شفیع کے کرم بے حساب کا
عبد (عبدالقادر) ؎	خبر فرقت زدوں کی اے مسیحا کیوں نہیں لیتے	گنہ گاران اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں
فائق (محمد عبدالعزیز) ؎	اے بہار نعت حضرت مرحبا تیرے سبب	گلشن عصیاں پہ میرے اب خزاں آنے کو ہے
فائق (عبدالعلی) ؎	رہا حیرت میں نقاش ازل بھی دیکھ کر اس کو	کھنچا ایسا پری نقشا سراپائے محمد کا
فائق (شیخ توکل) ؎	زمین حرم پر ہے بستر ہمارا	دماغ اب نہ کیوں ہو فلک پر ہمارا
فضل (محمد خاں) ؎	کیا خوف ہمیں نار سقر سے ہو عزیزو	بخشش کے لئے احمد مختار ہے کیا خوب
کمال (شیخ احمد) ؎	کچھ غم نہیں ہے مجھ کو بھی روز حساب کا	مداح ہوں جناب رسالت مآب کا
کوثر (سخاوت حسین) ؎	مری آنکھیں نہ پھر جھپکیں گی خورشید قیامت سے	ملا سُرما اگر خاک کف پائے محمد کا
لطیف (محمد عبداللطیف) ؎	احسان حق شمار کرے کس کی تاب ہے	باہر حساب سے کرم بے حساب ہے
لیتو (محمد خلیق) ؎	تو ہاشمی و مطلبی و قرشی ہے	کیا ذات مقدس تری عالی نسبی ہے
مائل (محمد شفیع) ؎	نہ لاتی ہم یوسف کا زباں پر اپنے پھر ہرگز	زلیخا کو نظر آتا اگر چہرہ محمد کا
معکم ؎	تمنا ہے یہی ہر دم طفیل سرور عالم	معلم کو ملے مکتب الٰہی عشق سرمد کا
مہر (سید عمر) ؎	دیکھے تو کوئی خاتم دل کے نگینہ پر	کندہ ہے نام سید عالی جناب کا
نسیم (محمد میاں) ؎	شفیع المذنبیں آؤ شفاعت کو سر محشر	گنہ گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں
نور (نور محمد) ؎	خبر لے اے حبیب خالق اکبر سر محشر	گنہ گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں
نیر بہ جا (محمد بدیع الزماں) ؎	بے کسوں کا کوئی جز ان کے حامی نہیں ہے	چارہ گر ان کے محمد ہیں جو بے چارے ہیں

کرنے والوں کی تعداد ۳۰ ہے[1]۔ اِن میں عموماً شوقیہ نام شائع کرانے والے ہیں۔) ذیل میں مذکورہ طرحوں پر شائع ہونے والے کلام کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔ اِس انتخاب میں شاعروں کے نام اُسی انداز میں درج کیے گئے ہیں جس طرح سے وہ گلدستوں میں محفوظ ہیں۔ ہر شاعر کے نام کے بعد توسین میں دیے جانے والے نمبر اُن طرحوں کے نمبر کی نشاندہی کرتے ہیں جن پر کلام ملتا ہے :

آثم، حضور احمد خاں بریلوی مصنف چراغ حرم، منظورِ حق، ذوالفقہ عشق، تلمیذ امیر مینائی مرحوم و ہوش مرحوم بریلوی

(۱۳) ؎ میں گیسوئے رسول کو تشبیہ کس سے دوں　　عنبر میں یہ نہ بو ہے نہ مشکِ ختن میں ہے

آرزو، مقبول احمد از سلطان پور

(۶) ؎ کیا تاب محتسب جو حساب کرم کرے　　باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

اثیم، عبدالرحیم خاں ملازم جنرل قونصل دولت علیہ ایران، از کمپ پونہ، تلمیذ تجمل جلال پوری،

(۲۰) ؎ مددگار غریباں ہیں جناب سید عالم　　وہ ہر اک بے کس و مظلوم کی امداد کرتے ہیں

احقر، محمد خاں احمد آبادی تلمیذ ضبط اجمیری

(۲) ؎ بادِ صبا مدینے کو لے چل ہماری خاک　　یہ کام ہو سکے تو بڑا ہے ثواب کا

اخگر، منشی محمد عبدالقادر، سوداگر چرم، سیکرٹری محفل نقش سخن، برادر زادہ و شاگرد سعید از کیا مٹی۔[2]
(۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۰، ۲۳، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۳۱)

اخی، مولوی حافظ عبدالقادر، ساکن بمبئی (۱، ۲) ؎

---

[1] صرف دو طرحوں پر طبع آزمائی فرمانے والے شعراء میں سے چند یہ ہیں۔

افضل (محمد خاں بریلوی) ؎ یا نبی تو ہی ہے محشر میں گنہ گاروں کا　　چارہ گر کون سوا تیرے ہے بے چاروں کا　　(طرح میں معمولی فرق ہے)

امین (عبدالرحیم احمد) ؎ پھر ساعت میں وہ شورِ بلبلاں آنے کو ہے　　سامنے آنکھوں کے پھر وہ بوستاں آنے کو ہے

ثمرو ؎　　جدائی کے دن کب کٹیں گے الٰہی !　　محمد کا کب مجھ کو دیدار ہو گا

عارض (محمد عبداللہ) ؎　　ہند سے یاؤں میں آنکھوں سے مدینے کی طرف　　کاش در پر ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو

عاشق (محمد بخش) ؎　　مقابل جیب کے یوسف سا پیمبر ہو نہیں سکتا　　کوئی تجھ سا حسین اللہ اکبر ہو نہیں سکتا

نگار (علی صاحب) ؎　　نعت نبی نگار لکھوں کیا ہے میرا منہ　　ذرّہ سے وصف کب ہوا آفتاب کا

مشہور (عبدالقادر) ؎ دعا ہر دم یہی رو رو کے کرتا ہوں میں خالق سے　　الٰہی ہوں بہت مشتاق دیدار محمد کا

[2] اخگر کا نمونہ کلام یہ ہے ؎　　ندامت ہو رہی ہے پیش خالق آئیے جلدی　　گنہ گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

نہ ہو گا مرا غنچۂ دل شگفتہ　　نہ جب تک مشہ دیں کا دیدار ہو گا

ہے سورہ والفجر کی تشریح رخ پاک　　والیل کی تفسیر اگر زلف نبی ہے

اسی کو بھی کہیں مشمول کر اپنے غلاموں میں طفیل آل و اصحاب اور صدقہ تیرے مرقد کا

اخلاص، حاجی محمد صدیق ولد حاجی ہاشم، مہتمم گلدستہ منشور شفاعت، تلمیذ فدا، (۱،۲،۳،۴) ؎ رحمت حق آج اس امت پہ یاں آنے کو ہے حشر کا دن ہے شفیع عاصیاں آنے کو ہے

اخلاق، حافظ پیر خاں نابینا، تلمیذ رزاق احمد آبادی (۲،۳،۴) ؎

کہہ دوں گا جس دن وقت آئے گا حساب کا مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

اختر، محمد ابراہیم تلمیذ برق، (۳،۴) ؎

لب پہ نعت سرور کون و مکاں آنے کو ہے رحمت حق چومنے اپنا دہاں آنے کو ہے

اخضر، محمد عبدالرحمٰن از کیامٹی، تلمیذ سعید (۱۹،۲۰) ؎

مقدر اس کا ہے تقدیر اس کی بخت اس کا ہے جسے روضے پہ اپنے شاہ عالم یاد کرتے ہیں

ازل، حکیم سید برہان الحق، رئیس مراد آباد، تلمیذ رضوان (۱۳،۱۴،۲۱،۲۲،۲۷،۲۹،۳۰،۳۱) ؎

صبا تو ہی ذرا جا کر خبر دے شاہ والا کو گنہ گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

نظر لطف غلاموں پہ ہو آقا اب تو سخت مغموم ہیں مظلوم ہیں بے چارے ہیں

اسحاق، محمد اسحاق، سوداگر، کارپرداز محفل نقش سخن کیامٹی تلمیذ سعید (۱۳،۱۴،۱۹) ؎

الٰہی نزع کا جب وقت ہو جس دم اجل آئے زباں پہ میرے اس دم نام احمد برمحل آئے

اسحاق، ڈاکٹر منشی محمد اسحاق از موضع بہل ریاست پٹیالہ (العبدہ از کوہاٹ) (۱۴،۱۷،۲۲) ؎

جو لے دیں آپ سے رکھے عداوت یا رسول اللہ خدا کے سامنے وہ حشر میں خوار و خجل آئے

اسیر، منشی غلام حسین سکنہ تعلقہ شہادہ مؤلف "گوہر بحر عرفان"۔ (۳۲) ؎

عاجز و مفلس و محتاج ہے یہ تیرا اسیر کوئے والا سے نہ زنہار اٹھانا مجھ کو

اطہر، منشی غلام مصطفیٰ خاں شاگرد حمید لکھنوی از بلگاؤں (۸،۱۲،۱۵،۱۶،۱۹) ؎

تو ہی غم خوار ہے یا شاہ دل افگاروں کا چارہ گر تیرے سوا کون ہے بے چاروں کا

اعجاز، منشی محمد عبدالقادر بھڑوچی تلمیذ رضوان مراد آبادی (۱۱،۱۳،۱۶) ؎

ہیں وہ بیمار رسول عربی ہوں اعجاز کہ سنبھل جاتا ہوں نام شہ والا لے کر

افقر، محمد ناصر حسین شاہ جہاں پوری، مالک گل دستہ وسیلہ نجات (۲) ؎

جلوہ دکھاؤ پردہ اٹھا کر نقاب کا ہے انتظار روشنی آفتاب کا

افسر، منشی بدرالدین ولد سراج الدین جاگیردار چوپڑا ضلع خاندیس (۱۸) ؎

زاہد نہ عبادت پہ تو کر فخر کہ میری بخشش کے لیے سید ابرار ہیں کیا خوب

افسر (اور افضل)، منشی غلام محمد حسین عرف شیخ بگو میاں خلف شیخ چاند، سیکرٹری بزم سرود سخن ضلع خاندیس، تلمیذ محمد عثمان راغب برہان پوری (۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۲۳، ۲۶) ؎

انھیں کو فیض ملتا ہے وہی کامل بھی ہوتے ہیں — تہہ دل سے افسر جو خدمت استاد کرتے ہیں
ندامت ہو رہی ہے پیش خالق آیئے جلدی — گنہ گارانِ اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

آمیر مینائی، منشی امیر احمد آمیر لکھنوی، استاد والی رام پور (۱) ؎

کھنچا ایسا پری نقشا سراپائے محمد کا — کہ نقاشِ ازل نے آپ سایہ رکھ لیا قد کا

آمیر، حاجی محمد امیر حسن سہارنپوری تلمیذ بیدل سہارنپوری (۳، ۶) ؎

کعبہ خدا کا گھر ہے مدینہ رسول کا — یہ اس کا ہے جواب وہ اِس کا جواب ہے

آمتیاز، منشی امتیاز علی مراد آبادی تلمیذ رضوان (۱۴، ۱۵، ۲۵) ؎

کرامت اس کو کہتے ہیں کہ جب دیکھا نظر بھر کر — تو کلمہ آپ کا پڑھتے ہوئے سنگِ جبل آئے

آمیر، شیخ امیر خلف شیخ داود، مقیم پارولہ تلمیذ راغب برہان پوری (۳۰) ؎

محبوب الٰہی ہے تو اُمی لقبی ہے — تو ہاشمی و مطلبی و قرشی ہے

انور، منشی حبیب اللہ کیامٹی شاگرد آنگر (محمد عبدالقادر)، (۱۴، ۳۰) ؎

اللہ رے فروغ رخ سلطان دو عالم — گر ماہ فلک اس کو کہوں بے ادبی ہے

انور، منشی محمد عبدالرحمٰن ممبر مدرس مدرسہ اسلامیہ کیامٹی تلمیذ خلیل (تاجر کتب کیامٹی) (۱۷، ۲۱) ؎

کہاں ہو عرصہ گاہِ حشر میں لے شافع عالم — گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

ایجاد، عباد اللہ خاں مراد آبادی مرید محمد معصوم، تلمیذ رضوان، (۲۹، ۳۰) ؎

جھنڈ بالوں کے نہیں سر پہ سیہ کاروں کے — گھاس کا بوجھ اٹھائے ہوئے گھسیارے ہیں

ایرج، نواب شوکت علی خاں رئیس مراد آباد تلمیذ حسان الہند رضوان (۱۳، ۱۴، ۲۱، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۳۱) ؎

یہ وقت مدد ہے کہ میں تنہا ہوں الٰہی — مجھ پر غم و اندوہ کی اب فوج کشی ہے
کوئی قاصد نہیں ایسا جو حضرت کو خبر کر دے — گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

برق، عبداللطیف میمن، تلمیذ راحت، بعدہٗ مظہر اورنگ آبادی، ممبئی خلف میمن ابا (۱، ۲، ۳) ؎

بہت ممنون ہوں اللہ کے الطاف بے حد کا — دیا دل کو جو میرے شوق اوصاف محمد کا

بخشش، حکیم حاجی اللہ بخش جبل پوری، ممبر انجمن اسلامیہ سیکرٹری جلسہ ارباب محبت، تلمیذ اعجاز، (۲۰، ۲۲، ۲۳) ؎

دکھا دیجے رخ زیبا کو اے بدرالدجےٰ اپنے — گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

برباد، شیخ محمد اسمٰعیل مراد آبادی، تلمیذ رضوان، (۲۱) ؎

غرض کیا ہے کنشت و دیر و مسجد میں پھریں بھٹکے　　ہم اپنے کعبۂ دل میں ہی تیری یاد کرتے ہیں

بسملؔ، بسم اللہ خاں ابن نواز خاں تلمیذ امیرؔ، از نانددرا ضلع بلڈانہ (۱۰، ۱۲، ۳۵) ؎

نہیں جس کے دل میں ہے الفت نبی کی　　نہ وہ فضل حق کا سزاوار ہوگا

ہمیں جنت دے یا دوزخ رضا پہ تری راضی ہیں　　جو چاہے کر ہمارا ہے تو ہی مختار یا اللہ

بصیرؔ، نواب سید محمد غوث محی الدین خاں، تلمیذ تقیؔ، (۲) ؎

دل میں ہو یاد لب پہ رواں نام پاک ہو　　عالم ہو وقت نزع کے جب اضطراب کا

بہارؔ، محمد عبد الرزاق جمعدار چشتی صابری قلندری مقیم احمد آباد تلمیذ رضوانؔ، (۲۹) ؎

یہ بھی میدان سخن تھا کوئی دشوار بہار　　مورچے ایسے تو یاروں نے بہت مارے ہیں

پیکاںؔ، سید شاہ نواز تلمیذ جوہرؔ، ساکن بمبئی (۱، ۲) ؎

منکر نکیر مجھ سے کریں گے سوال جب　　کہہ دوں گا ہوں غلام شہ لاجواب کا

تابؔ، منشی حسین میاں بن کاظم میاں مدرس مدرسہ اردو۔ سیرم گاؤں، (۲، ۳) ؎

بے تاب ہجر احمد مرسل میں تاب ہے　　یارب دکھا دے روضہ رسالت مآب کا

تابؔ، نعمت خاں پٹواری ادیچ پوری از پوسلا۔ (۱۰، ۱۱، ۱۲) ؎

حسرت و رنج و الم یاس و تمنا لے کر　　ہم مدینے کو چلے عشق کا سودا لے کر

تجملؔ، حاجی سید تجمل حسین چشتی نظامی فخری جلال پوری مؤلف شاہد غیب اعنی دیوان تجمل، شاگرد تائبؔ شاہجہاں پوری بعدہٗ افقرؔ شاہجہاں پوری

(۳، ۴، ۵، ۷، ۱۳، ۲۰، ۲۵، ۳۲) ؎

عاصیو گھبراتے ہو کیوں اپنی بخشش کے لئے　　حشر کا دن ہے شافع محشر آنے کو ہے

تمناؔ، مولوی محمد حسین مراد آبادی تلمیذ ذکیؔ، (۱) ؎

بیاں کب ہو سکے خالق کے اس انعام بیحد کا　　کیا اپنے کرم سے امتی ہم کو محمدؐ کا

تمکینؔ، نواب محمد اکبر علی خاں رئیس مراد آباد (۱۳، ۱۴، ۱۷، ۲۵، ۲۷-۳۰) ؎

جو ایما ہو در اقدس پہ آزادانہ آنے کا　　ابھی بے تاب ہو کر روح قالب سے نکل آئے

ثباتؔ، سید حشمت علی، متوطن بلہور احمد آبادی، تلمیذ حسان الہند (۲، ۳) ؎

کیا خوف حشر کے ہو سوال و جواب کا　　مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

ثروتؔ، منشی محمد علی ساکن بمبئی تلمیذ سید محمود شاہ (۲) ؎

روتا ہوں زار زار فراق رسول میں　　دریا ہے جوش پر مری چشم پر آب کا

جوہرؔ، عبد الصمد خاں شاگرد تیغؔ مقیم بمبئی (۱) ؎

کھڑے ہیں حضرت عیسیٰ بھی مشتاق تھا جس کے ۔۔۔ فلک پر شور برپا ہے یہ کس کی آمد آمد ہے

حامد، شیخ محمد خلف شیخ احمد رئیس اعظم گڈھ، (۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۱، ۳۴، ۳۵) ؎

اگرچہ لاکھ عاصی ہوں مگر امید بخشش ہے ۔۔۔ کہ تیرا نام ہے ستار اور غفار یا اللہ

؎ ادا ہم سے کبھی وصف پیمبر ہو نہیں سکتا ۔۔۔ یہ پورا مدحت حضرت کا دفتر ہو نہیں سکتا

؎ کہے جبرئیل یا حضرت چلو میدانِ محشر میں ۔۔۔ گنہگارانِ امّت دیر سے فریاد کرتے ہیں

حاذق، شیخ بھیکن ممبر بزم سرور سخن از دھر نگاؤں تلمیذ ناصر (۱۰، ۱۲، ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۳) ؎

آئی ہے جو گلزار مدینے کی طرف سے ۔۔۔ ڈوبی ہے صبا عطر میں پھولوں میں بسی ہے

؎ ہول محشر سے نہ گھبراؤ تم اے بے چارو ۔۔۔ چارہ گران کے محمد ہیں جو بے چارے ہیں

؎ تجھے خوف کیا ہے قیامت کا حاذق ۔۔۔ ترا مصطفیٰ واں مددگار ہو گا

حاذق، منشی کمال محمد روڈ انسپکٹر خلف اکبر گل محمد ذاکر، شاگرد عزیز، از ضلع باسم ملک برار دکن، وارد پوسد (۱۶، ۱۹، ۲۰) ؎

شفاعت کے لیے کب مصطفیٰ ارشاد کرتے ہیں ۔۔۔ گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

؎ چارہ گر تیرے سوا کون ہے بے چاروں کا ۔۔۔ یا نبی تو ہی خبر گیر ہے ناداروں کا

حاتم، شیخ حاتم شیشہ گر، مقیم دہرن گاؤں ضلع خاندیس تلمیذ حسام الدین مضمر دہرن گانوی (۲۰، ۲۲) ؎

تسلی آکے دو حضرت مٹاؤ خوفِ محشر کو ۔۔۔ گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

حبیبی، مولوی حبیب اللہ بنارسی مدرس مدرسہ ہاشمیہ بمبئی (۲۰۱) ؎

رہے گی تا قیامت اس دلِ بے تاب کو حسرت ۔۔۔ نہ دیکھوں گا اگر جلوا جمالِ روئے سرمد کا

حبیب، قاسم خاں بن رحیم خاں ساکن احمد نگر تلمیذ صادر (۲) ؎

کچھ غم نہیں لحد کے سوال و جواب کا ۔۔۔ مدّاح ہوں جنابِ رسالت مآب کا

حراق، محمد ابراہیم منشی، تلمیذ برق از کیامٹی (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۹، ۳۰) ؎

نقد جاں جس نے تصدق کیا عشق شہ میں ۔۔۔ مستحق رحمت داور کے وہی سارے ہیں

؎ نہ گھبرا نہ گھبرا دل زار اتنا ۔۔۔ نبی کا قیامت میں دیدار ہو گا

؎ پھر بیابانِ مدینہ کی بہار آئی یاد ۔۔۔ پھر چلی وحشت دل سوئے مدینے کو

حسن، حسن علی شجاع الدین ساکن بمبئی تلمیذ مفتون لکھنوی (۱۳، ۱۷، ۲۰، ۲۲) ؎

دکھاؤ چہرہ پر نور یا صاحب زماں آکر ۔۔۔ گنہ گارانِ اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

حسین، غلام حسین ولد ولی بھائی بھروچی شاگرد مجور (۱، ۵، ۶۷) ؎

یہی ارمان ہے مستان مے عشق محمد کا ۔۔۔ الٰہی ابر بن جائے کرم گیسوئے احمد کا

روزِ شمار کب ہے ہمارے شمار میں   باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

حسنؔ ، رشید الدین حسن دارو غہ مراد آبادی تلمیذ رضوان (۲۲، ۲۴، ۲۵) ؎

ہووے رسولِ پاک کا دیدار جب نصیب   روداد حالِ زار کی اپنے سنائیں ہم

خوشحالؔ، میمن عبداللہ خلف احمد سیٹھ، صدر نشیں انجمن کمالیہ تلمیذ رحمتؔ (۲، ۳، ۴، ۵) ؎

یا مصطفیٰ یہ دل کی تمنا ہے اب مری   ہو صرف تیری نعت میں عالم شباب کا

؎ اے ہمارے اوج محبوبی تری درگاہ تک   بندہ خوش حال مشتِ استخواں آنے کو ہے

خاکؔ ، شہاب الدین خاں ادھیکاری ساکن بمبئی (۲، ۴) ؎

اے خاک ناز کیوں نہ مجھے ہر سخن پہ ہو   مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

خاقانؔ ، شیخ محمد خلف اصغر شیخ بڑے جمعدار مولود خواں ساکن ضلع باسم تلمیذ میرارمان علی ارمان امراتوی بعدہٗ تلمیذ عبدالحکیم حاذقؔ (۱۷، ۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۵) ؎

چھو آئی ہے تو شہ کون و مکان کو   اے بادِ صبا اس لیے عنبر میں بسی ہے

؎ حشر میں دی یہی ہاتف نے ندا اے خاقان   چارہ گران کے محمد ہیں جو بے چارے ہیں

؎ برائے سرورِ دیں احمد مختار یا اللہ   لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ

خلیقؔ، منشی محمد خلیق ٹیاوری تلمیذ تحمل جلال پوری (۱۱، ۱۲، ۳۰، ۳۵) ؎

الٰہی بخش دے جرم کو خطا کو باعث احمد   خلیق زار ہے یہ معصیت کردار یا اللہ

درخشاںؔ، محمد عثمان خاں ساکن بمبئی تلمیذ شیداؔ (۲) ؎

یارب وہ دن دکھا کر درخشاں کو سب کہیں   مدّاح ہے جنابِ رسالت مآب کا

دوستؔ، دوست محمد غازی پوری شاگرد جوہر غازی پوری بعدہٗ تلمیذ عاصی، (۶، ۱۳، ۱۴) ؎

تڑپا لوٹتا ہے دم بدم پہلو میں دل میرا   فراقِ سرورِ عالم میں کیوں کر مجھ کو کل آئے

ذائقؔ ، محمد عبدالعزیز لکھنوی آنریری آف دی نیو اشار وکٹوریہ تھیٹریکل کمپنی آف دی کراچی بندر، از کان پور، تلمیذ ثاقبؔ شاہجہاں پوری (۳، ۴، ۵، ۷) ؎

ذائق نہ تھے یہ رونق ایماں جہاں میں   جب تک ظہور باعث کون و مکاں نہ تھا

ذائقؔ ، شیخ منیر تلمیذ حاذقؔ برہان پوری (۳۴) ؎

زمانے میں حسیں لاکھوں ہی یوں تو اے حبیب حق   کوئی تجھ سا حسین اللہ اکبر ہو نہیں سکتا

ذرّہؔ ، قاضی جہانگیر محمد تلمیذ داغؔ از کھملاسہ (۱۳، ۱۴، ۳۵) ؎

مجھی پر منحصر کیا ہے تو اپنے فضل سے سب کا   لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ

ذکاؔ ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ میمن کنٹراکٹر عمارات بمبئی (۱، ۲) ؎

الٰہی جب فنا کا پر نزع کی ہو کیفیت طاری   رہے سر میں خمار اس کے مئے عشق محمد کا

احسنؔ ، سید نور اللہ شاہ حسینی اورنگ آبادی تلمیذ ظریفؔ (۱) ؎

خدا پوچھے وسیلہ کس کا لائے ہو تو کہدوں گا   محمد کا محمد کا محمد کا محمد کا

راغبؔ ، محمد عثمان خاں تلمیذ محمد فقیر الدین واصفؔ برہان پوری (۸، ۹، ۱۲، ۱۴، ۱۵، ۳۴) ؎

ترے ہاتھوں فراق روئے رنگینِ شہ عالم   بجائے اشک آنکھوں سے نہ کیوں کر خون نکل آئے

ربطؔ ، محمد مظفر علی خاں تلمیذ حسان الہند رضوانؔ (۱) ؎

زباں پر ذکر ہے خط و لب و دندان احمد کا   دہن گنجینہ ہے الماس و یاقوت و زبرجد کا

رزاقؔ ، شیخ عبد الرزاق جمعدار جیل خانہ احمد آباد (۲، ۳) ؎

دوزخ کا مجھ کو خوف نہ روزِ حساب کا   مدّاح ہوں جناب رسالت مآب کا

رساؔ ، سید غلام علی بن سید غلام مصطفیٰ امنگوری شاگرد فداؔ (مالک گلدستہ منشور شفاعت) (۱، ۲) ؎

مدح سرائے بادشاہ بے مثال ہوں   شہرہ ہے خلق میں سخن لاجواب کا

؎ دم صبح ازل مجھ پہ ہُوا جب فضل سرمد کا   نظر آیا تجلی آفتاب روئے احمد کا

رشیدؔ ، منشی عبد الرشید سرپرست محفل نقش سخن، مصنف "مرغوب القلوب" تلمیذ سعیدؔ (۱۴، ۱۶، ۱۸)

تمنا ہے شہیدی کی طرح اے شافع محشر   ترے روضے پہ دم نکلے ترے در پہ اجل آئے

رشیدؔ ، مولوی محمد عبد الرشید تلمیذ تجلّیؔ جلالپوری از کیامٹی (۱۴) ؎

رشید اپنے گناہ سخت کا جس دم خیال آیا   ہوائیں پانی پانی آنکھ سے آنسو نکل آئے

رضوانؔ ، نواب محمود اختر حسان الہند رضوان علی رئیس اعظم گڈھ (۱، ۲، ۳، ۱۳، ۱۴، ۲۱، ۲۲، ۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱)

؎ ثنائے مصحف رُخ سے دل اپنا شاد کرتے ہیں   مسلماں ہیں کلام اللہ اب ہم یاد کرتے ہیں

شفیع روز محشر اب تو سن لیجے غریبوں کی   گنہ گارانِ اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

؎ ازل میں منتہی تھا میں کتاب شوق بے حد کا   الف ح م د اوّل سبق ہے میری ابجد کا

؎ عاجزی اپنی بجھاتی ہے شرر دوزخ اعدا   ہم ہیں پانی وہ اگر آگ کے انگارے ہیں

؎ جاروب شعاعی لیے ہر صبح کو سورج   کرتا تری درگاہ میں جاروب کشی ہے

؎ رضواں میں وہ بلبل ہوں جو چھیڑوں غزل نعت   مونہہ کھولیں نہ پھر زمزمہ سنج سخن اپنا

رنجورؔ ، میر معصوم علی سابق سب انسپکٹر پولس رئیس مرادآباد (۱۴، ۳۰) ؎

درماندی رنجور میں درماندہ ہیں حکما   بس تیرے سوا کون طبیب قلبی ہے

ریاضؔ ، محمد ریاض الدین خاں خلف عظیم اللہ تاجر عطر متوطن لہور ضلع کان پور تلمیذ حاذقؔ (مہتمم سفینۂ نجات) (۲۸، ۲۹، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵) ؎

؎ عمر باقی کو مدینے میں گزر جانے دے — درِ احمد سے نہ اے چرخ اٹھانا مجھ کو

؎ رکھی جب قبر میں میت تو بول یے کسی میری — لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ

زائر، منشی غلام نبی رئیس لکھنؤ (۳، ۴) ؎

کیجے امداد اب بہرِ خدا اے شاہِ زمن — آپ کے در پہ یہ زائر نیم جاں آنے کو ہے

سائل، میمن عبداللطیف ساکن بمبئی ولد عبدالغنی تلمیذ فدا (۱، ۳، ۴) ؎

دل میں بن کر بجز اک سوزِ نہاں آنے کو ہے — اب مرے لب پہ کوئی دم میں دھواں آنے کو ہے

ساغر، منشی احمد حسین فاروقی گوپاموی تلمیذ شاکر (۱۰) ؎

زیارت کے ارماں تو میں دل میں لاکھوں — مگر بخت کا ہے کو بیدار ہوگا

سراج، مولوی سید محمد سراج الدین ابن سید یٰسین صاحب، از گودہرہ (۲، ۳، ۴) ؎

کثرتِ عصیاں سے کیا تشویش تجھ کو اے سراج — روزِ محشر ہے شفیعِ عاصیاں آنے کو ہے

؎ اللہ کے کلام سے ثابت ہے جس کی نعت — یہ مرتبہ ہے صاحبِ ام الکتاب کا

سردار، سید سردار محمد خاں انسپکٹر پولس ڈویژن راناپور تلمیذ عزیز لکھنوی (۱۰) ؎

کریں گے مجھے یاد طیبہ میں حضرت — کبھی ہائے وہ دن بھی سردار ہوگا

سعید، منشی محمد سعید چشتی قادری کیا مٹوی تلمیذ تحمل جلال پوری (۱۳، ۱۴، ۱۹، ۱۸) ؎

اک یہ بھی سعید جگر افگار و جگر سوز — مدحِ جنابِ شہِ ابرار ہے کیا خوب

سند، سید محمد جنرل چارج مین ورکشاپ ہیلی (۲) ؎

کیوں کر رکھوں میں حشر کا واعظ کی طرح ڈر — مدّاح ہوں جنابِ رسالت مآب کا

شاکر، شیخ محمد وزیر تلمیذ رحمان بمبئی (۱) ؎

ازل سے چشم میں اہلِ نظر نے کر لیا پنہاں — نہ تھا اس واسطے سایہ رسول اللہ کے قد کا

شریف، عبدالرحمٰن از ٹمٹور تلمیذ دل، یاسین بعدہٗ ذائق (۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۷) ؎

شریفِ ناتواں کی آرزو ہے مرتے دم یارب — نظر آئے کہیں نقشہ سراپائے محمد کا

شمیم، خدا علی برہان پوری از منگرول پیر (برار) تلمیذ عزیز (۳۳، ۳۵) ؎

نہ ہم دم ہے نہ مونس ہے کوئی اس دارِ فانی میں — نہیں تیرے سوا میرا کوئی زنہار یا اللہ

شوکت، محمد عمر طالب علم تلمیذ محمد عثمان راغب برہان پوری (۳۲، ۳۴) ؎

کیا پیدا خدا نے ہے کے آدم سے مسیحا تک — کوئی تجھ سا حسیں اللہ اکبر ہو نہیں سکتا

شیفتہ، سید محمد کاظم حسین کنتوری مقیم حیدرآباد، معتمد عدالت امورِ عامہ سرکارِ آصفیہ (۱۳، ۱۵، ۲۰)

شفیع عاصیاں کس روز دیکھیں یاد کرتے ہیں　　گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

شیدا ، عبدالقادر تلمیذ فدا ساکن بمبئی (۶،۱) ؎

مجھے اس کا مزار پاک یارب جلد دکھلائے　　کیا کرتے ہیں نظارہ ملائک جس کے گنبد کا

صادر ، منشی محمد یعقوب ہیڈ کلرک پوسٹ آفس بمبئی (۵،۲،۱) ؎

رہے وہ سر کہ سودا جس میں ہے گیسوئے احمد کا　　رہے وہ دل کہ ہے جس میں اثر عشق محمد کا

صابر ، جان محمد ساکن بمبئی شاگرد صادر (۲،۱) ؎

پرسش کو آئیں گے جو نکیرین قبر میں　　لے لوں گا نام شافع روز حساب کا

صادق ، شیخ امیر خلف بھیکی حاذق دہر نگانوی (۱۲، ۳۰، ۳۱، ۳۳) ؎

تو ہاشمی و مطلبی و قرشی ہے　　مختار جناں شافع محشر لقبی ہے

صریر ، شیخ محمد عبدالکریم احمد آبادی شاگرد وحشت بعدۂ کلیم بنگلوری (۲) ؎

ہو جائے گی نجات یقیں اب تو ہے صریر　　مداح تو ہوا ہے رسالت مآب کا

صفدر ، مرزا صفدر حسین بیگ لکھنوی وارد عظیم آباد تلمیذ ایرج (۲۳)

ضبط ، شیخ محمد بخش اجمیری تلمیذ داغ دہلوی (۲، ۵) ؎

کیا خوف روز حشر کا اے ضبط ہے تجھے　　مداح دل سے تو ہے رسالت مآب کا

ضمیر ، مولوی حافظ محمد یسین خاں (۲) ؎

کیوں کر نہ حق پسند کلام ضمیر ہو　　مداح ہے جناب رسالت مآب کا

طالب ، محمد اسحٰق (۳۰، ۳۲، ۳۵) ؎

اب روز قیامت کا تجھے غم نہیں طالب　　محشر میں شفاعت کو رسول عربی ہے

طالب ، منشی عبدالوہاب تلمیذ خادم از مالیگاؤں (۱۰) ؎

مرا بخت خفتہ بھی جاگے گا طالب　　نبی کا قیامت میں دیدار ہو گا

ظامی ، حکیم منشی محمد عبدالرحیم بھڑوچی (۶،۲) ؎

بھیجا شفیع کر کے جہاں میں رسول کو　　باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

ظہور ، ظہور محمد خاں خلف غریب تلمیذ مرزا سہارن پوری (۱۰، ۱۲) ؎

ہوا ایک سو دل شاجب یہ مژدہ　　نبی کا قیامت میں دیدار ہو گا

عاصی ، منشی محمد رشید الدین رئیس جمبو شہر (۲) ؎

مجھ کو بھی اے خدا کہیں پہنچا مدینے میں　　مشتاق ہوں میں روضۂ عالی جناب کا

عاصی ، حافظ فتح یاب خاں سوداگر ساکن ناگ پور تلمیذ شرق مرحوم (بعدہٗ عزیز ناگ پوری) (۱۳، ۱۴، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۶، ۲۷، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵) ؎

مدد کیجیے مرے مولا دمِ مشکل کشائی ہے　　گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

؎ آرزو ہے یہی حسرت ہے شب و روز مدام　　کاش در پہ ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو

؎ جمال و حُسن میں بے مثل تو ہے غیرتِ یوسف　　کوئی تجھ سا حسیں اللہ اکبر ہو نہیں سکتا

؎ نہایت پرخطر درپیش اک رستہ عدم کا ہے　　لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ

عابد ، سید محمد زین العابدین سہارن پوری (۲) ؎

میں عاشقِ رسول ہوں اے منکر و نکیر　　مجھ کو نہیں ہے خوف سوال و جواب کا

عزیز ، محمد عبدالعزیز خاں دہلوی شاگرد داغ جمعدار پولس از ضلع باسم ملک برار (۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۸) ؎

وہ ختمِ رسل سید ابرار ہے کیا خوب　　سردار ہے غم خوار ہے مختار ہے کیا خوب

علی ، علی محمد مؤلف "تقویم جدید" بمبئی (۱) ؎

رہیں گے اے علی چرچے ثنا خوانی کے کوسوں تک　　ہوا مطبوع منشورِ شفاعت اپنے مقصد کا

عیش ، فخر الدین تلمیذ صولت (۲) ؎

بے خوف ہوں میں تابشِ خورشیدِ حشر سے　　سایہ ہے میرے سر پہ رسالت مآب کا

عرشی ، مولوی محمد عبدالقادر جالندھری مدرس مدرسہ جُنید تلمیذ اعجاز جبل پوری (۱۰، ۲۳، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵) ؎

؎ شبِ معراج میں حوریں یہی حضرت سے کہتی تھیں　　کوئی تجھ سا حسیں اللہ اکبر ہو نہیں سکتا

؎ اور کچھ خواہش و ارماں نہیں ہیں مولا　　کاش در پہ ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو

؎ تعریف تری مجھ سے بیاں ہو نہ ذرا بھی　　تو ہاشمی و مطلبی و قرشی ہے

؎ بھروسا ہے مجھے لاتقنطوا ہی پر مرے مولا　　اگرچہ میرے سر پہ ہے گناہ کا بار یا اللہ

غریب ، محمد خاں سہارن پوری اہل مد پیشی صاحب سپرنٹنڈنٹ بہادر پولس سہارن پور (بعدہٗ سب انسپکٹر ضلع مین پوری) (۶) ؎

ہے بے مثال عارضِ محبوبِ کبریا　　کیوں ہو نہ لاجواب خدا کی کتاب ہے

عزت ، میمن الہ دین ساکن بمبئی تلمیذ راحت اورنگ آبادی (۱، ۲)

ہوا اس واسطے دنیا میں وہ شمس الضحیٰ پیدا　　کہ روشن نام کرنا تھا اسے اپنے اب و جد کا

فدا ، فدا حسین خاں تلمیذ خواہاں بریلوی (۱۰، ۱۲) ؎

خوشی کس طرح سے نہ ہو عاشقوں کو　　نبی کا قیامت میں دیدار ہو گا

فدا ، سید فقیر محمد چشتی صابری مالک گل دستہ منشور شفاعت (۱، ۲، ۳، ۴، ۵) ؎

دمِ تحریر یہ دھیان آیا جو بسم اللہ کے مد کا ‎ ‎ تو قلم نے لکھ دیا مطلع میں وصف ابروے احمد کا

ے کیا شان شہِ سوارِ سمندِ براق ہے ‎ ‎ تا دستِ جبرئیل میں تسمہ رکاب کا

ے اُس کی قسمت اُس کے طالع ہیں کہ جس کے گھر خدا ‎ ‎ بزم ہونے کو ہے اور وہ جانِ جاں آنے کو ہے

فریاد، سید عبدالرحیم تلمیذ صادر (۲) ے

جس کو شفیع احمد مرسل سا مل گیا ‎ ‎ کیا خوف اُس کو حشر کے دن ہے عذاب کا

فرحان، شیخ عبدالرسول خطیب و صدر مدرس مدرسہ پیل گاؤں (بعدہٗ ضلع باسم ملک برار) تلمیذ عزیز باسموی (۸، ۱۵، ۱۶، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۸، ۳۳، ۳۵)

نظر خورشید پر کرتے ہیں رخ کا دھیان آتا ہے ‎ ‎ مہ نو دیکھ کر ابروے احمد یاد کرتے ہیں

میں خاطی اور مجرم ہوں تو ہے غفار یا اللہ ‎ ‎ چھپا دے میرے عصیاں کو تو ہے ستار یا اللہ

فضل، حکیم حاجی سید محمد فضل حق سہارن پوری مرید حضرت حاجی امداد اللہ تلمیذ ساقی سکندر آبادی (۳، ۴، ۵، ۶)

فضل حق کرے جو کرنا ہو تجھے خیر العمل ‎ ‎ زندگی کے باغ میں اک دن خزاں آنے کو ہے

امت پہ اپنی ساقیِ کوثر کا دوستو ‎ ‎ باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

قدرت، شیخ قدرت اللہ رئیس مراد آباد تلمیذ ازل (۲۱، ۲۲) ے

سوائے رحمتِ عالم کوئی سنتا نہیں اُن کی ‎ ‎ گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

قمر، سید حسین میاں تلمیذ سید منگوری (۱) ے

خوشا زائر وہ جس نے روضۂ پُر نور دیکھا ہے ‎ ‎ خوشا وہ آنکھ نظارہ کیا ہے جس نے گنبد کا

قنبر، عبدالقادر تلمیذ اظہر جلگانوی (۸، ۱۱، ۱۲) ے

دولتِ عشقِ نبی سے ہے غنی دل میرا ‎ ‎ کیا کروں گا تجھے اے دولتِ دنیا لے کر

قول، غلام محمد علی خاں ساکن بمبئی تلمیذ نزہت مرحوم (۱، ۲) ے

مری بھی جاں نکل جائے شہیدی کی طرح حضرت ‎ ‎ نظارہ کرتے کرتے آپ کے روضے کے گنبد کا

کریم، شیخ کریم بخش داروغہ اصطبل نواب محمد شمس الدین علی خاں اجمیری (۱۰) ے

گناہوں میں ساری کٹی عمر اے دل ‎ ‎ تو کب خوابِ غفلت سے بیدار ہوگا

کشتہ، سید افتخار عالم رئیس پھانی تلمیذ حسان الہند رضوان (۱، ۲) ے

ہر اک صفحہ ہے دیواں کا مرے گلدستہ جنت کا ‎ ‎ ازل سے ہوں میں بلبل باغِ اوصافِ محمد کا

کمال، حکیم سید محمد مہدی لکھنوی خلف الصدق جلال لکھنوی (۱) ے

قلم کو ولولے میں جب اُٹھاتا ہوں تو کہتا ہے ‎ ‎ کہ یہ قدرت ہے کس میں لکھ سکے جو وصف احمد کا

کمتر ، شیخ محمد محبوب جبل پوری تلمیذ اعجاز (۹، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۳۰) ؎

ہے مالک گلزار جناں صاحب کوثر　　تو ہاشمی و مطلبی و قرشی ہے

کوثر ، منشی محمد عبدالرحیم لکھنوی ساکن بمبئی تلمیذ تجلی جلال پوری (۸، ۱۴، ۱۶) ؎

جب گل داغِ نبی دل میں نمایاں ہوگیا　　میرا سینہ غیرت گلزار رضواں ہوگیا

کوثر ، مولوی حکیم عابد علی خیر آبادی شاگرد امیر لکھنوی انڈیا ٹی (۱۳، ۲۱) ؎

مدد کا وقت ہے لینا خبر لے شافع محشر　　گنہ گارانِ اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

کوثر ، شیخ لال خلف اصغر نور محمد مقیم دہرن گانو تلمیذ محمد عثمان راغب (۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۶) ؎

شفاعت کی تناسب شہ امجاد کرتے ہیں　　گنہگارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

گمنام ، عبداللہ میاں تلمیذ فدا (۱) ؎

نہ آتو اے غشی یہ وقت ہے دیدار احمد کا　　کہیں چھٹ جائے ہاتھوں سے نہ دامن میرے مقصد کا

لیق ، شیخ نبو ٹپاؤدی تلمیذ خلیق ٹپاؤدی (۹، ۱۲، ۲۳، ۳۲) ؎

خاک مزار سرور عالم جو پائیں ہم　　آنکھوں میں مثل سرمے کے اس کو لگائیں ہم

مائل ، شیخ محمد میمن ساکن بمبئی تلمیذ جیبی (۱، ۲، ۳) ؎

نہ لاتی نام یوسف کا زباں پر اپنے پھر ہرگز　　زلیخا کو نظر آتا اگر چہرہ محمد کا

محمود ، سید عبدالرزاق محمود شاہ قادری (۲) ؎

تم آفتاب چرخِ رسالت ہو یا نبی　　ثانی نہیں جناب خدا میں جناب کا

محقق ، مولوی عبدالکریم مدرس (۲) ؎

ممکن نہیں کہ نعت محقق سے ہو ادا　　مدّاح خود خدا ہے رسالت مآب کا

مخفی ، محمد ابراہیم برادر نظامی (۱، ۲) ؎

رسول خدا کے روضے پر دم میرا گر نکلے　　شہیدی کے برابر مرتبہ ہو میرے مرقد کا

مدرس ، منشی عبدالکریم مدرس مدرسہ انجمن اسلام بمبئی (۱) ؎

مدرس دم نہ مار اس جا کبھی تو نعت احمد کا　　زمیں یہ خاص حصہ ہے شہیدی محمد کا

مرید ، میر محمد عرضی نویس صدر گور داسپور (۲، ۳، ۷) ؎

مدّاح ہوں جناب رسالت مآب کا　　سوجھا ہے کام کیا مجھے اے دل ثواب کا

مشکور ، منشی نور محمد سورتی تلمیذ مشہور (۲) ؎

مدّاح ہوں جناب رسالت مآب کا　　رکھتا نہیں ہوں خوف میں روزِ حساب کا

مشاہیر، منشی محمد عبدالودود فرزند محمد عبدالرحمٰن متوطن سلیمان پور (بعدہٗ سلمبر ضلع ارکاٹ) (۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۳۵)

؎ کچھ شغل نہیں اور سہارا ہے مشاہیر — محبوب خدا کی ثنا اور دہن اپنا

؎ ہاں شافع محشر شہ ابرار ہیں کیا خوب — بخشش کے لئے احمد مختار ہیں کیا خوب

مشتاق، محمد عبدالغفور طالب علم تلمیذ راغب برہان پوری (۳۲، ۳۴) ؎

جانا ہو جائے کہیں کوسے مدینہ میرا — کاش در پر ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو

مصطفیٰ، سید غلام مصطفیٰ منگلوری تلمیذ فدا (۱) ؎

بچھڑ کر قافلے سے اے خضر آرام کھو بیٹھا — کہیں رستہ تو بتلا دو مجھے کوئے محمد کا

مضمر، حسام الدین ٹھیکیدار خلف دھنا مصر از دھرن گاؤں خاندیس تلمیذ راغب (۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۶) ؎

ہمیں کچھ گرمیٔ خورشید محشر کی نہیں پروا — شہ ذی جاہ کے ابر کرم کا سر پہ سایہ ہے

معظم، شیخ عبدالغفور خلف محمد علی ساکن ریوڈنڈا علاقہ بمبئی شاگرد یاس (۱۳، ۱۴، ۳۵) ؎

لحد میں نزع میں میدان محشر میں معظم کو — بچانا از طفیل احمد مختار یا اللہ

مقبول، محمد مقبول عالم رئیس پھانی شاگرد حسان الہند (۱) ؎

کسی کو رحمت للعالمیں کا کب خطاب آیا — رسولان سلف سے بڑھ کے رتبہ ہے محمد کا

مقال، میر محمد نذیر تلمیذ و خویش جلال لکھنوی (۱) ؎

کوئی اس سے نہیں واقف کہ کیا رتبہ ہے احمد کا — خدا ہی جانتا ہے مرتبہ جو ہے محمد کا

منت، غلام غوث خاں تلمیذ رشید بمبئی (۱، ۲) ؎

ہر ذرہ کوچۂ شہ گردوں جناب کا — جلوا دکھا رہا ہے مہ آفتاب کا

منیب، مولوی محمد رضی الدین ہیڈ مولوی گورنمنٹ اسکول فتح پور (۶) ؎

امت کو غم کس لئے روز حساب کا — باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

مونس، منشی محمد عمر متوطن منگلور ضلع رڑکی (۶) ؎

مونس ڈرے گناہ سے کیوں جب جناب کا — باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

مہدوی، سید علی جمعدار و آنریری جج عدالت حیدر آباد دکن تلمیذ ہاتف از حیدر آباد (۱۳، ۱۵، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۳۲) ؎

نگاہ بخشش ہو جائے ادھر بھی شافع محشر — گنہ گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

مہدی دیں تیرے روضے پہ ہے آنا مجھ کو — کاش در پر ترے مل جائے ٹھکانا مجھ کو

نادر، منشی محمد عبدالرحیم بھڑوچی (۱، ۶) ؎

ہم عاصیوں پہ احمد بے میم کا دلا — باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

ناطق، منشی محمد عبدالعزیز فرخ آبادی (مہتمم گلدستہ وسیلہ نجات بمبئی تلمیذ ثاقب شاہ جہان پوری) (۲) ؎

محشر کا ڈر نہ خوف ہے روزِ حساب کا مداح ہوں جنابِ رسالت مآب کا

ناطق، منشی ابوالحسن شہاب الدین از قصور (۳۵) ؎

ہے دریائے تفکر موجزن ناطق ہے درماندہ لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ

نجیب، نجیب الدین مرادآبادی تلمیذ رضوان (۲۴، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰) ؎

دل پہ ہیں مرے داغ محبت شہ دیں کے سرسبز رہے حشر تک یہ چمن اپنا

نجات، شیخ غلام محمد تلمیذ حسان الہند (۲، ۳) ؎

اندیشہ خاک ہو مجھے روز حساب کا ذرّہ ہوں میں جنابِ رسالت مآب کا

نذیر، محمد نذیر خاں تلمیذ راضی تلہری از قصبہ ریٹھا (۱۱) ؎

بے کسی خستہ دلی حسرت و غم ناکامی جائیں گے قبر میں ہم ساتھ کیا کیا لے کر

نشاط، شیخ حسین علی تلمیذ حسان الہند (۱) ؎

الٰہی زائرانِ روضۂ پُر نور کا صدقہ میسّر مجھ کو بھی نظارہ ہو حضرت کے مرقد کا

نشاط، محمد خاں ابن بہادر خاں، برادر اخلاق، تلمیذ رزاق احمد آبادی (ماقبل بہار احمد آبادی) (۴، ۱۴) ؎

کیوں نہ ہو ہر اک تن بے جاں میں جاں آنے کو ہے آج اے عیسیٰ مسیحائے زماں آنے کو ہے

نور، روشن جہاں بیگم از لودیانہ (۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۴، ۲۵، ۲۹) ؎

گزر ہو گر صبا تیرا در سلطانِ یثرب پر تو کہنا عاشق شیدا تمہارے یاد کرتے ہیں

نودعی، شاکر احمد طالب علم خلف میر محمد المعی مرحوم (۲۰) ؎

شہا اب ہند سے ہم کو مدینے میں بلا لو تم گنہ گارانِ امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

نیر، محمد عبدالرحمٰن وکیل ریل شاگرد یاس لکھنوی (۶، ۷) ؎

بندے خدا کے اور غلام رسول ہیں اپنا بروز حشر یہی ایک جواز ہے

نیر، سید جہاں گیر میاں تلمیذ سید منگوری (۱) ؎

صریر کلک سے تھا نغمۂ صلی اللہ پیدا لکھا جب وصف میں نے رنگ رخسار محمد کا

نیر، مولوی قمرالدین اکبر آبادی (۱۰) ؎

جدائی میں رو رو کے کہتی ہیں آنکھیں محمد کا کب ہم کو دیدار ہوگا

واصف، احمد عبدالحبیب تلمیذ جوہر (۲) ؎

ہے مجھ کو عشق روئے رسالت مآب کا مرقد پہ میرے پھول چڑھانا گلاب کا

واصف، مولوی فقیرالدین تلمیذ واثق مرحوم چشتی نظامی برہان پوری (شاگرد مولانا قادر خاں واثق) (۱۲، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۶) ؎

یہ گل چین طبیعت نے دم وصف رُخ رنگیں　　زمین شعر کو نکہت سے پھولوں کی بسایا ہے

وداد، حاجی عبدالرحمٰن بن حاجی داؤد تلمیذ اخلاص (۳، ۴) ؎

خوب نکلیں گے شفاعت کے بھی دل کے حوصلے　　حشر کا دن ہے شفیع عاصیاں آنے کو ہے

وصف، منشی غیاث الدین از مدراس، تاجر کتب و منیجر "گلدستۂ آب حیات"، تلمیذ منعم (۱۳، ۱۴، ۱۵) ؎

جلتا ہوں ایسا سوزشِ عشقِ رسول میں　　اک آگ سی لگی ہوئی سب تن بدن میں ہے

یٰسین، مولوی محمد یٰسین تلمیذ حبیبی (۱) ؎

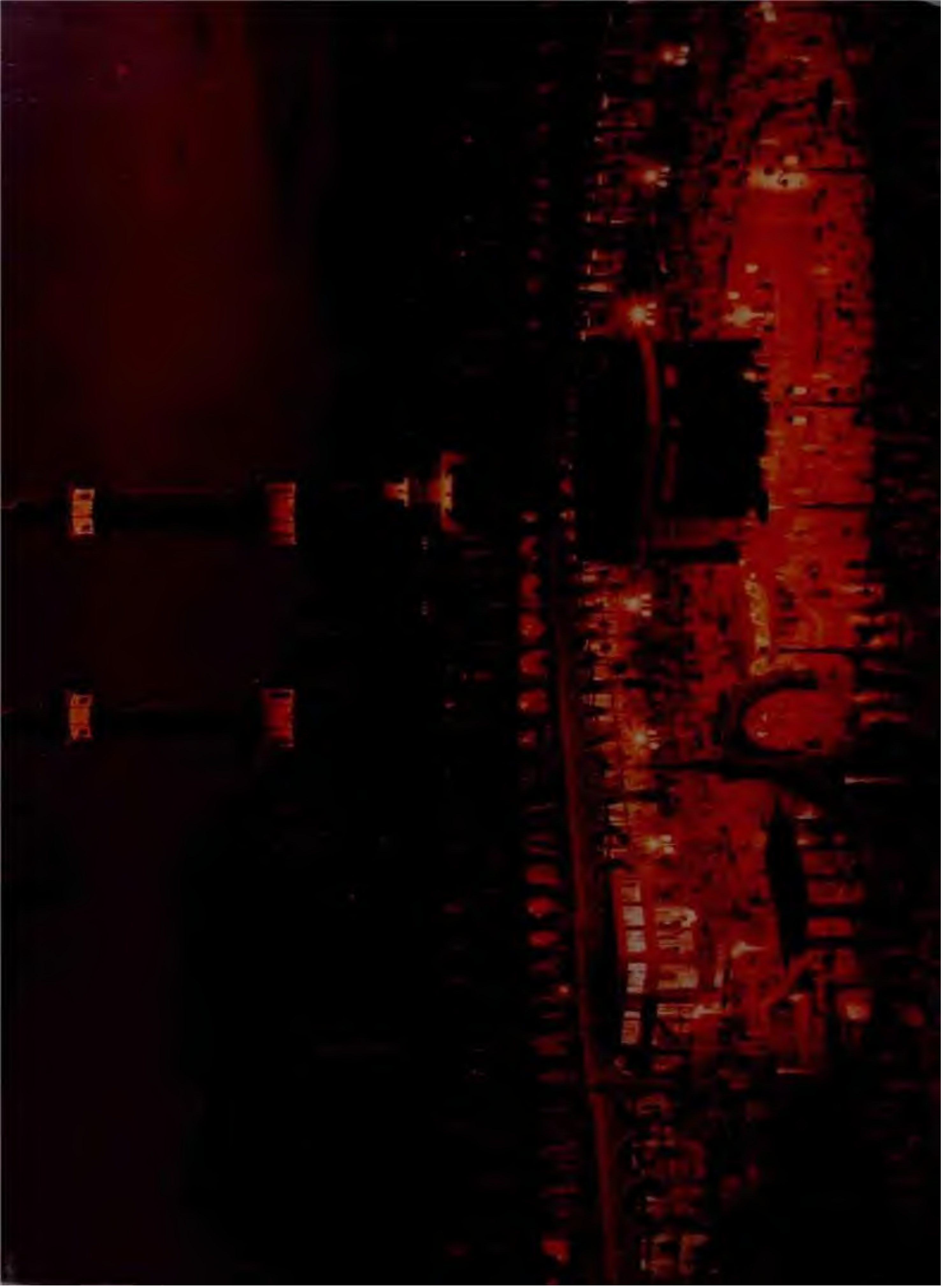
تمنا ہے گدائی ہو میسّر کوئے اقدس کی　　نہ خواہاں ہوں میں دولت کا نہ حشمت کا نہ مسند کا

یکتا، فتح محمد تلمیذ ظریف مدراسی (۱) ؎

کسی صورت کسی تصویر سے ہرگز نہیں ملتا　　کھنچا ایسا پری نقشہ سراپائے محمد کا

یوسف، شیخ محمد یوسف ماسٹر ٹیلر، فورٹ ولیم کلکتہ (۱۱)

دل میں احمد کی زیارت کی تمنا لے کر　　ہم مدینے کو چلے عشق کا سودا لے کر



خانہ کعبہ کا منظر، مسجد الحرام کی چھت سے

عربی زبان میں نعتیہ کلام

حکیم محمد یحییٰ خاں شفا

جزیرہ نمائے عرب میں بسنے والے قبائل واحزاب، بدوی اعراب ہوں یا حضری اشراف، بالعموم شعروشاعری اور نسیب وخطابت کے رسیا تھے۔ فصاحت وبلاغت تو گویا ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ تہذیبی تکلّف اور تمدنی رکھ رکھاؤ سے آزاد، بے باک اور بے ساختہ طبیعتوں میں فطری موزونی اور رواں دواں افتادِ مزاج، یوں بھی کچھ زیادہ ہی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ تعلیم وتعلم سے ناآشنا ہونے کے باوجود عربوں میں قریب قریب تمام مرد وزن کسی نہ کسی درجہ میں شاعر یا خطیب ضرور ہوتے تھے۔

ذوقِ اظہار کی اسی فراوانی، شیوا بیانی کی اسی عمومیت اور طلاقتِ زبان کی اسی ہمہ گیری کی بدولت اس سرزمین کے باشندے اپنے آپ کو عرب، یعنی زباں آور اور دوسرے ممالک کے رہنے والوں کو عجم، یعنی گونگا کہہ کر اظہارِ تفاخر کیا کرتے تھے۔

عرب قبل از اسلام اور مدحیہ ادب

اسلام سے قبل کے جاہلی ادب میں شعروسخن کی تقریباً وہ تمام اصناف کسی نہ کسی شکل میں موجود تھیں جو آگے چل کر ادب العرب کے گنجینہ کا سرمایۂ وقار قرار پائیں۔ ہیئت کے اعتبار سے قصیدہ، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی اور مخمس وغیرہ تو مواد ومضامین کے لحاظ سے حماسہ، عشق وصبابہ، تغزل، مدیح، رثاء، ہجا، جد وہزل۔ الغرض ہر نوع کی شاعری شعرائے جاہلیت کے ہاں ملتی ہے۔ ان کے قصیدوں میں رزمیہ، طربیہ، مدحیہ، بیانیہ، الیہ اور ہجائیہ ہر طرح کی سخنوری کے بڑے جاندار نمونے موجود ہیں۔ ان کی بدیہہ گوئی، ارتجال اور زورِ طبع کے واقعات، مدح وستائش کے دوش بدوش ذم وہجو، طنز وتعریض، حسنِ طلب اور بلاغتِ ادا کی شاندار مثالیں تاریخِ ادبِ عربی کے صفحات پر جگمگا رہی ہیں۔

بعثتِ نبوی کے زمانہ میں سینکڑوں ممتاز شعراء موجود تھے۔ سبعۂ معلقہ کے چیمپئنز (champions) کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں شعروسخن کا چرچا تھا۔ آپ کے چچا، ابوطالب سے کئی اچھے شعر منسوب ہیں۔ حضرات شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے اشعار بھی کتابوں میں منقول ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے نام سے تو پورا دیوان موجود ہے۔

اس دور کے دوسرے شعرا میں لبید، زہیر، عباس بن مرداس، متمم بن نویرہ، حسان بن ثابت، عبد اللہ بن رواحہ، کعب بن زہیر اور ابن زبعری وغیرہ معروف وممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

اسلام میں شعروشاعری کا مقام

شعروشاعری میں اظہار وابلاغ کی لاکھ خوبیاں سہی پر بیان کی مرصع کاری اور معانی کی دقت ونزاکت کے لیے دور کی کوڑی لانا ہی پڑتی ہے۔ ع

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

اغلاق و اغراق، غلو و مبالغہ اور ایماء و استعارہ کے فنی حربوں سے کام لیے بغیر چارہ نہیں۔ ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

تنزیل من حمید مجید، تعریف و ثنا کے لائق خدائے بزرگ کے نازل کیے ہوئے وحی متلو (قرآن پاک) کی معجز نما فصاحت و بلاغت، حسنِ بیان، شوکت الفاظ، اثر و نفوذ اور معنوی کیف و کم سے مرعوب و مبہوت ہو کر عرب نقادوں نے حضور علیہ السلام کو شاعر کہہ دیا تھا۔ لیکن رب العزت والجلال نے بڑے زور دار لفظوں میں اس کی تردید فرمائی:

وماعلمناه الشعر ومایبنغی لهٗ ان هو الا ذکر وقراٰن مبین ○ لینذر من کان حیا و یحق القول علی الکافرین ○

ہم نے اپنے پیغمبر کو شعر گوئی نہیں سکھائی۔ نہ یہ آپ کے شایانِ شان ہے۔ یہ تو ذکر (یاددہانی) نصیحت (خیر خواہی) اور واضح حقیقتوں کا بار بار اعلان ہے۔ تاکہ ہمارا رسول زندگی سے ربط رکھنے والے غافلوں کو ہشیار، اور حقیقت کو چھپانے والے کافروں پر اتمام حجت کر سکے۔

قرآن حکیم میں شعراء کو من حیث المجموع، اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا گیا بلکہ انہیں بہتان طراز، غلط کار و کج اندیش، ہر وادی میں بھٹکنے والے بے راہ رو، قول و فعل میں مطابقت نہ رکھنے اور گمراہ کرنے والے کہا گیا ہے۔

بے شک ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا۔ شعر میں حکمت و دانش کے چمکتے موتی بھی ہوتے ہیں اور بیان و بدیع کے فن سے جادو بھی جگایا جا سکتا ہے۔ تاہم اس میں دروغ بے فروغ کی آمیزش، مبالغہ و اطراد کا کھوٹ اور حقیقت واقعی سے انحراف کی روش عام سخت ناپسندیدہ ہے۔ اور اسلام ایسا تحریکی اور عملی دین، جھوٹے نگوں کی اس ریزہ کاری کو Appreciate کرنے اور کم سے کم عوامی پیمانے کی وسعت و ہمہ گیری کے ساتھ اس دروغ بافی کو جاری رکھنے کا روادار نہیں۔

جوامع الکلم و بدایع الحکم سید و سرور فصحائے عرب و عجم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انا اوتیت بجوامع الکلم مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی وسیع ہیں خیر الکلام ماقل ودل بہترین کلام وہی ہے جو مختصر بھی ہو اور زور دار بھی۔ چنانچہ آپ نے کلام موزوں، ایجاز سخن، حسن ترتیب، نظم بیان اور خوش اسلوبی سے کام لیا ہے۔ احادیث کے ذخائر میں، جوامع الکلم کے شستہ و رفتہ اور ناسفتہ موتی جا بجا بکھرے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے اکثر ارشادات عربی ادب کی ضرب الامثال بن چکے ہیں۔

حضورؐ نے دوسروں کے ایسے موزوں اور برجستہ کلام کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ جو واقعیت و صداقت کا آئینہ دار، اور کذب و مبالغہ وغیرہ عیوب سے پاک ہو۔ ایک شاعر کا یہ مصرعہ: ع

الا کل شئی ماخلا اللہ باطلٗ

خدا کے سوا جو کچھ ہے، نمود سیمیائی ہے۔ آپ نے بہت پسند فرمایا تھا۔ اور اس طرح کے حقیقت آموز و صداقت افروز کلام کو حسنِ انتظام اور اسلوب جزیل کے ساتھ پیش کرنے کی حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

غلط، خلاف واقعہ اور نفس و شیطان کی انگیخت پر کہی ہوئی گمراہ کن باتوں کی مؤثر پیرایہ بیان میں شاعرانہ حسن ادا کے ساتھ، تردید کرنے کا خود آپ نے حکم دیا تھا۔ اور آپ کے ایماء مبارک پر حسان بن ثابتؓ ایسے سخنور، غوی و غالی شاعروں کی ہزلیات و خرافات کا جواب شعر و شاعری ہی کی زبان میں دیا کرتے تھے۔

شاعرِ رسالت

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی مورخین اور سیرت نگاروں نے 'شاعر دربار نبوی' کے خطاب سے ذکر کیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ مداحین رسول کے سرخیل ہیں اور خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں یہودی اور مشرک شاعروں کی ہفوات سے اپنے دفاع پر مامور فرمایا تھا۔

روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھری مجلس میں صحابۂ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: "مخالف شعراء کی ہرزہ سرائیاں حد سے بڑھتی جا رہی ہیں۔ تم لوگوں نے تلوار سے تو میری مدد کی ہے، کیا کوئی ایسا بھی ہے جو زبان سے میری مدد کرے؟"

اس موقع پر حضرت حسانؓ اٹھے اور کہنے لگے: "یا رسول اللہؐ! اس خدمت کے لیے یہ ناچیز حاضر ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جذبۂ خلوص سے خوش ہو کر بولے، "ان میں سے کچھ لوگ میرے اپنے قبیلے قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور میرے قریبی عزیز ہیں۔ مثلاً ابوسفیان میرا عم زاد ہے اس کے خلاف بھلا تم کس انداز سے کہوگے؟"

حضرت حسانؓ نے کہا: "حضورؐ! میں آپ کو ان کے بیچ میں سے یوں الگ کر لوں گا جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال کو کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔"

نعت گوئی کا آغاز

حق یہ ہے کہ حضرت حسان نے مخالفین کے مطاعن، تنقیصی ہزلیات اور تعریضات سے حضور سراپا نور کا دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا اور بڑے خلوص سے حضور کی شان میں قصیدے لکھے۔ ان کے کلام میں ابتذال اور فحش کی آلودگی نہیں ہے بلکہ اسلام کے پاکیزہ تبلیغی اور تحریکی مزاج سے مناسبت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

دیکھیے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

هجوت محمداً فاجبتُ عنه — وعند الله فی ذاك الجزاءُ
اتهجوه ولست لهٗ بكُفوٍ — فشرّكما لخيركما فداءُ
هجوتَ مباركاً براً حنيفاً — امين الله شيمته الوفاءُ
ومن يهجوا رسول الله منكم — ويمدحه وينصرهٗ سواءُ
فانّ ابی و والدتی و عرضی — لعرض محمد منكم وقاءُ

(تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا۔ اس کا اجر اپنے اللہ سے لوں گا۔)
(تم نے اس ذات کی ہجو کی، جس سے تمھاری برابری نہیں ہے تم اشر الناس اور وہ خیر خلایق ہے، کیوں نہ تم اس پر قربان ہو جاؤ)
(تم نے ایک برکت والی نیک فطرت اور بے ریا شخصیت کی توہین کی اور اسے برا کہا۔ جس کی طبیعت میں حیا ہے)
(اور اگر تم میں سے کوئی اللہ کے رسول کی ہجو کرتا ہے یا ان کی تعریف کرتا اور انھیں مدد دیتا ہے، میرے نزدیک سب برابر ہیں)
(کیونکہ میرا باپ میری ماں اور میری عزت ہر چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے ڈھال ہے۔)

اسلامی شاعری میں حقیقت افروزی اللہ کے پاک رسول محمدؐ، سب نبیوں کے سردار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے رفتہ رفتہ اس جوابی، جدلیاتی اور دفاعی شاعری کا رُخ، ما فوق البشر حکمت و تدبیر سے واقعاتی صداقت، حقیقت نگاری اور کردار آموزی ایسے امور و معاملات کی طرف موڑ دیا اور بے مقصد تعلی، بے جا تفاخر، بے محابا تعشق اور ہنگامی جذباتیت سے ہٹا کر فکر و سخن کو نظریہ اور تحریک کی مقصدیت عطا کر دی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے درباری شعراء حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہم) کو فحش گوئی، ابتذال، غلو و اغراق، اور اسی نوع کے شعری معائب سے بچنے کی تاکید و ہدایت فرماتے رہتے تھے۔ اور بعض مواقع پر ٹوک کر اصلاح فرما دیا کرتے تھے۔ آپ کی بعض اصلاحیں بڑی دُور رس اور آپ کی سخن سنجی اور ذوق سلیم کی مُنہ بولتی تصویر ہیں۔

فخرِ رُسل کا ذوقِ سخن کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ حبیب نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" پڑھ رہے تھے، اس شعر پر پہنچے ؎

ان الرسول لنور یستضاء بہ
مھند من سیوف الھند مسلول

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ہیں جس سے ساری نوع انسانی جگمگا اٹھی ہے۔ اور وہ بے نیام ہندی شمشیر کی طرح تیز اور فیصلہ کن ہیں)

حضور علیہ السلام نے برجستہ اصلاح دی سیوف الھند کی جگہ سیوف اللہ کر دو۔ اس یک لفظی اصلاح سے شعر زمین سے آسمان پر پہنچ گیا۔ اس کی معنویت محدود سے لامحدود ہو گئی۔ اور جہاں شعر کی گیرائی اور اثر میں وسعت پیدا ہوئی وہیں حضور کی بے مثال دانش و فراست کا آئینہ بن گیا۔ حضور علیہ السلام الیٰ یوم النشور کسی محدود ملک یا مخصوص قوم کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ کی نبوت عظمیٰ سارے انفس و آفاق اور جملہ عوالم کے لیے موجب رحمت قرار دی گئی ہے۔ اس لیے آپ "استعارۃً" بھی کسی محدود وطنیت سے منسوب نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اور چونکہ اللہ العالمین کی ربوبیت کی طرح آپ کا فیضانِ رسالت بھی رحمۃ للعالمین تھا اس لیے آپ نے اللہ سے اضافت کو پسند فرمایا۔ دیکھیے اس طرح شعر کہاں سے کہاں جا پہنچا! اس پیغمبرانہ اصلاح

کی قدر و قیمت کا اندازہ عربی شعر و ادب اور اسلامی فکر و نظر کا دوگونہ ذوق لطیف رکھنے والے حضرات خود ہی لگا سکتے ہیں۔

یہ شعر ویسے بھی اپنے فنی حُسن اور بلاغت ادا کے ساتھ حقیقت و صداقت کا خوب صورت بیانیہ تھا۔ رسول پاک کی دی ہوئی اصلاح کے بعد تو معنویت کی معراج پر جا پہنچا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے سُن کر بہت خورسند ہُوئے اور آپؐ نے کعب کو اپنی رداء مبارک عطا فرمائی۔

مدحت ختم الرسل کا وجوب

حضور ختمی مرتبت کی بعثت، اصل میں پوری انسانی برادری پر خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھی اور خصوصی حیثیت سے مومنین کے لیے تو آپ کا وجود مسعود اللہ کریم کا احسانِ عظیم تھا وہ اس فضل و احسان کے لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں حمد و ثنا، اور مناجات و دعا کے نذرانے پیش کرتے نہیں تھکتے۔ اس کے ساتھ ہی اس نعمت عظمیٰ رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و ستایش کو بھی اپنا محبوب و مرغوب وظیفہ سمجھتے ہیں۔

یہاں یہ کہنا خلافِ حقیقت نہیں ہوگا کہ حضرت رسولِ خدا، چونکہ کافۃ للناس سارے عالم بشری کے لیے مامور ہُوئے تھے۔ اس لیے آپؐ کی عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر تمام بنی نوع انسان پر واجب ہے اور آپ کے مناقب، محاسن، مآثر، خواطر، اوصاف، احوال خصایص اور معجزات ہر چیز کا ذکر و بیان سارے انسانوں کی روحانی تسکین و اطمینان کا باعث بھی۔

یہی وجہ ہے کہ حضور پاک کی تعلیمات عالیہ کو اپنا دستورِ حیات بنا لینے والوں نے آپ کے اوصاف و خصائل اور شمائل و فضائل سب کا مذکور، خلوص بھرے جذبات کے زیرِاثر، اظہار و بیان کے ہر پیرائے میں کیا ہے اور انتہائی ادب و تعظیم کے ساتھ کیا ہے!

اور یہ بھی ایک امر واقعہ ہے کہ مختلف ممالک و امصار میں حبِ نبوی سے سرشار اہلِ علم و ہنر نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات پر اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ دنیا کی اور کسی اور بڑی سے بڑی شخصیت پر اس درجہ والہانہ عقیدت و احترام کے ساتھ آج تک اس قدر لکھا گیا ہے نہ آیندہ لکھے جانے کا امکان ہے۔

نعت گوئی کے مباحات

پچھلے چودہ سو برس میں مشرق و مغرب میں نعت نبی کے حد شمار سے بیرون و افزون زمزمے الاپے گئے ہیں۔ ممکن ہے ان میں افراط و تفریط کے پہلو بھی ہوں۔ اور نعت گوئی کے پورے آداب و شرائط کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ غلو و اغراق سے بھی کام لیا گیا ہو کیونکہ حبك الشئ یعمی ویصم؛ فرطِ محبت میں آدمی اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے: ؎

دع ما ادّعته النصارٰی فی نبیهم
واحکم بما شئت مدحاً فیه واحتکم

(نصرانیوں نے اپنے نبی کی تعریف میں جو بے بنیاد دعوے کیے ہیں چھوڑ دے کہ انہوں نے اسے ابن اللہ بنا دیا اور جس سے رسول پاک نے ہمیں لا تطرونی کما اطرت النصارٰی بینهم (میرے حق میں اتنا مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصارٰی نے اپنے نبی کے حق میں کیا ہے) فرما کر منع کیا ہے۔ باقی جو چاہے شان

رسول ہیں یقین کے ساتھ کہہ۔)

اور حقیقت یہ ہے کہ جس ذاتِ قدسی صفات کی مدح و توصیف خود اس کا کردگار اور معبود حقیقی آپ کرتا ہو اور اپنے فرشتوں سمیت درود و سلام کی سوغاتیں دمبدم بھیجتا ہو۔ مزید برآں عالم آب و گِل کے تمام تر اہلِ ایمان کو اس کے حضور درود و صلوٰۃ کے نذرانے بھجوانے کی ہدایت فرماتا ہو۔ انسان ضعیف البنیان اس وجودِ گرامی کی صفات کمال کہاں تک بیان کر سکتا ہے؟ ؎

ماذا عسی الشعراء الیوم تمدحہٗ
من بعد مامدحت اُمّ تنزیل

(حٰمٓ تنزیل، قرآن حکیم میں اللہ کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نعتیں بیان کر دی ہیں۔ اب ان کے بعد بھلا آج کل کے شاعر کیا مدح کریں گے!)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کہنا دنیا کے ہر بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ اشعر الشعراء و مصاقع الخطباء کہلانے والے شخص کے لیے بھی، چھوٹا مُنہ بڑی بات ہے۔ کوئی کتنے ہی مبالغے اور نکتہ آفرینی سے کام لے حضور کی مدح و نعت کے حق سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونا، انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ ؎

اریٰ کل مدح فی النبی مقصراً   وان بالغ المثنیٰ علیہ فاکثرا
اذا اللہ اثنیٰ بالذی ھو اھلہٗ   علیہ فما مقدار ما تمدح الوریٰ

(نبی پاک کی جتنی بھی زیادہ تعریف کی جائے کم ہی رہے گی کیونکہ اللہ پاک آپ ہی حضور کی تعریف و ستائش کر سکتا ہے ورنہ ساری دنیا بھی مل کر ان کی مداحی کا حق ادا نہیں کر سکتی)

اور یہ وہی بات ہے جو برصغیر کے مشہور شاعر مرزا اسداللہ خاں غالبؔ نے کہی تھی: ؎

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

علامہ بدرالزرکشی فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے سر برآوردہ اور ماہرِ فن شعراء مثلاً ابی تمام، ابوالبختری اور ابن الرومی ایسے اساتذۂ سخن کے نزدیک نعتِ رسول بے حد دشوار اور نازک ترین صنفِ سخن ہے، اور نعت گوئی کا حق ادا کرنا انتہائی مشکل بلکہ محال ہے۔ اس لیے ؏

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

پر کاربند رہنا ہی بہتر ہے۔

صاحبِ بُردہ نے بھی اسی حقیقت پر صاد کیا ہے، ؎

فانّ فضل رسول اللہ لیس لہٗ

حدٌ فیعرب عند ناطق بفم

(یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل حد وحساب سے باہر ہیں۔ ان کے بیان سے زبان گویا، لال (گنگ) ہے)

صاحب القرآن فی القرآن حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مدح و نعت، ہم آپ فانی اور ہیچمدان انسان کیا کریں گے! ان کا کردگار خدائے رحمٰن، اپنے قرآن کی زبان میں رطب اللسان ہے۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے:

وما ارسلناك الّا رحمة للعٰلمین ۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

کبھی آپ کو بالمؤمنین رؤف رحیم، مومنوں پر شفق و مہربان فرمایا گیا۔ گاہے طٰہٰ کہہ کر پکارا گیا تو کبھی یٰسٓ کے نام سے مخاطب کیا گیا۔ کہیں شاھد، نذیر، مبشر، مصدّق وغیرہ القابات دیے گئے تو کہیں داعیًا الی اللہ، سراجًا منیرا کے خطاب سے یاد کیا گیا۔ کبھی اعلان فرمایا کہ:

انّك لعلٰی خلقٍ عظیم ۔ بے شک آپ اعلیٰ اخلاق کا بہترین پیکر ہیں۔

کبھی آپ کو معلم کتاب وحکمت، مزکی ومطھر، حاکم، مطاع، آمر، ناھی بتایا گیا۔ المختصر آپ نبی، رسول، عبد، نبی اُمّی اور خاتم النبیین بھی ہیں اور احمد، محمد، حامد اور صاحب مقام محمود بھی۔

ع تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

ان مقامات ومراتب کی رفعتوں اور عظمتوں کا تصور بھی ہماری بساط سے باہر ہے۔ آپ کی صفات و نعوت کا اندازہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں صاحب ہمزیہ کے بقول: ؎

انّما مثّلوا صفاتك للنا ــــ سِ کما مثّل النّجوم الماءُ

(آپ کے مدح خواں آپکی صفات کا صرف عکس ہی دکھاتے ہیں جس طرح پانی ستاروں کا عکس دکھاتا ہے)

اسی مضمون کا ایک اور شعر ہے: ؎

لا یدرك الواصف المطری خصایصه

وان یك بالغاً فی كل ما وصفا

ہم تو بس اتنا جانتے ہیں: ؎

لم یخلق الرحمٰن مثل محمد

ابداً وعلمی انه لا یخلق

(اللہ نے آپ کی مانند کوئی اور پیدا کیا ہے نہ ہمارے یقین وعلم کے مطابق کبھی پیدا کرے گا۔)

مدحیہ ادب کی وسعت و مقبولیت

نعت گوئی کا آغاز تو سرورِ کائنات علیہ افضل التحیات کی حیاتِ طیبہ ہی میں ہو چکا تھا اور اس کا مقصد، یعنی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل بھی متعین کر دیا گیا تھا بلکہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلّم سے

نگارِ من کہ بہ مکتب نرفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

کی اصلاح اور ہدایت کے تحت اس صنفِ سخن کا اپنا مخصوص انداز اور معیار بھی قایم ہو چکا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد رثائیہ مضامین کا بھی اس میں اضافہ ہو گیا۔ آپ سے پہلے عربوں میں اپنے ملوک و امراء اور ابطال و رجال کی مدح و ثنا کے قصیدے لکھنے کا رواج تھا۔ اب نعتیہ قصائد اور مدائح بھی حضور اور ان کے اجلہ صحابہ کے لیے نئے ٹھاٹھ سے لکھے جانے لگے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا نعت گوئی کا صحنہ (SCOPE) وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ نعت گو شعراء اور مادحینِ رسول کی تعداد میں آئے دن بے پناہ اضافہ ہونے لگا۔ ذوق و جذبہ کے تنوّع نے نعت گوئی کے لیے بھی مختلف اسلوب اور متنوع انداز فراہم کر دیے، قصیدوں غزلوں، قطعوں، مرثیوں، سلاموں، منقبتوں کی قریب قریب تمام اصناف میں نعت گوئی اور مدحت طرازی کا رنگ بکھرا ہوا ملتا ہے۔ پھر مدح و نعت کے مضامین میں بھی بے پایاں وسعت اور گیرائی پیدا ہوئی۔ بعض نے حضور علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ پر خصوصی توجہ دی تو بعض نے آپ کے شمائل و شیم کو موضوعِ نعت قرار دیا کچھ اہلِ ذوق نے خصایصِ نبوی پر گلہائے عقیدت نچھاور کیے تو دوسروں نے معجزاتِ نبوی کو اپنی نگارشات کا عنوان ٹھہرایا۔ وقس علیٰ ہذا۔

پھر شاعروں اور قصیدہ نگاروں سے آگے بڑھ کر ہر پڑھے لکھے مسلمان نے، بلکہ اسلامی ممالک کے غیر مسلم مصنفین و اہلِ قلم نے بھی نعتِ رسول اور بزرگانِ دین کی منقبت لکھنے کا شرف حاصل کرنا ضروری سمجھا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک یہ صورت تھی کہ دُنیا جہان کی کسی زبان میں کسی بھی موضوع پر نظم یا نثر میں کوئی بھی کتاب اسلامی ممالک میں لکھی یا چھاپی گئی ہو حمد و ثنا اور نعت و منقبت سے خالی اور معرّا نہیں ہوتی تھی۔

اور یہ خدائے محمدؐ صلاتہ، وسلامہ، علیہ کے اعلان و رفعنا لك ذکرك (اور ہم نے آپ کا ذکر مذکور بلند کر دیا) کی عملی تشکیل کا ایک پہلو ہے۔ جس طرح سارے کرۂ ارض پر روزانہ پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر کے پاک نام کے ساتھ آپ کا اسم مبارک پکارتے ہیں۔ اسی طرح اطراف و اکنافِ عالم میں بے شمار انسان ہر لحظہ حضور کی صفت و نعت کے زمزمے الاپتے رہتے ہیں۔

لیکن کیا، اس لامتناہی اور غیر مختتم مدح گستری سے حضور سراپا نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ الیٰ یوم النشور کے ان احسانات کا حق ادا ہو سکتا ہے جو آپ کی ذات و صفات کی بدولت عالم انسانیت کے مقدر کو روشن و منور کرنے کا موجب بنے ہیں۔ لا واللہ۔ ع

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ

ذات نبوی کے اوصاف و کمالات اور ان کے خصایص و معجزات کا پورے طور پر بیان کرنا تو کہاں ممکن ہے۔ ان کے عنوانات و انواع کی تعیین بھی محال ہے۔ البتہ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا نصب العین رکھیں اور آپ کی متابعت و اطاعت کی بقدر ہمت پوری پوری کوشش کریں تو حضور کے اوصاف کمال کے پرتو سے ہمارا قلب و ضمیر روشن و مستنیر ہو سکتا ہے اور اس طرح نہ صرف اپنی ذات کی تکمیل اور روح کی تسکین سے ہم بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ اپنے دوسرے ابنائے نوع کی صلاح و فلاح میں مفید اور کار آمد خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

لمحۂ فکریہ یہ امر افسوسناک حد تک رنجدہ ہے کہ آج ملتِ اسلامیہ اپنے محبوب و مطاع، سرور و سید اولادِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و کردار کو مشعلِ راہ بنانے کی بجائے عموماً دوسروں سے روشنی مستعار لینے کی تگ و دو کر رہی ہے۔

ایک دردمند شاعر نے کس درجہ دلسوزی سے کہا ہے: ؎

تعصی الالٰہ و انت تظھر حبہ — وھٰذا العمری فی الفعال بدیع
لوکان حبك صادقاً لا طعتہ — ان المحب لمن یحب مطیع

(محبت رسول کا دعویٰ کرنے کے بعد تم خدا کی نافرمانی کرتے ہو! مجھے اپنی جان کی قسم! یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔)
(اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت کرتے۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے)

نعت و مدح کا آغاز، اسلام اور پیغمبر علیہ السلام کے دفاع، اور مشرکوں، کافروں اور یہود سراپا جحود کو توحید و رسالت کی تبلیغ، ایمان و اطاعت کی تلقین اور حق و باطل میں تمیز کے لیے ایک موثر ذریعۂ ابلاغ کے طور پر ہوا تھا۔ اور یقیناً اس صنف سخن سے صدر اول کے مسلمان اہلِ علم و قلم نے خاطر خواہ کام لیا۔ بلکہ خیر القرون کے بعد جذباتی گداز اسلام کی تحریکی پیش رفت پر سپاس و تشکر، اور کامیابی کے احساس نے اسلامی ادب کی اس صنف کو نئی اور روز افزوں قوت اور تازہ جوش و ولولہ عطا کیا اور تابعین و تبع تابعین کے دور میں جو نعتیں کہی گئی ہیں ان کا لہجہ بہت حوصلہ مندانہ اور اسلوب بڑا دل فروز ہے۔ بعد کے ادوار میں اسلام جب ایک وسیع الاثر عالمی قوت کی حیثیت سے دنیا کے دُور دراز خطوں میں پھیل گیا تو لامحالہ ممالک محروسہ کی نئی اقوام اسلام کی حلقہ بگوش ہوئیں۔ ظاہر ہے ان کا ذوق و وجدان عربوں سے یقیناً مختلف تھا۔ سادہ فطری انداز ابلاغ کے مقابلہ میں نئے مسلمانوں کا اسلوب اظہار مرصع اور بہت حد تک مصنوعی اور فنّی (TECHNICAL) تھا۔

نعت گوئی کا ارتقاء اس میں شبہ نہیں، اس زمانہ میں نعت گوئی نے فنی اعتبار سے خاصی ترقی کی اور اس کے مواد، مضامین، عنوانات اور موضوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ فنکارانہ حسن و نزاکت میں ترقی کے ساتھ ساتھ تحریکی مزاج اور جوش ابلاغ میں مجموعی طور پر سستی اور کمی رونما ہوتی گئی۔ تو خلافِ واقعہ نہیں ہوگا!

یہ صحیح ہے کہ اس عہد میں بعض اعلیٰ درجہ کی یادگار نعتیں لکھی گئی ہیں جن میں جوشِ عقیدت، حسنِ بیان اور لطفِ ادا کے دلکش اور دماغ افروز پھول کھلائے گئے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ جُوں جُوں نعت میں فنکارانہ خوبیاں بڑھتی گئیں، اور اس کے مضامین میں عشق و محبت، ہجر و وصال، جمال و رعنائی اور حسن و زیبائی وغیرہ عنوانات داخل ہوتے گئے۔ جذباتیت، شیفتگی، آشفتگی اور

ان کے ساتھ ساتھ مبالغہ، غلو اور تصنع وغیرہ اس کے فیچر (FEATURE) بنتے گئے۔ بہت ممکن ہے کہ شروع شروع میں عشق و شیفتگی کے جذبات اور احساسات واقعی اور حقیقی ہوں لیکن بدیع و بیان کی مرصع کاریوں، حسن و عشق کے راز و نیاز کی دلنوازیوں اور محبوب کے خد و خال اور زلف و رُخ کی نقش آرائیوں نے اسے سطحی نوعیت کے مروجہ تغزل کی ڈگر پر ڈال دیا۔ اس طرح نعت اپنا تبلیغی، تحریکی اور مقصدی آہنگ کھونے لگی اور حسن و عشق کے ناز و نیاز کی داستان بنتی چلی گئی۔

اقدارِ نعت میں تحول کی کارفرمائی اس کے بعد کے ادوار میں جذبات ہجر و وصال کی تصویر کشی نعت رسول کی ایک ضروری قدر قرار پا گئی۔ اور آگے چل کر یہ لے اتنی بڑھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات و نعوت اور خصائص و فضائل اور آپ کے احکام و ارشادات کو فکر سخن کا محور بنانے کی جگہ آپ کے شمائل و شوائل اور مآثر و مشاہد پر طبع آزمائی کی جانے لگی۔ اور چونکہ ان موضوعات پر شاعرانہ نکتہ طرازیوں کے لیے نسبتاً زیادہ آسانی اور گنجائش تھی۔ اس لیے بعد کے نعت گو اکثر و بیشتر اسی دشت کی سیاحی میں اپنے ذوقِ سفر کی تسکین پانے لگے۔ ایک شاعر کہتا ہے: ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ　　اُقبّل ذالجدار والجدارا

وماحب الدیار شغفن قلبی　　ولکن حب من سکن الدیارا

(لیلیٰ کے کوچہ سے بار بار گزرتا ہوں اور اس کی دیواروں اور دہلیزوں کو چومتا ہوں۔ میرے دل کی بیقراری کا یہی تقاضا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں کہ مجھے اس کوچے سے محبت ہے بلکہ میں تو اس کوچہ میں رہنے والوں پر مرتا ہوں)

اسی مفہوم کا ایک اور شعر پڑھیے! ؎

ومن مذھبی حب الدیار لاھلھا
وللناس فیما یعشقون مذاھبُ

(میں تو بستیوں سے پیار ان کے بسنے والوں کی خاطر کرتا ہوں۔ اور لوگ اپنے اپنے ذوق و شغف کی تسکین کی راہیں نکال لیتے ہیں)

بات یہیں پر نہیں رکتی۔ نعت جب اپنے تحریکی اور تبلیغی کردار سے ہٹ گئی اور ثنائے خواجہ کی جگہ اس کے متعلقات کی توصیف و ستائش کی روچل نکلی تو پھر نعت اپنے اصل اور بنیادی موضوعات و اہداف سے برابر ہٹتی ہی چلی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اضافی اور الحاقی باتوں کا چرچا دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ نعت کے اساسی نکات بہت کم درخور اعتنا سمجھے جانے لگے۔

سلسلۂ سخن دراز ہوتا جارہا ہے۔ ہمیں یہاں نعت کے فنی ارتقا یا اس کے مضامین و مواد میں رد و بدل پر بحث مقصود نہ تھی۔ نعت رسول کی منزلت و وقعت اور اس کی اہمیت و افادیت کے بنیادی پہلو اجاگر کرنے کی غرض سے ایک سخن گسترانہ بات منہ پر آگئی تھی۔ اور وہ برسبیل تذکرہ آپ کے گوش گزار کر دی گئی ہے۔ ؏

تو خواہ از سخنم پند گیر، خواہ ملال

یادگار اور زندہ نعتیں موجودہ دور میں بھی بحمداللہ بہت سی اچھی اچھی نعتیں لکھی گئی ہیں۔ تاہم اکثر و بیشتر نعتیں مدحت نبوی ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غلو، خلافِ حقیقت مبالغہ طرازی، اور جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری کا تاثر دیتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معنوی اثر و جذب سے زیادہ ان میں نغمگی، ترصیع اور فنی باریکیاں سمو دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

ایک اور نکتہ، جو صرفِ نظر کے قابل نہیں، ہمارے جدید نعت گوؤں کی اکثریت کا یہ زعم بے جا ہے کہ مداحِ رسول ہونے کے ناطے سے وُہ اب اپنی دینی اور اسلامی ذمہ داریوں سے آزاد ہیں۔ نعتیں لکھ لکھ کر وُہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے پکّے حقدار ہو گئے ہیں۔ یہ اندازِ فکر اس امر کا غماز ہے کہ ایسے حضرات اپنی نعت گوئی سے گویا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کی مدحت کا حق ادا کرنے کے مدعی ہیں حالانکہ مدحتِ مصطفیٰ کا حقِ واجب ادا کرنا ہر کہ و مہ کے بس میں نہیں ہے۔ رسول اللہ کی مدح و ثنا بھلا ما و شما کیا کر سکیں گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ گلدستۂ نعت پیش کر کے اپنی عزت بڑھا لیں گے۔ ؎

ما ان مدحتُ محمداً بمقالتی

لاکن مدحتُ مقالتی بمحمدٍ

(میں نے اپنے کلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیا کی ہے البتہ اپنے کلام میں حضور کا ذکر لا کر اس کو قابلِ عزت و تعریف بنا لیا ہے!)

انتخاب المدائح بہر نوع اب ہم عربی زبان و ادب کی بعض قابلِ ذکر نعتوں کا انتخاب نذرِ قارئین کرتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اس انتخاب میں صرف وہی نعتیں لی گئی ہیں جو آسانی سے ہمارے ہاتھ لگ گئیں۔ تفحص و استقصار کی مہلت نہ تھی اور غالباً اب اس کی ضرورت بھی نہیں کہ نمایندہ نعتیں دستیاب ہو ہی گئی ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا جناب ابو طالب سے منسوب چند نعتیہ اور مدحیہ قطعات عربی ادب کے سفینوں میں مندرج ہیں۔ ان کے ایک قصیدہ کا یہ شعر عربی نعت کے حقیقی خد و خال اجاگر کرنے کے لیے یہاں درج کیا جاتا ہے:

؎ وابیض یستسقی الغمام بوجہہ

ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

(وہ گورے مکھڑے والا جس کے رُخِ انور کے وسیلے سے ابرِ باراں طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کا والی اور بیواؤں کا محافظ ہے)

۲۔ ایک دوسرے نعتیہ قطعے میں آپ نے دعوتِ اسلامی کی صداقت کا اظہار و اعتراف کرنے کے باوجود اسے قبول کرنے سے اپنی معذوری کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: ؎

ودعوتنی وزعمتَ انك ناصحی ولقد صدقتَ وکنتَ ثمّ امینًا

وعرضتَ دینًا لا محالۃ انہ من خیر ادیان البریۃ دینًا

لولا الملامۃُ اوحذار مسبۃٍ لوجدتنی سمحًا بذاك مبینًا

(تونے اپنے خیال میں خیر خواہی سے مجھے دعوت (حق) دی ہے واقعی تو سچا ہے۔ اور تو امین بھی رہا ہے)
(تونے ایسا دین پیش کیا جو یقیناً دنیا کے بہترین نظام ہائے حیات سے بھی بہتر دین ہے)
(اگر مجھے ملامت اور توہین کا اندیشہ نہ ہوتا تو واضح طور پر تو مجھے اس کے قبول کرنے میں فراخدل پاتا)
مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضور کے دوسرے عم بزرگوار، جنھیں اسلام کی دعوت عظمیٰ سے نوازا گیا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ تاہم وہ اس وقت کم ازکم میری دسترس میں نہیں ہیں۔

۳۔ آپ کے محبوب چچا سیدالشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے:؎

حمدتُ اللہ حین ھدیٰ فؤادی — الی الاسلام و الدین المنیف
لدین جاء من رب عزیز — خبیر بالعباد بھم لطیف
اذا تلیت رسائلہ علینا — تحدر دمع ذی اللب الحصیف
رسائل جاء احمد من ھداھا — بآیات مبینۃ الحروف
واحمد مصطفیٰ فینا مطاعاً — فلاتغشوہ بالقول العنیف
فلا و اللہ نسلمہٗ لقوم — ولما نقض فیھم بالسیوف

(جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو، اسلام، اپنے عظیم الشان دین کی ہدایت بخشی تو میں نے خدا کی حمد و ستائش کی۔
کہ مجھے وُہ دین عطا ہُوا۔ جو بندوں پر مہربان اور ان کے حالات سے باخبر اور غالب پروردگار کی طرف سے ہے۔
جب اس کے پیغامات ہمیں سنائے جاتے ہیں تو صائب وصحیح رائے رکھنے والے اہل عقل بے ساختہ رو پڑتے ہیں۔
وُہ پیغام ہدایت جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واضح حروف والی آیتوں کی شکل میں لائے ہیں۔
حضرت احمد محمد مصطفیٰ ہم میں اطاعت و پیروی کے قابل ہیں۔ پس تم ان کے سامنے "تند و سخت کلمات نہ کہو۔
خدا کی قسم ہم انھیں ایسی قوم کے حوالہ نہیں کریں گے۔ جس کے ساتھ ہمیں یہ جھگڑا تلوار کے ذریعے چکانا ہے)

۴۔ ہجرت نبوی کا بیان حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی زبان حقیقت ترجمان سے سُنیے!؎

وقیتُ بنفسی خیر من وطیٔ الحصیٰ — ومن طاف بالبیت العتیق بالحجر
رسول الٰہ خاف ان یمکروا بہ — فنجاہ ذوالطول الالہ من المکر
فبات رسول اللہ فی الغار اٰمناً — موقّی وفی حفظ الالٰہ وفی ستر
اقام ثلاثاً ثم ذمت قلائص — قلائص تفرین الحصیٰ اینما تفر
وبتُّ اراعیھم و ما یثبتوننی — فقد وطنت نفسی علی القتل والاسر

اردتُ بہ لفنر الألم تبتلا　　　واضمرتہ حتی اوسد فی قبر

(میں نے، اس ذات گرامی کو بچانے کی تدبیر کی جو کنکریوں اور پتھروں پر چلنے والوں اور کعبے کا طواف کرنیوالوں میں سب سے بہتر ہے۔

جو اللہ کا رسول ہے جب اسے دشمنوں کے فریب سے خطرہ لاحق ہُوا تو بڑی طاقت والے معبود نے اسے دشمنوں سے بچالیا۔

بس خدا کا نبی غار میں امن و طمانیت سے، اللہ کی حفاظت میں دشمنوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔

تین دن کے قیام کے بعد انہوں نے اونٹنیوں کو نکالا وہ اونٹنیاں جو کنکروں کو اپنے پاؤں تلے روندتی چلی گئیں

میں دشمنوں کے ستانے کا منتظر رہا لیکن وہ مجھے کچھ کہہ نہ سکے حالانکہ میں اس موقع پر قتل، قید ہر چیز کے لیے تیار تھا۔

اور اس عمل میں، عاجزی کے ساتھ اللہ کی مدد میرے مدِ نظر تھی اور اب بھی میرے دل میں یہی جذبہ ہے اور مرنے کے بعد قبر میں جانے تک میری یہی خواہش رہے گی۔)

۵۔ دربارِ نبوی کے شاعرِ خاص، مداحِ رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ایک نعتیہ قصیدہ بہت مشہور ہے۔ اس کے چند منتخب اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ ان اشعار سے حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کی پسندیدہ اور مقبول نعتوں کے مواد و مضامین اور انداز و اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے اور نعت گوئی کے مقصد و مطمحِ نظر پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ؎

اعز علیہ للنبوۃ خاتم　　　من اللہ مشھود یلوح و یشھد

وضم الالٰہ اسم النبی الی اسمہ　　　اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد

وشق اللہ لہ من اسمہ لیجلہ　　　فذو العرش محمود وھذا محمدٌ

نبی اتانا بعد بأس و فترۃ　　　من الرسل والاوثان فی الارض تعبد

فامسی سراجاً مستنیراً و ھادیاً　　　یلوح کما لاح الصیقل المھند

وانذرنا نارا و بشر جنۃ　　　وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد

وانت الٰہ الخلق ربی وخالقی　　　بذالک ما عمرت فی الناس اشھد

تعالیت رب الناس عن قول من دعا　　　سواک الٰھاً انت اعلیٰ وامجد

لک الخلق و النعماء و الامر کلہ　　　فایاک نستھدی وایاک نعبد

(ان پر نبوت کی مہر جگمگا رہی ہے جو اللہ کی طرف سے لگی ہے اور اس کی چمک ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔

موذن پانچوں وقت اشھد کہتا اور اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ معبودِ حقیقی نے آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ ملالیا ہے۔

ان کی عزت وشان دکھانے کے لیے اللہ نے ان کا نام خود اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس صاحبِ عرش محمود ہے تو آپ محمدؐ ہیں۔
یہ وہ نبی ہیں جو ہمارے پاس رسالت کے طویل وقفہ کے بعد اور خوف کی حالت میں تشریف لائے جبکہ دنیا میں بتوں کی پُوجا ہو رہی تھی۔
پھر یہ آتے ہی منور چراغ اور رہبر و رہنما بن گئے اور چمکتی تلوار کی طرح جگمگانے لگے۔
انھوں نے ہمیں دوزخ کی آگ سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبری دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی، پس ہم اللہ کے شکرگزار ہیں۔
اے اللہ! تو ساری مخلوق کا معبود ہے اور میں عمر بھر اس بات کی گواہی دُوں گا کہ تو ہی میرا پروردگار اور خالق ہے۔
اے لوگوں کے پروردگار! جو لوگ تیرے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، تو ان کی باتوں سے اعلیٰ اور برتر ہے۔
تو پیدا کرنے والا نعمتیں دینے والا اور ہر چیز کا حکمران ہے۔ ہم تجھ سے ہدایت چاہتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔)

۶۔ ایک اور مداحِ رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی نعت گو شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے تین شعر سُنیے، ؎

روحی فداء لمن اخلاقه شهدت — بانه خير مولودٍ من البشر
عمت فضائله كل العباد كما — عم البريه ضوء الشمس والقمر
لو لم يكن فيه اٰياتٌ مُّبَيِّنَةٌ — كانت بديهته تكفى عن الخبر

(میری روح اس ذات پاک پر قربان، جس کے اخلاق اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ وُہ نوعِ انسان میں سب سے افضل ہیں۔
ان کی فضیلتیں تمام انسانوں کے لیے اسی طرح عام ہیں جس طرح سورج اور چاند کا نور ساری دنیا کے لیے عام ہے۔
اگر ان کی نبوت کے لیے واضح اور روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو خود ان کی شخصیت ہی تصدیقِ رسالت کے لیے کافی تھی۔)

۷۔ حضرت عبداللہ زبعریؓ کی نعت سے دو شعر: ؎

جئتنا باليقين والبر والصد — ق وفى الصدق واليقين سرور
اذهب الله ضلة الجهل عنا — وآتانا الرخاء والميسور

(آپ ہمارے پاس یقین، نیکی اور سچائی کا پیغام لائے ہیں اور سچائی اور یقین ہی خوشیوں کا منبع ہے۔
اللہ نے ہم سے جہالت کی گمراہیاں دُور کر دیں اور آپ ہمارے لیے خوشحالی اور آسودگی بن کر آئے۔)

۸ - یہاں بنی نجار کی بچیوں کے وُہ نعتیہ اشعار درج کرنے کو جی چاہتا ہے، جو انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدینہ تشریف آوری پر استقبالیہ زمزمے کے طور پر الاپے تھے، ؎

طلع البدر علینا　　من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا　　ما دعا للہ داع
ایھا المبعوث فینا　　جئت بالامر المطاع

(ہم پر وداعی ٹیلوں کے پیچھے سے چاند طلوع ہو گیا۔ اللہ کے لیے پکارنے والے کی دعوت پر ہمارے لیے شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اے ہمارے پیغمبر تو واقعی قابلِ اطاعت پیغام لایا ہے)

۹ - حضرت کعب بن زہیر کا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" عربی نعتیہ ادب میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ ان کے والد زہیر بن ابی سلمی عرب جاہلیت کے ممتاز اور سبعۂ معلقہ کے شہرت یافتہ شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کی شعری تخلیقات کو باقی شعرائے جاہلیت کے مقابلہ میں پسندیدہ خیال فرماتے تھے۔ زہیر نے خواب میں آسمان سے لٹکی ہوئی ایک رسی دیکھی جو ان کی پہنچ سے دُور رہی۔ ایک کاہن نے اس کی تعبیر بتائی کہ عنقریب ایک پیغمبر مبعوث ہونے والے ہیں۔ لیکن تم ان کا زمانہ نہیں پاؤ گے۔ زہیر بعثت نبوی سے تھوڑا عرصہ قبل ہی وفات پا گئے۔ تاہم انھوں نے اپنے دونوں لڑکوں کعب اور بجیر کو وصیت کر دی تھی کہ نبی بشر موعود کے مبعوث ہونے پر ان کی دعوت کو قبول کر لینا۔ چنانچہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا چرچا ہوا تو کعب نے اپنے بھائی بجیر کو تحقیق احوال کے لیے حجاز کے علاقے میں بھیجا۔ بجیر تو دربارِ رسول میں حاضر ہوتے ہی اسلام لے آئے۔ اور بھائی سے استصواب کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ کعب کو ان کی جلد بازی بہت ناگوار گزری اور ان پر شدید ردِ عمل ہوا۔ نہ صرف بھائی کو زجر و ملامت کی بلکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی شان میں بھی گستاخانہ اور توہین آمیز اشعار کہنے شروع کیے اور ان کی بدگوئی کے باعث دربارِ نبوی سے ان کا خون ہدر قرار دے دیا گیا۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد کعب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اپنے کیے پر نادم ہوئے۔ بھیس بدل کر حضور کی خدمت میں پہنچے۔ اور رحمۃ للعالمین کے دامنِ عفو کو تھام کر کہنے لگے: "یا رسول اللہ! کعب اگر اپنی گستاخیوں پر نادم ہو کر معافی اور پناہ کا طالب ہو تو کیا آپ اس کو معاف نہیں کر دیں گے؟" حضور تو عفو مجسم تھے، فرمایا: "کیوں نہیں!" بولے: "وہ خطا کار و گنہ گار میں ہی ہوں اور آج اپنی ناگفتنیوں پر شرمسار ہو کر ندامت و عجز کا اظہار کرتا اور عفو چاہتا ہوں" نبیِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی عطا کی۔ کعب نے سرِ مجلس حضور کی منقبت اپنی عفو طلبی اور صحابۂ کبار کے عزم و شجاعت وغیرہ مضامین پر مشتمل ایک قصیدہ پڑھا جو دورِ جاہلیت کی شعری روایات کا آئینہ دار ہوتے ہوئے نعتیہ قصیدوں میں نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔ یہی قصیدہ ہے جس کے ایک شعر میں نبیِ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکتہ ورانہ اصلاح فرما کر اسے فرش سے اٹھایا اور عرش پر پہنچا دیا۔ اور پھر یہی قصیدہ ہے جسے حضور نے سمع قبول سے نوازا اور اس کے صلے میں کعب کو ردائے مبارک عطا فرمائی۔ یہ ردا مبارک آج ترکی کے دار النوادر والتبرکات Topcopi میں محفوظ ہے اور خاص خاص

تقریبات میں اس کا دیدار کرایا جاتا ہے۔

اس قصیدہ کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے: ؎

انبئت ان رسول الله اوعدنی　　والعفو عند رسول الله مامول

فقد اتیت رسول الله معتذرا　　والعذر عند رسول الله مقبول

مهلا هداك الذی اعطاك نازلة　　القرآن فیه مواعیظ و تفصیل

لا تاخذنی باقوال الوشاة و لم　　اذنب و ان کثرت فی الاقاویل

(مجھے خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے مجھے جان کی دھمکی دی ہے حالانکہ اللہ کے رسول سے معاف کر دینے کی توقع ہے۔ پس میں اللہ کے رسول کے پاس عذر خواہ بن کر حاضر ہوا ہوں اور اللہ کے رسول عذر قبول کر لیا کرتے ہیں یانبی! مجھے چھوڑ دیجیے اس خدا کے لیے جس نے آپ پر وُہ قرآن نازل فرمایا جس میں نصیحت کی باتیں اور تفصیلات ہیں میرے چغلخوروں کی باتوں پر نہ جائیے! مجھے معاف کر دیجیے! میرے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے حالانکہ میں بے خطا ہوں۔)

اس طویل قصیدہ کے مدحیہ حصّے کو عمداً یہاں درج کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ تلافی کے لیے حضرت حسّانؓ کے دو شعر سُن لیجیے: ؎

۱۰۔ و احسن منك لم ترقط عینی　　واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبراءً من كل عیب　　كانك قد خلقت كما تشاء

(میری آنکھ نے آپ سے زیادہ حسین وجمیل انسان نہیں دیکھا نہ عورتوں نے آپ سے بڑھ کر خوبصورت بچہ جنا ہے۔ آپ ہر عیب ونقص سے پاک اتنے مکمل اور صاف ستھرے بنائے گئے ہیں۔ گویا آپ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عالمِ وجود میں آئے ہیں۔)

اب حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبات محبت اور اظہارِ غم کے اشعار میں سے بطور نمونہ صرف ایک ایک شعر حاضر کرتا ہوں، جو آنحضرت کی وفات کے موقع پر کہے گئے تھے:

۱۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ: ؎

اجدك ما بعینك لا تنام

كان جفونها فیها الكلام

(اپنے آقا کی جدائی تم پر بہت شاق گزری ہے۔ تمھاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اب تم سو نہیں سکتے گویا ان کی پلکوں میں زخم ہو گئے ہیں)

۱۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ: ؎

لا نزلت مذ وضعوا فراش محمد　　كیما یمرّض خائفا اتوجّع

(جب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسترِ مرض پر لٹایا گیا میں بہت خوف زدہ ہو رہا ہوں اور مجھے درد محسوس ہوتا ہے)

۱۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ: ؎

فیا عینی ابکی و لا تسأمی
وحق البکاء علی السید

(اے میری آنکھ رو اور خوب رو، اور پیہم روئے جا، اپنے آقا و مولیٰ پر رونے کا حق ادا کر)

۱۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ: ؎

الا طرق الناعی بلیل فراعنی
وارقنی لما استقر منادیا

(کاش یہ رات کو آنے والا مجھے جدائی کی بری خبر سنا کر غمزدہ نہ کرتا اور اپنی منادی سے میری نیند نہ اڑا دیتا)

لگے ہاتھوں خانوادۂ نبوت کی دو برگزیدہ خواتین کے مرثیوں میں سے بھی چند شعر سُن لیجیے:

۱۵۔ سیدہ فاطمۃ الزہرا بضعۃ رسول اللہ: ؎

ماذا علی من شم تربۃ احمدٍ ان لا یشم مدی الدھر غوالیا
صبت علی مصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیالیا

(حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سُونگھنے والے کو کیا ہو گیا ہے کہ اب وہ مدت العمر کوئی اور خوشبو سُونگھنے کا روادار نہیں۔ مجھ پر ایسی ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر یہ مصائب روشن دنوں پر وارد ہوتے تو انھیں تاریک راتوں میں بدل ڈالتے)

۱۶۔ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب عمۃ رسول اللہ: ؎

الا یا رسول اللہ کنت رجاءنا وکنت بنا براً و لم تک جافیا
وکنت بنا رؤوفاً رحیما نبینا لیبک علیک الیوم من کان باکیا
صبرت و بلغت الرسالۃ صادقاً وقدمت صلب الدین ابلج صافیا
فلو ان رب العرش ابقاک نبینا سعدنا و لکن امرہ کان ماضیا
علیک من اللہ السلام تحیۃ وادخلت جنات من العدن راضیا

(اے اللہ کے رسول آپ ہی تو ہماری امیدوں کے چراغ تھے اور ہم پر مہربان تھے، قطعی درشت طبیعت سخت مزاج نہ تھے۔ آپ ہم پر بے حد شفیق اور مہربان تھے اور آپ ہمارے نبی تھے۔ رونے والے کو آج تیری جدائی پر دل کھول کر رو لینا چاہیے! آپ نے صبر و تحمل کے ساتھ دنیا کو اپنے رب کا سچا پیغام پہنچا دیا

اور اب دین کو مضبوط، مکمل اور صاف سُتھرا چھوڑ کر دنیا سے جا رہے ہیں۔ اگر مالکِ عرش آپ کو ہمارے درمیان اور بھی رکھتا تو بے شک یہ ہماری خوش بختی ہوتی لیکن اس کا فیصلہ ہو چکا۔ آپ پر اللہ کریم کا درود و سلام ہو اور آپ راضی خوشی جنات عدن میں داخل ہوں۔)

۱۷۔ مراثی کے سلسلے میں شاعرِ نبوت حسان بن ثابتؓ کا رثائیہ بھی سُن لیجیے:

اطالت وقوفاً تذرف العین جهدها — علی طلل القبر الذی فیه احمد

فبورکت یا قبر الرسول و بورکت — بلاد ثوی فیها الرشید المسدد

وهل عدلت یوماً رزیة هالك — رزیة یوم مات فیه محمدٌ

عزیز علیه ان یحیدوا عن الهدیٰ — حریص علیٰ ان یستقیموا و یهتدوا

عطوف علیهم لا یثنی جناحه — الیٰ کنف یحنوا علیهم و یمهد

فبکّی رسول الله یا عین عبرة — ولا اعرفنك الدهر و معك یجمد

فجودی علیه بالدموع و اعولی — لفقد الذی لا مثله الدهر یوجد

وما فقد الماضون مثل محمدٌ — ولا مثله حتی القیامة یفقد

(بڑی دیر تک آنکھیں اس ٹیلے پر کھڑی آنسو بہاتی رہیں جس میں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اے رسولِ خدا کی آرامگاہ تُو بابرکت ہے اور وُہ سرزمین بھی مبارک ہے جس میں ہدایت یافتہ اور راست باز انسان آرام فرما ہیں۔ کیا کسی دوسرے دن کے مصائب اس مصیبتِ عظمیٰ کے برابر ہو سکتے ہیں جس دن ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا مہلک صدمہ اٹھانا پڑا۔ وُہ ذات جس پر اپنی قوم کا ہدایت سے انحراف شاق گزرتا تھا اور جو اس کی ہدایت اور استقامت میں حریص تھی جو اپنے لوگوں پر مہربان تھے۔ ان سے پہلو تہی نہ کرتے تھے اور پیار و محبت سے ان کی طرف جھکے جاتے تھے اور درگزر کرتے تھے اے آنکھ اللہ کے رسول کے لیے ہمیشہ روتی رہ میں کبھی تجھے آنسوؤں کے بغیر خشک نہ پاؤں۔ خوب خوب آنسو بہا اور چیخ چیخ کر رو، آج اس ہستی کا ماتم ہے جس کی مثال زمانے میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ نہ تو گزشتہ زمانے کے لوگوں نے اس جیسی ہستی سے محرومی کا داغ اٹھایا ہے۔ نہ قیامت تک آنے والوں کو ایسا صدمہ ہوگا۔)

۱۸۔ ایک مدحیہ قطعہ حضرت امام زین العابدین علی بن الحسینؓ سے منسوب ہے۔ اس میں جذب و شوق کی والہانہ کیفیت بھی ہے اور عذوبتِ الفاظ بھی۔ تاہم کچھ ایسا لگتا ہے کہ اس کے بعض اشعار الحاقی ہیں جو کسی متشاعر نے آپ کے نام سے اضافہ کر دیے ہیں۔ اس کے چند شعر بھی دیکھ لیجیے! ؎

ان نلت یا ریح الصبا یوماً الیٰ ارض الحرم — بلغ سلامی روضة فیها النبی المحترم

من وجهه شمس الضحیٰ من خده بدر الدجیٰ — من ذاته نور الهدیٰ من کفه بحر الهمم

قرآنه برهاننا نسخاً لادیانٍ مضت — اذجاءنا احکامه کل الصحف صار العدم

اکبادنا مجروحة من سیف هجر المصطفیٰ — طوبیٰ لاهل بلدةٍ فیها النبی المحتشم

(اے بادِ صبا! اگر کسی دن تجھے ارضِ حرم جانے کا اتفاق ہو تو روضۂ اطہر پر جا کر میرا سلام عرض کرنا، جس میں وہ ذات اقدس آرام فرما ہے جس کا رُخ روشن چڑھتے سورج کی طرح اور جس کے رخسار گھٹا سے نکلتے ہوئے چاند کی مانند ہیں اور جو خود ہدایت کا نور ہے اور جس کا دستِ سخا ہمت و حوصلہ کا سمندر ہے۔ اس کا قرآن ہماری دلیل اور سابق دینوں کا ناسخ ہے۔ ہمارے جگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی تلوار نے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ اس شہر کے لوگ خوش بخت ہیں جہاں حضور کی آرامگاہ ہے)

اسی طرح امام اعظم سراج الامۃ ابوحنیفہ النعمان کے نام سے بھی چند نعتیں اور خصوصیت سے ایک قصیدہ بعض کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے۔ اگرچہ وہ بھی مشکوک ہے۔ لیکن اگر اس تحریر کے موقع پر ہاتھ آجاتا تو اس کے چند شعر یہاں ثبت کر دیتا۔

۱۹۔ لیجیے! مشہور تفسیر کشاف کے فاضل مصنف ابوالقاسم محمود زمخشری کی نعت پڑھیے: ؎

والحق فالحق ما جاء الرسول بہ — سیف علیٰ ہام اهل الشرك مسلول

محمدٌ ان تصف ادنیٰ خصائصہ — فیها لها قصة فی شرحها طول

ابوالعباد و عبد الله بینهما — له مصاص من الانساب منخول

هو الذی ان یخالج فی نبوته — ریب فما القول بالتوحید مقبول

(حق یہ ہے کہ جو کچھ رسول خدا لے کر آئے ہیں وہی حق ہے۔ آپ اہلِ شرک کے سروں پر خدا کی سونتی ہوئی تلوار تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی صفت بھی بیان کرنے لگو تو اس کی تفصیلات طویل ہو جاتی ہیں۔ آپ بندوں کے سرپرست اور اللہ کے بندے تھے۔ اور ان دونوں کے درمیان آپ عالی نسب مخلوق تھے۔ آپ کی نبوت کے بارہ میں اگر کسی دل میں خلجان واقع ہو جائے تو ایسے شخص کی طرف سے توحید کا اقرار ناقابل قبول ہے)

۲۰۔ اور اب دیکھیے شیخ مصلح الدین سعدیؔ بلبل شیراز کس ٹھاٹھ سے مدح سرا ہوتے ہیں: ؎

بلغ العلیٰ بکمالہ — کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ — صلوا علیہ و آلہ

(وہ اپنے کمال کی بلندیوں پر پہنچے اور انھوں نے اپنے جمال سے تاریکیاں کافور کر دیں۔ ان کے اطوار پسندیدہ تھے۔ ان پر اور ان کی آل پر درود و سلام۔)

۲۱۔ ان کے ساتھ ہی لسان الغیب حافظؔ شیرازی کا انداز مدحت دیکھیے! ؎

یا صاحب الجمال و یا سید البشر — من وجھك المنیر لقد نوّر القمر

یہ نعتیہ قطعہ مختلف شعراء سے منسوب کیا گیا ہے جن میں جامیؔ، سعدیؔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شامل ہیں۔ (ادارہ)

لا یمکن الثناء کما کان حقہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(اے حسن والے، انسانوں کے سردار، آپ کے رُخ روشن سے چاند چمک اُٹھا۔ آپ کی تعریف و توصیف آپ کی شان کے شایان کرنا ممکن ہی نہیں۔ بس قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ خدا کے بعد ساری کائنات سے بڑے ہیں)

۲۲۔ الشیخ شرف الدین ابی عبداللہ محمد البوصیری مداحین رسول میں نمایاں بلکہ شہرہ آفاق حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ نے بارگاہِ نبوی میں عقیدت و محبت کے گلدستے پیش کیے ہیں۔ ادبی محاسن، عذوبت الفاظ، وسعت معانی اور ارادت و خلوص کی کیفیات سے لبریز، آپ کے کئی خوبصورت قصیدے آپ کی یادگار ہیں۔ عربی نعت گوئی میں آپ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔ آپ کا قصیدہ ہمزیہ ادب عربی میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کے سلام کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے:

سلام علیك تترٰی من اللہ و تبقٰی بہ لك البہاء

وسلام علیك منك فما غیرك منہ لك السلام کفاء

وسلام من کل ما خلق اللہ لتحیا بذکرك الاملاء

وصلاۃ کالمسك تحملہٗ منی الشمال الیك او نکباء

وسلامٌ علی ضریحك تخضل بہ منہ تربۃ وعساء

وسلام قدمت بین یدی نجوی اذ لم یکن لدیّ ثراء

ما اقام الصلوٰۃ من عباد اللہ و قامت بربہا الاشیاء

(اللہ کی طرف سے آپ پر متواتر سلام آتا رہے اور اس طرح آپ کا وقار ہمیشہ برقرار رہے۔ آپ پر خود اپنا سلام کیونکہ کسی اور کا سلام آپ کے شایان بھی نہیں۔ اللہ کی ساری مخلوق کا سلام آپ پر تاکہ آپ کے ذکر سے محفلیں سجتی رہیں۔ بادِ شمال مشک کی خوشبو لے کر آپ کی سلامی کو آئے اور روضۂ مبارک کی نرم مٹی سے سوندھی سوندھی خوشبو اُٹھے۔ میں سرگوشی کے ساتھ خصوصی سلام عرض خدمت کرتا ہوں کہ اس کے سوا میرے پلّے کچھ بھی نہیں۔ سلام جب تک اللہ کے بندے نماز پڑھیں اور دنیا رب کے حکم سے قایم رہے۔)

۲۳۔ اسی طرح آپ کا ایک اور مدیح لامیہ کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن جو حسن قبول اور لطف خداداد آپ کے قصیدہ میمیہ کو حاصل ہوا، نعتیہ ادب میں بہت کم منظومات کے حصے میں آیا ہے۔ یہ قصیدہ 'بُردہ' کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اسے مدح خوانان رسالت کے تقریباً تمام حلقوں میں بے پناہ شہرت و وقعت حاصل ہوئی۔

کچھ تو یہ قصیدہ اپنی زبان، بیان، حسنِ اسلوب، الفاظ کی شیرینی اور شوکت، جذبات کی فراوانی، جوشِ محبت و عقیدت اور سوز دروں کی تاثیر کا مرقع ہونے کی بنا پر خود ہی کچھ کم نہ تھا۔ پھر سونے پر سہاگہ حضور کے دربار میں اس کی مقبولیت اور شاعر کی فالج ایسے خوفناک مرض سے معجزانہ شفایابی نے اسے مقبول انام اور مشہور خاص و عام کر دیا۔

دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں اس کی شرحیں لکھی گئیں۔ میلاد اور ذکرِ رسول کی محفلوں میں اسے مخصوص انداز میں پڑھا گیا۔ شاعروں نے اس پر بیسیوں تضمینیں لکھ ڈالیں اور عقیدت مندوں نے اس کے اشعار کو اوراد و وظائف اور دم درود میں شامل کر لیا۔

اس قصیدہ کے کچھ منتخب اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں: ؎

محمدٌ سید الکونین والثقلین — والفریقین من عرب و من عجم
هو الحبیب الذی ترجیٰ شفاعته — لکل هول من الاهوال مقتحم
فاق النبیین فی خلق وفی خلق — ولم یدانوه فی علم ولا کرم
فهو الذی تم معناه وصورته — ثم اصطفاه حبیباً باری النسم
منزهٌ عن شریك فی محاسنه — فجوهر الحسن فیه غیر منقسم
دع ما ادعته النصاری فی نبیهم — واحکم بما شئت مدحاً فیه واحتکم
فانسب الیٰ ذاته ما شئت من شرف — وانسب الیٰ قدره ما شئت من عظم
فان فضل رسول الله لیس له — حد فیعرب عنه ناطق بفم
فمبلغ العلم فیه انه بشر — وانه خیر خلق الله کلهم
وکل آیٍ اتی الرسول الکرام بها — فانما اتصلت من نوره بهم
فانه شمس فضل هم کواکبها — یظهرن انوارها للناس فی الظلم
اکرم بخلق نبی زانه خلق — بالحسن مشتمل بالبشر متسم
کالزهر فی ترف والبدر فی شرف — والبحر فی کرم والدهر فی همم
مولائی صل وسلم دائماً ابداً — علیٰ حبیبك خیر الخلق کلهم

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں، جن و انس، عرب و عجم کے سردار ہیں۔ آپ اللہ کے ایسے حبیب ہیں جن سے خوف و دہشت کے ہر موقع پر سفارش و شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ آپ صورت و سیرت کے لحاظ سے تمام نبیوں پر فوقیت لے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ علم اور بزرگی میں آپ کے برابر نہیں۔ پس آپ ہی کی ذات پر سیرت و اخلاق اور صورت و جمال کی تکمیل ہوئی پھر خالق کائنات نے آپ کو اپنا حبیب بنانے کے لیے چن لیا۔ آپ کے محاسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے لہذا حسن و خوبی میں آپ کا جوہر ناقابل تقسیم ہے۔ عیسائی اپنے نبی کے بارہ میں الوہیت و ابنیت وغیرہ کے جو دعوے کرتے ہیں انھیں چھوڑ کر اپنے رسول کی تعریف و نعت میں جو کچھ کہہ سکتے ہو بے جھجک کہو اور علما کو اس میں حکم ٹھہرا لو جو بزرگی اور فضیلت چاہو آپ کی ذات سے منسوب کر لو اور اس کے مرتبہ کی عظمت جتنی چاہو بڑھا کر بیان کرو کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتیں اور

خوبیاں بے حد و بے حساب ہیں۔ کوئی شخص ان کو بیان کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کا مبلغ علم بس یہی کچھ ہے اور لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ بشر ہیں حالانکہ آپ ساری مخلوقِ خدا سے افضل و برتر ہیں انبیائے کرام کے تمام معجزے اور نشانیاں آپ ہی کے نور کی بدولت انھیں حاصل ہُوئیں۔ پس آپ فضیلتوں کا چمکتا ہُوا آفتاب ہیں اور انبیاء اس کے ستارے ہیں جو تاریکی میں انسانوں پر اس کا نور بکھیرتے ہیں آپ کے حسن و صورت کا تو کہنا ہی کیا ہے آپ کے اخلاقِ کریمانہ سے حسن و جمال اور خندہ جبینی کی زینت میں اور بھی اضافہ ہُوا آپ تر و تازہ پھول اور چودھویں کے چاند کی طرح ہیں۔ آپ کا کرم اور فیاضی سمندر کی طرح وسیع اور آپ کی ہمت و عزم زمانہ کی مانند ہے۔

اے میرے مولا! اپنے پیارے حبیب، ساری مخلوق کے سرتاج پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام بھیج۔

قصیدہ 'بانت سعاد' کی طرح اس مدیح کو بھی 'بُردہ' کہا جاتا ہے بلکہ اس کا یہی عرفِ عام اس کے اصل نام 'قصیدہ میمیہ' سے زیادہ معروف و مشہور ہے۔

۲۴۔ الشہاب محمود آٹھویں صدی ہجری کے نعت گو ہیں۔ ان کی ایک نعت دیکھیے: ؎

ذوا معجزات الباهرات ترفعت	عن ان یمیز وصفها الاحصاء
منهن تسبیح الحصا فی کفه	وکذا الطعام وفاض منه الماء
وسلام احجار رأی بطریقة	سمعته وهی الصلاة الصماء
واجابة الاشجار حین دعابها	تسعیٰ الیه کانهن اماء
ورجوعها بالامر نحو مکانها	سیان منها العود والابداء
وکذاك عین قتادة اذ ردّها	من بعد ما سقطت واعیا الداء
وکذا علیٌّ اذ دعاه بخیبر	فاتیٰ الیه وعینهٗ رمداء

فاجال فیها برلقه فغدا لها

برءٌ به فی وقتها و شفاء

(آپ واضح اور روشن معجزوں والے ہیں اور آپ کے اوصاف حدِ حساب سے بالا ہیں۔ ان معجزات وخصائص میں سے کنکریوں کا آپ کی ہتھیلی میں تسبیح پڑھنا۔ کھانے میں برکت ہونا۔ آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا۔ راستے میں پتھروں کا آپ کو سلام کرنا ٹھوس بہرہ ہونے کے باوجود آپ کا کلام سننا۔ درختوں کا بلانے پر دوڑے چلے آنا گویا وہ آپ کے غلام ہیں لونڈیاں ہیں۔ اور دوبارہ حکم ملنے پر واپس اپنی جگہ چلے جانا۔ گویا آنا اور جانا ان کے لیے برابر تھا۔ اسی طرح قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ ضایع ہو جانے اور دوا و تدبیر کے ناکام رہنے کے بعد آپ کا ان کی بینائی کو لوٹانا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ خیبر میں طلب فرمانے پر جب آئے تو ان کی آنکھیں آرہی تھیں۔ آپ کا اپنے لعابِ دہن سے ان کا آشوبِ چشم اسی وقت دور کر دینا شمار کیا جا سکتا ہے)

۲۵- الجامع الصحیح لامام بخاری کے نامور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی کی نعت ملاحظہ ہو: ؎

رفیق الروح بالجسم ارتقٰی فی ——— طباق حف فیھا بالھناء
علا و دنا و جاز الی مقام ——— کریم خص فیه بالاصطفاء
و لم یر ربّهٗ جھرا سواه ——— لسرّ فیه جل عن امتراء

(روح القدس (جبریلؑ) کے ساتھی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے جہاں ان پر رحمتوں اور نعمتوں کی بارش ہوئی آپ بلند ہوئے۔ قریب پہنچے اور ایسے مقام کریم تک پہنچے جہاں اللہ نے انھیں خصوصیت سے چن لیا۔ آپ کے سوا کسی نے بھی اپنے پروردگار کو یوں کھلم کھلا نہیں دیکھا۔ اس میں بھی ایک بھید ہے، جو شک و شبہ سے بالا ہے۔)

۲۶- شیخ تقی الدین محمد ابن دقیق العید مالکی مسلک کے علمائے اعلام میں سے ہیں ان کے دو نعتیہ شعر پڑھیے: ؎

لم یبق لی امل سواك فان یغت ——— ودّعت ایام الحیٰوة وداعاً
لا استلذ لغیر وجھك منظرا ——— وسوٰی حدیثك لا ارید سماعاً

(میرے لیے آپ کے سوائے کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ آپ کے بغیر میں اپنی زندگی کے دنوں کو الوداع کہہ رہا ہوں۔ آپ کے روئے انور کے سوائے اور کوئی منظر مجھے لطف نہیں دیتا۔ اور آپ کی باتوں کے علاوہ میں کسی کی باتیں سننا نہیں چاہتا۔)

۲۷- امام غزالی کے تلمیذ رشید حافظ ابوبکر محمد ابن العربی الاندلسی نے قیامِ مدینہ کے دوران یہ اشعار لکھے: ؎

لم یبق لی سول و لا مطلب ——— مذ صرت جار الحبیب الحبیب
لا ابتغی شیئا سوٰی قربه ——— وھا انا منه قریب قریب
العیش والموت لیستا طبیب ——— بطیبة لی کل شئ یطیب

(اب میری کوئی تمنا اور کوئی مطلب باقی نہیں رہا جب سے خدا کے حبیب کا ہمسایہ بنا ہوں مقصود حاصل ہوگیا ہے۔ اب مجھے ان کے قرب کے سوٰی کچھ بھی درکار نہیں ہے اور میں اب ان کے قریب اور قریب ہو رہا ہوں۔ یہاں مجھے زندگی اور موت دونوں یکساں ہیں مدینہ میں میرے لیے ہر چیز پسندیدہ ہے زندہ رہوں تو بھی اور موت آجائے تو بھی۔)

اسی انداز کی نعت مفتی یافہ شیخ حسین دجانی نے بھی کہی ہے: ؎

اذا ھبت الاریاح من نحو طیبة ——— اھاج فؤادی طیبھا و ھبوبھا
فلا تعجبوا من لوعتی و صبابتی ——— ھوٰی کل نفس این حل حبیبھا

(مدینہ کی ہوائیں آتی ہیں تو ان کی خوشبو اور ان کا چلنا میرے دل میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے آپ لوگ میری

شیفتگی اور اضطراب پر تعجب کیوں کرتے ہیں۔ ہر شخص کا دل وہیں اٹکا ہوا ہوتا ہے جہاں اس کے محبوب کا ڈیرا ہو۔)

۲۹۔ حضرۃ الامام قطب الدین احمد الشاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نعت و مدیح میں متعدد قصیدے لکھے ہیں۔ صرف ایک قصیدہ کے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں: ؎

وان لابد تمدح ذا معال — فحسبك مدح خير الانبياء

وان تمدح رسول الله يوماً — فحاذران تقصر فى الثناء

رسول الله يا خير البرايا — نوالك ابتغى يوم القضاء

(اگر تجھے کسی عالی مرتبت ہستی کی مدح و صفت کرنی ہی ہے تو حضرت خیر الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کر اور جب کسی دن تو آپ کی مدح کرنے لگے تو خبردار احتیاط سے ایسا نہ ہو کہ تو تعریف و ستائش میں کمی کرے۔ اے تمام مخلوق میں سب سے بہتر رسول میں فیصلہ کے دن آپ کی بخششوں کا خواستگار ہوں۔)

۳۰۔ ان کے فرزند گرامی حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کی خوبصورت نعت کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں: ؎

یاسائر نحو الحمٰی بالله قف فى بانه — واقرأطوا ميرالجوٰى منى على سكانه

ان يسئلوا عن حالتى فى السقم منذ فقدتهم — فالقلب فى خفقانه والرأس فى دورانه

ان فتشوا عن دمع عينى بعدهم قل حاكياً — كالغيث فى تهتانه والبحر فى هيجانه

لكنه مع ما جرٰى مشغوف حب المصطفٰى — فخياله فى قلبه وحديثه بلسانه

ولطالما يدعو املحا فى الدعا مبالغا — ليطوف فى بستانه ويشم من ريحانه

يا من تفوق امره فوق الخلائق فى العلا — حتى لقد اثنٰى عليك الله فى قرانه

صلّٰى عليك الله اٰخر دهره متفضلا — مترحما وحبالك الموعود فى احسانه

(اے چراگاہ کی طرف جانے والے خدا کے لیے بان کے جھنڈ میں کچھ دیر رک کر وہاں رہنے والوں کو میرے مصائب کی داستان پڑھ کر سنا اگر وہ میرے ان سے بچھڑنے کے بعد کی حالت زار پوچھیں تو انھیں بتا کر میرا دل خفقانی ہے اور سر چکروں کی زد میں ہے اگر وہ اپنے چلے جانے کے بعد میرے رونے کی کیفیت دریافت کریں تو بتا کہ آنکھیں برسنے میں ابر اور جوشِ گریہ میں سمندر بنی ہوئی ہیں اس کے باوجود وہ حبِ مصطفیٰ میں شیفتہ و سرشار ہے ہر وقت ان کا خیال اس کے دل میں اور ان کی باتیں اس کی زبان پر ہیں اور کتنی طویل مدت سے وہ الحاح و زاری کے ساتھ یہ دعا کر رہا ہے کہ وہ آپ کے باغ میں سیر کرے اور آپ کے گل و ریحان سونگھے، اے وہ ذات گرامی جو رتبے کی بلندی میں ساری مخلوق سے برتر ہیں یہاں تک کہ اللہ پاک نے قرآن میں آپ کی توصیف کی۔ اللہ کریم دنیا کے خاتمہ تک اپنے فضل و رحم سے آپ پر درود و سلام بھیجتا رہے اور اپنے وعدہ کے مطابق تمام بھلائیاں آپ کو عطا فرمائے۔

مولانا فضل حق خیر آبادیؒ نے بھی اسی بحر اور اسی قافیہ میں چند اشعار لکھے ہیں شعر اچھے ہیں مگر بات بنی نہیں۔ افسوس اس وقت وُہ اشعار موجود نہیں ہیں کہ نقل کیے جائیں۔

۳۱۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی بارھویں صدی ہجری کے اجلّہ علماء و فضلاءِ عصر میں سے تھے، عربی زبان کے جیّد ادیب اور شاعر تھے۔ ان کے مدحیہ قصائد اور نعتیہ اشعار اپنی ادبی و شعری خوبیوں اور ذوق و شیفتگی کی ولولہ آفرین سخن سازیوں کا رُوح پرور مرقع ہیں۔ اپنے کمال نعت گوئی کی بدولت "حسان الہند" کے لقب سے ملقب ہُوئے۔ یہاں ان کے ایک قصیدہ سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں: ؎

محمد فاتح البرایا ——— وان اتانا علی العقیب
جماله فائض بنور ——— وخلقه فائح بطیب
دعاءه جاء بالغوادی ——— وکفه جاد بالصبیب
تدارتقٰی فی السماء حقا ——— وحل بالمنزل الرحیب
من ابتغٰی ھٰھنا حنانا ——— سرٰی الٰی روضة الرطیب
اقام آزاد فی سقام ——— وانما المصطفٰی طبیب

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کا افتتاحیہ ہیں اگرچہ وُہ ہمارے پاس بعد میں آئے ہیں۔ ان کا حسن نور برساتا ہے اور اخلاق خوشبو بکھیرتے ہیں۔ اس کی دعائیں نعمتیں لاتی ہیں اور ہاتھ ابر سخا ہیں۔ وہ حقیقتاً آسمان پر چڑھے اور وسیع محل میں جا پہنچے جسے جنت کی خواہش ہو وہ اس پر بہار روضہ کی طرف جائے۔ آزاد مدت سے بیمار ہے اور اس کا علاج حضور ہی کے پاس ہے۔)

۳۲۔ حضرت نواب سید صدیق حسن خان البخاری القنوجی ماضی قریب کے مداحین رسالت میں ممتاز شخصیت کے مالک، بلند پایہ عالم، شیوا بیان ادیب اور خوش گو شاعر تھے۔ آپ سیکڑوں کتابوں کے مصنف اور ہزاروں اہلِ علم و ہنر کے مربی تھے۔ ان کے ایک عربی قصیدہ نعتیہ کا اقتباس ملاحظہ ہو: ؎

اخترت بین اماکن الغبراً ——— دار الکرامة بقعة الزوراء
ھل لی مکان فیه اطلب راحتی ——— من دونها فی البر والدماء
کیف الوصول الٰی منازل طیبة ——— فیها المفتقر حصول رجاء
نفسی فداء لتربة قدسیة ——— فیها نبی سید البطحاً

(میں نے غبار آلود مکانوں کے درمیان چمکتا ہُوا روضہ بزرگ و محترم خطہ میں چن لیا ہے۔ کیا بحر و بر میں کہیں بھی اس کے علاوہ میرا ایسا ٹھکانہ ہے جہاں مجھے سکون و راحت میسر آئے طیبہ کی گلیوں میں، جہاں محتاجوں اور فقیروں کی آرزوئیں پوری کی جاتی ہیں میں کیونکر پہنچوں؟ اس پاک پاکیزہ تربت پر میری جان قربان جس میں بطحا کے سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔)

فارسی نعت ــ ایک سرسری جائزہ

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

نعت گوئی ایک بڑا ہی نازک فن اور موضوع ہے۔ نعت گو کی ذرا سی لغزش اسے گستاخی و عدمِ احترام کا مجرم بنا سکتی ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے : ع

باخدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

یا مثلاً : ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب   ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبیست[1]

فارسی کا یہ مقولہ "نعت گو پوچ گو" اس نازک موضوع پر لکھتے وقت احتیاط نہ برتنے والے شعرا پر صادق آتا ہے۔ خلوص و عقیدت اور وابستگی کے بغیر اس میں نعتیہ عنصر نہیں آ سکتا اور نہ ایسے کلام میں تاثیر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔

نعت کے لغوی معنی تو مدح و تعریف کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحاً اس سے مُراد صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ستائش ہے۔ ایسی منظومات کے لئے شروع میں مدح و ثنا کا لفظ استعمال ہوتا رہا لیکن جلد ہی لفظ "نعت" اپنے اصطلاحی معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ نعت کا آغاز، جیسا کہ واضح ہے، عربی زبان میں ہوا۔ سب سے پہلے قرآن کریم میں ہمیں حضورؐ کی ہمہ جہت اور کامل شخصیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔ خدائے قدوس کی طرف سے یہ تعارف پوری طرح نعت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلی نعت حضرت میمونؓ بن قیس نے لکھی۔ ان کے علاوہ حضرت ابوطالب، حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہم سے بھی نعتیہ اشعار منسوب ہیں۔ تاہم باقاعدہ ایک صنف کے طور پر اسے حضرت حسانؓ بن ثابت، حضرت کعبؓ بن زہیر اور حضرت بوصیریؒ نے آگے بڑھایا۔

فارسی شاعری کا آغاز یوں تو رودکی (م ۳۲۹ / ۹۴۱ء) سے پہلے ہو چکا تھا، لیکن صاحبِ دیوان ہونے کے باعث اسے فارسی شاعری کا باوا آدم کہا گیا ہے۔ رودکی اور دیگر شعرائے قدیم کے یہاں (ان کے جو اشعار اس وقت دستیاب ہیں، ان کے مطابق) نعت کا کوئی شعر نظر نہیں آتا، ہاں برسبیلِ تذکرہ حضورؐ اکرم کا اسم مبارک کہیں آ گیا ہو (اور ایسا کم ہی ممکن ہے) تو وہ الگ بات ہے۔ فردوسی (م ۴۱۱ / ۱۰۲۰ء) نے ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی شاہنامہ کہی، لیکن اس میں صرف اتنا

---

[1] عرفی جیسا خود پسند اور متکبر شاعر بھی جب اس میدان میں آتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ اس کے نزدیک نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے :

عُرفی مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحراست   آہستہ کہ رہ بردمِ تیغ است قدم را

کہا کہ اگر تم برائیوں اور بلاؤں سے بچنا چاہتے ہو تو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمان پر چلو۔ اس کے بعد غضایری رازی (م ۴۲۶ھ / ۱۰۳۵ء) کے یہاں پنج تن پاک کے ذکر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "بہینِ خلق" (افضل خلائق) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح اسدی طوسی (م ۴۶۵ھ / ۱۰۷۳ء) کا یہ نعتیہ مصرع ہے:

محمدؐ است بہین ز انبیا واز اخیار

ان شعرا سے ہٹ کر سامانی اور غزنوی ادوار کے اہم قصیدہ گو شعرا ابوشکور بلخی، دقیقی، کسائی مروزی، فرخی سیستانی، مسعودی غزنوی، عنصری، عسجدی، منوچہری وغیرہم کے یہاں نعت والی کوئی بات نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے دربار سے وابستگی اور دنیا سے بہت زیادہ تعلق نے انھیں اس طرف آنے کی مہلت ہی نہیں دی۔ یعنی درباری چکا چوند اور زریں سکوں کی کھنک اس راستے میں ان کے پاؤں کا کانٹا بنی رہی۔

دستیاب مواد کے مطابق فارسی میں سب سے پہلے باقاعدہ نعت فخر الدین اسعد گرگانی کی مثنوی "ویس و رامین" (نوشتہ ۴۴۶ھ / ۱۰۵۴ء) میں ملتی ہے۔ فارسی مثنوی گوئی کی روایت بعد میں یہ رہی ہے کہ مثنوی کا آغاز حمد و ثنا سے ہوتا ہے پھر نعت کی طرف توجہ کی جاتی ہے اور اس کے بعد اصل مطلب کو لیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے عرض ہوا۔ فردوسی نے بھی بظاہر ایسا ہی کیا ہے، لیکن صحیح معنوں میں اگر دیکھا جائے تو اس روایت کا آغاز اسعد ہی نے کیا ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ جس داستان کو اس نے نظم کیا اس کا تعلق قبل از اسلام کے ایران سے تھا، اگر وہ اس میں نعت نہ بھی لاتا تو بھی کوئی حرج نہ تھا لیکن اس نے اس میں نعت کہی اور خوب کہی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسعد کو واقعی حضورؐ سے قلبی لگاؤ تھا۔ جب اس نے یہ مثنوی کہی ہے اس وقت بعض ایرانی شعرا عرب شاعروں کی کسی حد تک (عرب کے مناظر کی تصویر کشی وغیرہ میں) تقلید تو کر رہے تھے لیکن عربی زبان ابھی فارسی پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوئی تھی جس کے نتیجے میں اس دور کی شاعری سادہ و رواں زبان کی حامل ہے۔ چنانچہ یہی خوبی ہمیں اسعد کی نعت میں بھی نظر آتی ہے۔ مضامین کی جدت و تازگی کے ساتھ ساتھ، بقول ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، اس کے یہاں تشبیہات و استعارات بھی زیبا ہیں جن میں سے بیشتر فارسی ادب میں تازگی اور نئے پن کے حامل ہیں۔ اسعد نے نعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل کی جہالت و نادانی اور کفر و شرک سے پُر انسانی زندگی کی سیدھے سادے انداز میں تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضورؐ کی تشریف آوری خدا کی رحمت اور اس کا فضل ہے جس کی بدولت دنیا بھر میں نور ہی نور پھیل گیا۔ اسعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راست گو انسانوں کا آفتاب کہتا ہے۔

اسعد اس لحاظ سے بھی پہلا شاعر ہے جس نے دورِ جاہلیت کی شجاعت و فصاحت کا ذکر کر کے کہا ہے کہ جب ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن سنا اور غزوہ بدر و خیبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو انھیں معلوم ہو گیا کہ یہ واقعی خدائی معاملہ ہے جسے قبول کرنا روح کو روشن کرنا ہے۔ اسعد بڑے بھولپن اور معصومیت کے ساتھ خدا کی شفقت کا ذکر کرتا ہے جس کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسولؐ سے ہم نوازے گئے:

چہ بخشانیدہ و مشفق خدائیست
چہ نیکو کار و چہ رحمت نمائیست
کہ بر بے چارگیٔ ما ببخشود!
رسوئے داد و راہِ نیک بنمود

آخر میں وہ دینِ اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کا عہد کرتے ہوئے خدا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے صدقے اس کے فضل وکرم کا ملتجی ہوتا ہے۔

سنائیؒ چھٹی صدی ہجری کا بہت بڑا صوفی شاعر ہے جسے مولانا رومی نے گویا اپنا مقتدا مانا ہے۔ اس نے بڑے زوردار نعتیہ قصائد کہے ہیں، جو فنی و معنوی خوبیوں کے علاوہ جوش و اخلاص جذبہ کے حامل ہیں۔ اس کی ساری نعتوں میں قصیدے کا رنگ ہے سنائی کے کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا حصہ وہ جب وہ دربار سے متعلق تھا اور لہو و لعب کی زندگی بسر کر رہا تھا۔

دوسرے حصے کا تعلق اس کی عارفانہ زندگی سے ہے اور اس کے نعتیہ قصائد کا تعلق یقیناً اسی دور سے ہے۔ اس دور میں اس پر عربی زبان کا بڑا اثر نظر آتا ہے۔ چنانچہ ان قصائد میں عربی کلمات کے علاوہ اس نے عربی ترکیبات وعبارات بھی خوب استعمال کی ہیں۔ پھر تمثیلات و استدلالات عقلی کے علاوہ علمی اصطلاحات کو بھی اس نے کثرت سے برتا ہے جس کے سبب اس کے دیگر قصائد کے علاوہ نعتیہ قصائد میں بھی اشکال پیدا ہوا ہے۔ بہرحال اس نے نعت گوئی کو اپنی غذا قرار دیا ہے ؎

مرا مدحِ مصطفیٰؐ است غذی
جانِ من باد جانش را بفدلی

اس کے مطابق صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے طبیب ہیں جو گناہوں کا علاج فرما سکتے ہیں، اسی بنا پر وہ حضورؐ کی طرف رجوع کرنے پر زور دیتا ہے۔ وہ لطف وکرم خداوندی کے حصول کو حضورؐ کی بارگاہ میں عقل قربان کرنے سے مشروط کرتا اور خود کو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاکِ پا قرار دیتا ہے۔ اس نے ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے کہ ہوا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت گزار تھی تو محض اس لیے کہ اُن کی انگوٹھی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک کندہ تھا۔ سنائی نے حضورؐ کی عظمت وقدامت، جود وعطا، علم وحلم اور لاثانی ہونے کا ذکر مختلف انداز میں کیا ہے اور اس سلسلے میں اس نے کہیں کہیں آیاتِ قرآنی سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ حضورؐ کی یاد اس کے لیے سرمایۂ مسرت و شادکامی ہے:

مرا یادِ توؐ باید بر زبان بس ‎ ‎ ‎ سنائی گردد از یادِ تو خرم

وہ شاعری میں حضورؐ کے اسم گرامی کے علاوہ کسی اور کے نام کو لانا گناہ اور حضورؐ کی نعت کے علاوہ کچھ اور کہنے کو ستم تصور کرتا ہے۔

انوری (م ۵۸۰ھ) کو فارسی قصیدہ گو شعرا کا سرخیل سمجھا گیا ہے، لیکن نعت میں اس کا سرمایہ بس چند اشعار ہیں۔ اگر اس کے پیشرو قصیدہ گو شعرا کو دیکھا جائے، جنہوں نے اس راہ میں قدم ہی نہیں رکھا، تو اس کے یہ چند شعر بھی غنیمت معلوم ہوتے ہیں، کہ کم از کم اس نے

حضورؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار تو کر دیا۔ اپنے ان اشعار میں انوری نے حضور اکرمؐ کی شرع کا دامن تھامنے کی تلقین کی ہے، کیونکہ بقول اس کے آدمی اس کے بغیر عقل کا اندھا ہے۔ جمال الدین اصفہانی (م ۵۸۸ھ) بھی اسی دور کا ایک بڑا قصیدہ نگار ہے۔ اس نے چند ایک نعتیں بھی ہیں۔ اس کی ان نعتوں میں وہی پختگی، جوشِ بیان، مضامین کی جدت اور سادگی و روانی ہے جو اس کے قصائد کا طرۂ امتیاز ہے۔ البتہ ان نعتیہ قصائد میں دیگر قصیدوں کی نسبت، خلوص، جذباتی وابستگی اور حضورؐ کی نعت میں اپنے عجز کا اعتراف ہے ؎

خود خاطر شاعرے چہ سنجد
نعت تو سزائے تو خدا گفت

(خود شاعر بیچارے کی کیا اوقات کہ وہ آپؐ کی نعت کہے۔ آپؐ کے شایانِ شان نعت تو خدا نے کہی ہے)

یہاں غالبؔ کا یہ شعر بھی ملحوظ رہے ؎

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کآں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

یہ مضمون جمال کے بعد کئی شعرا کے یہاں نظر آتا ہے بہر حال جمال خود کو ایک فضول گو اور اپنے تمام مدحیہ اور غیر مدحیہ اشعار کو ہرزہ و بیہودہ کہتا ہے اور اس کے برعکس اپنے چند نعتیہ اشعار کو اپنے لیے سرمایۂ حیات قرار دیتا اور اپنے گناہوں کے باوصف حضورؐ سے شفاعت کی التجا کرتا ہے۔ اس کے نزدیک حضورؐ کی یاد کے بغیر ہر قسم کے اذکار و اوراد فریبِ محض ہیں ؎

بے یادِ تو ذکر ہا مزوّر   بے نامِ تو درد ہا مبتّر

اس نے حضورؐ سے متعلق بعض قرآنی آیات سے بھی استفادہ کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صرف شعر کہنے کی خاطر نعت نہیں کہہ رہا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے پوری طرح باخبر ہونے کے باعث دل سے اور نہایت عقیدت و احترام کے ساتھ نعت کہہ رہا ہے۔

خاقانی (م ۵۹۵ھ) چھٹی صدی ہجری / بارھویں صدی عیسوی میں سبک آذربائیجان (یعنی دبستان آذربائیجان) کا بہت بڑا عالم و حکیم قصیدہ گو ہے جسے اس کی زبردست اور توانا نعتوں کے سبب "حسانؓ عجم" کا لقب دیا گیا ہے۔ کئی ایک نعتیہ قصائد کے علاوہ اس نے اپنی مثنوی "تحفۃ العراقین" میں بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ اس کی فنی خصوصیات، جو اس کے قصیدے کی جان ہیں — زبردست قوتِ فکر، ترکیب الفاظ میں اس کی قدرت، مضامین کی جدت اور دقت پسندی — اس کی نعتوں میں بھی بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اس انتخاب میں سب سے پہلے اس کی مذکورہ مثنوی کے چند اشعار پیش کیے گئے ہیں جن میں اس نے مختلف تشبیہات و استعارات کے سہارے حضورؐ کی عظمت و برتری کا ذکر کیا اور خود کو — خواہ وہ بُرا ہے یا بھلا — حضورؐ کے خوانِ مبارک کے ٹکڑوں پر پلا ہوا موٹا تازہ انسان کہا ہے اور چونکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریزہ ربائی کے سبب فربہ ہوا ہے اس لیے حضورؐ ہی کے آستانے پر قربانی کے لائق ہے۔ گویا وہ قربانی کا جانور ہے۔ اسی بات کو اس نے تمثیل کے ذریعے آگے بڑھایا ہے۔ کہتا ہے کہ جب کوئی جانور (بکرا) خوب موٹا تازہ ہو جاتا ہے تو اسے عید الضحیٰ کے موقع پر قربان کرتے ہیں۔ اسے کتوں کے آگے نہیں پھینکا جاتا بلکہ اربابِ حق کی خوراک بنایا

جاتا ہے۔ اس تمثیل کے حوالے سے وہ کہتا ہے کہ میں بھی جب قربان ہو جاؤں گا تو مجھے دوزخ کے کتوں سے دُور رکھا جائے گا۔ اس کے مطابق اشرار سے بچنے کے لیے حضورؐ کا دامن مضبوطی سے تھامنا ضروری ہے۔ یہ دنیا فریب و تزویر کا مقام ہے اس سے صرف حضورؐ کی رکاب پکڑ کر ہی بچا جا سکتا ہے۔ بو لہبانِ وقت سے بچنے کے لیے فتراکِ محمدیؐ کو تھامنا ضروری ہے کیونکہ اس کے سوا امن عقبیٰ کی دستاویز اور کوئی نہیں ہے۔ بہت سے شعرائ نے اس مضمون کو سیدھے سادے انداز میں بیان کیا ہے کہ حضورؐ اگرچہ بعد میں تشریف لائے لیکن حضورؐ کا نور، نورِ اوّلیں تھا۔ خاقانی اس کو بڑی پیاری تمثیل سے واضح کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ احمدؐ، حضرت آدمؑ سے بعد میں آئے ہیں تو یہ عین مناسب ہے کیونکہ پھل بعد ہی میں آیا کرتا ہے جبکہ کلی پہلے وجود میں آ جاتی ہے ؎

احمد پسِ آدم است، شاید
میوہ ز پسِ شگوفہ آید

ایک نعتیہ قصیدے میں اس نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ حضورؐ کی بارگاہ سے ہاتفِ غیب نے اسے نعت کہنے کو کہا ہے۔ اسی میں وہ کہتا ہے کہ میں اخلاص سے حضورؐ کا دامن تھام رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان خسیسوں سے بچائیں۔ حضورؐ میرے ہو جائیں کیونکہ میں "ما" و "من" سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضورؐ اپنی عنایت کی تلوار سے اس "ما" و "من" کا جھگڑا ہی مٹا دیں۔ نعت کے آخر میں اس نے اپنی تکالیف و مصائب کی طرف اشارہ کر کے حضورؐ سے یہ التجا کی ہے کہ اُس کے شروان سے باہر جانے کا کوئی سامان ہو جائے۔ خاقانی کا مطلعِ ذیل والا نعتیہ قصیدہ بہت مشہور ہے: ؎

ہر صبح سر نہ گلشن سودا بر آورم
وز صُورِ آہ بر فلک آوا بر آورم

یہ قصیدہ اس کی حضورؐ سے انتہائی عقیدت کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے ؎

زمزم نشانم از مژہ در زیرِ ناودان — طوفان خون ز صخرۂ صمّا بر آورم
دریائے سینہ موج زند ز آبِ آتشیں — تا پیشِ کعبہ لولوئے لالا بر آورم
بر آستانِ کعبۂ مصطفا کنم ضمیر — ز و نعتِ مصطفائے مزکّی بر آورم
دیباچۂ سراچۂ کل خواجۂ رُسل — کز خدمتش مُرادِ مہنّا بر آورم

فارسی مثنوی میں حمد کے بعد نعت کی روایت کو نظامی (م ۶۱۴) نے بھرپور انداز میں آگے بڑھایا وہ اپنے خمسہ (پانچ مثنویوں) کی بنا پر فارسی مثنوی گوئی کا بہت بڑا ستون ہے، جس کی تقلید میں بعد کے شعرا بالخصوص امیر خسرو اور جامی نے خمسے لکھے لیکن وہ ان میں وہ بات پیدا نہ کر سکے جو نظامی کے یہاں نظر آتی ہے۔ وہ ایک خاص روش و انداز کا موجد ہے۔ الفاظ و کلمات کا حُسن انتخاب، نئی نئی اور خاص ترکیبیں، انوکھے اور نئے مضامین، جزئیات کی تصویر کشی، قوتِ تخیل وغیرہ اس کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں اور یہ سب خصوصیات ظاہر ہے اس کی نعتوں میں بھی موجود ہیں۔ غرض اس نے نعتیہ اشعار میں بھی اپنا زورِ بیان خوب خوب دکھایا ہے اور بڑے بڑے نکتے اور مضمون پیدا کیے ہیں ؎

نقطۂ روشن تہ پُرکارِ کُن
نکتۂ پُرکار ترین سخن

اس انتخاب میں اس کی مثنوی ہفت پیکر کو چھوڑ کر بقیہ چار مثنویوں کے نعتیہ اشعار لیے گئے ہیں، کیونکہ یہ اشعار مذکورہ مثنوی کے اشعار کی نسبت آسان بھی ہیں اور پُرتاثیر بھی۔ نظامی نے حضورؐ کو سرورِ انبیا اور خاتم النبیین کے علاوہ ایسا اُمّی کہا ہے جو فصیح زبان ہے۔ نعت میں نئے نئے مضامین پیدا کرنے کے سبب وہ اپنی طبع کو گلِ تازہ کہتا ہے، پھر حضورؐ کو گل کہہ کر خود کو بلبل نغز تو اسے تشبیہ دیتا ہے جو گویا گل یعنی حضورؐ کے عشق میں بیتاب نغمہ سرا ہے۔ اس کے مطابق حضورؐ کی شبِ گیسو، روزِ نجات ہے اور حضورؐ کے عشق کی آتش، آبِ حیات۔ جبکہ حضورؐ کا روضہ جنت سے بڑھ کر ہے۔ نظامی اس لحاظ سے پہلا شاعر ہے کہ اس نے حضورؐ سے عجم کی طرف نظرِ التفات فرمانے کی التجا کی ہے۔ اس کے دل میں اسلام کا بیحد درد ہے۔ وہ اتحاد بین المسلمین کا زبردست آرزومند ہے۔ جب وہ علمائے سُو کی کارگزاریاں دیکھتا ہے جو مسلمانوں میں نفاق کا باعث بن رہی ہیں، تو وہ تڑپ اٹھتا ہے۔ وہ حضورؐ سے التجا کرتا ہے کہ حضورؐ آپؐ کے انتظار میں ہماری جان لبوں پہ آگئی ہے۔ حضورؐ عرب ہی میں تشریف فرما نہ رہیں عجم کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ حضورؐ کی خاک پاک نے عجم میں خوشبو پھیلائی تھی لیکن بدقسمتی سے اب بادِ نفاق نے وہ خوشبو اڑا دی ہے۔ یہاں منبروں پر غلط قسم کے لوگ آبیٹھے ہیں۔ حضورؐ تشریف لا کر ان منبروں کو غسل کے ذریعے پاک فرمائیں اور ان شیطان صفت علمائے سُو کو عدم و نیستی کی راہ دکھائیں۔ وہ ان علما کو ہدفِ تنقید بناتا، انھیں غازِ نگر کہتا اور اس وقت مسلمانوں کی جو حالت و کیفیت ہے، اسے ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ حضورؐ ہی ہمارے شحنہ ہیں پھر قافلۂ اسلام تنہا کیوں رہے۔ قلب (فوج کا وسطی حصّہ) تو حضورؐ کے پاس ہے پھر عَلَم یہاں کیوں ہے۔ ایک طرف تو یہ نام نہاد علما دین میں رخنے پیدا کر رہے ہیں اور دوسری طرف اسے تباہ کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ وہ ان لوگوں کا علاج اس میں ڈھونڈتا ہے کہ ان شیطانوں کے سر پہ یا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کو لا بٹھایا جائے یا حضورؐ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے صف شکن کو ان پر مامور فرمائیں۔ مثنوی مخزن اسرار کے یہ اشعار اسلام اور اُمتِ مسلمہ کے بارے میں نظامی کے انتہائی حسّاس ہونے کی خبر دیتے ہیں اور یہ بات فارسی کے کسی دوسرے شاعر کی نعتوں میں نظر نہیں آتی۔ وہ حضورؐ کی خاک پاک کو دماغ دردمند کی دوا قرار دیتا ہے۔ وہ حضورؐ کی ذات اقدس کا تشنہ لب اور غمناک ہے جبکہ حضورؐ اس کے لیے پانی ہیں۔ وہ خود کو حضورؐ کی خاکِ پا قرار دیتا اور اس بات سے خوفزدہ ہے کہ اس سے خدمت میں کوتاہی ہوئی ہے، اس لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اس کا چارہ پوچھتا ہے۔

فریدالدین عطار (م ۶۲۷) ایک صوفی شاعر اور اپنی مثنویوں بالخصوص مثنوی منطق الطیر کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ مثنویوں سے ہٹ کر اس نے قصائد و غزلیات میں بھی اپنا زورِ طبع دکھایا ہے۔ اس کی نعتوں میں گویا بالمشافہ گفتگو کی سی کیفیت ہے۔ سادہ انداز اور جذبے کا بھرپور اظہار ہے جس میں خلوص بھی ہے اور تاثیر بھی، جنھیں پڑھ کر قاری عطار کی حضورؐ سے بے پناہ عقیدت اور جذباتی وابستگی سے آگاہ ہوتا ہے۔ انتخاب میں شامل پہلا شعر ہی اس کی عمدہ مثال ہے جس میں وہ کہتا ہے: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ براق آگیا ہے، آپؐ کہیں عرش کا عزم تو نہیں کیے ہوئے ہیں؟۔ آگے چل کر کہتا ہے کہ آپؐ کے ہوتے یہ عالم اور یہ عرش و

فرش کیا ہیں (یعنی کچھ بھی نہیں) اس لیے کہ آپؐ تو عرش و فرش سے سیکڑوں مرتبہ بلند و اعلیٰ ہیں۔ عطار کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ اقدس اور ذات کی عظمت کو عشق کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا۔ عطار نے آیات قرآنی اور احادیث سے بھی استفادہ کیا ہے۔ وہ آفتاب اور ماہتاب کو حضورؐ کا چوکیدار قرار دیتا ہے۔ نیز یہ کہ حضورؐ کے درِ مبارک کی خاک تریاق اعظم کا اثر رکھتی ہے اور تمام کائنات حضورؐ کے وجود مبارک ہی کے طفیل وجود میں آئی ہے وہ حضورؐ کی پیروی کی تلقین کرتا ہے کہ اسی کی بدولت حضورؐ کی شرع کا نور پیرا اور رہنما بنتا ہے۔ اس نے حضرت آدم کو مس (تانبا) سے اور حضورؐ کو کیمیا سے تشبیہہ دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو جو مقام ملا وہ حضورؐ ہی کے طفیل ملا۔ اپنے چند ایک اشعار میں اس نے حضورؐ سے نظر التفات کی التجا کی ہے۔ اس کے یہ تین اشعار اپنی تمامتر سادگی کے باوصف عظمتِ حضورؐ کی زبردست عکاسی کرتے نظر آتے ہیں، وہ الگ بات کہ حضورؐ کی کماحقہٗ اور شایانِ شان نعت کسی انسان کے بس کی بات نہیں؛

خواجۂ دنیا و دیں گنجِ وفا   صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفیٰؐ

مہترین و بہترین انبیا   رہنمائے اولیا و اصفیا

خواجۂ کز ہر چہ گویم بیش بود   وز ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۶۳۳) برصغیر کا مشہور صوفی۔ کاکیؒ نے سیدھے سادے انداز میں جذبات عقیدت کا اظہار کیا البتہ بعض شعروں میں بے ساختہ پن آ گیا ہے۔ بنیادی طور پر بختیار شاعر نہیں ہے۔ اس کی نعتوں میں حضورؐ کی عظمت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری کے علاوہ حضورؐ کے معجزوں کی طرف اشارات ہیں۔ حضورؐ کو شفیع المذنبین کہہ کر حضورؐ سے اپنی والہانہ وابستگی و شیفتگی کا اظہار کیا ہے :

تا روی خوبت دیدہ ام مہر از ہمہ ببریدہ ام

بنشین، بیا در دیدہ ام اے نور بخش دیدہ ہا

کمال اسمٰعیل (مقتول ۶۳۵ھ) نئے نئے مضامین پیدا کرنے کے سبب خلاق المعانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ متاخرین کے لیے اس نے مضمون آفرینی کی گویا بنیاد رکھی۔ اس کی قدر پایۂ شعر کا یہ عالم ہے کہ "محقق طوسی نے عظمت کے لہجے میں کمال کا ذکر اپنی کتاب معیار الاشعار میں کیا ہے۔" اس کی نعتوں میں جوشِ بیان، سلاست اور مضمون آفرینی ہے۔ ان میں اس نے تلمیحات قرآنی سے استفادہ کرنے کے علاوہ حضورؐ کی عظمت کے آگے جبریلؑ کے عجز، حضورؐ کے علوِ قدر اور ختم المرسلین ہونے کا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید کو حضورؐ کے معجزے کی دلیل کہہ کر اس کے آگے دوسرے پیغمبروں کے معجزات کو بالواسطہ کمتر قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں خاص انداز میں حضورؐ کے معجزات شق القمر وغیرہ کی طرف بھی اشارے کئے ہیں ؎

انگشتِ معجزِ تو کہ تیغیست آبدار   یک زخم او کند سپرِ ماہ را دو نیم

حضورؐ کی قدامت کا ذکر کر کے حضورؐ کے خلقِ عظیم کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ خدا نے حضورؐ کو اپنی صفات، کریمی، رحیمی اور رؤفی سے نوازا ہے۔ دیگر شعرا کی طرح کمال بھی نعت میں اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے ؎

مخلوق در ثنائے تو تا خود کجا رسد   خواندہ خدائے با عظمت خلقِ عظیم

عجز کے مضمون کو اس نے مختلف انداز میں پیش کیا ہے :-

دریائے مدحت تو زپہناوری کہ ہست دروے شناوران سخن راگذار نیست
اے گفتہ لطف حق بجو دی خودت ثنا ماازکجا و مدحے وثنائے تو از کجا

وہ درود و صلوٰۃ بھیجنے کے علاوہ اس جذبے کا اظہار کرتا ہے کہ حضورؐ کی ذات تو نعت سے بے نیاز ہے ۔ میرا نعت کہنا درحقیقت حضورؐ کی دعاؤں کا قرب حاصل کرنا اور خود کو، اس وسیلے سے، لوگوں میں برتر بنانا ہے ۔ وہ انتہائی عجز و نیاز کا اظہار کرکے حضورؐ کی توجہ اور لطف و عنایت کی التجا کرتا ہے ۔ اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی ہے ۔ لیکن وہ شفاعت کے لیے ایک عجیب شرط کا ذکر کرتا ہے اور وہ یہ کہ اگر گناہوں کی وجہ سے حضورؐ ہماری شفاعت فرمائیں گے تو ہم اس متاع (گناہوں) سے مالامال ہیں ۔

شرطِ شفاعتِ تو زما گر کبائرست باما بسے متاعِ ازیں گو نہ حاضرست

جلال الدین رومی (م ۶۷۲ھ) بہت بڑا صوفی شاعر، جس کی مثنوی کو "ہست قرآں در زبان پہلوی" (فارسی زبان کا قرآن) کہا گیا ہے تصنیفِ مثنوی سے قبل حضورؐ سے رومی کی عقیدت و شیفتگی کا اظہار و انداز، بقولِ فریدوں سپہ سالار، ہر اُس عبادت و ریاضت میں رومی کی مشغولیت کی صورت میں تھا جو حضورؐ سے منقول تھی ۔ جب شمس تبریز سے ملاقات کے بعد اس میں عظیم تبدیلی آئی اور اس نے مثنوی لکھنا شروع کی تو عشقِ رسولؐ مقبول بھی شعر کی شکل میں ڈھلتا چلا گیا ۔ مثنوی میں سیکڑوں مرتبہ حضورؐ کا اسم گرامی مذکور ہوا ہے ۔ اگرچہ اصطلاحی معنوں میں باقاعدہ نعت تو مثنوی میں نہیں ہے لیکن اکا دکا اشعار میں نعت کا عنصر ہے مثلاً :-

سیدو سرور محمدؐ نورِ جاں مہتر و بہتر شفیعِ مجرماں

یا

نام احمدؐ چون چنیں یاری کند تاکہ نورش چوں مددگاری کند
نام احمدؐ چوں حصاری شد حصین تاچہ باشد ذاتِ آں روح الامینؐ

رومی نے مثنوی میں حضورؐ کو مختلف اسماء و القاب سے یاد کیا ہے ۔ محمدؐ، مصطفیٰؐ، احمدؐ، صدرِ صدورؐ، سرِ پیغمبراں، بحرِ صفا، روح الامین اور سیدؐ ۔ اس نے جس شعر میں بھی اور جس انداز میں بھی حضور اکرمؐ کا ذکر کیا ہے وہ اس کی سرورِ کونین سے بے پناہ عقیدت و ارادت اور شیفتگی کا مظہر ہے ۔ ایسے موقع پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ عالمِ وجد میں رقص کر رہا ہو ۔ اس انتخاب میں مثنوی رومی سے صرف ایک آدھ شعر ہی نقل کیا گیا ہے جس کی وجہ اوپر بیان کر دی گئی ہے ۔ رومی کی غزلوں میں شور و مستی اور عشق کا بھرپور اظہار ہے ، جس کے سبب دیوانِ شمس (جو رومی ہی کا مجموعۂ کلام ہے) میں نعتیہ غزلوں کی تلاش کارِ دشوار ہے کہ بیشتر غزلیں شمس کے غم میں کہی گئی ہیں ، ان میں سے بعض کو نعت بھی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن ہے خطرے والی بات ۔ جو دو ایک غزلیں شاملِ انتخاب کی گئی ہیں ان میں بظاہر کچھ نعتیہ اشارے نظر آئے تو انھیں لے لیا گیا ۔ بہرحال یہ بات واضح ہے کہ رومی کا انداز اس ضمن میں منفرد ہے اور اس کے جس شعر میں بھی حضورؐ کا ذکرِ خیر آیا ہے اس میں اس کا عشق بولتا ہوا نظر آتا ہے ۔

عراقی (م ۶۸۸ھ) بنیادی طور پر ایک صوفی شاعر ہے یعنی وہ صوفی جو قرآن اور شریعت محمدیؐ کو تصوف کے لیے لازم جانتا ہے

اس صورت میں اس کی حضورؐ سے عقیدت ایک قدرتی بات ہے۔ اس نے نعتیہ قصاید کے علاوہ نعتیہ غزلوں میں بھی اظہارِ جذبات کیا ہے۔ ان میں اس نے حضورؐ کے خلقِ عظیم، معجزوں، دوسرے انبیاؑ پر حضورؐ کی برتری، حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر، قرآنی حوالے اور نعت گوئی میں انسانی عقل و ناطقہ کے عجز کا اعتراف و ذکر کیا ہے ؎

از مدیحِ تو عاجز آمد عقل ناطقہ در ثنات لال شدہ
قدرِ تو در جہاں نگنجیدہ نعتِ تو برتر از مثال شدہ

ایک جگہ اپنی بے بسی، دنیا سے محبت اور رنج و غم کا ذکر کرکے حضورؐ سے توجہ فرمانے اور اپنے در پر بلانے کی التجا کی ہے دوسرے شعرا کی طرح اس نے بھی حضورؐ کی عظمت مختلف انداز میں بیان کی ہے۔ اس کے مطابق حضورؐ کے غلام بھی مقامِ عالی کے حامل ہیں اور یہ کہ جس دل میں حضورؐ کی محبت نہیں وہ دل خدا کی محبت سے بھی عاری ہے، حضورؐ اور خدا کی محبت گویا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ عراقی کے نزدیک حضورؐ کی پیروی ہی راہِ مستقیم و راہِ نجات ہے، اور جو کوئی اپنی ذات سے زیادہ حضورؐ سے محبت نہیں کرتا وہ راندۂ درگاہ ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا بھر کی عبادت و طاعت بھی پیش کرے تو وہ اس کے منہ پر لوٹا دی جائے گی۔ اس انتخاب میں عراقی کے ایک ایسے قصیدے سے بھی کچھ اشعار لئے گئے ہیں جن میں نعت اور ثنائے ربِ جلیل کو ملا دیا گیا ہے۔

صابر کلیریؒ (م ۶۹۰)۔ برصغیر پاک و ہند کے بہت سے صوفیہ ایسے ہیں جو بنیادی طور پر تو شاعر نہیں ہیں لیکن انہوں نے کسی حد تک اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کو شعری جامہ پہنایا ہے۔ ان کے اشعار میں جہاں تصوف کے اسرار و رموز بیان ہوئے ہیں وہاں حضورؐ اکرم سے عقیدت و وابستگی کا اظہار بھی نعت کی صورت میں نظر آتا ہے۔ چونکہ ان صوفیہ نے شعر کی فنی خوبیوں کی طرف کم ہی دھیان دیا ہے اس لیے ان کے یہاں پختگی کلام ذرا کم ہی ہے تاہم جذبات کا خلوص بہرحال واضح ہے۔ صابر کلیری بھی ایک ایسا ہی صوفی شاعر ہے اور یہی صورت خواجہ باقی باللہ کی ہے۔

سعدیؒ (م ۶۹۰) ایک جامع الحیثیات شخصیت ہے۔ وہ شاعر ہے، نثر نگار ہے، عاشق پیشہ ہے، عالم ہے، صوفی ہے اور معلمِ اخلاق بھی ہے اور ان سب اوصاف کے پس منظر میں وہ ایک نہایت جہاندیدہ اور دنیا کا سرد و گرم چشیدہ انسان دکھلائی دیتا ہے۔ اس کی شہرت صرف ایران تک ہی نہیں بلکہ برصغیر پاکستان و ہند اور افغانستان کی حدود سے نکل کر دنیا کے تقریباً سبھی گوشوں میں پہنچی ہے۔ اس کی حضورؐ اکرم سے عقیدت دکھاوے کی نہیں۔ اسی عقیدت و وابستگی کے سبب اس نے اپنی طویل مسافرت کے دوران میں، تمام تر تکالیف کے باوجود چند حج کئے اس کی یہ عقیدت و محبت اس کے اشعار واضح طور پر دکھائی دیتی ہے۔ کون پڑھا لکھا مسلمان ایسا ہے جو اس کے اس عربی نعتیہ قطعہ سے واقف نہیں ؎

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ صلوا علیہ و آلہٖ

وہ نثر میں اگر حضورؐ کا ذکر کرتا ہے تو بھی انتہائی احترام ملحوظ رکھتا ہے: "سرورِ کائنات و مفخرِ موجودات و رحمتِ عالمیان و صفوتِ آدمیان و تتمۂ دورِ زمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔" اور اس کا یہ سیدھا سادا شعر بھی اسی وابستگی کا غماز ہے؛

چہ غم دیوارِ امت را کہ دارد چوں تو پشتیبان چہ باک از موجِ بحر آں را کہ باشد نوحؑ کشتی بان

سعدی عشقِ محمدیؐ کو اپنی جوانی اور عاشقی کی دولت گردانتا ہے۔ اس انتخاب میں اس کی دو نعتیہ غزلوں کے علاوہ "بوستان" سے لئے گئے چند اشعار بھی ہیں۔ ان اشعار میں اس نے حضورؐ کے مرتبہ و مقام اور قدر و منزلت کے آگے ہر شخص اور ہر شے کی قدر و منزلت کو ہیچ قرار دیا ہے۔ حکمت و دانش کے حصول کے لیے وہ حضورؐ کا دامن مبارک تھامنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اس نے حضورؐ کے بعض معجزوں مثلاً شق القمر وغیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور نعت میں اپنے عجز کا اعتراف بھی :

ندانم کدامیں سخن گویمت ۔۔۔ کہ والاتری زانچہ من گویمت
تورا عزِ "لولاک" تمکین بس است ۔۔۔ ثنائے تو "طٰہٰ" و "یٰسین" بس است

ساتویں صدی ہجری تیرھویں صدی عیسوی کے دو ایک اور شعرا کے یہاں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں، لیکن افسوس کہ ان کے دواوین شائع نہیں ہوئے، بس تذکروں وغیرہ میں چند اشعار ملتے ہیں مثلاً سراجی سگزی کمرانی نے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے دوران ایک قصیدہ کہا، جس کے صرف یہ دو شعر "تاریخ ابیات در ایران" مؤلفہ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا میں نقل ہوئے ہیں :

گفتم این غرّا قصیدہ ہر کہ برخواند تمام ۔۔۔ شادماں گردد چو باشد دوستدارِ مصطفےٰؐ
سال بر تاریخ خاو کاف و حا با آں بہم ۔۔۔ شد تمام این خوش قصیدہ در مزارِ مصطفےٰؐ

اسی طرح شہاب مہمرہ بدایونی کے ایک نعتیہ قصیدے کے چند اشعار اسی تاریخ ادبیات میں درج ہیں جن میں صرف تین آخر کے اشعار نعت میں ہیں اور بقیہ اشعار تشبیب کے ہیں۔ قصیدہ بدیں مطلع شروع ہوتا ہے۔

الفم ز لوحِ ہستی ہمہ ہیچ در نشانی ۔۔۔ بقائے غیر قائم ز وجودِ خویش فانی

گریز اور نعت کے اشعار ؎

ہوسِ خیال تا کے نفسے گہرفشاں کن ۔۔۔ بہ ثنائے آنکہ باشد خردش بدیدہ بانی
شہِ تختِ دیں محمدؐ کہ سرادقِ شرف زد ۔۔۔ بسوے درِ مہیمن ز سرائے امّ ہانیؓ
بشرِ ملک لطافت ملکِ زمیں تواضع ۔۔۔ چو فلک بپاک جسمے چو ملک بپاک جانی

خواجہ ہمام الدین علاء تبریزی (م ۱۳۱۴ء) اپنے دور کا ایک بزرگ صوفی اور مشہور شاعر ہے۔ اس نے اہلِ سلوک و تصوف کے رشد و ہدایت میں کافی سرگرمی دکھائی اسی لیے اسے "قدوہ پیشوائے اہلِ تحقیق (حقیقت)" سمجھا جاتا رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی دو مثنویوں کے علاوہ ایک مختصر سا دیوان بھی اس سے یادگار ہے۔ ہمام اس لحاظ سے خوش نصیب شاعر ہے کہ اس کے ایک نعتیہ شعر کو، جو بلاشبہ سیکڑوں شعروں پر بھاری ہے، معمولی سے تغیر کے ساتھ (جس کی طرف انتخاب میں اشارہ کر دیا گیا ہے) بڑی پذیرائی ملی، لیکن اس لحاظ سے وہ بدقسمت ہے کہ بہت کم لوگوں کو یہ علم ہے کہ یہ شعر اس کا ہے۔ یہاں اس شعر کی تکرار بے محل نہ ہوگی کہ حضورؐ کی باتیں بار بار دہرانے میں بھی ایک خاص لذت ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ۔۔۔ ہنوز نامِ تو گفتن مرا نمی شاید

جس کسی نے بھی اس شعر کے آخری ٹکڑے "مرا نمی شاید" کو "کمالِ بے ادبیست" میں بدل دیا ہے، اس نے کمال کر دیا ہے۔ اس ذرا سی تبدیلی سے یہ شعر نعت گوئی میں کمالِ عجز کا بولتا ہوا اعتراف بن گیا ہے۔ ہمام چونکہ بنیادی طور پر عارف و صوفی ہے اس لیے اس کے

بعض اور اشعار کو بھی، جن میں عشقیہ جذبات کا اظہار ہے، نعت کے زمرے میں لایا جا سکتا ہے۔ خاص طور پر درج ذیل شعر تو اس لائق ہے کہ اسے بہر طور نعت کا شعر قرار دیا جائے ؎

سالہا سجدۂ صاحب نظران خواہد بود　　بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بوَد

امیر خسروؒ (م ۷۲۵) مشہور صوفی شاعر اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا مرید خاص۔ اپنی عشقیہ اور پُرشور و ولولہ غزلوں کے سبب ایرانیوں کے یہاں بھی اتنا ہی مقبول ہے جتنا خود برصغیر پاکستان و ہند میں۔ یہاں کا یہ پہلا شاعر ہے جسے ایرانیوں نے شروع ہی سے اور کھلے دل سے فارسی کا نغز گو شاعر تسلیم کیا ہے۔ اس نے نظامی کے خمسہ کے جواب میں خمسہ کہنے کے علاوہ چند دوسری مثنویاں بھی لکھیں اور تقریباً سب میں مثنوی گوئی کی مذکورہ روایت (حمد کے بعد نعت) کو برقرار رکھا ہے بلکہ بعض مثنویوں میں ایک کی بجائے دو دو نعتیں کہی ہیں۔ اس نے اپنے اشعار میں حضورؐ کی ذات ستودہ صفات کے طفیل کائنات کے وجود میں آنے کا ذکر کیا اور اپنے گناہوں کے سلسلے میں ہر قسم کے غم سے بے نیازی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا سبب بتایا ہے کہ حضورؐ نے چونکہ شفاعت کا بار اٹھا رکھا ہے، اس لیے کیا فکر:

ما و گناہے چو کوہ ہر دم و غم نے کہ ہست　　بر کتفِ نازکت بار گرانِ ہمہ

طُرفہ کہ چوں آفتاب سایہ نداری و ہست　　از تفِ خورشیدِ حشر از تو امانِ ہمہ

(یہ عجیب بات ہے کہ آفتاب کی طرح آپؐ کا سایہ نہیں ہے خورشیدِ حشر کی گرمی سے ساری مخلوق آپؐ کے سائے میں ہو گی)

خسرو نے بھی قرآنی آیات سے استفادہ کیا اور حضورؐ کے معجزات اور حضورؐ کی شفاعت کے بغیر اپنی نجات نہ پانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر مختلف القاب مثلاً نورِ اول، آخری خورشید، خاتم النبیین سے حضورؐ کو پکارا ہے۔ وہ حضورؐ سے تعلق نہ رکھنے والوں کے سایہ کو بھی اپنے نزدیک دیکھنا پسند نہیں کرتا ؎

ہر کہ از مصطفیٰ ندارد نور　　سایہ اش دُور باد از ما دُور

خسرو کی غزلوں میں نعتیہ عنصر اگر ہے بھی تو اس کی تلاش ذرا مشکل ہے تاوقتیکہ کوئی خاص اور واضح اشارے موجود نہ ہوں۔ اس کی وجہ واضح ہے کہ اس نے دوسرے صوفی شعرا کی طرح غزل میں عشق ہی کو زیادہ تر لیا ہے اور یہ رنگ کچھ ایسا ہے کہ حقیقت پر بھی چسپاں ہو جاتا ہے اور مجاز پر بھی، اور یہی معاملہ نعت کے ضمن میں بھی ہے۔ اس کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مقطع ہے:

مرا از آتش عشق تو دامن سوختہ اے خسروؔ　　محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

تعجب ہے کہ خسرو کی یہ غزل اس کے کسی بھی مجموعہ میں (خواہ وہ نولکشور سے شائع ہوا ہے، یا مطبع قیصریہ دہلی سے، یا پیکجز لمیٹڈ لاہور سے) نہیں ہے، حالانکہ مدتوں سے قوال اسے بطورِ نعت ہی گاتے ہیں۔ البتہ "ارمغان پاک" میں اس کے چند اشعار مؤلف نے جمع کر دیئے ہیں۔ اُس نے یہ کہاں سے لیے اس کا کوئی ذکر نہیں۔

حسن سجزی دہلوی (م ۷۳۸) بھی بنیادی طور پر ایک صوفی شاعر اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا مرید خاص اور امیر خسرو کا گہرا دوست تھا۔ اس کا مجموعہ کلام بڑی حد تک ضخیم ہے، لیکن تعجب ہے کہ اس کے یہاں نعتیہ کلام بہت کم ہے، اگر کوئی ایسا کلام ہے تو وہ بھی خسرو کے کلام کی طرح تغزل کا رنگ لیے ہو گا جسے عام محبوب سے بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔ اس صورت میں جب تک واضح اشارات موجود نہ ہوں

ایسا کلام گمراہی میں ڈال سکتا ہے ۔ بہرحال حسن کا کیا عام کلام اور کیا نعتیہ کلام سادہ و رواں اور ایرانی ذہن کے بہت قریب ہے ۔ خسرو کے بعد برصغیر کا وہ دوسرا شاعر ہے جسے ایرانی ادبا و شعرا اور نقادوں نے خراج تحسین پیش کیا ہے ۔ اس کی منتخبہ نعت میں اس کا مذکورہ انداز واضح ہے ۔ اس نے حضورؐ اور اہل بیتؓ سے محبت و عقیدت اور وابستگی کو ہر غم سے نجات کا سبب بتایا ہے ۔

بو علی قلندر پانی پتی (م ۷۲۴)، جیسا کہ نام سے واضح ہے، قلندریہ فرقہ سے منسلک تھا ۔ اس نے فارسی میں ایک مثنوی کے علاوہ بڑی پیاری غزلیں کہی ہیں ۔ اس کی گنتی کی غزلوں میں صرف چار پانچ واضح طور پر نعتیہ غزلیں ہیں ۔ دو ایک نعتوں کے بیشتر اشعار تغزل کا رنگ لیے ہوئے ہیں ۔ قلندر نے آفرینش کائنات کا ذکر کر کے کہا ہے کہ اس کا آغاز اور انجام حضورؐ ہی سے منسوب ہے ۔ وہ حضورؐ کو سردار انبیاءؑ کہہ کر حضورؐ کے آستان عالی کو زمین پر آسمان قرار دیتا ہے ۔ بعض دوسرے شعرا کی طرح وہ بھی نعت میں نہ صرف اپنے بلکہ ہر فرد بشر کے عجز کا اعتراف کرتا ہے :

آنکہ گوید بزباں حرفے ز اوصافِ تُرا ہست نامحرم رازِ تو و بیگانۂ تو

بدرالدین فخر الزماں عرف بدر چاچ (م ۷۴۶) برصغیر میں تغلق دور کا مشہور قصیدہ گو شاعر ہے ۔ یہ واضح طور پر اس لحاظ سے پہلا اور آخری شاعر ہے جس نے نعت براہِ راست کہنے کی بجائے خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنی (حضورؐ کی) نعت کہلوائی ہے ۔ بظاہر یہ انداز اس کی انتہائی اپج کا غماز ہے لیکن اسے بدعت ہی قرار دیا جا سکتا ہے جو اس کی کج فہمی پر دال ہے ۔ اس نعت میں اس نے حضورؐ کی ذاتِ والا صفات کی برتری، حضورؐ کے نور کی اولیت اور حضورؐ کے تمام اشیا کا مظہر ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ اس نے براہِ راست نعت بھی کہی ہے جس نے اس کی مذکورہ کوتاہی کا گویا ازالہ کر دیا ہے ۔ اپنے ان چند اشعار میں اس نے حضورؐ کو بحر و بر کا شہنشاہ کہا ہے جن کے جمال سے یہ کائنات مزین ہے ۔

خواجو کرمانی (م ۷۵۰) حافظ شیرازی کا پیشرو اور مقتدا ۔ حافظ نے اس کے کلام سے بے حد استفادہ کیا بلکہ بعض پورے کے پورے مصرعے لے لیے لیکن اس کی بدقسمتی کہ آج حافظ کے مقابلے میں اس کی شہرت بہت کم ہے ۔ خواجو نے بھی نظامی کے جواب میں خمسہ کہا، بلکہ چھ مثنویاں اس سے یادگار رہیں ۔ نعت کے سلسلے میں اس نے بھی مثنوی گوئی کی مذکورہ بالا روایت کو نبھایا ہے ۔ اس انتخاب میں اس کی صرف تین مثنویوں سے چند نعتیہ اشعار لیے گئے ہیں، جن میں اس نے معراج کے حوالے سے قرآنی آیات سے استفادہ کیا ہے ۔ علاوہ ازیں بعض دیگر آیاتِ قرآنی اور احادیث سے بھی فائدہ اٹھایا ہے ۔ ان اشعار میں اس نے حضورؐ پر درود و سلام بھیجا ہے ۔ حضورؐ کو ربِّ جلیل کے خزانے کی کلید، دُرجِ خلیلؑ کے موتی، امام ہُدیٰ، سیدِ انبیاء، پناہِ رُسل اور کن فکان کے مقصد ایسے القاب سے یاد کیا اور حضورؐ سے شفاعت کی التماس کی ہے ۔

سلمان ساوجی (م ۷۷۸) اپنے وقت کا ملک الشعرا اور بہت بڑا قصیدہ گو شاعر تھا ۔ اُس کی آخری عمر گوشہ نشینی میں گذری ۔ اس نے جو چند ایک نعتیں لکھی ہیں وہ غالباً اسی دورِ گوشہ نشینی کی یادگار ہیں ۔ اگرچہ اس کے کمال شاعری کا اعتراف کیا گیا ہے تاہم اس نے زیادہ تر قدیم اساتذہ کمال اسمٰعیل اور ظہیر فاریابی کے مضامین سے استفادہ کیا ۔ اس کے قصیدے کے اوصاف صفائی، روانی اور تراکیب کی چستی (جو اس کا اپنا خاص رنگ ہے) اس کی نعتوں میں عیاں ہیں ۔ نعت میں اس نے مختلف صنائع سے بھی کام لیا ہے ۔ بعض نئے مضامین

سے نعت کو آراستہ کیا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص حضورؐ کی یاد کے ساتھ بھسم کر دینے والی آگ میں بھی داخل ہو جائے تو وہ آگ اس کے لیے آبِ مصفا و شیریں کا چشمہ بن جائے گی۔ سلمان نے کہیں کہیں تغزل کا بھی سہارا لیا ہے۔ انتخاب میں شامل اس کی پوری نعت زورِ بیان کا عمدہ نمونہ ہے۔ وہ نعت میں اپنے عجز کا اعتراف اس طرح کرتا ہے کہ عقل کے بس میں نہیں کہ وہ حضورؐ کی نعت کہہ سکے اس لئے کہ اس ضمن میں حیرت کے باعث اس کے پاؤں میں رسّی پڑی ہے:

فکرم نمی رسد بصفاتت کہ وصف تو بر دست و پاے عقل زحیرت عقال یافت
فکر ہوائی بشر کجا و کے در بارگاہ وصف ہدایت مجال یافت

اس کی نعت میں حضورؐ کے خلقِ عظیم، جود و سخا، بخشش اور شفاعت کا تذکرہ اور تلمیحاتِ قرآنی سے استفادہ ملتا ہے:

بُوے زگردِ دامنِ لطفتٔ دماغ باغ در جیب آستینِ صبا و شمال یافت

حافظ غزل کا بہت بڑا شاعر ہے۔ اس کی پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ بقول آقاے علی دشتی ایران میں قرآنِ کریم کے بعد سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب دیوانِ حافظ ہے۔ لیکن بڑی حیرانی کی بات ہے کہ اس کے یہاں باقاعدہ نعت نہیں ہے۔ ہاں ایک آدھ شعر اشارۃً آگیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔ مثلاً ؎

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

حافظ کے دور تک فارسی کی کلاسیکی بالخصوص غزلیہ شاعری کا زبردست دور دورہ رہا۔ اس کے بعد وہ کچھ زوال پذیر ہونا شروع ہوئی۔ تاہم جامی (م ۸۹۸) نے آکر اسے خاصا سہارا دیا۔ اس لحاظ سے وہ عظیم روایت کی حامل فارسی شاعری کا آخری ستون سمجھا گیا ہے بقول دکتر صفا وہ: "بزرگ ترین استاد سخن بعد از عہد حافظ و . . . . خاتم شعراے بزرگ پارسی گو" ہے۔

جامی جامع کمالات شخصیت تھا، اسے شاعر، ادیب، دانشور اور نامور صوفی و عارف کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ سنائی اور خاقانی کے بعد نعت گوئی میں اس کا بڑا مقام ہے۔ صوفی ہونے کے باعث حضورؐ سے اس کی عقیدت و وابستگی بہت زیادہ ہے اور یہ عقیدت و تعلق اپنے بھرپور خلوص کے ساتھ اس کی نعتوں میں جلوہ گر ہے۔ اپنے اس صدق و خلوص کا ذکر اس نے ایک جگہ اس طرح کیا ہے: ؎

جامی کجا و نعتِ تو، اما بکلکِ شوق بر لوحِ صدق زد رقمے کیف ما تفق

جامی کی نعتوں کو ایک تو خود اس کے حسنِ کلام کے سبب اور بعد میں قوالوں کے وسیلے سے بہت زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ اس نے حضورؐ کی عظمت، حضورؐ کی ذات کا قدیم ہونا، اور اسی قسم کے دیگر موضوعات کے علاوہ حضورؐ کے کئی معجزات کا ذکر کیا ہے مثلاً طعام کا بابرکت ہونا، ستون کا رونا اور سایہ نہ ہونا وغیرہ۔ اس کی روح پر صرف اور صرف حضورؐ ہی کی ذاتِ گرامی چھائی ہوئی ہے۔ وہ اپنی بساط کے مطابق حضورؐ کی مدح و توصیف کرنے کے باوجود خود کو اس ضمن میں بے بس پاتا ہے، جب وہ کہتا ہے ؎

حدِ ستایش بجز خدا کہ شناسد
من کہ و اندیشۂ ثناے محمدؐ

جامی نے اپنی نعتوں میں حضورؐ پر درود و سلام بھی بھیجا ہے۔ پھر اپنی معصیت کا ذکر کر کے حضورؐ سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ غزلوں کے علاوہ اپنی

مثنویوں میں بھی جامی نے ایک ایک کی بجائے دو دو بلکہ تین تین بھی نعتیں کہی ہیں۔ ان میں جہاں اس کا خلوص جھلکتا ہے وہاں زورِ بیان اور دوسرے محاسن بھی واضح نظر آتے ہیں۔ اسی دور کا ایک مشہور واعظ معین الدین مسکینی (م ۹۰۷ھ) ہے جس نے چالیس برس وعظ و تذکیر میں بسر کئے۔ معارج النبوت اس کی مشہور تصنیف ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفصل سوانح عمری ہے۔ اس کی بدقسمتی ہے کہ اس کا کلام دوسرے لوگوں سے منسوب کر دیا گیا۔ حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اس سلسلے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کی بیشتر غزلیں جن میں نعتیہ رنگ بھی ہے اس کی مذکورہ کتاب میں شامل ہیں۔ شیرانی نے اسے بلند پایہ شاعر قرار دیا ہے لیکن اس کی غزلیں اور نعتیں دیکھ کر ایسا کوئی تاثر نہیں ابھرتا، البتہ نعتوں میں سادگی اور روانی ضرور کسی حد تک ہے اس کے مطابق نورِ حق، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں مجسم ہو کر سامنے آیا ہے۔ اس نے احادیث اور تلمیحات قرآنی سے استفادہ کیا اور یہ کہا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کے مرہم سے نوازنے والے ہیں تو پھر زخم عصیاں کی تکلیف کا ہمیں غم کیوں ہو۔

راقم فارسی نعت کا انتخاب مکمل کر کے مدیر نقوش کے حوالے کر چکا اور فارسی نعت پر مقالہ لکھنے میں مصروف تھا کہ ایران میں شائع شدہ ایک کتاب "نعت حضرت رسول اکرمؐ در شعر فارسی" از سید ضیاء الدین دھشیری کا پتا چلا۔ ایک دوست سے حاصل کر کے اس کی سرسری ورق گردانی کی۔ اس میں مؤلف نے صرف ۲۹ شعرا کی نعتوں کا انتخاب دیا ہے۔ نعت پر صرف دو ایک صفحوں کا مضمون ہے جس میں کوئی خاص بات نہیں، البتہ منتخب اشعار میں مندرج بعض تلمیحات وغیرہ کو تعلیقات میں بیان کر دیا ہے۔ ایک جگہ مؤلف نے لکھا ہے (اور اس کا یہی قول اِن سطور کے لکھنے کا محرک بنا) کہ مختلف عوامل کے علاوہ خاندان صفویہ ایسے خاندانوں کے برسرِ اقتدار آنے سے نعت کو رواج ملا (صفحہ ۵)۔ جہاں تک صفوی خاندان کا تعلق ہے وہ ایک خاص فرقے کے متعصب اور ظالم پیروکاروں پر مشتمل تھا۔ اس ضمن میں ایران کے بہت بڑے محقق محمد خان قزوینی مرحوم کا وہ خط لائق مطالعہ ہے جسے براؤن نے اپنی مشہور کتاب "اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا" کی چوتھی جلد میں نقل کیا ہے۔ یہاں اس کے اُردو اقتباس کا اندراج بیجا نہ ہوگا:

"اس میں تو واقعی کوئی شبہ نہیں کہ عہد صفویہ میں ادب اور شعر بہت کچھ پست حالت میں تھے ..... خصوصاً صوفیوں کے ساتھ تو وہ (صفوی) ہر طرح کی زیادتی کرتے تھے اور انھیں جلا وطنی، شہر بدر، قتل، سب و شتم غرض ہر طرح کی تکلیف دیتے تھے اور اکثروں کو تو خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے یا مروا ڈالتے تھے اور زندہ جلا دیتے تھے۔ یہ تو ایک بدیہی بات ہے کہ ہر ملک میں خصوصاً سرزمین ایران میں ادب اور شعر اور صوفیت اور تصوف کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور ان میں سے ایک کا زوال دوسرے کے زوال اور پستی کو مستلزم ہے۔ یہی وجہ تھی کہ خاندان صفویہ کے عہد حکومت میں علم، تہذیب، شعر اور تصوف سرزمین ایران سے ناپید ہو گئے۔"

(تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید از پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن

ترجمہ سید تاج الدین احمد کنتوری، ناشر انجمن ترقی اُردو (ہند) دہلی ۱۹۳۹ صفحہ ۴۳-۴۵)

اس خاندان کے دَور میں زیادہ تر مرثیہ گوئی کا رواج ہوا۔ پھر اس خاندان سے بہت پہلے سنائی خاقانی اور ان ادوار کے دوسرے شعرائے یہاں

اور سب سے آخر میں (لیکن اس خاندان سے پہلے) جامی کے یہاں بڑی معرکے کی نعتیں ملتی ہیں، یعنی نعت ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ مؤلف مذکور نے اس سلسلے میں صفوی خاندان کو خواہ مخواہ سرٹیفکیٹ دینے کی کوشش کی ہے۔

محتشم کاشانی (م ۹۹۶) اسی صفوی دور کا بہت بڑا مرثیہ گو ہے۔ وہ بنیادی طور پر قصیدہ گو تھا۔ بادشاہ وقت نے اسے کہا کہ مداحی چھوڑ کر اماموںؑ کے مراثی اور سلام وغیرہ کہا کرو، چنانچہ اس نے اپنی شاعری کا رخ اسی طرف موڑ دیا۔ اس کے یہاں چند نعتیہ قصیدے بھی ملتے ہیں جو اس نے یقیناً کسی کے ایما پر نہیں بلکہ اپنے جذبے کے تحت اور اپنی بخشش کے سامان کے لیے کہے ہیں۔ اس نے ایک نعتیہ قصیدے کی ردیف "آفتاب" رکھی ہے، اس میں شعر کہنا خاصا دشوار ہے لیکن اس نے اسے خوب نبھایا اور انوکھے اور نئے نئے مضامین پیدا کیے ہیں۔ اسی آفتاب کی رعایت سے اس نے خود کو ذرہ کہہ کر حضورؐ کے ظلِ ہدایت کی التجا کی ہے، اس لیے کہ اگر آفتاب رہنما نہ ہو تو ذرہ راہ گم کر بیٹھتا ہے:-

آن ذرہ است محتشم اندر پناہ تو ۔۔۔ کاویختہ بدست توسل در آفتاب
ظلِ ہدایتش بسر افگن کہ ذرّہ را ۔۔۔ رہ گم شود گرش نبود رہبر آفتاب

اگرچہ اس سے قبل بھی برصغیر کے بعض شعرا کا ذکر آیا ہے لیکن وہ گنتی کے ہیں۔ مغلیہ دور میں ارباب علم و فضل بالخصوص شعرا کی قدردانی اور ایران میں صفویوں کے تعصب اور تنگ نظری کے باعث بہت سے ایرانی شعرا برصغیر ہجرت کر آئے، چنانچہ اب یہ علاقہ فارسی شاعری کا مرکز ٹھہرا، اگرچہ اس دور میں ایران میں بھی چند شعرا رہے لیکن بجز ایک آدھ کے اور وہ بھی اپنے مراثی کے سبب زیادہ نام نہ پا سکے۔ عرفی، نظیری، ظہوری، کلیم، قدسی وغیرہم نے یہاں آکر خوب شہرت پائی اور دولت کمائی اور فیضی تو تھے ہی یہیں کے۔ ان شعرا نے جہاں قصیدہ اور غزل کو ایک خاص مقام بخشا وہاں نعت میں بھی انہوں نے فن کے ساتھ ساتھ حضورؐ سے اپنی عقیدت و وابستگی کا اظہار اچھوتے انداز میں کیا جس میں بھرپور خلوص کے علاوہ احساس و اعتراف عجز بھی ہے اور محبت و عقیدت اور ہیبت کے ملے جلے جذبات کا اظہار بھی، جس کی چند جھلکیاں آئندہ سطور میں نظر آئیں گی۔

عرفی (م ۹۹۹ھ) جو بنیادی طور پر بہت بڑا قصیدہ گو ہے لیکن اسے فخر اپنی غزل پر ہے، کیونکہ بقول اس کے قصیدہ گوئی "کارِ ہوس پیشگاں" ہے۔ بقول شبلی عرفی نے زورِ کلام کو، جس کی ابتدا نظامی نے کی تھی، کمال کے درجے تک پہنچا دیا۔ پھر طرزِ ادا کی جدت اور نئی نئی تراکیب وغیرہ اس کا خاصہ ہیں۔ اور یہ خوبیاں ہمیں اس کی نعتوں میں بھی بدرجۂ اتم نظر آتی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ فخر، غرور، کم بینی اور خودستائی اس کی نمایاں عادات تھیں، لیکن یہی متکبر شخص جب حضورؐ نبی کریمؐ کی بارگاہ میں نعت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اپنی بساط بھر نعت کہنے کے باوصف خود کو اس لائق نہیں سمجھتا اور خود کو بے ادب قرار دے کر دعا کرتا ہے کہ ایسا بے ادب دنیا میں نہ رہے۔ اس کے نعتیہ قصیدے "اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را" کے گریز تک کے اشعار دیکھیں تو وہ آسمانوں پر اڑتا دکھائی دیتا ہے لیکن جب گریز پر آتا ہے تو اس کی حالت دیدنی ہوتی ہے، وہ خاکساری، عجز اور خوف کا مجسمہ بن جاتا ہے اور نعت گوئی کو ایک ایسا راستہ قرار دیتا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح تیز ہے ؎ عرفی مشتاب این رہِ نعت ست نہ صحرا است

آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ است قدم را

اس کے نزدیک کے دجم کی   کہنے اور حضورؐ کی نعت کہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہاں انتہائی شائستگی کی ضرورت ہے۔ وہ بظاہر یہ تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ عقل، حضورؐ کی نعت کا سرمایہ سمیٹ سکتی ہے لیکن نطق و رقم کو اس کے بیان اور تحریر کا یارا نہیں حقیقت میں اس کا یہ تسلیم کرنا بھی منفی پہلو لیے ہوئے ہے جب وہ کہتا ہے ؎

دانش نگشاید بسزا عقدۂ نعتت
زینجاست کہ اندیشہ نگومی کرد علم را

عرفی اپنے بے شمار گناہوں کے مقابلے میں حضورؐ کی بے پناہ مرحمت کا ذکر کرکے اپنی بخشش کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خواہش اور التجا یہی ہے کہ حضورؐ اسے حق کی ہمسائیگی کی آسائش سے نوازیں، جنّت وغیرہ سب کچھ اس کے لیے بیکار ہے۔ وہ حضورؐ سے اپنی مخلصانہ وابستگی کا دعویٰ کرتا ہے، اور جس انداز میں اس نے نعتیں کہی ہیں وہ اس کے اس خلوص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اُس دور میں بھی جب مسلمان برسرِ اقتدار رہے۔ کفر کی چیرہ دستیاں مختلف انداز میں اپنا رنگ دکھا رہی ہیں۔ عرفی کے لیے یہ صورتِ حال ناقابلِ برداشت ہے اس لئے وہ حضورؐ سے التجا کرتا ہے کہ وہ اس فتنہ کو فرو فرمائیں۔ نظامی نے مسلمانوں کے مابین نفاق ڈالنے والوں کے خلاف حضورؐ کی خدمت میں فریاد کی تھی، عرفی کفر کے خلاف فریاد کر رہا ہے۔ اور یہ بات دونوں کی اسلام دوستی اور امتِ مسلمہ سے وابستگی پر دال ہے ؎

دعویٰ کُن نعت لائقِ توؐ   رُسوائے جہانِ آفرینش
دارد بعنایت تو عرفی   حرفے ز زبانِ آفرینش
برخیز کہ شور کفر برخاست   اے فتنہ نشانِ آفرینش

فیضی (م ۱۰۰۴ھ) اپنے دور کا بہت بڑا فاضل و دانشمند اور شاعر و عاشقِ رسولِ اکرمؐ۔ مُلّا بدایونی نے اپنے اس محسن کے بڑے لتّے لیے ہیں۔ اس نے اس پر کینہ، کبر و نخوت، خباثت، ریاکاری اور رعونت کے علاوہ حضورؐ نبی کریم کے دشمن ہونے کا الزام عاید کیا ہے۔ لیکن جب ہم اس کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو معاملہ الٹ نظر آتا ہے۔ بقول شبلی معراج نبوی صلعم کی نسبت اکثر علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ روحانی تھی لیکن فیضی اس پر راضی نہیں۔ چنانچہ کہتا ہے ؎

رہِ راست برو کہ راہ کج نیست   حاجت بدلائل و حجج نیست
آں راچہ وقوف این تقاصست   کو منکر خلق و التیام ست

اسے حضورؐ سرورِ کونینؐ سے کس قدر عقیدت ہے اس کا اندازہ مذکورہ دو شعروں کے علاوہ اس شعر سے بخوبی ہو سکتا ہے ؎

بر دانشِ ما انجم و افلاک بخندند
گر صاحبِ "لولاکؐ لما" را نشناسیم

یعنی وہ حضورِ اکرمؐ کی شناخت ہی کو اصل دانش سمجھتا ہے اور اس شناخت کے بغیر دانش کو محض مزخرف اور وجہِ تضحیک قرار دیتا ہے۔ پھر یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ جب اس نے ایک ہندو قصے "نل و دمن" کو منظوم کیا تو نعت سرورِ کونین سے اغماض برتنے

کا ایک واضح بہانہ اس کے پاس تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں بھی وہ پیچھے نہیں ہٹا۔ اس نے نعت کہی ہے اور زوردار نعت کہی ہے، جو اس کے بھرپور خلوص اور حضورؐ کی ذات والاصفات سے اس کی گہری وابستگی کی غماز ہے۔ اس کی عام شاعری میں جو جوش بیان ہے وہ یہاں نتھرے ستھرے اور پاکیزہ انداز میں نظر آتا اور قاری پر اپنا اثر چھوڑتا ہے۔

نظیری (م ۱۰۲۳ء) بھی اسی دور کا مشہور غزل گو شاعر ہے۔ اس نے حافظ کا رنگ اپنانے کی کوشش کی اور اس میں کامیابی کا دعویٰ کیا ہے اور شاید اسی لیے اس نے ایک نعتیہ غزل میں تغزل کا سہارا لیا ہے۔ اگر اس پر نعت کا عنوان درج نہ ہو تو اسے عام غزل بھی کہا جا سکتا ہے۔ البتہ دوسری نعت واضح ہے اور اس میں اس نے حضورؐ کے اعجاز قول، حضورؐ کے حضرت آدمؑ سے مقدم ہونے، حضورؐ کے سایہ نہ ہونے اور حضورؐ کے بے مثل یعنی انسان کامل ہونے کا ذکر کرکے خود سے کہا ہے کہ نعت اس انداز میں کہہ کہ حضورؐ کی روح اس سے شاد ہو جائے۔ بالفاظِ دیگر وہ اپنی اس نعت پر مطمئن نہیں ہے اگرچہ اس پر اس نے بڑا زور مارا ہو گا۔

جان محمد قدسی (م ۱۰۵۶) شاہجہانی دور کا مشہور قصیدہ گو۔ اس کی نعت "مرحبا سید مکی مدنی العربی...." کو جو شہرت و پذیرائی ملی وہ یہاں کی کم ہی فارسی نعتوں کو میسر آئی ہے۔ اس میں اس نے ایک بھولے بھالے معصوم سے انسان کی سی سادگی کے ساتھ حضورؐ کی چند صفات کا ذکر کرکے اپنے عاصی ہونے کا اقرار کیا اور حضورؐ سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ اس نعت میں کوئی لفظی بازی گری اور کوئی مضمون آفرینی کا چکر نہیں بس ایک انتہائی ادنیٰ انسان ایک انتہائی عظیم و اکمل ذات گرامی کے حضور دست بستہ کھڑا گویا درخواست پیش کر رہا ہے:

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمدہ سوی تو قدسی پے درمان طلبی

اگرچہ اس نعت میں کہیں کہیں عربی الفاظ بھی ہیں لیکن ایک تو وہ مشکل نہیں ہیں دوسرے ان کی وجہ سے نعت میں ایک خاص وجد آور سماں بندھ گیا ہے اور شاید یہی بات اس کی پُرتاثیری کا سبب بنی ہے۔

اسی دور کا مسیحا پانی پتی بظاہر کوئی بڑا شاعر نہیں ہے لیکن اس کی مثنوی رامائن کے اس نعتیہ شعر کو بیحد شہرت حاصل ہے:

دل از عشق محمدؐ ریش دارم
رقابت با خدائے خویش دارم

اس نے حضورؐ کو آئینہ خدا نما کہا اور حضورؐ کی عظمت کا ذکر کرکے رحمت مجسم کے لقب سے حضورؐ کو یاد کیا ہے۔ وہ نعت میں اپنے انتہائی عجز کا اعتراف کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ یہ جائے ادب ہے، یہاں ہونٹ بند رکھو۔ اس کا یہ شعر

خدا نعتِ محمدؐ داند و بس   نیاید کار یزداں از دگر کس

غالب کی مشہور نعت کی جان بن گیا ہے:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم ....الخ

غنیمت کنجاہی (م ۱۱۱۰ھ) اُس دور کا شاعر ہے جب برصغیر کے فارسی گو شعرا سبک ہندی (تازہ گوئی نئے نئے مضامین پیدا کرنا نئی نئی تراکیب و تشبیہات وغیرہ سے استفادہ کرنا) کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے تھے۔ غنیمت کے یہاں بھی یہ رنگ پوری طرح کارفرما ہے، تاہم اس کی نعت میں سادگی اور جذبے کا خلوص ہے۔ اپنی مثنوی میں جسے اس کے دیوان کی نسبت زیادہ شہرت حاصل ہے، نعت کہتے وقت اس نے حضورؐ کی عظمت، شفاعت اور آستان عالی کا ذکر تشبیہات و استعارات میں کر کے آخر میں حضورؐ کے لطف و کرم، توجہ و عنایت اور دیدار کی التجا کی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ جان کر کہ آپ کا دیدار روزِ قیامت ہوگا، میرا دل گداز ہو گیا ہے اس لئے کہ قیامت تو بڑی دور ہے، لہٰذا ؎

بباغ جلوہ سروِ خود برافراز ‏ ‏ ‏ ‏ سرت گردم قیامت جلوہ گر ساز

اس کے نعتیہ قصائد بھی سادہ انداز میں ہیں۔ ان میں ایک جگہ اس نے یہ نیا مضمون پیدا کیا ہے کہ آسمان پہ روشنی سورج اور چاند کے طفیل نہیں ہے بلکہ یہ تو حضورؐ کے سجدوں کی روشنی ہے جس نے آسمان کو منوّر کر رکھا ہے۔ وہ عرضِ حال کرنا چاہتا ہے لیکن حضورؐ کی بارگاہ میں سراپا ادب گاہ ہے، وہ کھل کر دل کی بات کہنے کو گستاخی جانتا ہے۔ اس نے اپنے نفسِ سیہ کار سے نجات کے لیے حضورؐ سے استدعا کی ہے۔

اسی دور کا ایک اور شاعر میرزا داراب بیگ جویاؔ ہے، جو بڑے شاعروں میں تو شمار نہیں ہوتا لیکن اس نے بھی نعت میں نئے نئے مضامین نکالنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ حضورؐ کے حِلم سے بوجھ ہی نے زمین کو تمکین و قرار سے نوازا ہے جبکہ حضورؐ کی خاکِ پاک کے طواف کے شوق نے آسمان سے آرام و سکون چھین لیا ہے، اسے حُسنِ تعلیل کا ایک اچھا شعر کہا جا سکتا ہے۔

بارِ حلم او زمین را دادہ تمکین و قرار
بردہ شوقِ طوفِ خاکِ پاکش آرام از سما

عبدالقادر بیدلؔ (م ۱۱۳۳ھ) سبک ہندی کا مشہور شاعر جس کے یہاں بہت زیادہ دقت پسندی اور مضمون آفرینی ہے۔ اقبالؒ نے اس کی بہت تعریف کی اور اس بات کا افسوس کیا ہے کہ اسے صحیح طور پہ سمجھا نہیں گیا اور نہ اس سے اعتنا ہی کیا گیا ہے، اس کی غزلیات میں چونکہ واضح طور پہ نعت نہیں ملتی اس لئے اس کی دو مثنویوں سے انتخاب کیا گیا ہے۔ اس انتخاب میں بھی اس کی مضمون آفرینی اور جدت تراکیب نمایاں طور پہ جلوہ گر ہے۔

میر سید علی مشتاق اصفہانی (م ۱۱۷۱ھ) ایران کا ایک معروف شاعر ہے۔ اس کا تعلق ان ایرانی شعرا کے گروہ سے تھا جنہوں نے سبک ہندی (جسے برصغیر کے شعرا نے چیستان کا مظہر بنا کے رکھ دیا تھا) کے خلاف شدید ردِعمل کا اظہار کیا اور پھر سے قدیم اساتذہ کی سادگی وغیرہ اپنانے کی طرف قدم اٹھایا۔ اس کی نعتوں میں جو قصیدے کی صورت میں ہیں، فنی طور پہ عمدہ قصیدوں کی خوبیاں موجود ہیں۔ اگرچہ اس کی منتخبہ نعت میں قافیہ کسی حد تک ادق ہے تاہم بیانِ مضامین کے لحاظ سے وہ سادگی کی حامل ہے۔ اس نے حضورؐ کی عظمت کے علاوہ بخشش و سخاوت، لطف و کرم اور خلق و احسان کے بارے میں اچھوتے رنگ میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ تلمیحاتِ قرآنی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس نے یہ نیا مضمون پیدا کیا ہے کہ تمام انبیا علیہم السلام اگرچہ نور ہیں لیکن حضورؐ سے

اُن کی نسبت ذرہ اور خورشید یا چراغ اور مشعل کی نسبت ہے ؎

ہمہ نورند و بے نسبتشان ہست بتو
نسبت ذرہ و خورشید و چراغ و مشعل
سرِ کوے تو بہشت است کہ پابند در او
عاشقان چاشنیِ صحبتِ معشوقِ ازل

وہ بھی نعت میں اپنے عجز کا اقرار کرتا ہے۔ یہ وہ وادی ہے جہاں سیکڑوں افلاطونوں کی قوتِ فکر و شعور بھی چلنے سے عاجز ہے، پھر میں کیا اور میری بساط کیا ؎

من کہ باشم خود و آنگاہ چہ باشد سخنم تا شوم مدح سرائے تو بایں لیت و لعل
کہ بوادیِ ثنائے تو صد افلاطون را پائے اندیشہ بود با ہمہ سرعت اجل

آخر میں وہ اپنے غم و درد کا ذکر کرکے حضورؐ نبی کریمؐ سے ان غم و آلام سے نجات دلانے کی التجا کرتا ہے۔

حزیں (م ۱۱۸۰ھ) ایرانی شاعر ہے۔ اس نے اپنے قصائد، غزلیات اور مثنوی وغیرہ میں جہاں بھی اسے موقع ملا ہے، حضورؐ سے اپنی عقیدت و وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ اس نے بھی دیگر شعرا کی طرح حضور کی عظمت و رفعت، خلقِ عظیم اور دیگر موضوعات کو لیا اور اس آرزو کا اظہار کیا ہے کہ محشر میں وہ حضورؐ کے جھنڈے تلے اپنے خمیدہ قد کو سیدھا کھڑا کر سکے ——— قد ہی سے متعلق جناب احمد ندیم قاسمی کا یہ نعتیہ شعر بڑا اچھوتا، دلکش اور ایک خاص تاثیر کا حامل ہے ؎

پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیراؐ

حزیں، حضورؐ کی غلامی کو اپنے لیے بہت بڑا اعزاز سمجھتا اور اس غلامی کے طفیل خود کو "خورشید مکاں" جانتا ہے:

؎ از داغِ غلامیِ تو خورشید مکانم نام از تو عَلَم شد منِ بے نام و نشاں را

قاآنی (م ۱۲۷۰) آخری دور کا بہت بڑا قصیدہ گو شاعر۔ اساتذۂ قدیم کے رنگ کو اس نے اچھوتے انداز میں اپنایا ہے تشبیہات و استعارات کی جدت، روانی و موسیقیت، صنائع بدائع کا حسن اور قدرتی استعمال اور زورِ بیان اس کی خصوصیات ہیں۔ نعتوں میں خلوصِ جذبات اور مذکورہ شعری خوبیوں نے ان کے زیادہ سے زیادہ انتخاب پر مجبور کیا۔ ان نعتوں میں الفاظ بولتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ مسلسل کئی کئی شعروں میں نئے نئے اور ۔۔ردار القاب لاتا ہے جن میں حضورؐ کی ذات والا صفات کی تمام خوبیاں سموئی ہوتی ہیں۔ بعض جگہ چند اشعار میں محض القاب لاکر اگلے دو تین شعروں میں کوئی بات کہتا ہے اور یہ سلسلہ کچھ دور تک چلتا ہے۔ ہر نعتیہ قصیدے میں نئے نئے القاب لاتا ہے۔ باتیں اس نے بھی وہی کی ہیں جو دوسرے شعرا کے یہاں ملتی ہیں لیکن اس کے انداز میں ایک خاص دلکشی بھی ہے اور تاثیر بھی۔ وہ حضورؐ اکرم سے عقیدت و وابستگی کا اظہار اور معجزات کا ذکر عام ڈگر سے ہٹ کر کرتا ہے۔

حُبِ تو گر عدوست بجان میخرم عدو مہرِ تو گر بلاست بدل می برم بلا

نفسِ بسیط، عقلِ مجرد، روانِ صرف　　مصباحِ فیض، راحِ روان، روحِ اتقیا
مصداقِ روح، معنیِ نونؔ، مظہرِ قلم　　نورِ ازل، چراغِ ابد، مشعلِ بقا

وہ اپنی شاعرانہ عظمت کا بڑے ٹھسّے سے ذکر کرتا ہے، لیکن جب حضور اکرمؐ کا ذکر آتا ہے تو اپنی اس تمام عظمت کو ہیچ وحقیر اور ناچیز قرار دیتا ہے۔ خود سے کہتا ہے کہ اس عظمت کے باوصف تجھے درود و ثنا کی مجال نہیں اور نہ تیری شاعری کو قبولیت میسّر ہے ؎

لیکن ترا مجالِ بیان نیست در درود　　لیکن ترا قبولِ سخن نیست در ثنا

قرآنی تلمیحات سے استفادہ کے علاوہ اس نے نعت گوئی میں اپنے عجز کا مختلف انداز میں اعتراف کیا اور حضورؐ کی ذاتِ اقدس کو، جسے خود خدا نے تعریف کے لائق کہا ہے، نعت وثنا سے بے نیاز بتایا ہے:

ذاتِ تو سرفراز بہ تمجیدِ ذوالمنن
نفسِ تو بے نیاز زتقدیسِ اصفیا

اسداللہ خاں غالب دہلوی (م ۱۸۶۹ء) اردو کا مشہور شاعر جسے اپنی فارسی شاعری پر ناز ہے۔ اس کا یہ نعتیہ مقطع جس کا مضمون اساتذہ کے کلام سے ماخوذ اور جو واضح طور پر مسیحا پانی پتی کے یہاں نظر آتا ہے، شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے ؎

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گذاشتیم
کآن ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

اس نے نعت گوئی میں اپنے عجز کا اعتراف انوکھے انداز میں اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ کہتا ہے: میں حضورؐ کی مدح وثنا کرنا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں میرا دامن گوہر ہائے شاہوار سے پر ہے۔ ہزاروں شعر کہتا ہوں، ہر لفظ کا قافیہ سیکڑوں جگہ استعمال کرتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود حضورؐ کی نعت کہنے میں بے بس ہوں۔ اور اس کی وجہ حضورؐ کا ادب ہے۔ اس کے سامنے نعت کہنے کا حوصلہ جاتا رہتا ہے (یعنی اپنی طرف سے پوری طرح نعت کہتے ہوتے بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ کوئی کمی رہ گئی) اسی لیے قلم دوات چھوڑ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہوں ؎

اما ادب کہ قاعدہ دانِ بساطِ تست　　داد از نہیبِ حوصلہ آزار افشار

گرامی جالندھری (م ۱۹۲۷ء) نے صرف دو تین نعتیں غزلوں کی صورت میں کہی ہیں جبکہ چند نعتیہ اشعار مثنوی کی شکل میں ہیں۔ اس نے لفظوں کی تکرار سے دلکشی اور حسن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے خود کو حضورؐ کا حلقہ بگوش کہا اور روزِ محشر حضورؐ کا دامن تھامنے اور حضورؐ کی نظرِ شفاعت کی تمنا کی ہے۔ وہ خود کو حضورؐ کی نعت کہنے کے لائق نہیں سمجھتا ؎

این چہ شوخیست وین چہ بے ادبی　　من و نعتِ محمدؐ عربی؟

اقبالؒ (م ۱۹۳۸ء) عاشقِ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نعت کا انداز دوسرے تمام فارسی شعراء سے الگ اور منفرد ہے۔ جس شخص کا یہ حال ہو کہ حضور نبی کریمؐ کا اسم مبارک سنتے ہی اس کی آنکھیں تر ہو جاتی ہوں، وہ جب حضورؐ کی شان میں کچھ کہے گا تو ظاہر

ہے پوری طرح ڈوب کر کہے گا۔ ڈوب کر کہنے کی کیفیت تو بہرحال اور بھی بعض شعرا میں نظر آتی ہے لیکن اقبال نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں ذات کے علاوہ ملت کے حوالے سے جس انداز میں گزارشات کی ہیں، دوسروں کے کلام میں، بجز نظامی گنجوی اور وہ بھی مختصراً، وہ انداز نظر نہیں آتا۔ وہ حضورؐ کی ذات والا صفات کو سراپا دین قرار دیتا ہے ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

ارمغان حجاز کا باب "حضورِ رسالتؐ" اس کی حضور اکرمؐ سے والہانہ وابستگی وعقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس باب میں شامل رباعیات و قطعات میں کہیں حضورؐ سے لطف و کرم کی نگاہ کی التجا ہے تو کہیں ملت کے درد کے حوالے سے ملت میں پہلا سا جوش و ولولہ اور غیرت و فقر پیدا کرنے کی التماس ہے، لادینی کے خلاف شکوہ ہے جس نے مادیت پرستی کو رواج دے کر روحانیت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ کہیں وہ اپنے ہمنفس سے کہ وہ بھی اس کی طرح حضورؐ کی شان جمال کا عاشق وارفتہ ہے، مخاطب ہو کر حضورؐ کے مبارک قدموں پہ آنکھیں ملنے کی آرزو کا اظہار کرتا ہے، اور کہیں بالواسطہ یہ کہتا ہے کہ دنیا و آخرت میں میرے لیے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی سب سے بڑی دولت ہیں، حضورؐ کے علاوہ خدا سے مجھے کچھ اور مانگنے کی ضرورت نہیں۔ اس حصے میں انتہائی احترام و نیازمندی نمایاں ہے ؎

دگرگوں کرد لادینی جہاں را — ز آثارِ بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ با صدیقؓ دادی — بشورے آور این آسودہ جاں را
بیا اے ہمنفس باہم بنالیم — من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مراد دل بگوئیم — بپاے خواجہؐ چشماں را بمالیم
خراب جرأتِ آں رند پاکم — خدا را گفت ما را مصطفیٰ بس

مثنوی "پس چہ باید کرد" کا آخری حصہ "درحضور رسالت مآبؐ" کے عنوان سے ہے اس میں اقبالؒ نے اپنی بیماری کا ذکر کر کے حضرت بوصیریؒ کی طرح بیماری سے نجات چاہی ہے۔ یہ اشعار سوز و گداز کی مجسم تصویر ہیں۔ ہر ہر شعر اور ہر ہر لفظ میں عشق و محبت اور وارفتگی و شیفتگی نظر آتی ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ ہوا تمام شعرا نے نعت گوئی میں مضمون آفرینی اور دوسری فنی و ادبی خوبیوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور احترام وعقیدت کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ یہ واضح ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا شاعر بھی صحیح معنوں میں اس وقت تک نعت گوئی سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک حضورؐ سے واقعی محبت نہ کرتا ہو۔ طرز بیان میں تو فرق ہو سکتا ہے، لیکن اس سلسلے میں خلوص گویا قدر مشترک ہے اور انتخاب ہذا میں یہ قدر مشترک ہر جگہ نظر آئے گی۔ اکثر شعراء نے نعت گوئی میں اپنے عجز کا اعتراف کیا ہے جنہوں نے براہ راست اعتراف نہیں کیا ان کے یہاں بین السطور میں نظر آئے گا۔ اس اعتراف کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورؐ کی حدِ ثنا سے صرف اللہ جل جلالہٗ ہی آگاہ ہے۔ ان نعتوں میں سیرتِ طیبہ کے علاوہ حضورؐ کے معجزوں کا ذکر ہے حضورؐ کی عظمت اور خلقِ عظیم کا تذکرہ ہے، اس بات پہ زور ہے کہ حضورؐ کا نور، نورِ اولیں ہے یعنی کائنات بعد میں وجود میں آئی

اور وہ بھی حضورؐ ہی کی ذاتِ اقدس کے صدقے۔ یہ کہا گیا ہے کہ حضورؐ سے پہلے اگرچہ لاکھوں انبیا علیہم السلام تشریف لائے لیکن ان سب کی سرداری و سرفرازی حضورؐ ہی کے لیے مختص ہے۔ حضورؐ خاتم النبیین ہیں۔ ان نعتوں میں اسی طرح کے دوسرے موضوعات کے علاوہ اپنے گناہوں کا ذکر اور حضورؐ سے روزِ حشر شفاعت کی التجا کا موضوع بھی ملے گا۔ بعضوں نے تو اپنے گناہوں کے سبب خوف زدہ ہونے کے بجائے، محض اس بنا پر خاطر مطمئن ہونے کا اظہار کیا ہے کہ جب حضورؐ شفیع المذنبین ہیں تو پھر حضورؐ خود ہی اپنی شفاعت سے انھیں ہر طرح کے عذاب سے نجات دلا دیں گے۔ بعض اہلِ درد نے امتِ مرحومہ میں نفاق ڈالنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے حضورؐ سے مداخلت کی التجا کی ہے۔

جن شعرا نے نعت کے لیے قصیدہ کی صنف سے استفادہ کیا ہے انہوں نے قصیدے کے شروع میں حسبِ دستور تشبیب وغیرہ لاکر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے لیکن گریز کے بعد جب وہ نعت کی طرف آئے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ان پہ ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی ہے جس میں احترام، عجز اور ہیبت کے ملے جلے جذبات ہیں۔ غزل گو شعرا نے کہیں کہیں نعت میں بھی تغزل کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، جو فنی طور پر تو ایک خوبی قرار پاسکتی ہے، لیکن معنوی طور پر کچھ عجیب سی بات لگتی ہے اس لیے کہ ہمیں کہا گیا ہے ؎

با خدا دیوانہ باش و با محمدؐ ہوشیار

یہاں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ نعت کا فنی ارتقا تو ہوا ہے کہ اس کا تعلق شاعری سے ہے یعنی جس طرح فارسی شاعری فنی طور پر ارتقا پذیر ہوتی چلی گئی نعت میں بھی اس کا اثر آتا چلا گیا، لیکن معنوی طور پر اس میں کوئی ارتقا نہیں ہوا اور نہ یہ موضوع ہی ایسا ہے کہ اس میں ارتقا کی بات ہو۔ حضورؐ کی مدح و تعریف، حضورؐ کے معجزوں اور حضورؐ کی سیرت کا بیان یہی وہ اہم موضوع ہیں جو ہر دور کے شعرا کے پیشِ نظر رہے ہیں، جن کی کچھ تفصیل اس مقالے میں نظر آئے گی۔ اسی لیے راقم نے مختلف ادوار کو سامنے رکھنے کی بجائے شعرا کا ذکر ان کی تاریخہائے وفات کی ترتیب سے کیا ہے۔ مقالے کی طوالت کے خوف سے بعض شعرا کی نعتوں سے (جن کا انتخاب شامل ہے) بحث نہیں کی گئی۔

(۲)

شعروں کا انتخاب ایک ٹیڑھا مسئلہ ہے۔ ہر قاری کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے۔ کوئی ایک رنگ کا شعر پسند کرتا ہے تو کوئی دوسرے رنگ کا۔ یہ صورتِ حال انتخاب کرنے والے کے لیے خاصی مشکل کا سامان کرتی ہے۔ تاہم چونکہ اس انتخاب کا صرف ایک موضوع ہے ـــــ نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ـــــ اور اس موضوع سے متعلق ہر شعر ہمارے لیے تبرک کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس میں ایسی صورتِ حال کے پیدا ہونے کا امکان کم ہی ہے۔

فارسی شعر میں نعت کا سرمایہ بہت زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے یہ انتخاب "مشتے نمونہ از خروارے" ہی کہلائے گا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ یہاں صرف ان شعرا کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جن کے کلیات و دواوین مطبوعہ صورت میں دستیاب ہیں۔ پھر ان کی تمام تصانیف کو بھی پیشِ نظر نہیں رکھا گیا کہ اس صورت میں ضخامت بڑھ جانے کا خدشہ تھا۔ مثلاً اگر خسرو کی تمام مثنویات سے نعتیہ اشعار لئے جاتے جن کی تعداد آٹھ نو کے قریب ہے تو یوں صرف ایک شاعر کے سیکڑوں اشعار آجاتے۔ یہی معاملہ جامیؒ کا ہے۔ جامیؒ

اُردو نعت۔ص ۱۳۵) نمونہ ملاحظہ ہو ؎

جوسا آرسی وحدت جان — جسم محمد اسے پہچان
ایک عکس اوس ہاں جو ہوئے — قلب محمدؐ کا ہے سوتے
ایک عکس پھر ایک عکس جو پائے — یہی ابوالارواح کہلائے
مثل محمدؐ ہوئے نہ کوئے — سب اس کی تفصیل سو ہوئے

(مضمون انسر صدیقی امروہوی مطبوعہ ماہ نو سیرت رسولؐ نمبر
جولائی / اگست ۱۹۶۳ ص - ۱۱۱)

اُردو نعت کا باقاعدہ آغاز گیارھویں صدی میں ہوا، جب بہمنی سلطنت کے زوال کے بعد قطب شاہی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ اس دور میں اُردو کے پہلے صاحب دیوان شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۷۳ھ تا ۱۰۲۰ھ) نے نعت کی مستقل حیثیت متعین کی اور نعتیہ غزل کے ساتھ ساتھ نعتیہ رباعیاں بھی پہلی بار لکھیں۔ نعت سے شغف کا یہ عالم تھا کہ بیشتر غزلوں کے مقطعے بھی نعتیہ ہیں۔ پانچ باقاعدہ نعتیہ غزلوں کے علاوہ "عید میلادِ نبیؐ" پر چھ نظمیں" عید بعثتِ نبی" پر پانچ نظمیں "شب معراج" پر ایک نظم اور کئی نعتیہ رباعیات بھی ملتی ہیں۔ سلطان قلی قطب کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ عقیدت تھی اور اس کے عہد میں ہر سال جشن میلاد النبیؐ منایا جاتا تھا۔ نمونہ کلام ؎

غزل کا مطلع: اسم محمدؐ تھے اہے جگ میں سو خاقانی مجھے — بندہ نبیؐ کا جم رہے ہستی ہے سلطانی مجھے

غزل کا مطلع: چاند سورج روشنی پایا تمارے نور تھے
آبِ کوثر کو شرف ٹھنڈی کے پانی پور تھے

رباعی: جیتا توں دل دجیو سوں قرآن دیکھے
احمدؐ کے سوحق پہ توں سب احسان دیکھے
دیکھ حلقۂ خاتم النبیین میں توں
دل مین سوں "تا اضنع رحمان دیکھے

(اُردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ص ۱۳۳، ۱۳۵)

اسی دور کے پنجابی گو شعراء میں سے حضرت سید حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری (۹۵۹ھ تا ۱۰۶۴ ہجری، مدفون ساہنپال ضلع گجرات، پنجاب) کا اُردو کلام بھی اب چھپ چکا ہے، جس میں نعتیہ رسالہ "رسول پردان" شامل ہے۔ اس رسالے کے دو دوہے نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں ؎

کلمہ نور رسولؐ کا سن پیارے سچیار — حضرت نور اللہ کا نوشہ کہے پکار
پیغمبر درگاہ سوں پہنچا دے پیغام — مرشد پاک رسولؐ کی ہوئی ہے کلام

(گنج شریف اُردو - مرتبہ سید شرافت نوشاہی مرحوم)

اس صدی میں مثنوی میں نعتیہ اشعار لکھنے کا رجحان بڑھتا گیا اور نور نامہ، مولود نامہ، معراج نامہ وفات نامہ کے ساتھ ساتھ منظوم سیرت نگاری کا سلسلہ بھی جاری ہوا۔

ا۔ مثنویوں میں نعتیہ عنصر

تصنیف	شاعر	سن تصنیف	کیفیت
قطب مشتری	ملا وجہی	۱۰۱۸ھ	۲۶۔ ابیات نعت اور ۴۴ ذکر معراج میں ہیں آخر میں حضور کی شانِ شفاعت اور محبوبیت کا تذکرہ ہے۔
سیف الملوک وبدیع الجمال	غواصی	۱۰۳۵ھ	۲۱ اشعار نعتیہ ہیں
طوطی نامہ	غواصی	۱۰۴۹ھ	۲۴ اشعار نعتیہ ہیں
پھول بن	ابن نشاطی	۱۰۶۶ھ	۲۹ " " "
علی نامہ	نصرتی	۱۰۷۶ھ	۱۲۰ " " "
گلشنِ عشق	نصرتی	علی عادل شاہ کے دربار کا ملک الشعراء	نعتیہ اشعار کی تعداد ۳۷ ہے جو بجائے خود ایک نعتیہ مثنوی سمجھی جا سکتی ہے۔
قصہ بہرام وگل اندام	طبعی	۱۰۸۱ھ	

ب۔ مولود نامے

مولود نامہ/تولد نامہ	عبدالملک بھروچی	۱۰۰۹ھ	شاعر کا دعویٰ ہے مولود حضرتؐ کے لکھے ہیں میں حدیثوں سے آثار سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پروردگار
تولد نامہ	امین گجراتی	بحدود ۱۰۰۹ھ	اڑھائی ہزار اشعار پر مشتمل ہے
مولود نامہ	عبداللطیف	۱۰۷۴ھ	
مولود نامہ	مختار	۱۰۹۰ھ	
مفید الیقین (مولود نامہ)	فتاحی	۱۰۹۵ھ	واقعات مستند نہیں
مولود نامہ	شاکر	۱۱۰۰ھ	
مولود نامہ	قاسم	–	بارہ مجالس پر مشتمل ضخیم مثنوی

ج۔ وفات نامے

وفات نامہ	عبداللطیف	۱۰۷۴ھ	
وفات نامہ	عالم گجراتی	۱۰۸۷ھ	

د۔ معراج نامے

معراج نامہ	سید بلاقی	۱۰۵۶ھ
معراج نامہ	معظم بیجاپوری	۱۰۸۰ھ
معراج نامہ	مختار	۱۰۹۴ھ
معراج نامہ	سید میران ہاشمی	۱۰۹۹ھ

۷۔ نور نامہ

نور نامہ	احمد	۱۰۸۹ھ

و۔ منظوم سیرت

قصۂ بے نظیر	صنعتی	۱۰۵۵ھ	حضرت تمیم انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ قصہ ذاتِ رسالتؐ کے گرد گھومتا ہے۔
قصص الانبیاءؑ	قدرتی	۱۰۹۵ھ	۲۱۔ انبیاء کرام کا تذکرہ ہے۔ حضورِ اکرمؐ کا ذکر ہجرتِ حبش تک ہے۔

اس صدی کے شاہ ہاشم حسنی (المتوفی ۱۰۵۹ھ) کی جکریاں، عبداللہ قطب شاہ کی غزلوں میں نعتیہ شعر اور شاہ امین الدین (المتوفی ۱۰۷۶ ہجری) کے نعتیہ دوہڑے بھی ملتے ہیں۔

بارھویں صدی ہجری اُردو زبان کے مجدد، ولیؔ دکنی (المتوفی ۱۱۱۹ ہجری) کے جلو میں طلوع ہوئی اور بقول ڈاکٹر ریاض مجید، جس طرح ولیؔ کی شاعری جنوبی ہند اور شمالی ہند کی شعری روایات اور زبان و بیان کے اسالیب کے درمیان ایک واضح حدِ فاصل قائم کرتی نظر آتی ہے، اسی طرح ولی کے نعتیہ اشعار اردو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک نئی منزل کی نشاندہی کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ ولیؔ کا نعتیہ سرمایہ ان کی غزلوں اور قصیدوں سے لے کر رباعیوں، مخمس اور مستزاد پر مشتمل ہے، جو ان کے مخصوص رنگ (ریختہ) کی ترجمانی کرتا ہے (مقالہ "اُردو نعت" ص ۱۶۸) ولی کے دیوان میں چھ مدحیہ قصائد ہیں، جن میں ایک حمد، نعت، منقبت، موعظت میں ہے، دوسرا نعت رسولؐ میں ہے، تیسرا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت ہے، چوتھے میں بیت الحرام کی مدح ہے، پانچواں حضرت میراں محی الدین کی مدح میں ہے اور چھٹے میں حضرت شاہ وجیہ الدین کی مدح سرائی کی ہے۔ ولیؔ کو نعت سے خصوصی شغف ہے اور اس کی ساری امیدیں بارگاہِ رسالت سے وابستہ ہیں۔ اپنے قلبی تعلق کو یوں ظاہر کرتے ہیں ؎

ہم کوں شفیعِ محشر دہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری عذرِ گناہ بس ہے

(کلیاتِ ولی، مرتبہ انجمن ترقی اُردو ۱۹۲۷ء، ص ۲۷۴)

نعتیہ قصیدے کا ابتدائی رنگ دکھانے کے لیے ولیؔ کے نعتیہ قصیدہ کے کچھ شعر درج کئے جاتے ہیں:

عشق میں لازم ہے اوّل ذات کوں فانی کرے　　ہو فنافی اللہ دائم یادِ یزدانی کرے
یا محمدؐ دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں　　خلق کوں لازم ہے بی کوں تجھ پہ قربانی کرے
جس مکاں میں ہے تمہاری فکرِ روشن جلوہ گر　　عقلِ اوّل آ کے واں اقرارِ نادانی کرے
دیکھ طوبیٰ قد ترا جنبش میں آوے شوق سوں　　جب گلستانِ ارم کی تو خرامانی کرے
عارفاں یوں ہیں گے جان و دل سوں لاکھوں آفریں　　جب ولی تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

(کلیاتِ ولی ۔ ص ۳۶۰ تا ۳۶۱)

قاضی محمود بحری (المتوفی ۱۱۳۰ ہجری) کی صوفیانہ شاعری میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کے کلیات میں ایک غیر منقوط نعت بھی موجود ہے، جس کے دو شعر نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں ؎

محمدؐ گر مدد ہو گا ہمارا　　ہر کل دکھ درد رَد ہو گا ہمارا
موحد کا معما کھول محمود　　اور احمدؐ گر احد ہو گا ہمارا

(کلیاتِ بحری، مرتبہ ڈاکٹر محمد حفیظ سید ص ۲۷)

سید محمد فراقی بیجاپوری (المتوفی ۱۱۴۴ ہجری) تادمِ آخر نعت، منقبت اور مرثیہ لکھتے رہے۔ غزل کے انداز میں اُن کی ایک نعت کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے ؎

مدینے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا　　محمدؐ کی گلی بھیتر فنا ہوتا تو کیا ہوتا
عبث خوباں کی گلیوں میں کرتا عمر صرف اے دل　　مدینے کی زیارت کو گیا ہوتا تو کیا ہوتا
نظر ہے علمِ منطق ہور معانی میں فراقی کو　　اگر علمِ حدیثِ مصطفےٰ ہوتا تو کیا ہوتا

(دکن میں اُردو ۔ ص ۲۹۱-۲۹۲)

مغلوں کے زوال کے بعد مسلمانوں پر ابتلا کا دَور شروع ہوا تو نعت میں فریاد کا عنصر بھی شامل ہُوا ۔ پنجاب کے ایک صوفی شاعر جانی (بحدود ۱۱۲۸ ہجری) کی مناجات میں نبی اکرمؐ سے فریاد کا ادغام دیکھیے ؎

مجھے غفلت دبایا ہے　　ضلالت راہ بھلایا ہے
گناہاں پا ٹیا گھیرا　　الٰہی آسرا تیرا
　　نبیؐ جی آسرا تیرا

(پنجاب میں اُردو ۴۶۳ / ۴۶۴)

شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی (المتوفی ۱۱۵۱ ہجری) کی ایک نعتیہ نظم میں مسلمانوں کا تہذیبی اور معاشرتی کرب نمایاں ہے اور ردیف نے نظم کو استمداد کا رنگ دے دیا ہے ؎

ناہیں مرا چھٹ تم کوئی انظر بحالی یا نبیؐ　　ہے رین دن غفلت کی پڑی انظر بحالی یا نبیؐ

فاضل پکارے دین دن، اشفع شفیع المذنبین فریاد کرتا ہر گھڑی انظر بحالی یا نبیؐ

اسی صدی میں مرزا محمد رفیع سودا (المتوفی ۱۱۹۵ھ) کا نام آتا ہے جو شمالی ہند کے شاعروں میں پہلے ممتاز شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ ولیؔ سے سوداؔ تک کا فاصلہ ہماری شاہراہِ ادب پر ایک پوری منزل کا حکم رکھتا ہے۔ اس عرصہ میں جو تبدیلیاں زبان و بیان میں ہوئیں اُن کا مجموعی تاثر سودا کے نعتیہ قصیدے میں بدرجۂ اتم نمایاں ہے، اور ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کے بقول "اس قصیدے کو شمالی ہند میں اُردو کی باضابطہ نعتیہ شاعری کا ابتدائی نمونہ کہا جا سکتا ہے"۔ قصیدے کی تشبیب کو اخلاقی مضامین سے سنوار کر نعت کی تمہید کو مدح سے ہم آہنگ کیا ہے۔ گریز کی صورت بھی حُسنِ مذاق کی اچھی مثال ہے، یعنی اس میں عشقِ مجازی سے بیزاری کا اظہار ہے اور اس کفر کو دل سے نکال کر دینِ محمدی میں داخل ہونے کی تلقین ہے ؎

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
برہمن کو صنم کرنا ہے تکلیفِ مسلمانی

اس کے بعد دینِ محمد کی تعریف کے ساتھ نعت کا مضمون شروع ہو جاتا ہے ؎

زہے دینِ محمدؐ پیروی میں اس کی جو ہووے
رہے خاکِ قدم سے اُس کی چشمِ عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اُس کی
امانت دارِ نورِ احمدی ہوتی نہ پیشانی

(اُردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق۔ ص ۸۳)

اس صدی میں منظوم سیرت نگاری کو بامِ عروج تک پہنچانے والوں میں نوازش علی شیدا اور مولانا محمد باقر آگاہ (المتوفی ۱۲۲۰ ہجری) کے نام بہت نمایاں ہیں اس صدی کی سیرتی تصانیف کی فہرست نیچے دی جاتی ہے، جس کا مدار ڈاکٹر ریاض مجید کے مقالہ "اُردو نعت" پر ہے کہ اس میں بیشتر تذکروں میں مذکور تصانیف شامل کی جا چکی ہیں۔

نام تصنیف	مصنف	سن تصنیف	کیفیت
نور نامہ	عنایت شاہ قادری	۱۱۱۱ ہجری	۱۵۴۰ ابیات پر مشتمل ہے فارسی کے ایک نثری رسالہ کا منظوم ترجمہ ہے۔
نور نامہ	شریف	۱۱۱۵ ہجری	
نور نامہ	سیدی		
نور نامہ	ملک خوشنود کی امکانی تصنیف		تذکرہ اُردو مخطوطات (ہاشمی جلد اوّل ص ۱۸۷)
وفات نامہ	امین گجراتی	بحدود ۱۱۰۹ ہجری	
درود نامہ	شیخ محبوب عالم	عہد عالمگیر	
وفات نامہ سرورِ کائنات	علی بخش دریا	۱۱۱۱ ہجری	

وفات نامہ سرورِ کائنات	امامی دکنی	۱۱۴۰ ہجری	
معراج نامہ	امین گجراتی	بعد ۱۱۰۹ ہجری	
معراج نامہ	اعظم دکنی	۱۱۲۰ ہجری	باباگیسو دراز کے مرید
معراج نامہ	اعظم بیجاپوری	۱۱۷۷ ھ	شاہ درویش قادری کے شاگرد
معراج نامہ	شاہ ابوالحسن قربی بیجاپوری	۱۱۸۴ ھ	
بحرالمعانی	محمد بن جقلی مہدوی	۱۱۸۱ ھ	
معراج نامہ	شاہ کمال الدین کمال	۱۱۹۱ ھ	
معراج نامہ	شفیق اورنگ آبادی	ماقبل ۱۲۰۰ھ	
چرخیات نصرتی		ماقبل ۱۰۸۳ھ	قصیدے کی ہئیت کے ۱۳۴ شعر
قصیدہ معجزہ	جنونی گجراتی	ماقبل ۱۱۰۰ھ	
قصیدہ ہرنی		۱۱۰۰ھ	
معجزاتِ رسالتؐ	مخدوم حسینی		
شمائل النبیؐ	عبدالمحمد ترین	ماقبل ۱۱۵۰ھ	
روضۃ الانوار	ولی ویلوری	۱۱۵۹ھ	
ریاض السیر	غلام محمد حسرت		
اعجاز احمدی	نوازش علی شیدا	۱۱۸۶ھ	

جلد اوّل	نورِ محمدی سے نزول وحی تک کے حالات پر مبنی ہے۔	ابیات کی تعداد ۱۹ ہزار سے متجاوز ہے۔
جلد دوم	بعثت سے ہجرت تک کے واقعات پر مبنی ہے۔	
جلد سوم	ہجرت سے وصال تک کے کوائف پر مبنی ہے۔	
جلد چہارم	معجزات و فضائل کا ذکر ہے۔	

ہشت بہشت — مولانا محمد باقر آگاہ

۱۔ من دیپک :	نورِ محمدی کا بیان تصنیف	۱۱۸۴ھ	۱۶۰۲	ابیات
۲۔ من ہرن :	نبوت کی بشارتوں کا بیان		۶۵۱	〃
۳۔ من موہن :	ولادت باسعادت کا تذکرہ	۱۱۸۶ ھ	۷۲۰	〃
۴۔ جگ موہن :	۸ سال کی عمر سے وفات تک واقعات	۱۱۸۵ھ	۸۱۷	〃
۵۔ آرام دل :	اخلاق و شمائل نبوی	۱۱۸۵ھ	۱۲۵۲	〃

۶۔ راحت جاں	خصائص رسالتؐ	۱۱۸۶ھ	۶۰۲	ابیات
۷۔ من درپن	معجزات نبویؐ	۱۲۰۶ھ	۳۱۶۱	"
۸۔ من جیون	ادب نبویؐ اور تقاضائے محبت	۱۲۰۶ھ	۸۱۸	"

رسالہ من درپن کے دعائیہ اشعار نمونے کے طور پر درج ہیں

تصدق سے محمدؐ کے الٰہی — مسلماناں کی قائم رکھ تو شاہی
تصدق سے نبیؐ کے حیّ و قیوم — مچا عالم میں اوس کے دین کی دھوم
رکھ اوس کے عشق میں یوں ہم کوں سرشار — کہ جان و تن کریں ہم اوس پہ بلہار

(اُردو میں نعتیہ شاعری، اشفاق ص ۲۱۰)

تیرھویں صدی ہجری میں جبکہ اُردو شاعری کا مرکز شمالی ہند بن چکا تھا، قدما سے لے کر متوسطین تک مشاہیر شعراً میں سے قریب قریب سبھی نے نعت کہنے کی سعادت حاصل کی، مگر حصولِ برکت کی غرض سے یا پھر حمد کے بعد نعت کہنے کی روایت نبھانے کے لیے۔ میر تقی میر (المتوفی ۱۲۲۵ ہجری) کہتے ہیں ؎

جلوہ نہیں ہے نظم میں حُسنِ قبول کا
دیواں میں شعر گر نہیں نعتِ رسولؐ کا

(کلیاتِ میر، مرتبہ ڈاکٹر عبادت بریلوی ص ۳۵۳)

اس صدی کے وسط تک کسی شاعر نے بھی نعت گوئی کو شعار نہیں بنایا، مگر اکا دُکا نعتیہ نظمیں ہر کسی نے کہی ہیں جن میں سے میر کی مسدس، اسمٰعیل شہید دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کی مثنوی سلک نُور کے نعتیہ اشعار، کرامت علی شہیدی (المتوفی ۱۲۵۶ھ) کا قصیدۂ غرّا، مومن المتوفی ۱۲۶۸ ہجری) کا قصیدہ بعنوان زمزمہ سنجیِ طبع بہ مضمون بادخوانیِ نسیم گلشن نبوت و شمالِ چمن رسالت"، مثنوی ناتمام دیگر، پلا ساقیا جام کوثر مجھے، مثنوی بہ مضمون جہاد اور تضمین بر نعت قدسی قابلِ ذکر ہیں۔ شہیدی کے قصیدے میں تشبیب و گریز شامل نہیں پورا قصیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و شانِ شفاعت پر مبنی ہے، البتہ آخر میں شاعر نے اپنے والہانہ جذبات کا اظہار کیا ہے۔ نمونے کے طور پر کچھ شعر درج کئے جاتے ہیں ؎

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کے مد کا — سرِ دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعتِ احمدؐ کا } مدح
اُدھر اللہ سے واصل، اِدھر مخلوق میں شامل — خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا
بٹیں گے جس گھڑی عشرت کے سامان بزمِ جنت میں — کھُلے گا حال اُمت کو ترے انعام بے حد کا } شانِ شفاعت
لبِ گوہر فشاں وا ہوں گے جب عرضِ شفاعت کو — تماشا گاہِ محشر میں کھلیں گے نیک مُنہ بد کا
پھٹیں گے شکلِ تقویم کہن دیواں ہزاروں کے — ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعارِ مجدد کا } دعویٰ
تمنا ہے درختوں پہ ترے روضے کے جا بیٹھے — قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا } طلبِ مدعا

(دیوان شہیدی مطبوعہ نول کشور ۱۲۹۳ھ)

شہیدی نے نہ جانے کس لمحۂ قبولیت میں یہ قصیدہ لکھا کہ حج بیت اللہ کے بعد جب مدینہ طیبہ جا رہے تھے تو راستے میں بیمار پڑ گئے اور جب دیارِ رسول کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ روضۂ اقدس نظر آنے لگا تو جان، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ اُن کی تمنا کے حرف بحرف پورا ہونے اور اُن کے حسنِ خاتمہ کی بدولت اس قصیدے کو یہ شہرت ملی کہ اُردو نعت کا کوئی تذکرہ اُن کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور یوں اُن کا یہ دعویٰ بھی پورا ہوا کہ ؏ ہوا عالم میں شہرہ میرے اشعارِ مجدد کا

اس قصیدے کی مقبولیت کا اندازہ اس حقیقت سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ امیرؔ مینائی اور محسنؔ کاکوروی کے علاوہ کئی نعت نگاروں نے اس قصیدے کی تقلید میں قصیدے یا پھر اس کی تضمینیں لکھیں۔

مومنؔ کے قصیدے میں علمی شان اور تخیل کی بلندی کے ساتھ ساتھ روحِ عصر بھی شامل ہو گئی ؎

شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں یہ کرے ہزار گونہ ستم روزگارِ ناما نوس
کچھ انتہا بھی کواکب کے دورِ بے جا کی ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماعِ نحوس
ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرے فنون و علوم خدا کسی کو نہ دے ایسے طالعِ منکوس

(کلیاتِ مومن، جلد دوم ص ۱۹ مجلس ترقی ادب لاہور)

غزل میں نعتیہ شعر کہنے کی رسم غالب (المتوفی ۱۲۸۵ھ) نے بھی نبھائی ؎

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی قسمت کھُلی ترے قد و رخ سے ظہور کی
اُس کی اُمت میں ہوں میں میرے رہیں کیوں کام بند واسطے جس شہ کے غالب گنبدِ بے در کھلا

(دیوانِ غالب، نسخۂ طاہر)

انیسؔ (المتوفی ۱۲۹۱ ہجری) اور دبیرؔ (المتوفی ۱۲۹۲ ہجری) کے مراثی میں بھی بہت سا نعتیہ عنصر موجود ہے، جو الگ مضمون کا تقاضا کرتا ہے۔

اُردو نعت نے مستقل فن کی حیثیت بھی تیرھویں صدی ہجری میں اختیار کی اور اسے باقاعدہ فن بنانے والوں کے ہراول دستے میں شمالی ہند کے مولانا کفایت علی کافیؔ، مولانا غلام امام شہیدؔ اور حافظ لطف علی خاں لطفؔ بریلوی کے علاوہ دکن کے کئی نعت نگار بھی شامل ہیں۔ اس دور کے دکنی نعت نگاروں کا ذکر

"تیرھویں صدی نے دکن میں بڑے اچھے نعت گو پیدا کئے، جن میں خیر محمد خاں ایمانؔ کا نام سرِفہرست ہے۔ ان کے علاوہ اعزالدین خاں عاؔمی متوفی ۱۲۴۰ھ، خواجہ فیاض الدین بندہؔ متوفی ۱۲۸۵ھ، خواجہ معین شاہ ہوشؔ متوفی ۱۲۸۰ھ، خواجہ عبداللہ خاں نیّر، محمد حیات خاں حیاتؔ میسوری، فیاض الدین خاں ادبؔ، شیخ محمود علی ناظمؔ حیدر آبادی اور مداحِ رسول نواب ارسطو جاہ خصوصیت کے ساتھ معروف ہیں۔ مشہور مداحِ رسول مولوی غلام امام شہیدؔ بھی اسی دوران میں حیدر آباد آئے تھے ان حضرات کی مستقل تصنیفات نعت میں ہیں، مگر تفصیل کا یہاں محل نہیں۔" ("ماہِ نو" ص ۱۹۳ سیرت رسول نمبر ۱۹۶۳ء)

مولانا کفایت علی کافیؔ مراد آباد کے برگزیدہ علماء میں شمار ہوتا ہے۔ ان کی تمام شاعری نعت و منقبت کے لیے وقف رہی۔ دیوانِ کافی کے علاوہ داستانِ صادق، جذبۂ عشق، مثنوی تجمل دربارِ نبی کریمؐ، حلیہ شریف، مولود بہاریہ، بہارِ خلد (شمائلِ ترمذی کا ترجمہ)، نسیمِ جنت (چہل

حدیث کا ترجمہ) ، خیابانِ فردوس (ترغیب اہلِ سعادت از شاہ عبدالحق کا ترجمہ) اور اذنات صرف و نحو آپ کی یادگار تصانیف ہیں آپ نے نے تحریکِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک کے دوران گرفتار ہوئے اور پھانسی کا حکم ہوا۔ قتل گاہ کی طرف جاتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے تھے ؎

کوئی گل باقی رہے گا نے چمن رہ جائے گا
پر رسولؐ اللہ کا دینِ حسن رہ جائے گا

ہم صفیرو باغ میں ہے کوئی دم کا چہچہا
بلبلیں اُڑ جائیں گی سُونا چمن رہ جائے گا

سب فنا ہو جائیں گے کاؔفی لیکن حشر تک
نعتِ حضرتؐ کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

(ارمغانِ نعت مرتبہ شفیق بریلوی نقش ثانی ص ۱۲۴)

آپ کی شہادت ۱۸۵۸ء/۱۲۷۴ ہجری میں ہوئی اور اس شہید کا لہو نعت کی روایت کو گل و گلزار کر گیا۔
مولانا غلام امام شہید (المتوفی ۱۲۹۶ھ) نے اپنی تمام تخلیقی قوتوں کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا۔ اسی لئے اُنہوں نے اُردو کے ساتھ ساتھ فارسی کی نعتیہ شاعری میں نہایت وقیع اضافے کئے۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں "کہ ایک عرصے کی رسمی شاعری کے بعد ہم پہلی مرتبہ ایک نعت گو شاعر کو اس اجتہادی اور انفرادی رنگ میں بزمِ سخن میں جلوہ گر پاتے ہیں، جس نے نعتِ رسولؐ کی لے ہی بدل دی اور آنے والوں کے لئے ایسا نمونہ چھوڑا کہ جس کی تقلید میں اُردو نعتیہ ادب مضامین اور دلآویز طرزِ بیان سے مالامال ہو گیا۔"

(اُردو میں نعتیہ شاعری - ص ۲۷۴)

فارسی میں ضخیم "کلیاتِ شہید" اور اُردو میں مولود شریف شہید کے علاوہ مجموعہ خطوط و مضامین انشائے بہار بے خزاں آپ کی تصانیف ہیں۔
پروفیسر حامد حسن قادری مولود شریف شہید کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی اور اتنی مرتبہ چھپی کہ اس کی اشاعتوں کا شمار دشوار ہے۔ آج تک رائج و شائع ہے۔ اس کے ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت، ایک ایک شعر سے شہید کا عشق و ولولہ جوش و شوق، سوز و درد مترشح ہے۔ سنا ہے جب شہید خود اس کو محفل میں پڑھتے تھے تو عجب سماں بندھ جاتا تھا، اکثر اہلِ محفل پر دفورِ رقت سے غش طاری ہو جاتا تھا۔ اس طرز اور اس مقصد کی یہ اُردو میں پہلی کتاب ہے۔" (داستان تاریخ اُردو - ص ۲۴۹)

شہید کے نعتیہ کلام میں قصیدہ، مثنوی، غزل اور ترجیع بند سبھی اصناف ملتی ہیں۔ ایک نعتیہ غزل کے کچھ اشعار بطورِ نمونہ درج ہیں:

مدّاح ہوں جنابِ رسالت پناہ کا
عرش بریں پہ گوشہ ہے میری کلاہ کا

بے اُس کے حکم کے نہ چلے لوح پر قلم
مالک ہے وہ تمام سپید و سیاہ کا

درپیش ہے عدم کا سفر سب کو دوستو
جو نعت کا کلام ہے توشہ ہے راہ کا

پیغمبروں کا شاہِ عادل ہے وہ شہید
کیا مرتبہ ہے نامِ خدا اس گواہ کا

[تذکرہ عندلیبانِ ریاضِ رسول از نظیر لودھیانوی
مطبوعہ شام و سحر نعت نمبر ا ص - ۲۷)

حافظ لطف علی خان لطف بریلوی (المتوفی ۱۲۹۸ ہجری) غزل میں نعت نگاری کی روایت کے سب سے پہلے بڑے شاعر ہیں۔ انہوں نے غزل کو نعت کے لیے مخصوص کر کے نعت گوئی کے وسیع امکانات دریافت کیے۔ اپنے فکر و فن کو نعتیہ غزل کے لیے وقف کیے رکھا اور نعت میں غزلیہ دیوان ۱۲۷۰ ہجری میں مرتب کیا جو ان کی زندگی میں متعدد بار چھپا اور اُن کی وفات کے بعد بھی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اُن کے دیوانِ نعتیہ میں ۲۰۱ نعتیہ غزلوں کے علاوہ ۹۷ شعروں کا ایک طویل سراپا ہے، نیز ایک خمسہ اور قطعہ بھی دیوان میں شامل ہے۔ نعت میں منقبت بھی شامل کر لی گئی ہے۔ اُردو نعت میں لطف بریلوی پہلے شاعر ہیں جنہوں نے تواتر سے اپنے شغفِ نعت کا اظہار کیا ہے اور اُن کا یہ رویہ نعت کو مستقل فن بنانے کے سلسلے میں پہلا شعوری اعلامیہ ہے ؎

وصف لکھتا ہوں نبیؐ کے حسنِ عالم گیر کا   کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری تحریر کا

اے لطف نعت گوئی میں یہ مرتبہ ہوا   مجھ کو حصولِ عشقِ حبیبِ خدا ہوا

لطفِ الطافِ خدا ہوتا ہے جس شاعر پہ   بخدا ہے وہی مداحِ پیمبرؐ ہوتا

ہم سر نہ آستانِ نبیؐ سے اٹھائیں گے   سو گردشیں ہوں چرخ کی لاکھ انقلاب ہو

لطف نے میلادیہ نظموں کے ساتھ ساتھ سراپا نگاری کو بھی موضوعِ سخن بنایا اور نعت میں داخلی احساسات بھی شامل کیے۔ حضور سے طلبِ رحمت و شفاعت اور استمداد و استعانت کے مضامین بھی اُن کے ہاں عام ملتے ہیں۔ وہ نعتیں جن کی ردیفیں یا شفیع الورا، یا شفیع المذنبین الغیاث، یارسول اللہؐ اور یا رسولؐ ہیں، اسی اندازِ نعت سے مملو ہیں۔

کافی، شہید اور لطف کے انفرادی اور اجتہادی رنگِ نعت نے نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا انداز ہی بدل دیا اور آنے والوں کے لیے ایک ایسا نمونہ چھوڑا جس کی توسیع سے اُردو کی نعتیہ شاعری مضامینِ تازہ اور حسنِ بیان سے مالا مال ہو کر عروج تک پہنچی۔ نعت نگاروں کے اس ہراول دستہ کے جلو میں سامنے آنے والے نعت نگاروں میں مفتی غلام سرور لاہوری (المتوفی ۱۳۰۷ھ)، میر اعظم علی شائق حیدر آبادی (المتوفی ۱۳۱۵ھ)، غلام مصطفیٰ عشقی دکنی، سید واجد علی وحید ہسوی (المتوفی ۱۳۱۶ھ)، مولوی محمد حسین تمنا مراد آبادی (المتوفی ۱۳۱۷ھ) سید محمد مرتضیٰ بیان ویزدانی (المتوفی ۱۳۱۷ھ) امیر مینائیؒ (المتوفی ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء) اور محسن کاکوروی (المتوفی ۱۳۲۲ ہجری) شامل ہیں۔ ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر اہم ہے۔ مگر اس دَور کو بہ حیثیت مجموعی امیر و محسن کا دَور کہنا چاہیے، جن کی بدولت اُردو نعت اعلیٰ ترین معیارات سے ہمکنار ہوئی۔

مفتی غلام سرور لاہوری جو مورخ اور لُغت نویس کی حیثیت سے بھی ممتاز ہیں کے چاروں دیوان "دیوانِ کلیات سرورِ نعتیہ" میں یکجا ہو چکے ہیں، جو مقدار و معیار کے اعتبار سے اُردو نعت کا ایک اہم سنگِ میل ہے۔ آپ کا وصال ۲۷۔ ذوالحجہ، ۱۳۰۷ ہجری کو مدینہ منورہ میں ہوا۔ تاریخِ وفات ان کا اپنا کہا ہوا یہ مصرع ہے ؎

ابھی سرور نے کی ہے سرورِؐ عالم کی پابوسی   (۱۳۰۷ھ)

ان کے کلام میں مسدس، مخمس، ترجیع بند، ترکیب بند، سی حرفی سبھی کچھ شامل ہے نمونۂ کلام ؎

ہوا ہے حاضر غلام سرور تمہارے روضے پہ سر جھکا کر   نظرِ عنایت کی کیجیے اس پہ کہ ہے یہ عاجز تمہارا چاکر

نہ مجھ کو پابند گھر کا رکھیو، نہ غم اِدھر اور اُدھر کا رکھیو ۔۔۔ سوالی اپنے ہی در کا رکھیو، نہ پھیرو محروم گھر بلا کر

(ص ۳۴، ۳۵ دیوان کلیاتِ سرور نعتیہ مطبوعہ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۰ء)

میر اعظم علی خاں شائق حیدر آبادی کا کلیات پہلی بار ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا، جس میں نعتیہ غزلوں کے علاوہ سلام، مثلث، مخمس، مسدس اور ٹھمریاں بھی شامل ہیں۔ مضمون عاشقانہ ہیں۔ جن میں داخلی جذبات کا اظہار ہے۔ نمونۂ کلام ؎

احمدِ پاک پہ مائل نہ ہوا تھا سو ہوا ۔۔۔ دل مرا عشق میں کامل نہ ہوا تھا سو ہوا
خواب میں رویتِ احمد ہوئی، سبحان اللہ ۔۔۔ محفلِ پاک میں داخل نہ ہوا تھا سو ہوا

(ص ۴۴۰ اردو میں نعتیہ شاعری از ڈاکٹر سید اشفاق)

دکن کے شاعر غلام مصطفیٰ عشقی کے کئی دیوان ہیں اور بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری ان کا اُردو نعتیہ دیوان محامد محمدی الموصوف بہ توصیفاتِ مصطفوی مطبوعہ مطبع شمسی حیدر آباد دکن ۱۳۲۲ھ ظاہر کرتا ہے کہ عشقی ایک قادر الکلام نعت گو تھے اور جو کچھ کہتے تھے جذبات میں ڈوب کر کہتے تھے۔" نعت خواں حلقوں میں ان کا کلام بہت مقبول رہا ہے۔ نمونۂ کلام ؎

یا شفیع الورٰی سلام علیک ۔۔۔ یا نبی الہدٰی سلام علیک
خاتم الانبیا سلام علیک ۔۔۔ سید الاصفیا سلام علیک

(ص ۸۷-۸۸ اُردو کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

سید واحد علی وحید سوی کا نعتیہ دیوان (مطبوعہ ۱۳۴۸ ہجری) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے کتب خانے میں موجود ہے۔ نمونۂ کلام ؎

یا نبیؐ جلوہ پُر نور دکھایا ہوتا ۔۔۔ کوئی دن مجھ کو مدینے میں بلایا ہوتا
سوختہ دل ہوں کلیجہ مرا ٹھنڈا ہوتا ۔۔۔ شجرِ روضۂ اقدس کا جو سایا ہوتا

(ص ۲۰۷ اُردو کی نعتیہ شاعری)

مولوی محمد حسین تمنا مراد آبادی کے نعتیہ دیوان المسمٰی بہ "ترانۂ ایمان" کا اسلوب عالمانہ اور صوفیانہ ہے۔ نمونہ کلام ؎

سعادت نخلِ یثرب کی تماشا ہے کہ ہر پتہ ۔۔۔ ہمائے دولتِ جاوید کا شہپر نکلتا ہے
زمین یثربی کی خوبیاں دیکھو کہ صحرا میں ۔۔۔ مغیلاں کا شجر بھی سرو سے خوشتر نکلتا ہے

(ص ۲۳۹ مقالہ" اردو نعت" از ڈاکٹر ریاض مجید)

سید محمد مرتضیٰ اُردو میں بیاں اور فارسی میں یزدانی تخلص کرتے تھے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ نعتیہ تصانیف" عطر مجموعۂ نعت اور ذیلِ حرم" ہیں نعت میں تغزل کے بے جا دخل کی وجہ سے ان کی نعت کو دورِ جدید میں پسندیدگی حاصل نہ ہوئی۔ نمونہ کلام ؎

خواب میں زلف کو مکھڑے سے ہٹائے آجا ۔۔۔ بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا
بیکسی پہ مری خوں روتے ہیں چھالے آجا ۔۔۔ راہ میں چھوڑ گئے قافلے والے آ جا

(ص ۴۶، ۴۷ نقشِ بیاں، مرتبہ ڈاکٹر سید صفدر حسین مطبوعہ ۱۹۷۳ء)

نعت گوئی کے دورِ تشکیل کی یہی روایت امیر مینائی اور محسن کاکوروی تک پہنچ کر تکمیلِ فن کا درجہ حاصل کر لیتی ہے — امیر نے نعت کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی شاعری کی مگر محسن کاکوروی کی وابستگی، نعت اور کمالِ فن صحیح معنوں میں نعت گوئی کے سلسلے میں اب تک کی جانے والی کوششوں کا ماحصل ہے ....

(ص - ۲۴۰ مقالہ اُردو نعت ڈاکٹر ریاض مجید)

امیر مینائیؒ (المتوفی ۱۳۱۸ھ) ایک مذہبی گھرانے اور سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے تعلق رکھتے تھے اور نعت گوئی کے لئے اُن کی طبیعت ساز گار تھی - ۱۸۵۷ عیسوی کے ہنگامے کے بعد جب وہ لکھنؤ چھوڑ کر کاکوری میں پناہ گزین ہوئے تو اُن کی ملاقات مشہور نعت گو محسن کاکوروی سے ہوئی۔ محسن کی صحبتوں کی بدولت اُن کا نعت گوئی کا میلان بہت بڑھ گیا۔ امیر کی متعدد تصنیفات میں سے محامد خاتم النبیین مثنوی نورِ تجلی و ابرِ کرم، نعتیہ مسدس صبحِ ازل، شامِ ابد، لیلۃ القدر اور شاہ انبیا نعت سے متعلق ہیں۔ نعت میں تین قصیدے بھی اُن کی یادگار ہیں۔ خیابانِ آفرینش نثری مولود نامہ ہے۔ غزلیات کے دوادین میں بھی جابجا نعتیہ اشعار ملتے ہیں نعت میں تغزل آفرینی کے باوجود انھیں پاسِ شریعت رہتا ہے اور عشق و ادب کو ہم قدم رکھنا خوب جانتے ہیں نمونۂ کلام ؎

موت ہے سر پہ کھڑی یا رحمۃ للعالمین ۔۔۔ ہے مصیبت کی گھڑی یا رحمۃ للعالمین

خلق تڑپی جاتی ہے کھیتی ہوئی جاتی ہے خشک ۔۔۔ ابرِ رحمت کی جھڑی یا رحمۃ للعالمین

(ص ۲۰۷ ، ذکرِ حبیب (امیر مینائیؒ کے نعتیہ کلام کا انتخاب مرتبہ خالد مینائیؒ)

محسن کاکوروی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) وہ شاعر ہیں، جن کی سعیٔ دلپذیر کی بدولت اُردو نعت کو ادبِ عالیہ میں شمار کیا گیا شعر و سخن کا شوق اور مذہبی رنگ بچپن ہی سے طبیعت پر غالب تھا۔ نو سال کی عمر میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی - محسن کی نعتیہ شاعری اسی خواب سے شروع ہوتی ہے۔ سب سے پہلی فارسی نظم جو انہوں نے لکھی وہ اسی خواب کی خوشی میں تھی - کلیاتِ محسن میں پانچ قصیدے، چودہ مثنویاں، ایک مسدس سراپائے رسولؐ اکرم - اٹھائیس رباعیات، بیس غزلیں اور کچھ نظمیں بطور مناجات شامل ہیں — پہلی اردو تخلیق قصیدہ "گلدستۂ کلامِ رحمت" ۱۲۵۰ھ میں ۱۶ سال کی عمر میں ہوئی، جس کی تشبیب بہاریہ ہے۔ قصیدہ لامیہ "مدیحِ خیر المرسلینؐ" جسے سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی، ۱۲۹۳ ہجری کی تصنیف ہے - اس کی تشبیب کو کاشی و متھرا کے مناظر کے ساتھ ساتھ ابرِ پنجاب اور برقِ بنگالہ کی سحر آفرینیوں سے جس طرح آراستہ کیا گیا، ان کا اچھوتا پن اس کی مقبولیت کا سبب بھی بنا اور موردِ اعتراض بھی ٹھہرا - رفعِ اعتراض کے لئے امیر مینائیؒ کو مصنف کے جواز میں یہ دلیل لانا پڑی حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ "بانت سعاد" کی تشبیب بھی غیر مشروع تھی، جسے سُن کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شاعر کو اپنی ردائے مبارک بطورِ انعام دی تھی - امیر نے اس قصیدے کا قطعۂ تاریخ بھی لکھا ؎

نعت میں حضرتِ محسن نے قصیدہ لکھا ۔۔۔ جس کا ہر شعر ہے گلزارِ جناں کا اک گل

ہاتھ آیا مجھے تاریخ کا مصرعہ یہ امیر ۔۔۔ مدحِ محبوبِ رسل، شمعِ سبل، ناصرِ کل

۱۲ ھ ۹۳

(حاشیہ ص ۳۶ "مکمل گلدستہ حضرت محسن کاکورویؒ)

اس نادر و لاجواب قصیدے کے کچھ مدحیہ اشعار بطورِ نمونہ درج ہیں:

گلِ خوش رنگ رسولؐ مدنی و عربی — زیبِ دامانِ ابد، طرۂ دستارِ ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر — نہ کوئی اس کا مماثل، نہ مقابل، نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر نخلِ دو عالم کا ثمر — بحرِ وحدت کا گہر، چشمۂ کثرت کا کنول
مہرِ توحید کی ضو، اوجِ شرف کا مہِ نو — شمعِ ایجاد کی لو، بزمِ رسالت کا کنول

(ص۔ ۱۷۵۔ کلیاتِ محسن)

محسن اپنی ثمنویوں میں تقدس و پاکیزگی کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ وہ بجائے خود اُردو کی نعتیہ شاعری میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ محسن کا سارا کمالِ فن نعت گوئی میں صرف ہوا ہے، اسی لیے وہ اُردو نعت کی پوری روایت میں ممتاز نظر آتے ہیں ؎

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زباں کے لیے — زباں ملی ہے مجھے نعت کے بیاں کے لیے

اُردو نعت کے جس دَور کا خاتمہ محسن کاکوروی پر ہوا، اُس میں نعت زیادہ تر حصولِ سعادت اور تسکینِ خاطر کا ذریعہ سمجھی گئی۔ ایک والہانہ شیفتگی جو کسی منطق و نفسیات کی محتاج نہیں اُس زمانے کی نعت میں نمایاں ہے رسالت مآبؐ کے جمالِ ظاہری کا بیان زیادہ ہے ــــ نعت گوئی کے دَورِ جدید کی داغ بیل ۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پڑی، جب ملّتِ اسلامیہ میں فکری انقلاب تیز تر ہوگیا۔ نعت میں نیا طرزِ احساس، اجتماعی شعور اور تازہ نئے پیدا کرنے والوں میں جدید اُردو شاعری کے امام مولانا حالیؒ (۱۸۳۷ - ۱۹۱۴ء)، مولانا شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷ - ۱۹۱۴ء)، نظم طباطبائیؒ (۱۸۵۳ - ۱۹۳۳ء) مولانا ظفر علی خاںؒ (۱۸۷۰ - ۱۹۵۶ء) اور حضرت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۳ - ۱۹۳۸ء) کے نام سرِفہرست ہیں۔ ان بزرگوں کے افکار کی روشنی میں نعت گوئی کے کچھ نئے امکانات بھی سامنے آئے، جن سے بعد میں آنے والے نعت نگاروں نے (بالخصوص قیامِ پاکستان کے بعد) بہت استفادہ کیا۔ نئے امکانات میں سے کچھ یہ ہیں:

۱۔ تذکارِ سیرت کے ذریعے اتباعِ خیر الانامؐ کی ترغیب۔
۲۔ عشقِ رسولؐ کو سینوں میں بیدار کر کے مثبت قوت بنانا۔
۳۔ نعت میں حضورِ اکرمؐ کے شمائلِ باطنی اور تعلیمات سے انسانوں کی توجہ زندگی کی اعلیٰ ترین اقدار کی طرف مبذول کرانا۔
۴۔ اسلامی اقدار کی تائید و فروغ اور باطل نظریات کا رَد۔
۵۔ حضورِ اکرمؐ کی مثالی سیرت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ۔
۶۔ خود شناسی، کائنات شناسی اور خدا شناسی کی جملہ منازل میں حضورؐ کی ابدی رہبری کو فکرِ اقبال کی روشنی میں اجاگر کرنا۔

مولانا حالی کی نعت میں بقولِ ممتاز حسن "عشقِ ذات اور شعورِ صفات دونوں بیک وقت موجود ہیں۔"

(ص ۲۳۔ مقدمہ خیر البشرؐ کے حضور میں)

حالی کے قصائد ہوں کہ مسدس مد و جزرِ اسلام یا پھر عرضِ حال بجناب سرورِ کائناتؐ جذباتِ عقیدت اور مقصدیت کا حسین امتزاج

ہر کہیں نظر آتا ہے۔ بارگاہِ رسالتؐ کے آداب کا اُنہیں گہرا احساس ہے۔ "عرضِ حال" کے آخری دو شعر بہ وقت نعت نگاروں کے پیشِ نظر رہنے چاہئیں ؎

ہاں حالیؔ گستاخ نہ بڑھ حدِّ ادب سے

باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گِلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب

یاں جنبشِ لب خارج از آہنگ خطا ہے

(ص - ۱۲۵ - مسدس حالی صدی ایڈیشن)

مولانا شبلیؒ نے سیرت النبیؐ کے کچھ واقعات کو سادہ انداز میں نظم کرکے، عہدِ رسالت کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ اُن کے اخلاص اور ملّی دردمندی نے ان منظومات کو وہ دل نشین پیرایہ بخشا ہے جو دل و دماغ کو بیک وقت متاثر کرتا ہے۔ ان نظموں میں ہجرتِ نبویؐ، تعمیرِ مسجدِ نبویؐ، اہلِ بیتِ رسولؐ کی زندگی، ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر، مساواتِ اسلام وغیرہ شامل ہیں۔

نظم طباطبائی نے قصیدے کے نئے افق دکھائے۔ قصیدوں میں واقعاتِ تاریخ کو سمونے کا اہتمام جس خوش اسلوبی سے نظم نے کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اُن کے قصائد کے عنوانات یہ ہیں (۱) ذکرِ بعثت و فتح مکہ۔ ۲ قصیدۂ معراج۔ ۳۔ ہجرت و غزوہ بدر۔ ۴۔ عہدِ جاہلیہ کا کفر اور پیغمبرِ مجاہد، ۵۔ قصیدۂ احزاب، ۶۔ قصیدۂ خیبر اور قصیدۂ حنین۔

مولانا ظفر علی خاں کی طبیعت کے تنوع، ملّت کے درد، کلام کی قدرت اور جذبے کی گیرائی نے اُردو نعت کو وہ شوکت و رعنائی بخشی، جو اس کی مقبولیت کا سبب بنی۔ بقول مولانا صلاح الدین احمدؒ۔ "ظفر علی خاں نعت کے مجدّد ہیں اور انہوں نے اپنی تخلیقات میں جذباتِ عقیدت کے ساتھ ساتھ آگاہی حقیقت کو برقرار رکھا ہے اور ایک غایت درجہ لطیف اندازِ بیان سے دونوں کا اظہار کیا ہے کہ اُن کی نعتیں آج خواص و عوام دونوں میں یکساں مقبول ہیں اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو یہ کیفیت ایک عرصے تک یونہی قائم رہے گی۔ ہمیں یاد ہے کہ جب اُنہوں نے اپنی پہلی نعت :

"وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں

لکھی تو ملک بھر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک حیرت و مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی اور اس لہر کا مدوجزر آج بھی ان کی بے مثال نعتوں میں ابھرتا اور چلتا نظر آتا ہے۔" (ہفت روزہ "حمایتِ اسلام" ص ۱۲)

مولانا ظفر علی خاں سیرتِ محمدیؐ کے بیان میں علمی اور افادی پہلو کو بہر صورت ملحوظ رکھتے ہیں اور نعت کے ذریعے حضورؐ کے نام لیواؤں میں جذبۂ سرفروشی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت علامہ اقبالؒ نے (ابتدائی شاعری کو چھوڑ کر) بالواسطہ طور پر اور فلسفیانہ رنگ میں نعتیہ شاعری کی ہے اور غایتِ ادبِ نبویؐ کے پیشِ نظر رسالت مآبؐ سے براہِ راست خطاب کم کم کیا ہے، کہیں طرابلس کے شہیدوں، کہیں موذنِ رسولؐ، کہیں جنگِ یرموک کے مجاہد، کہیں صدیقِ اکبرؓ اور زیادہ تر مردِ مومن کے حوالے سے اپنی داستانِ جذب و شوق چھیڑی ہے۔ بارگاہِ رسالتؐ میں باریابی کے لئے "بانگِ درا" "ضربِ کلیم" "اور کوہِ اعظم" کے سہارے لیتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں گو حسنِ طبیعت

اور عربی سوز دروں کے امتزاج سے جو حالی نے اُنہوں نے پیدا کی وہ اُردو نعت کا نکتۂ عروج ہے اقبال کے نعتیہ افکار سے تاحال بہت کم استفادہ کیا گیا ہے بہرحال جوں جوں مستقبل کے شعرا اُس کے خزانۂ عامرہ سے بہرہ مند ہوں گے، نعت گوئی کے عظیم مستقبل کے امین بنیں گے۔

شاد عظیم آبادی (المتوفی ۱۳۴۵ ہجری) نے سولہ سال کی عمر میں ایک میلاد نامہ "ظہورِ رحمت" مسدس کی صورت میں لکھا۔ جس میں بقول سید سلیمان ندوی: "والہانہ جذبات کے ساتھ آنحضرت صلعم کی ولادت، شانِ رسالت، تعلیماتِ اسلامی اور اخلاق و مکارمِ نبوی کو پیش کیا گیا۔"

اختر کاکوی عظیم آبادی "ظہورِ رحمت" کے مقدمے میں لکھتے ہیں "میلاد حالی نے شاد کو گرویدہ ہوگئے اور سرسید کو مشتاق بنایا، چنانچہ شاد کو علی گڑھ جا کر ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں پڑھنا پڑا۔ علامہ شبلی، مسٹر آرنلڈ وغیرہ بھی موجود تھے۔ تعددِ ازدواج، جہاد بالسیف وغیرہ کے متعلق جو اعتراضات ہیں، اُن کے تشفی بخش جواب تھے۔ لوگ سن کر بے حد محظوظ ہوئے۔"

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اپنی ذات ہی میں ایک منفرد اور مقبول دبستانِ نعت تھے۔ انہوں نے اُردو نعت کے فروغ و ارتقا میں تاریخ ساز کام کیا اور فنِ نعت پر سب سے زیادہ اور گہرے اثرات مرتب کئے۔ اُن کا دیوانِ نعت تین جلدوں میں ہے اور اس کا نام "حدائقِ بخشش" ہے، جس سے سالِ تصنیف ۱۳۲۵ ہجری نکلتا ہے۔

ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

"تبحرِ علمی، زورِ بیان اور وارفتگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اُردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔"

(مقالہ اُردو نعت ص ۲۷۹)

مولانا کی نعت میں قرآن و حدیث سے استفادہ کی نہایت خوب صورت مثالیں ملتی ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں رباعی:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ
بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت ملحوظ

(حدائقِ بخشش، حصہ دوم ص ۹۹)

مولانا حسن رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۲۶ھ)، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی تھے اور غزل میں استاد داغؔ سے اصلاح لیتے تھے۔ نعت میں فاضل بریلوی ہی سے استفادہ کرتے تھے، چنانچہ ایک نعت کے مقطع میں کہتے ہیں ؎

بھلا ہے حسنؔ کا جنابِ رضا سے
بھلا ہو الٰہی جنابِ رضاؔ کا

(ذوقِ نعت۔ ص ۱۶ مطبوعہ حزب الاحناف لاہور)

نعتیہ دیوان" ذوقِ نعت معروف بہ صلۂ آخرت" کے دونوں ٹکڑوں سے دیوان کا سال اشاعت ۱۳۲۶ ہجری نکلتا ہے اُن کی شاعری کے بارے میں مولانا حسرت موہانی کی رائے یہ ہے :

" شاگردانِ مرزا داغ میں حسن مرحوم بریلوی کا پایہ شاعری بہت بلند تھا ، وہ بجائے اُستادِ مستند تھے "

(اُردوئے معلّٰی ، علی گڑھ جون ۱۹۱۲ء)

اس عہد کے کچھ اور نعت نگاروں کے نام درج ذیل ہیں :

شیخ وزیر علی عاقل مصنف مظہر المیلاد مطبوعہ ۱۳۰۲ ہجری

مولوی احمد علی مدرس میسوری مصنف دیوانِ نعتیہ مطبوعہ ۱۳۰۲ھ

حضور احمد خاں آثم مصنف منظورِ حق مطبوعہ ۱۳۰۴ھ

مولوی ممتاز احمد ممتاز تھانوی - دفتر برکات ۱۳۰۷ھ ، رباعیات منتخبہ ۱۳۰۷ھ اذکار شوق ۱۳۲۸ھ -

مولانا محمد قاسم نانوتوی قصائدِ قاسمی ۱۳۰۹ھ

بی بی سلطان فرخ گلشن فرخ معروف بہ نعت سرکار یثرب ۱۳۱۱ھ

حافظ الٰہی بخش بسمل غنچۂ نور ۱۳۱۵ھ

صوفی محمد اکبر خاں اکبر میرٹھی باغ کلام اکبر ۱۳۱۷ھ، نہال روضۂ اکبر ۱۳۲۰ھ، روضۂ اکبر، ریاضِ اکبر ، گلستان اکبر اور میلاد اکبر گلزار اکبر

میر سید شائق دہلوی - گلگشتِ بہشت ۱۳۲۰ھ بار اوّل

غلام مصطفٰی عشق اردو نعتیہ دیوان محامد محمدی الموصوف بہ توصیفاتِ مصطفوی ۱۳۲۲ھ

خلیفہ احمد حسین احمد چشتی قادری بہار احمدی ۱۳۲۳ھ

سید منظور علی منظور بدایونی گلدستۂ طرب المعروف بہ شمع عرب ۱۳۲۸ھ

مولوی محمد عرفان حدیقہ بخشش ۱۳۲۹ھ

حافظ پیلی بھیتی آئینہ پیغمبر ۱۳۳۰ھ

سید علی حسین اشرفی تحائف اشرفی ۱۳۳۳ھ

بیدم وارثی جگر پارہ المعروف بہ ارمغانِ بیدم ۱۳۲۶ھ اور مصحفِ بیدم میں شامل نعتیں -

سید واحد علی وحید سوی دیوان نعتیہ مطبوعہ ۱۳۴۸ھ

سید ایوب علی رضوی باغِ فردوس المعروف گلزار رضوی ۱۳۵۳ھ

نظام الدولہ محمد مردان خاں رعنا مہر نبوت (سال اشاعت درج نہیں)
چودھری دلورام کوثری المتوفی ۱۳۳۳ ہجری اذان بت کدہ مرتبہ محمد دین فوق
محمد مظفر الدین معلی المتوفی ۱۳۳۵ھ ریاض معلیٰ ۱۳۴۰ھ
منشی محمد شمس الدین امیر حمزہ المتوفی ۱۳۳۷ھ چمنستان حمزہ ۱۳۴۲ھ
سید افضل شاہ خان چشتی طوفان المتوفی ۱۳۳۹ھ دیوان نعتیہ ۱۳۵۱ھ
بیکس جبل پوری المتوفی ۱۳۴۰ھ نعتیہ دیوان۔
ممتاز جہاں گنگوہی المتوفی ۱۳۴۷ھ نعتیہ دیوان در چمن مناقب کا۔
مولانا غریب سہارنپوری المتوفی ۱۳۴۷ھ خزینۂ رحمت ۱۳۲۰ھ مخزن رحمت۔
محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رمزات الاشواق ۱۳۵۲ھ
میرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی (المتوفی) ۱۳۵۴ھ۔ صحیفہ ولائی ۹ نعتیہ قصیدے اور
۴ نعتیہ نظمیں شامل ہیں۔

حافظ محمد عالمگیر کیف ٹونکی المتوفی ۱۳۵۹ھ۔ وسیلۂ نجات۔
مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد المتوفی ۱۳۵۹ھ ہدیۂ شاد ۱۳۲۶ھ باساول
مولانا نعیم الدین مرادآبادی المتوفی ۱۳۶۷ھ
جلیل حسن جلیل مانکپوری المتوفی ۱۳۶۵ھ۔ معراج سخن ۱۳۴۷ھ
مفتی احمد یار خاں سالک محامد پیغمبری ۱۳۵۷ھ
نفیس خلیلی قدسی ۱۳۶۱ھ
جنگ بہادر خاں تابش نسیم طیبہ

ان شعرائے کے علاوہ بہت سے نعت نگار ایسے ہیں، جن کا کلام، نعت کے انتخابات بوستانِ نعت (مرتبہ سیف کلانوری) سفینۂ نعت (تین حصے) نگینۂ نعت (دو حصے)، نعتِ سلطانِ عرب، نورِ ایمان، نعتِ مصطفےٰؐ، نعتِ احمدؐ گنجینۂ نعت، نعت سید المرسلینؐ۔ نعت خاتم النبیینؐ، نعت ہی نعت (چار حصے) ارمغان نعت (مرتبہ ساجد صدیقی) ارمغان نعت مرتبہ شفیق بریلوی میں ملتا ہے، مگر ان کے کوائف دستیاب نہیں کیونکہ ماضی کے ادبی تذکرے نعت نگاروں کے ذکر سے خالی ہیں۔ ایسے کچھ شعرائے نعت نگار کے نام یہ ہیں :۔

اسیر بدایونی	احقر بہاری	عزیز صفی پوری	راقب قصوری	اختر بریلوی
جلال میرٹھی	نواب نگینوی	فرحت نگینوی	گوہر رامپوری	بیچین سہارنپوری
نور میرٹھی	رنج سہارنپوری	خلیل سرساوی	شفیع بریلوی	شوکت دہلوی

کلیم ، اسعد ، جوہر ، طاہر ، مسکین ، وفا ، بسمل، حزیں ، ابرار ، ایلد ، گدا ، زاہد طالب ، شہرت ، ہنر ، آثم ، لئیق وغیرہ۔

قیامِ پاکستان تک نعت نگاری میں مقام پیدا کرکے پاکستانی نعت کو بنیادیں فراہم کرنے والے شعرا میں درج ذیل نام بہت نمایاں ہیں :

اقبال سہیل المتوفی ۱۳۶۳ھ ارمغانِ حرم مطبوعہ ۱۹۶۰ء

سیماب اکبرآبادی المتوفی ۱۳۷۰ھ سازِ حجاز ۱۹۸۲ء

امجد حیدرآبادی المتوفی ۱۳۸۰ھ رباعیات امجد حصہ اول و دوم ، ریاض امجد حصہ اول و دوم نذرِ امجد ، خرقۂ امجد ، حج امجد۔

حمید صدیقی المتوفی ۱۳۸۵ھ گلبانگِ حرم ، بستانِ حرم

ضیا القادری المتوفی ۱۳۹۰ھ تجلیاتِ نعت ، دیارِ نبیؐ ۱۹۵۰ء نغمہ ربانی ۱۹۶۴ء

بہزاد لکھنوی المتوفی ۱۳۹۴ھ نغمۂ نور ، کیف و سرور ، موجِ طہور ، چراغ نور ، نعت حضورؐ ، ثنائے حبیبؐ ، نغمۂ روح ، کرم بالائے کرم ، درمانِ غم ۔

ماہر القادری المتوفی ۱۹۷۸ء ذکرِ جمیل اور نغمات ماہر ، فردوس میں شامل نعتیں ۔

حفیظ جالندھری المتوفی ۱۹۸۲ء شاہنامہ اسلام (تین جلدیں)

ان باقاعدہ نعت نگاروں کے علاوہ بیدم شاہ وارثی (المتوفی ۱۳۶۳ھ) اختر شیرانی (المتوفی ۱۳۶۵ھ) حسرت موہانی (المتوفی ۱۳۶۸ھ) اور شورش کاشمیری (المتوفی ۱۳۹۵ھ) کی نعتیہ منظومات بہت مقبول رہی ہیں۔ آغا حشر کاشمیری نے "موجِ زمزم" ، مولانا عبدالباری معنی اجمیری نے موجِ تسنیم ، آغا محمد صدیق حسن ضیا نے مثنوی مقام محمود اور م۔ حسن لطیفی نے روضۂ رحمۃ للعالمین جیسی عہد آفریں اور معرکۃ الآرا نظمیں لکھیں۔ لطیفی نے روضۂ رحمۃ للعالمین کے بیشتر اشعار ۱۹۳۶ عیسوی میں گنبدِ خضرا کے سائے میں لکھے اور حضورِ اکرمؐ کی خدمتِ اقدس میں پیش کئے۔ اس نظم میں عالمِ اسلام کی ابتری کا حال بیان کرکے التماسِ دُعا کی گئی ہے۔ آخری حصّے کے کچھ اشعار درج ذیل ہیں ۔

یا رب اُس ایفائے وعدہ کا اب آپہنچا ہے وقت
جس کی شرح عام ہے مخصوص حد آخریں
پرچمِ ہجرت پہ چمکا تھا ہلال آسا جو چاند
چودھویں ہجری صدی اُس چاند کی ہو چودھویں!
غلبۂ توحید سے کون و مکان سب گونج اٹھیں!
شش جہت آفاق ہو اسلام کے زیرِ نگیں !

انقلابِ عالم نَو گوش بر آواز ہے
منتظر بس اک اشارے ہی کی ہے فتحِ مبین

نعت نگاروں کے ایسے معروضات رنگ لائے اَور چودھویں صدی ہجری ہی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔
قیامِ پاکستان کے بعد اُردو نعت نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی اس نظریاتی مملکت میں
ذکرِ رسولؐ کا چرچا ہونا قدرتی اور فطری عمل ہے۔ ابلاغ عامہ کے قومی اور نجی ذرائع کی طرف سے کی حوصلہ افزائی کی بدولت نعت گوئی
کی رفتار تیز تر ہو رہی ہے اس کا کینوس، اس کے موضوعات اور فنی تجربات پھیل رہے ہیں۔ نعت میں اس انقلاب کی بازگشت صاف
سنائی دینے لگی ہے، جسے برپا کرنے کے لیے حضور اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطورِ خاص نعت
کا موضوع بنا ہے، جس سے اُمتِ مسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اس دَور کے نعت نگار اپنے ذاتی اور کائناتی دکھوں کا مداوا
حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ اطہر میں تلاش کرتے ہیں اور حضورِ اکرمؐ کے منشورِ حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمویا جا رہا
ہے یوں نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر، عہدِ حاضر کا سب سے مقبول اور محبوب موضوعِ سخن ٹھہری ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ
ذِكْرَكَ کی صداقت کا ثبوت بہم پہنچا ہے۔
تمام اصنافِ شعر میں نعت لکھی جا رہی ہے۔ قصیدہ بغیر کسی ظاہری تحسین کے مسلسل ارتقا پذیر ہے اور اس کی بہت سے
نئی جہات سامنے آئی ہیں۔ پاکستانی دَور کے قصیدہ نگاروں میں عبدالعزیز خالد۔ جعفر طاہر، حافظ مظہر الدین، خالد احمد، عبداللہ
خاور، حافظ محمد افضل فقیر، حافظ لدھیانوی، قمر اجنالوی، غلام رسول ازہر، علیم ناصری، سرو سہارن پوری، خالد بزمی اور نظیر لدھیانوی
کے نام شامل ہیں۔ مثنویاں سید منیر علی جعفری، ملک منظور حسین منظور اور سید یزدانی جالندھری نے لکھی ہیں۔ مسدس میں
جوش کے بعد محشر رسول نگری، احسان دانش، صہبا اختر، سیف زلفی، قیصر بارہوی، انور مسعود، رحمٰن کیانی اور آسی
ضیائی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔
گیت کے پیرائے میں نعتیہ منظومات لکھنے کا امتیاز مظفر وارثی کا حاصل ہوا ہے۔
مختصر پابند نظمیں لکھنے میں کرم حیدری، جلیل عالی اور کئی دوسرے شعرا پیش پیش ہیں۔
منظوم سیرت کے نئے امکانات راجہ عبداللہ خاں نیاز نے دریافت کئے ہیں۔
تضمین میں منور بدایونی، اختر الحامدی، عبدالمجید سالک، شورش کاشمیری، ناصر کاظمی، پیر حسین ناظم اور ناصر زیدی نے
خوب صورت اضافے کئے ہیں۔ نظمِ آزاد میں نعتیہ تجربے کرنے والوں میں مختار صدیقی، عبدالعزیز خالد، عارف عبدالمتین، جیلانی
کامران، ادا جعفری، نعیم صدیقی، ظہور نظر، قیوم نظر، امین راحت چغتائی، اطہر نفیس، محسن احسان، امجد اسلام امجد، قمر ہاشمی،
رشید قیصرانی، یمدین شاکر، صائمہ خیری، ناہید قاسمی، تحسین فراقی، جعفر بلوچ اور الطاف قریشی کے نام شامل ہیں۔ نثری نظم میں
تجربہ کرنے والوں میں احمد ہمیش کا نام سرِفہرست ہے۔
غزل کی روایت میں نعت کہنے والوں میں ہر چھوٹا بڑا شاعر شامل ہے مستقل نعت نگاروں (جن کے درج ذیل مجموعہ ہائے

نعت اب تک اشاعت پذیر ہو چکے ہیں) کے علاوہ احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، انجم رومانی، یوسف ظفر، عبدالعزیز فطرت، نعیم صدیقی، ادا جعفری، قتیل شفائی، شہزاد احمد، ظفر اقبال، اختر ہوشیارپوری، کوثر نیازی، سید عاصم گیلانی، سید سلیم گیلانی، بشیر منذر، محمد فیروز شاہ، عطاءالحق قاسمی، امجد اسلام امجد، تحسین فراقی، جعفر بلوچ اور کئی دوسرے شعراء نے غزل کی روایت میں اس موضوعِ سخن کے لامحدود امکانات سجھائے ہیں۔ نوجوان شعراء کی نعتیہ غزلوں میں جذبے کی فراوانی اور بیان کی حسن کاری نعت کے عظیم تر مستقبل کی نشان دہی کرتی ہے۔

پاکستانی نعت نگار

نام شاعر — مجموعہ ہائے نعت اور سالِ اشاعت

آغا صادق — شاخِ طوبیٰ ۱۹۵۳ء، چشمۂ کوثر ۱۹۷۳ء
اثر صہبائی — بحضورِ سرورِ کائنات ۱۹۵۸ء
وفا ڈبائیوی — نقشِ وفا ۱۹۵۸ء
عنایت اللہ خان عنایت — والیٔ بطحا ۱۹۵۹ء
عشرت رسول نگری، فخرِ کونینؐ حصہ اول ۱۹۶۱ء حصہ دوم ۱۹۶۳ء حصہ سوم ۱۹۷۰ء تینوں حصے یکجا ۱۹۸۰ء
عزیز حاصل پوری۔ جامِ نور ۱۹۶۱ء صحیفۂ نور ۱۹۸۳ء
راسخ عرفانی۔ غبارِ حجاز ۱۹۶۱ء حسنِ کلام (سال اشاعت درج نہیں) ارمغانِ حرم ۱۹۷۷ء
ذکرِ خیر ۱۹۷۹ء، حدیثِ جاں ۱۹۸۲ء
منور بدایونی: منور نعتیں ۱۹۶۲ء (پہلی بار)
سکندر لکھنوی تسکینِ روح (۱۹۶۳ء) سحابِ رحمت۔
ارمغانِ حرم، قاسمِ خلد
احمد علی اثر بابوڑی عطرِ جذبات ۱۹۶۴ء
ساحر صدیقی جامِ حیات ۱۹۶۴ء
منظور حسین منظور جنگ نامۂ اسلام ۱۹۶۴ء/ارمغانِ عقیدت ۱۹۷۰

نام شاعر — مجموعہ ہائے نعت اور سالِ اشاعت

عبدالعزیز خالد — فارقلیط ۱۹۶۴ء، منحمنا ۱۹۶۶ء
حمطایا ۱۹۷۶ء، ماذماذ ۱۹۷۹ء
طاب طاب ۱۹۸۱ء، عبدہ ۱۹۸۳ء
آثم نظامی — صہبائے مدینہ ۱۹۶۵ء
سید اختر حسین اختر — ترتیل ۱۹۶۵ء
سید منیر علی جعفری "تاریخ اسلام (منظوم)" ۱۹۶۶ء
راجہ عبداللہ خان نیاز: یہ ہیں کارنامے رسولِ خداؐ کے ۱۹۶۷ء
ادب سیمابی — شاخِ طوبیٰ ۱۹۶۷ء
بشیر زواری — خزینۂ نعت ۱۹۶۸ء
قمر یزدانی: خمخانۂ محمدؐ ۱۹۶۸ء
مہرِ درخشاں ۱۹۸۰ء
حافظ مظہرالدین۔ تجلیات ۱۹۶۹ء
جلوہ گاہ ۱۹۷۵ء
بابِ جبریل ۱۹۷۸ء
میزاب (ماہنامہ "ضیائے حرم" جنوری ۱۹۸۲ء میں چھپا۔)

نام شاعر	مجموعۂ نعت اور سالِ اشاعت
رعنا اکبر آبادی	تسبیحِ رعنا ۱۹۶۹ء
انجم وزیر آبادی :	مینائے کوثر ۱۹۶۹ء ، جامِ کوثر۔
مینا نہ بیری	خمخانہ زمزم ۱۹۷۰ء
چودھری فضل حق	آہنگِ حجاز ۱۹۷۰ء - مہرِ عرب ۱۹۷۷ء
محمد اعظم چشتی	نیرِ اعظم ۱۹۷۰ء
حافظ لدھیانوی	ثنائے خواجہ ۱۹۷۱ء، نشیدِ حضوری ۱۹۸۰ء
	نعتیہ قطعات ۱۹۸۱ء، کیفِ مسلسل ۱۹۸۲ء
محمود اختر کیانی	عقیدت ۱۹۷۱ء
ساغر صدیقی	سبز گنبد ۱۹۷۱ء
اختر الحامدی	انوارِ عقیدت ۱۹۷۲ء
	نعت محل ۱۹۷۴ء
غافل کرنالی	قندیلِ حرم ۱۹۷۲ء
اعجاز رحمانی	اعجازِ مصطفٰے ۱۹۷۳ء
	پہلی کرن آخری روشنی ۱۹۸۲ء
سرو سہارنپوری	زمزمۂ دل ۱۹۷۴ء
احسان دانش	دارین ۱۹۷۴ء
عبدالکریم ثمر	شاخِ سدرہ ۱۹۷۵ء
	احسنِ تقویم ۱۹۸۲ء
فروغ احمد	نوائے بردہ (ترجمہ قصیدہ بردہ شریف) ۱۹۷۵ء
عبدالرحمٰن عاجز	جامِ طہور ۱۹۷۵ء
ادیب رائے پوری	اُس قدم کے نشاں ۱۹۷۶ء
	تصویرِ کمالِ محبت ۱۹۷۹ء
سید منظور احمد مہجور	بامِ عرش

نام شاعر	مجموعۂ نعت اور سالِ اشاعت
قمر میرٹھی	شمس و قمر ۱۹۷۶ء
عاصی کرنالی	مدحت ۱۹۷۶ء
مظفر وارثی	بابِ حرم ۱۹۷۶ء
محمد عبدالعزیز شوقی	فیوض الحرمین ۱۹۷۶ء
ماجد صدیقی	سرو نور ۱۹۷۶ء
شمس بینیوی	تجلیاتِ شمس ۱۹۷۶ء
اقبال عظیم	قابَ قوسین ۱۹۷۷ء
راجا رشید محمود	ورفعنا لک ذکرک ۱۹۷۷ء
	حدیثِ شوق ۱۹۸۲ء
انور فیروز پوری	مختارِ کل ۱۹۷۷ء
رحمٰن کیانی	شمشیرِ ضیا بار ۱۹۷۷ء
صائم چشتی	روحِ کائنات ۱۹۷۷ء
	آں خنک شہرے ۱۹۷۹ء
سیف زلفی :	روشنی ۱۹۷۸ء
راغب مراد آبادی	مدحتِ خیر البشر ۱۹۷۸ء
صابر براری	جامِ طہور ۱۹۷۸ء
قیوم نظر	نعتِ مصطفٰے ۱۹۷۸ء
مسرور کیفی	چراغِ حرا ۱۹۷۸ء، ملجا و ماویٰ ۱۹۸۰ء
	جمالِ حرم ۱۹۸۱ء، نورِ یزداں ۱۹۸۳ء
حفیظ تائب	صلّوا علیہ و آلہٖ ۱۹۷۸ء
ظہیر صدیقی	خیرالوریٰ ۱۹۷۹ء
فیاض احمد کاوش	نور و نکہت ۱۹۷۹ء
میجر محمد عاشق	عقیدت کے پھول ۱۹۷۹ء
کرم حیدری	نعم ۱۹۸۰

نام	مجموعۂ نعت اور سالِ اشاعت	
شیدا وارثی	نعت حبیبؐ	۱۹۸۰ء
ذوقی مظفر نگری	نجم سحر	۱۹۸۰ء
بیگم نصرت عبدالرشید	آہِ سحرگاہی	۱۹۸۰ء
نورالحسن چشتی	ارمغانِ نور	۱۹۸۰ء
عزیز لکھنوی	متاعِ عزیز	۱۹۸۰ء
صہبا اختر	اقراء	۱۹۸۱ء
محمد احمد شاد	صل علیٰ	۱۹۸۱ء
	نعت کے پھول	۱۹۸۱ء
قاضی عبدالرحمٰن	ہوائے طیبہ	۱۹۸۱ء
گوہر ملسیانی	مظہرِ نور	۱۹۸۱ء
طفیل دارا	بعد از خدا	۱۹۸۲ء
اقبال صلاح الدین	حدیثِ آشنا	۱۹۸۲ء
پروفیسر آسی ضیائی	حسرتِ نعت	۱۹۸۲ء
ڈاکٹر ظہیر الدین علوی	چشمۂ کوثر	۱۹۸۲ء
سرور بجنوری	حمد و نعت	۱۹۸۲ء
طالب حسین طالب	پھول حمد و نعت کے	۱۹۸۲ء
قمر ہاشمی	مرسلِ آخر	۱۹۸۲ء
سید یزدانی جالندھری	صبحِ سعادت	۱۹۸۲ء
عابد نظامی	فیضانِ کرم	۱۹۸۳ء
خدا خالدی	م - ص	۱۹۸۳ء
الطاف قریشی	ثنا	۱۹۸۳ء

نام	مجموعہ نعت اور سالِ اشاعت	
منیر قصوری	چادرِ رحمت	۱۹۸۳ء
حافظ محمد افضل فقیر	جانِ جہاں	۱۹۸۳ء
حنیف اسعدی	ذکرِ خیرالانام	۱۹۸۳ء
عارف عبدالمتین	بے مثال	۱۹۸۳ء
مفتی انتظام اللہ شہابی	ظہورِ قدسی	
شبنم سحابی	قوسِ قزح	
مرتضیٰ خاور	نغماتِ حرم	
	جمالِ مدینہ	۱۹۷۷ء
محمد علی ظہوری	نوائے ظہوری	
عبدالستار نیازی	یا حبیبی مرحبا	
ہلال جعفری	جانِ رحمت، طلوعِ سحر،	
	معراجِ مصطفےٰ	
درد کاکوروی	دردکا درماں، جامِ کوثر	
	سرورِ کائنات	
بیدل جیل پوری	انوارِ طیبہ	
محمد الیاس برنی	معروضہ	
اسلم جالندھری	عقیدت کے پھول	
صوفی برکت علی	تاجدارِ مدینہ	
الم مظفر نگری	سدرہ و طوبیٰ	
ادج گیاوی	لمعاتِ ادج	
صوفی جمیل الرحمٰن قادری رضوی	قبالۂ بخشش	

ماخذ

۱۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ، ڈاکٹر فرمان فتحپوری لاہور ۱۹۷۴ء

۲۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق

۳۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کراچی ۱۹۷۶ء

۴۔ اُردو نعت مقالہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر ریاض مجید

۵۔ تاریخ ادب اُردو ، ڈاکٹر جمیل جالبی

۶۔ دیوان، کلیات اور نعتیہ مجموعے جن کا حوالہ مقالے میں موجود ہے۔

۷۔ رسائل و اخبارات

۸۔ مختلف اوقات میں لیے گئے نوٹس

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں

(القلم ، ۴)



انتخاب نعتیہ شاعری

(عربی)

روضۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے مواجہہ شریفہ کی جالیوں پر کندہ

نعتیہ اشعار

يَاخَيرَ مَنْ دُفِنَتْ فِی التُّرُبِ اَعْظُمُهٗ

فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ

فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ

اے بہتر اُن سب سے جن کے اجسادِ شریفہ خاک میں مدفون ہوئے ہیں
اور اُن کی خوشبو سے جنگل اور پہاڑ مہک گئے ہیں
میری جان اس پاک قبر پر فدا جس میں آپ سکونت فرما ہیں
اس قبر شریف میں پرہیزگاری ہے اور اسی میں جُود اور کرم ہے

ہَمزیۃُ البُوصیری

(المتوفی ۶۹۶ھ)

۱ کیف ترقٰی رقیتك الانبیاء   یا سماء ما طاولتها سماء

۲ رحمۃ کلہ وحزم وعزم   ووقار وعصمۃ وحیاء

۳ لا تحل البأساء منہ عری   الصبر ولا تستخفہ السّراء

۴ کرمت نفسہ فما یخطر السوء   علی قلبہ ولا الفحشاء

۵ وسع العالمین علما وحلما   فھو بحر لم تعیہ الاعیاء

۱۔ آپؐ کی بلندی کو انبیاء کہاں پہنچ سکتے ہیں، اے وہ آسمان جس کا بلندی میں کوئی آسمان مقابلہ نہیں کر سکتا۔

۲۔ آپؐ سراپا رحمت ہیں، قوتِ فیصلہ اور قوتِ ارادہ کے بادشاہ ہیں۔ وقار، پاک دامنی اور شرم وحیا کے کامل ومکمل نمونہ ہیں۔

۳۔ مصیبتیں آپؐ کے صبر کی کسی کڑی کو توڑ نہیں سکتی تھیں، مسرتیں آپ کو آپے سے باہر نہیں کر سکتی تھیں

۴۔ آپؐ کا نفس وہ نفس بلند تھا جس پر برائی اور بے حیائی کا سایہ بھی نہیں پڑ سکتا تھا۔

۵۔ سارے عالم کو آپ نے اپنے علم وبردباری سے سیراب کر دیا، آپؐ ایک سمندر تھے جس کو کوئی وزنی سے وزنی شے بھی عاجز نہیں کر سکتی۔

○

ابن حجۃ الحموی

(المتوفی ۹ ۶۸۳)

۱ لی فی ابتدا مدحکم یا عرب ذی سلم ‏ ‏ ‏ براعة تستهل الدمع فی العلم

۲ بالله سربی فسربی طلقوا وطنی ‏ ‏ ‏ ورکبوا فی ضلوعی مطلق السقم

۳ شدت بکم العشاق لما ترنموا ‏ ‏ ‏ فغنوا وقد طاب المقام وزمزم

۴ وضاع شذاکم بین سلع وحاجرٍ ‏ ‏ ‏ فکان دلیل الظاعنین الیکم

۵ وجزتم بوادی الجزع فاخضرّ والتوی ‏ ‏ ‏ علیٰ خدّه بالنّبت صدغ منمنم

۶ اوری بذکر البان والرند والنقا ‏ ‏ ‏ وسفح الوادی والجزع والقصد انتم

۷ تقنعت فی حبی لهم فتعصبوا ‏ ‏ ‏ علیّ وهم سادات من قد تلثموا

۸ لهم حسب عالی ببطحاء مکة ‏ ‏ ‏ لأن رسول الله فی الاصل منهم

۹ عسٰی وقفة اوقعدة لابن حجةٍ ‏ ‏ ‏ علیٰ بابکم یسعیٰ بها وهو محرم

۱۰ فقد جاء یشکو من ذنوبٍ تعاظمت ‏ ‏ ‏ وقدرك فی یوم الشفاعة اعظم

۱۱ وقد ناله فی عنفوان شبابه ‏ ‏ ‏ هموم وسیف الهم للظهر یقصم

۱۲ وعارضه قد شاب فی زمن الصبا ‏ ‏ ‏ عسٰی بك من ذا العارض الصعب یسلم

۱۳ فیا وردنا الصّافی إطیور قلوبنا ‏ ‏ ‏ علیك اذا ما بها الضیم حوّم

۱۴ علیك سلام نشره کانما بدا ‏ ‏ ‏ به یتغالی الطیب والمسك یختم

۱ ۔ اے ذی سلم کے عربو! مجھے آپ کی مدح خوانی سے ابتدا کرنے میں فنی کمال حاصل ہے، وہ فنی کمال جو آنسو کو پہاڑ کی چوٹیوں پر چھلکانے لگتا ہے۔
یعنی جب میں اپنا نغمہ شروع کرتا ہوں تو لوگوں کے آنسو بہنے لگتے ہیں اور سامنے کے پہاڑ آنسوؤں کی وجہ سے جھلمل کرنے لگتے ہیں۔

۲ ۔ خدا کے لیے مجھے لے چلو، کیونکہ میرے قافلہ والوں نے میرے وطن کو چھوڑ دیا اور میری پسلیوں میں وہ روگ لگادیا ہے جو بڑھنے اور پھیلنے میں ہر طرح سے آزاد ہے۔

۳ ۔ عشاق جب گنگنائے تو آپؐ کی مدح میں گنگنائے اور ترنم سے شعر پڑھا تو ملترنم اور زمزم جھوم اُٹھے۔

۴ ۔ آپ کی خوشبو سلع اور حاجر میں پھیل گئی، اونٹوں پر چلنے والوں کو راستہ آپ کی منزل تک اسی خوشبو نے دکھایا۔

۵ ۔ آپؐ جب وادی الجزع سے گزرے تو وہ سرسبز و شاداب ہوگئی، اس کے رخساروں پر ہریالی پھیل گئی اور بیل بوٹوں نے دلکش نقش بنا دیے۔

۶ ۔ یعنی بان، رند اور نقا نامی درختوں سفح الوادی اور جزع نامی مقامات تو صرف بات بنانے اور "توریہ" کے لیے ہیں مقصد تو صرف آپؐ ہیں۔

۷ ۔ میں نے اہلِ حجاز سے اپنی محبت چھپانے کے لیے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی تو یہ سب میرے خلاف ہوگئے (حالانکہ جس وجہ سے نقاب ڈالی ہے وہ یہی لوگ ہیں) اور یہی اس طرح کی محبت کرنے والوں کے آقا ہیں۔

۸ ۔ ان کا خاندانی وقار بطحائے مکہ میں بہت بلند ہے، کیونکہ رسول اللہؐ در اصل انہی میں سے ہیں۔

۹ ۔ کیا تعجب ہے کہ ابنِ حجہ کا آپؐ کے درِ پاک پر ایک "قیام" یا "قعود" کام آجائے جس کے لیے وُہ "احرام باندھے ہوئے" (سعی کر رہا ہے) کوشاں ہے۔

۱۰ ۔ وہ ان گناہوں کی فریاد لے کر آیا ہے جو بہت بھاری ہو چکی ہیں، لیکن آپؐ کی شان شفاعت کے دن اس سے بھاری ہے۔

۱۱ ۔ ابتدائے جوانی ہی میں اس کو (یعنی ابن حجہ کو) مصائب نے دبوچ لیا تھا، اور مصائب کی تلوار ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دیا کرتی ہے۔

۱۲ ۔ نوعمری ہی میں وُہ بُوڑھا ہو چکا تھا، کیا عجب ہے کہ آپؐ کے صدقے میں وہ اس سخت عارضہ سے نجات پا جائے۔

۱۳ ۔ اے سرچشمۂ پاک! ہمارے دلوں کے پرندے جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے آپؐ کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔

۱۴ ۔ آپؐ پر سلام ہو۔ اس سلام کی عطر بیز ہوائیں جب بھی پھیلیں گی تو وہ عطر سے بازی لے جائیں گی اور مشک اس پر مہر کرے گا۔

○

شیخ عبدالرحیم البرعی

(المتوفی ۱۴۰۰ء)

(۱)

۱ ادی برق الغُوَیر اذا ترای أی — باقصی الشام نهوّدنی بکاءً

۱۔ یعنی غُوَیر (غویر غور کا مصغر و نشیبی جگہ، ایک مقام کا نام) کے اُفق پر بجلی چمکی جس کو دیکھ کر میرے دل پر چوٹ پڑی اور مَیں رو پڑا۔

۲ وفی اکناف طیبۃ هاشمی — یصرف بالسماحۃ حیث شاء

۳ امام المرسلین و منتقاهم — حوی الخیرات ختمًا وابتداء

۴ تناهی فخر کل اخی فخار — ولن تلقٰی لمفخره انتهاء

۵ نبی ما رأته الشمس إلا — وغضت عن محاسنه حیاء

۶ عظیم إن تواضع عن علو — کبیر لیس یرضی الکبریاء

۷ و ذٰلك خیر من حملته ام — ومن لبس العمامۃ والرداء

۸ انخ بجنابه الانضاء وابذل — لزائره المودّۃ والصفاء

۹ نحن لذکره طربًا و شوقًا — فتحسبنا تساقینا الطلاء

۱۰۔ ومالی لا احنّ الی حبیب — ثملت براح مدحته انتشاء

۱۱۔ رسول الله اعلی الناس قدرا — واکرمهم واُرجبهم فناء

۱۲ ومن لی أن أزورك بعد بعدٍ صباحًا یا محمّد أو مساء

۱۳ واشمّ تربة نفخت عبیرا وانظر قبة ملئت ضیاء

۱۴ علیك صلاة ربّك ما تبارت صبا نجد نسیما او رخاء

۲ - طیبہ کے ایک حصے میں ایک ہاشمی ہیں، وُہ جس طرح چاہتے ہیں، سخاوت پر حکمرانی کرتے ہیں (یعنی سخاوت میں اس درجہ ممتاز ہیں کہ گویا اس صفت پر ان کو پُورا قابُو ہے اور جیسے چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں)

۳ - وہ تمام انبیائے مرسلین کے امام اور ان سب میں منتخب ترین نبی ہیں، خُوبیوں کی ابتداء و انتہا دونوں کو انھوں نے گھیر لیا ہے۔

۴ - ہر صاحبِ فخر کا سرمایۂ فخر ختم ہوگیا، لیکن آپؐ کے لیے جو فخر کی باتیں ہیں ان کی انتہا نہیں ہے۔

۵ - وُہ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب نے جب بھی ان پر نظر ڈالی تو ان کے محاسن کو دیکھ کر شرمندہ ہو کر سرنگوں ہوگیا۔

۶ - وہ عظیم شخصیت کے مالک ہیں لیکن بلندیوں کے باوجود عاجزی فرماتے ہیں، وہ بڑے ہیں لیکن بڑائی نہیں جتلاتے۔

۷ - وہ ذاتِ گرامی جنؐ سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا اور عباء و عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا۔

۸ - ان کی چوکھٹ پر اُونٹنیوں کو بٹھاؤ، اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی خاطر مدارات کرو۔

۹ - ہم ان کی یاد میں جُھومتے اور مست ہوتے ہیں اور اشتیاق میں تڑپتے ہیں، تم ہمیں اس حال میں دیکھ کر یہی سمجھو گے کہ گویا ہم ایک دُوسرے کو جامِ شراب پلا رہے ہیں۔

۱۰ - اور ہم کیوں نہ اس ذاتِ محبوبی کی یاد میں تڑپیں جن کی مدح کی شراب سے شادکام ہو کر ہم مست ہو رہے ہیں۔

۱۱ - وہ رسولؐ اللہ ہیں تمام انسانوں میں بلند و بالا حیثیت کے مالک، اور سب سے زیادہ سخی، جن کا صحن سب سے زیادہ وسیع ہے۔

۱۲ - کون ہے جو مجھے وہاں لے جائے کہ اس دُوری کے بعد آپؐ کی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! صبح و شام زیارت کروں۔

۱۳ - اور اس خاک کو چُوموں جس سے مشک کی خوشبو پھیلتی ہے، اور اس گنبد کو دیکھوں جو نور سے بھرا ہوا ہے۔

۱۴ - آپؐ پر آپؐ کے رب کا درود و سلام ہو جب تک کہ نجد کی نسیمِ سحر اور بادِ صبا چلتی رہے۔

(۲)

۱۵ اذا عهدوا فلیس لهم وفاء وان وعدوا فموعدهم هباء

۱۵ - (خالص تشبیب کا مضمون ہے کہ) یہ معشوق اگر عہد کریں تو ان میں وفا نہیں، اور اگر وعدہ کریں تو ان کا وعدہ خس و خاشاک ہے۔

۱۶ وان عثرت بك الايام فانزل باكرم من تظلله السماء

۱۷ نبيٌّ هاشميٌّ ابطحيٌّ شمائله السماحة والوفاء

۱۶ - اگر تم زمانہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہو تو اس سخی داتا کے در پر آجاؤ، جن سے زیادہ سخی انسان پر کبھی آسمان سایہ فگن نہیں ہوا۔

۱۷ - وہ نبی ہاشمی ابطحی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) سخا و وفا ان کی خُو ہے۔

۱۸ فقل واشفع ترى كرما ومجدا وسل تعطى وشيمتك العطاء

۱۹ لك الحوض المعين كرامة يا محمّد والشفاعة واللواء

۱۸، ۱۹ - (جو بھی طلب ہو) کہیے اور شفاعت کیجئے، بخشش اور توقیر لیجئے، مانگیے ملے گا، اور بخشنا، دینا تو آپ کا شیوہ ہے آپ کے لیے یہ حوض ہے جو سرچشمہ ہے، اے محمدؐ! آپ کے لیے حوضِ کوثر، اذنِ شفاعت اور لواء الحمد انعام ہے۔

۲۰ اذا نسبوا المكارم والمعالى فانت لها تمام وابتداء

۲۱ اذا الفخر انتهى شرفا فحاشا وكلّا ما لفخركم انتهاء

۲۰ - جب سیرت و کردار کی بلندیوں اور خاندانی شرافتوں کا ذکر ہوگا تو اس کی ابتداء اور تکمیل دونوں آپ کی ذات سے منسوب ہوں گی۔

۲۱ - اگر دُنیا کا سرمایہ ختم ہو جائے پھر بھی آپؐ کے لیے جو فخر کی باتیں ہیں وہ حاشا و کلّا کبھی ختم نہیں ہو سکتیں۔

(۳)

۲۲ متى يستقيم الظل والعود أعوج وهل ذهب صرف يساويه بهرج

۲۲ - جب لکڑی ٹیڑھی تو سایہ کب سیدھا ہوگا، کیا زرِ خالص کی برابری کھوٹا سکّہ کر سکتا ہے؟

۲۳ فيا شوم حظى حين ينكشف الغطاء اذا لم يكن لى من ذنوبى مخرج

۲۴ ولیس معی زاد ولا لی وسیلة بلی هاشمی بالبهاء متوج

۲۳، ۲۴۔ ہائے رے میری شومئ قسمت! جب پردہ اُٹھے گا اور گناہوں کے بارے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا، نہ میرے پاس کوئی (نیک اعمال کا) توشہ ہے، نہ کوئی سہارا ہے، ہاں البتہ ایک ہاشمیؐ ہیں جن کے سر پر زینتوں کا تاج ہے۔

۲۵ اذا مدح المداح أرباب عصرهم مدحت الذی من نوره الکون یبهج

۲۶ وان ذکروا لیلیٰ ولبنیٰ فاننی بذکر الحبیب الطیب الذکر ألهج

۲۷ أما ومحل الهدی تدمن نحورها ومن ضمه البیت العتیق المدبج

۲۸ لقد شاقنی زوار قبر محمدٍ فشوقی مع الزوار یسری ویدلج

۲۹ وارتاح من ارواح أطیاب طیبةٍ اذا المسك فی أرجائها یتأرج

۳۰ بلاد بها جبریل یسحب ریشه وینزل من جو السماء ویعرج

۳۱ نبی تغار الشمس من نور وجهه بهیّ نقی الثغراء أحور أدعج

۳۲ تزید به الایام حسنا و یزد هی به الدین، والدنیا به تتبرج

۳۳ مکارم اخلاق وحسن شمائل وشیمة جود بحره متموج

۲۵۔ جب ثناخوانی کرنے والے اپنے اہلِ زمانہ کی ثناخوانی کرتے ہیں تو میں اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نور سے کائنات روشن ہے۔

۲۶۔ جب یہ لوگ کسی "لیلیٰ" یا کسی "لبنیٰ" کا ذکر کرتے ہیں تو میں اس حبیب پاکؐ کی یاد میں نغمہ خواں ہوتا ہوں جن کا ذکر سراسر معطر ہے۔

۲۷۔ قسم اس مقام کی جہاں قربانی کے جانوروں کی گردنوں سے خون بہایا جاتا ہے اور قسم ہے ان کی جن کو پر رونق بیت الحرام اپنی آغوش میں لیتا ہے۔

۲۸۔ قبرِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کو جانے والوں نے میرے شوق کو بھڑکا دیا ہے، ان زائروں کے

ساتھ میرا شوق بھی رات دن گامزن ہے۔

۲۹۔ میرے دل کو راحت اُن ہواؤں سے ملتی ہے جو طیبہ کے پاکیزہ کناروں سے چلتی ہیں، جبکہ مشک بیز لپٹیں اس شہر کے گوشے گوشے میں پھیلتی ہیں۔

۳۰۔ وہ شہر جہاں جبریل بھی اپنے پَر سمیٹے ہوئے آسمان سے اُترتے چڑھتے رہتے تھے۔

۳۱۔ یہ سب اُس نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں ہے، جن کے چہرہ انور کی تابانی کو دیکھ کر آفتاب بھی شرما کے جھک جاتا ہے وہ جو بارونق، پاکیزہ رو، کشادہ اور سرگیں چشم والے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۳۲۔ زمانہ جُوں جوں گزرتا جاتا ہے آپؐ کا جمال بڑھتا جاتا ہے۔ دین آپؐ سے سرسبز و شاداب، دنیا آپؐ سے مزیّن اور سیراب۔

۳۳۔ اخلاق کی بلندیوں، عادات کی خوبیوں کے آپؐ مجموعہ ہیں، سخاوت آپؐ کی عادت ہے اور وہ ایک ایسا سمندر ہے جس میں موج ہی موج ہے۔

○

ابن نباتہ مصری

(المتوفی ۷۶۸ھ)

شجون نحوھا العشاق فاءُوا
وصبٌّ مالہ فی الصبر راء

ہم ایسے رنج و اندوہ میں گرفتار ہیں کہ ان حالات میں بڑے بڑے عشاق کی "قاف" "ٹھک" "ف" ہو کر رہ جاتی ہے، یعنی ان کی کمر جھک جاتی ہے، اور ہمارے دل پر وُہ افتاد پڑی ہے کہ میرے "صبر" میں (حرف) "ر" نہیں ہے، صبّ عاشق، دل گرفتہ، وارفتہ، متعدد معنوں میں آتا ہے۔

۱ وصحبٍ ان غزوا بملام مثلی　　فرب أصاحبٍ بالاثم باءوا

۲ وعین دمعھا فی الحب طھر　　کان دموع عینی بئرحاءُ

۳ ولاحٍ مالہ ھاء و میم　　لہ من صبوتی میم وھاء

۱۔ میرے ایسے احباب ہیں کہ اگر میرے ایسے انسان کی ملامت پر کسی کو اکسائیں تو بہت سے ساتھی گناہ لے کر لوٹیں گے، اس شعر میں باءُ وا لوٹنے کے معنی میں ہے، اور حرف "ب" بھی ہے۔

۲۔ اور ایسی آنکھ جس کے آنسو محبت میں پاک ہیں، گویا میری آنکھوں کے آنسو "بئرحاء" بن جاتے ہیں (یہ مدینہ منورہ کا ایک کنواں ہے۔ اور حرف "ر" کی تحتی کشش جو آنسو کی لکیر کی مانند ہوتی ہے، وُہ بھی مراد لی جا سکتی ہے)

۳۔ ملامت کرنے والے عشق کے غم سے ناآشنا ہیں، میرا جنونِ شوق ان سے کہتا ہے "بس" کیجئے۔ (مہ کے معنی کف امر کے ہیں)

۱ وان محمداً لحبیب انس　　وجن ھم لنعلیہ فداء

۲ نبیٌّ تحمل الانباء عنہ　　جمال الشمس یجلوھا الضحاء

۳ واين الشمس منه سنا ولولا — سناه ما الم بها بهاء
۴ ولولاه لما حجت وعجت — وفود البيت ضاق بها الفضاء
۵ اعدلی یا رجاء زمان قرب — بروضته اعدلی یا رجاء
۶ ولثم حصی لتربته ذکی — کان شذاه فی نفسی کباء
۷ صفی الله یا ازکی البرایا — بحبك فی عقائدنا الصفاء
۸ علیك من الملیك بكل وقت — صلاة فی الجنان لها أداء

۱ - بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس دونوں کے پیارے ہیں، اور ایسے پیارے ہیں کہ یہ سب کے سب آپؐ کی جوتیوں پر فدا اور قربان ہیں۔
۲ - آپؐ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب کا حسن جب دن چڑھے نمایاں ہوتا ہے تو آپؐ کے رُخِ تاباں کی یاد دلاتا ہے۔
۳ - اور کہاں آفتاب میں وہ رونق ہو گی جو آپؐ میں تھی، اگر آپؐ نہ ہوتے تو حُسن و جاذبیت سے وہ محروم ہی رہتا۔
۴ - اگر آپؐ نہ ہوتے تو نہ کوئی حج کرتا اور نہ بیت اللہ کے یہ مہمان ہوتے، جن سے پُوری فضا گونجتی رہتی ہے اور نہ کوئی کبھی اللہ کا نام پکارتا۔
۵ - اے امید! پھر ایک بار آپؐ کے روضۂ پاک کی حاضری کی آس دلا دے اور حضوری کا زمانہ قریب کر دے۔
۶ - وہ زمانہ قریب کر دے جب ہم آپؐ کی تربت کے اُوپر پڑی ہُوئی کنکریوں کو چُومیں، آنکھوں سے لگائیں، وہ کنکریاں جن میں سے ہر ایک عطر بیز ہے اور جس کے لیے میرا قلب عود کی طرح جل رہا ہے۔
۷ - اے اللہ کے منتخب ترین بندے! اے ساری کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ وجود گرامی! آپؐ کی محبت کے صدقے میں ہمارے عقیدوں میں پاکیزگی پیدا ہُوئی ہے۔
۸ - مالکِ حقیقی ہر لحہ آپؐ پر درود و سلام بھیجتا رہے جس کی جزا ہم کو آخرت میں ملنے والی ہے۔

○

شہاب الدین محمود الحلبی

(۱)

اعمل حساب النفس عن هفواتها
واستدرك الطاعات قبل فواتها
واجهد لنفسك بالخلاص بكفها
عن غيها والصد عن شهواتها

نفس کی لغزشوں کا محاسبہ کرتے رہو، وقت گزرنے سے پہلے طاعت کے ذریعہ تلافی کر لو۔ نفس کی فریب کاریوں سے بچنے کی کوشش کر لو تاکہ اس کی سرکشی سے محفوظ رہو اور اس کے اکسانے کو روک سکو۔

۱ اسفی علی زمن تقضی امکنت — فیہ زیارة دارہ لم آتھا
۲ راح الرفاق الی الحمی و تاخرت — نفسی التی سکنت الی راحاتها
۳ مع ان ایام الزیارة لم أجد — شیئاً إلی ألَذّ من اوقاتها
۴ لو نشتری بالعمر ما غبن امرؤ — بذل السنین لمشتری ساعاتها
۵ دارٌ یریٰ نور الھدیٰ متألّقاً — یھدی البصائر من جمیع جهاتها
۶ والروضة الفیحاء یعبق نشرھا — من جنة الفردوس عن نفحاتها
۷ والحجرة الغراء بین ستورھا — أسنیٰ من الاقمار فی ھالاتها

۸ وترى مواقف جبرئيل بربعها — ومهابط الاملاك فى حجراتها

۹ هل لى إليها عودة اعتدها — لمكارم الايّام خير هباتها

۱۰ واملى العين القريحة بالّذى — أيسته الا فى خداع سناتها

۱۱ واقول : يا خير الورى نفسى اتت — ترجوك فاقبلها على علاتها

۱۲ صلى عليك الله ما هبت صبا — فاختالت الاغصان فى عذباتها

۱۳ أو غنّت الورقاء فى اوراقها — تدعوا الهديل بها الى وكناتها

۱ - اپنی حسرت کو کس طرح بیان کروں کہ وہ زمانہ گزر گیا جبکہ میں درِ پاک کی زیارت کو جا سکتا تھا، مگر نہ گیا۔

۲ - سب ساتھی اس "جائے پناہ" کی طرف کُوچ کر گئے اور میں ہی پیچھے رہ گیا اور میرا نفس راحت طلبی میں لگ گیا۔

۳ - حالانکہ زیارت کی گھڑیوں سے زیادہ محبوب شے اس نفس کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

۴ - درِ پاک پر حاضری کی چند ساعتوں کے لئے جس شخص نے سالہا سال صرف کر دئے وہ گھاٹے میں نہیں رہا، کیونکہ یہ سودا اگر پوری عمر دے کر بھی حاصل کیا جاتا تو سستا رہتا۔

۵ - یہ وہ درِ پاک ہے جہاں نورِ ہدایت فروزاں ہے اور جہاں دل کی آنکھوں کو بھرپور روشنی ملتی ہے۔

۶ - اور وہ کشادہ ریاض الجنّۃ جس کی عطر بیز ہوا جنت الفردوس کے جھونکوں سے سرشار رہتی ہے۔

۷ - اور وہ انوار سے جگمگاتا ہوا حجرۂ شریفہ جن پر پردے پڑے ہیں اس چاند سے زیادہ روشن ہے، جو اپنے ہالے کے اندر رہتا ہے۔

۸ - یہ وہی حجرۂ مبارکہ ہے کہ جس کے کسی گوشے میں حضرت جبرئیل کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور انہی حجروں میں فرشتوں کے نزول کی جگہیں ہیں۔

۹ - کاش! پھر اس دیارِ پاک میں ایک بار حاضری ہو جائے اور اس سفر کے لیے اپنے عزیز ترین لمحاتِ زندگی کا بہترین سامانِ ہدیہ تیار رکھوں۔

۱۰ - اور تمناؤں سے پُر اپنی مشتاق نظر کو اس دولتِ دیدار سے سیراب کروں جس سے مایوسی ہو چکی ہے، اور صرف خواب ہی میں وہ ملتی ہے۔

۱۱ - اور عرض کروں یا خیر الورٰی! یہ غلام حاضر ہو گیا ہے، اب یہ جیسا بھی ہے، اس کو قبول فرمالیجئے۔

۱۲- اللہ کا آپؐ پر درود و سلام ہو جب تک کہ نسیمِ سحر چلتی رہے اور شاخیں جھومتی رہیں۔
۱۳- اور اس کی ڈالیوں پر بیٹھی قمری گاتی رہی اور کبوتر کو اپنے گاؤں سے اپنے گھونسلے کی طرف بلاتی رہی (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)۔

(۲)

هل نازح الدار بعد البين مقترب
أو هل يؤب الى الاوطان مغترب

کیا گھر سے نکلا ہوا مسافر فرقت کی گھڑیاں گزارنے کے بعد کبھی قریب آئے گا، اور کیا دُور دیس چلا جانے والا مسافر اپنے وطن واپس آئے گا؟

۱ فهل ترى اسمع الحادين عن كثبٍ — وهم يقولون لى: قف! هٰذه الكثب
۲ وهل صباح ارٰى فيه قباب قبا — كانها بين ساجى نخله شهب
۳ وهل تماط وقد جئت الثنية ما — بينى و بين المصلى والنقا الحجب
۴ فانظر الحرم السامى بساكنه — و امطر الارض دمعًا دونه السحب
۵ وألثم الترب اجلا لا لديه وهل — لثم الترب يؤدى بعض ما يجب
۶ هناك تطفا اشجانى وتبرأ جفانى — وتذهب عنى هٰذه الكرب
۷ ولا ابالى بفقد انى الحيات وقد — وجدت ماكنت أرجوه وارتقب
۸ مغنى به فاض فضل الله وانبعثت — به الى الخلق طرًّا للهدٰى شعب
۹ وطبقت رحمة الله البلاد به — كانها الغيث يسرى وهو منسكب
۱۰ وسار منه هدى لم تبق شارقة — الاونور سناها منه مكتسب

۱۱ مغنی بہ خیرخلق اللہ کلھم　　ومن بہ بلغت اقصی العلا العرب

۱۲ محمد سیّد السادات اکرم من　　علت بمثلہ فوق الوری الرتب

۱۳ محمد المصطفیٰ الھادی الذی شہدت　　ببعثہ انبیاء اللہ والکتب

۱۴ ومن طھر البیت الحرام وقد　　علت علی الکعبۃ الاوثان والنصب

۱ - وہ کیا مبارک ساعت ہوگی جب حدی خوانوں کی آواز قریب سے سُنوں گا اور وُہ مجھ سے کہہ رہے ہوں گے، ٹھہرو! دیکھو یہ بستی کے آثار ہیں۔ (کَثَبْ : قریب ۔ کُثُبْ : مٹی کے تودے ۔ مراد مٹی سے بنے ہوئے درو دیوار، کسی بستی کی علامت)

۲ - کیا وُہ صبح میری زندگی میں آئے گی جب "قبا" کے گنبدوں پر نظر پڑے گی، جو کھجوروں کے جھنڈ کے درمیان چمکتے ہوئے تاروں کی طرح جگمگا رہے ہوں گے۔

۳ - اور کیا وہ وقت آئے گا جب میری نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹا دیے جائیں گے اور میں ثنیۃ الوداع پر پہنچوں گا، مصلّی اور نقا کے سب حجاب دُور ہو جائیں گے۔

۴ - پھر میں حرم پاک دیکھوں گا، جو اپنے مکین کی وجہ سے بلند درجہ رکھتا ہے، اور اس سرزمین پر اس قدر آنسو بہاؤں گا کہ بادل بھی پیچھے رہ جائیں۔

۵ - اور اس خاک پاک کو عظمت واحترام سے چُوموں گا، مگر کیا یہ خاک بوسی کچھ بھی حق ادا کر سکتی ہے؟

۶ - وہاں دل کی آگ بُجھے گی، پلکیں آنسوؤں سے ٹھنڈی ہوں گی اور دل کے سارے اندوہ کافور ہو جائیں گے۔

۷ - مجھے اپنی زندگی کے ختم ہو جانے کی کوئی پروا نہیں ہے، کیونکہ مجھے میری مراد مل گئی، میری آرزو پُوری ہو گئی۔

۸ - کیونکہ ہم اس آبادی میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے اللہ کا فضل اُبلتا ہے اور ہدایت کے چشمے جہاں سے پھُوٹ پھُوٹ کر ساری مخلوق کو سیراب کرتے ہیں۔

۹ - اللہ کی رحمت نے ساری دُنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا جیسے ایک تیز بارش ہو (جس سے سب سیراب ہوتے ہیں)۔

۱۰ - ہدایت کی روشنی یہاں سے نکلی اور کوئی کرن ایسی نہیں ہے جو اس نور کے فیض سے فیض یاب نہ ہو۔

۱۱ - یہ وُہ آبادی ہے، جس میں اللہ کے برگزیدہ ترین بندے کی رہائش ہے، جن کے صدقے میں عربوں کو بے مثال عروج حاصل ہوا۔

۱۲ - وہ ذات گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو تمام سرداروں کے سردار ہیں، اور جن جن پیغمبروں کے لائے ہوئے

دین سے دنیا میں روشنی پھیلی ان سب کے امام، ان سب میں عالی مقام۔

۱۳ - یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہادیٔ برحق ہیں جن کی نبوت کی شہادت تمام انبیائے سابقین اور ہر آسمانی صحیفہ نے دی۔

۱۴ - جن کی بدولت بیت اللہ الحرام پاک ہوا، جہاں بتوں اور مجسموں کو اونچا کر کے رکھا گیا تھا۔

○

شیخ جمال الدّین الصرصری

(المتوفی ۱۲۵۸ ء)

(ا)

۱	واصلتنا بطیفها اسماء	حین أرخت ستورها الظلماء
۲	قلت انّی ولات حین مزارٍ	زرتنا فی الدّجٰی و انت ذکاء
۳	بیننا فی السرٰی و بینك بید	و فیافٍ دونها تیهاء
۴	این ارض العراق یا ربة الخدر	واین الحجاز و البطحاء
۵	مالنا مرتجی سوی وعد مولی	ماجدٍ لایخیب فیه الرجاء
۶	من اذا قال أو تکفل	فالصدق قرین لوعده والوفاء
۷	مصطفی الله ذی الجلال من الخلق	نبی له علینا ولاء
۸	شهدت بالرسالة الصحف الأولٰی	له والنعوت و الاسماء
۹	خاتم الانبیاء فاتح باب الرشد	و الناس ضلّلٌ سفهاء
۱۰	فأتاهم من ربه بکتابٍ	هو للنّاس رحمة و شفاء

۱ - جب تاریکیوں نے اپنے پردے گرا دیے، یعنی رات آگئی تو اسمأ نے پھر خواب میں اپنا جلوہ دکھا دیا۔

۲ - میں نے کہا تم کہاں اور کیسے آگئیں جبکہ ملنے کا وقت بھی نہیں رہا، تم تاریکی میں آئی ہو حالانکہ خود آفتاب ہو۔

۳ - گردشِ شب میں ہمارے تمہارے درمیان صحرا، بیابان، جنگل اور طویل راستے ہیں۔ (تیہاء: زمین)

۴ - کہاں عراق اے پردہ نشین، اور کہاں سرزمینِ بطحا و حجاز!

۵ - میرا ٹھکانہ صرف اس آقا کے دامنِ رحمت میں ہے، جو بہت بلند کردار کے حامل ہیں اور جہاں کسی کی امید ضائع نہیں جاتی۔
۶ - وہ ذاتِ گرامیؐ جس نے اگر کوئی قول دیا یا کوئی ذمہ داری لی تو صداقت و وفا شعاری سے ہمیشہ ہمکنار رہا۔
۷ - خدائے ذوالجلال کے منتخب کردہ اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ شخصیت کے مالک وہ نبیؐ ہیں جن کا وفادار رہنا ہم پر فرض ہے۔
۸ - قدیم آسمانی صحیفوں نے آپؐ کے اوصاف ذکر کیے بلکہ نام شمار کرائے اور آپؐ کی رسالت کی شہادت دی۔
۹ - خاتم الانبیاء، فاتح بابِ ہدایت آپؐ ہیں، جبکہ سارے لوگ جہل و گمراہی میں مبتلا تھے۔
۱۰ - اس وقت آپؐ اپنے رب کے حضور سے ایسی کتاب لے کر آئے جو تمام انسانوں کے لیے شفا و رحمت ہے۔

(۲)

سلام

۱ یا نبی الھدیٰ علیك السّلام — کلما عاقب الضیاءُ الظلامُ
۲ زادك اللہ رفعۃ و جلالاً — و بھاءً و عزّۃً لا تُرامُ
۳ قد قطعنا الیك فجّا عمیقاً — بقلوبٍ بھا الیك اُوام
۴ نطلب الفضل منك یا خیر ھادٍ — فلدیك الاحسان و الانعام
۵ منك بذل الندی و حسن قِریٰ — الضیف و من جودك استفاد الکرام
۶ انت بالبشر و السماح ملی — ولنا بالسریٰ الیك ذمام
۷ انت نعم الشفیع فی الموقف — الاکبر ان طال بالامام المقام
۸ فجدیر أن لا نخیب لدیك الیوم — راجٍ شعارہ الاسلام
۹ ان یکن عاقنا القضاء و طالت — بالمطایا عن قصدك الایام
۱۰ فلنا جیئۃٌ الیك و منا — کل وقت یھدیٰ الیك سلام

۱ - اے پیغمبرِ ہدایت! آپؐ پر سلام ہو، جب جب تاریکی کا تعاقب روشنی کرے۔ (یعنی رات دن، ہمیشہ ہمیشہ)

۲ - بڑھاتا ہے اللہ آپؐ کی بلندیٔ عظمت، شکوہ، اور اس عزت کو جس کو کوئی چھو نہ سکے۔
۳ - ہم آپؐ کے درِ دولت پر بڑی طول طویل مسافت کاٹ کر حاضر ہوئے ہیں، اور ایسے دل لے کر آئے ہیں، جو سراسر تشنہ ہیں۔
۴ - اے سب سے بہتر ہادیؐ! ہم آپ سے صدقہ کے طالب ہیں، احسان بخشی اور انعام دینا آپؐ کا خاصہ ہے۔
۵ - آپؐ کی عادت ہے سخاوت فرمانا، مہمانوں کی تواضع کرنا۔ آپؐ کی سخاوت سے تو بڑے بڑوں نے اپنے دامن بھرے ہیں۔
۶ - بشاشت، وسعتِ قلبی کے تو آپ بادشاہ ہیں، رہے ہم تو ہمارے شب و روز کے سفر کا ایک حق ہے۔
۷ - آپؐ ہی بہترین شفیع ہوں گے، جب خلقِ خدا کی حضوری کا کٹھن وقت ہوگا، اور سب بے یار و مددگار کھڑے ہوں گے۔
۸ - لہٰذا آج ایک امیدوارِ رحمت، اسلام جس کا شعار ہے، اس کا مستحق ہے کہ اس کی امید آپؐ کے حضور برباد نہ ہو۔
۹ - اگرچہ قسمت نے آپؐ کے در تک حضوری سے بہت عرصہ محروم رکھا اور سواریوں کی دشواری حضوری میں آڑے آتی رہی۔
۱۰ - مگر آج ایک حاضری نصیب ہوگئی ہے، اور میری جانب سے ہر لحظہ آپؐ پر درود و سلام ہو۔

○

عبدالرحمان بن خلدون

(المتوفی ۱۴۰۶ء)

۱ اسرفن فی هجری و فی تعذیبی واطلن موقف عبرتی و نحیبی

۲ وابین یوم البین وقفة ساعةٍ لوداع مشغوف الفوأ کئیب

۳ للہ عهد الضاعنین و غادروا قلبی رهین صبابةٍ و وجیب

۴ غربت رکائبهم و دمعی سافح فشرقت بعدهم بماء غروبی

۵ یا ناقعًا بالعتب غلة شوقه رحماك فی عذلی و فی تانیبی

۶ ماهاجنی طربٌ ولا اعتاد الجوٰی لولا تذکّر منزلٍ و حبیب

۷ أهفو الی الاطلال کانت مطلعًا للبدر منهم أو کناس ربیب

۸ یا سائق الاظعان یعتسف الفلا ویواصل الاساد بالتأ ویب

۹ متهافتا عن رحل کل مذلّلٍ نشوان من عطش و مسّ لغوب

۱۰ فی کل شعب منیةٌ من دونها هجرالامانی أو لقاء شعوب

۱۱ هلا عطفت صدورهن الی التی فیها لبانة اعین و قلوب

۱۲ فتؤم من اکناف یثرب مأمنًا یکفیك ماتخشاه من تثریب

۱۳ حیث النبوة ایها مجلوة تتلو من الاثار کل غریب

۱۴ سرغریب کیف یحجبه الثرٰی ماکان سر اللہ بالمحجوب

۱۵ یا سیّد الرسل الکرام إضراعةً	تقضی منیٰ نفسی و تذهب حولی
۱۶ عاقت ذنوبی عن جنابك والمنی	فیها تعللنی بکل کذوب
۱۷ هب لی شفاعتك التی أرجوبها	صفحًا جمیلًا عن قبیح ذنوبی
۱۸ انی دعوتك واثقًا باجابتی	یاخیر مدعو وخیر مجیب
۱۹ قصرت فی مدحی فان یك طیبا	فیما لذکرك من اریج الطیب
۲۰ ماذا عسی یبغی المطیل وقدحوی	فی مدحك القرآن کل مطیب

۱۔ مجھے ستانے اور فراق دینے میں ان خواتین نے بہت زیادتی کی اور میری آہ وزاری کرنے اور آنسو بہانے کا سبب جو باتیں ہوتی ہیں ان کو اُنھوں نے اور بھی طول دیا۔

۲۔ جدائی کے دن ذرا دیر کے لیے ٹھہرنا بھی منظور نہیں کیا، تاکہ ایک دلگیر "غم زدہ" کو رخصت کر لیتیں۔

۳۔ بس اللہ ہی کی دین تھا، وُہ زمانہ جوان کوچ کرنے والوں کے ساتھ گزر گیا، مگر وہ میرے دل کو محبت میں دھڑکتا ہوا چھوڑ گئے۔

۴۔ ان کی سواریاں نگاہوں سے اوجھل ہوگئیں مگر میرے آنسو جاری رہے اور ان کے بعد روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی۔

۵۔ اس کے شوق کی پیاس کو "روٹھ کر" بجھانے والے! رحم کر رحم! خواہ ملامت کرنا ہو یا محروم وصل رکھنا۔

۶۔ مجھے کسی خوشی کی بات نے کبھی بے قابو نہیں کیا اور اگر منزل دوست اور دوست کی یاد نہ ہوتی تو میں غم کا بھی عادی نہ بنتا۔

۷۔ ان پہاڑی ٹیلوں کی طرف میرا دل کھنچتا ہے، جو کبھی اس قافلہ کے "مہر منیر" سے تاباں تھا یا اس "غزال" سے آباد تھا، جو اپنے ٹھکانے پر ہو۔

۸، ۹، ۱۰۔ (ان اشعار میں خطاب ہے ساربانوں سے جو سواری کے اُونٹ لے کر چلا کرتے تھے کر) اے ساربانو! تم ایسے اونٹوں کو چلا رہے ہو جو بیابانوں کا طویل راستہ طے کر رہے ہیں اور قوت میں شیروں سے بازی لئے جا رہے ہیں، گرتے پڑتے بھاگے جا رہے ہیں، نہ بھوک ان کو لگتی ہے نہ پیاس۔ نڈر ہیں اور ایسے میدانوں پر چلتے ہیں جہاں ہر موڑ اور ہر گھاٹی میں موت کا سامنا ہے، ایسے اونٹوں کے چلانے والو!

۱۱۔ کیوں نہ تم نے ان سواریوں کے رُخ کو اس سمت موڑ دیا جہاں دلوں اور نگاہوں کی مراد ہے؛

۱۲ - یہ سواریاں یثرب کے ایک گوشہ میں جائے امن حاصل کرتیں، وہ شہر، جو ہر افکار کے خوف سے تم کو نجات دیتا۔
(تثریب کے لفظی معنی تکذیب کے ہیں، کوئی شخص اگر عذر بیان کرے تو اس کو قبول نہ کیا جائے اور جرم کی سزا دینے پر اصرار کیا جائے تو اس کو تثریب کہتے ہیں۔ لا تثریب علیکم الیوم کا مطلب ہوا کہ تمہارا عذر آج رد نہیں کیا جائے گا)

۱۳ - وُہ یثرب جہاں نبوت کے جلوے روشن ہیں وہاں کی غیر مشہور نشانیاں بھی زبانِ حال سے اپنا قصہ دُہرا رہی ہیں۔

۱۴ - جہاں ایک نادر "راز" محفوظ ہے، جس کو مٹی نے چھپایا کب ہے، اور اللہ کا راز چھپائی جانے والی شے نہیں ہے۔
"سر" روح کو بھی کہتے ہیں، اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ آپؐ حق تعالیٰ کے ایک "سر" تھے اور اُس کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

۱۵ - اے سرورِ رسولانِ کرام! خدا کے حضور ایک التجا پیش کر دیجئے جو میری مرادِ دلی بر لائے اور میرے گناہ بخش دے۔

۱۶ - میرے گناہ آپؐ کے حضور آنے کی راہ میں حجاب بن گئے ہیں، اور تمنائیں دل کو جھوٹی تسلیوں سے بہلاتی رہتی ہیں۔

۱۷ - اپنی شفاعت سے نوازیئے، جس کے ذریعہ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بدترین گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

۱۸ - میں بڑے اعتماد کے ساتھ آپؐ کے حضور التجا لے کر آیا ہوں، اے وہ بہترین ذات جس کو پکارا جائے اور جو قبولیت سے نوازے۔ (دُوسرے مصرع کی بلاغت کو ترجمے سے ظاہر کرنا ناممکن ہے)

۱۹ - میں نے آپؐ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا، اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے آپؐ کی عطر بیز یاد کا۔

۲۰ - زیادہ سے زیادہ کہنے والا بھی کیا کہہ سکتا ہے جبکہ قرآن نے ہر بہترت آپؐ کے متعلق کہہ دی ہے۔

○

علّامہ ابنِ حجر

(المتوفی ۸۴۴ھ)

۱ هوی فیہ الملامة کالهواء — فلا یطمع لناری فی انطفاء
۲ أعاذل ان نار الشوق تذکو — ولم یخمد تلهبها بکائی
۳ و یبعد طفوها بریاح لوم — و من جفنی لم یطفأ بماء
۴ و ذکری أرض نعمان بها قد — روت عینای من ماء السماء
۵ تسلست الروایة عن جفونی — علی ضعفٍ بها من فرط دائی
۶ لایام الجفا خبر طویل — و نادرة لییلات[1] اللقاء
۷ قضیت هوی بهجرك یا حبیبی — وعاملت الاحبة بالاداء
۸ و انی ان تشاقر بی فدانٍ — الیك وان نویت نوًی فنائی
۹ بقربك لی المسرة فی صباحی — و بعدك لی المساءة فی مسائی
۱۰ ولا انسٰی غداة البین لما — رأنی إلیاس منقطع الرجاء
۱۱ وقد زفت لهم نجب تهادٰی — کامثال العرائس للجلاء
۱۲ فقلت لها خذی جسمی و روحی — بطیبة حیث مجتمع الهناء
۱۳ منازل طیبة الفیحاء عرفًا — منازه طیبة و ملاذ نائی

[1] لیل کا مصغّر لُییل ۔ اس کی جمع لییلات ہے ۔یعنی بہت مختصر راتیں۔

۱۴ فان رمدت من التسهید عین فاثمد تربها عین الدواء

۱۵ وان قنطت من العصیان نفس فباب محمد باب الرجاء

۱۶ نبی خص بالتقدیم قدما و آدم بعد فی طین و ماء

۱۷ کریم بالحیا من راحتیه یجود وفی المحیا بالحیاء

۱۸ ویروی طالب برا و علمًا لدیه عن یزید وعن عطاء

۱۹ نبی الله یا خیر البرایا بجاهك أتقی فصل القضاء

۲۰ وأرجو یا کریم العفو عما جنته یدای یا رب الحیاء

۲۱ فکعب الجود لا یرضی فداء لنعلك وهو راس فی السخاء

۲۲ ومن بمدحك ابن زهیر کعب لشلی منك جائزة الثناء

۲۳ فان احزن فمدحك لی سروری و ان اقنط فحمدك لی رجائی

۲۴ علیك سلام رب الناس یتلو صلاةً فی الصباح و فی المساء

۱ - یہ وہ عشق ہے جس میں "ملامت" ایک "بادہوائی" کی حیثیت رکھتی ہے۔ میرے سوزِ دروں کے بجھنے کی کوئی توقع نہیں کر سکتا۔

۲ - اے ملامت کرنے والے! آتشِ شوق اور بھڑکتی ہے میرے رونے سے اس کی تیزی (بھڑک) بجھتی نہیں ہے۔

۳ - بادِ ملامت سے اس آگ کا بجھنا بہت بعید ہے، اور نہ پلکوں سے گرنے والے آنسو اس کو بجھا سکتے ہیں۔

۴ - اس سرزمین کی یاد میں جہاں "نعمان" نامی پھول ہوتے ہیں، میری آنکھوں نے وہ جھڑی لگائی کہ آسمان سے پانی برسنے کی روایت زندہ ہوگئی۔

۵ - میری آنکھوں سے یہ "سلسلۂ روایت" مسلسل جاری ہے، حالانکہ میری آنکھ کمزور ہے مگر مرض کی شدت اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے (یعنی آنسو مسلسل جاری ہیں)۔

۶ - زمانۂ ستم کی کہانی بہت طویل ہے، ہنگام وصال کی مسرتیں ایک نادر الوجود شے ہے۔

۷ - میرے حبیبؐ! میں نے تیری محبت میں فراق کا زمانہ گزار دیا، دوستوں سے "مدارات" کا معاملہ رکھا۔
۸ - اگر تو وصال پسند کرے تو یہ تیرے لیے قریب ہے، اور اگر فراق کا ارادہ ہے تو اس میں میری ہلاکت ہے۔
۹ - تیرے قرب میں میرے لیے ہر صبح ایک سامانِ مسرت ہے، تیرے فراق میں ہر شام میرے لیے شامِ بلا ہے۔
۱۰ - جدائی کے دن کی گھڑی کبھی بھلائی نہیں جا سکتی جبکہ ناامیدی نے امید کا خاتمہ کر دیا۔

۱۱ - وہ قافلہ جس میں محبوبہ تھی اس کے لیے اچھی نسل کی اونٹنیاں اس طرح پیش کی گئیں جس طرح دلہنوں کی شبِ عروسی میں رونمائی کرائی جاتی ہے۔

۱۲ - میں نے ان اونٹنیوں سے کہا کہ میرے جسم و جاں کو "طیبہ" پہنچا دو، جہاں ہر مسرت کا سامان موجود ہے۔
۱۳ - طیبہ کے وسیع مقامات جہاں سے خوشبوئیں پھیلتی ہیں، پاکیزگی کی پناہ گاہیں ہیں اور ہر بچھڑے مسافر کے لیے ٹھکانا ہے۔

۱۴ - اگر شب بیداری سے آنکھیں آشوب کر آئی ہوں تو اس سرزمین کی مٹی حقیقی دوا ہے۔
۱۵ - اگر کثرتِ عصیاں سے کوئی شخص ناامید ہو گیا تو محمدؐ کا بابِ کرم اس کے لیے بابِ امید ہے۔
۱۶ - وہ پیغمبرؐ جو متقدم ہونے کی حیثیت سے سب سے ممتاز ہیں، اور آپؐ کو اس وقت نبی بنایا گیا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔

۱۷ - وہ ایسے سخی ہیں کہ آپؐ کے دونوں ہاتھوں بخشش و عطا کا مینہ برس رہا ہے، اور چہرۂ انور پر حیا و شرم نمایاں رہتی ہے (یعنی سخاوت کر کے آپؐ کے اندر نعوذ باللہ کبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ جس طرح لینے والی نگاہیں شرم سے جھکی رہتی ہیں، اسی طرح دے کر اور بخشش فرما کر حیا آپؐ کے چہرۂ انور سے ظاہر ہوتی ہے)
۱۸ - آپؐ کی سخاوت کا طالب آپ کے احسان و علم کی حکایت عطا و یزید سے کرتا ہے۔ (عطا و یزید حدیث کے راویوں میں معروف ہیں "یروی" کا لفظ بھی حدیث کی مصطلحات میں ہے، مطلب یزید سے مستزید ہے یعنی مزید طلب کرنے والا، اور عطا کے معنی بخشش کے ہیں)
۱۹ - اے رسولِ خدا! اے سب سے برگزیدہ انسان! آپؐ کے طفیل اللہ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

۲۰ - اے بہترین معاف کرنے والے! امیدوار ہوں کہ میرے کرتوت کو آپ نظرانداز کر دیں گے اے شرم و حیاء کے مالک!

۲۱ - کعب بن مامن جو سخاوت میں بہت مشہور ہے، وہ میرے نزدیک آپؐ کی جوتیوں پر قربان کیے جانے کے لائق بھی نہیں ہے، حالانکہ اس کا شمار سخیوں کے سرداروں میں تھا۔
۲۲ - کعب بن زہیر نے آپؐ کی مدح کر کے ہمارے لیے ایک راستہ کھولا ہے، یہ اس کا احسان ہے، میرے عیبوں کو

آپؐ کی ثنا خوانی کا انعام پانے کی اُمید بندھ گئی ہے۔

۲۳۔ اگر میں غمگین ہوتا ہُوں تو آپؐ کی مدح سامانِ مسرت بہم پہنچاتی ہے، اور اگر کبھی مایوسی چھاتی ہے تو آپؐ کی مدح سے آسرا ملتا ہے۔

۲۴۔ تمام انسانوں کے مالک اور رب کا آپؐ پر سلام ہو، اور سلام کے بعد درود ہو، اور یہ سلسلہ صبح و شام قائم رہے۔

○

شیخ عبداللہ شبراوی

(المتوفی ۱۷۵۸ء)

۱ مقلتی! قد نلت کل الأرب　　هٰذہٖ انوار طٰہٰ العربی

۲ هٰذہٖ انوار طٰہٰ المصطفیٰ　　خاتم الرسل شریف النسب

۳ هٰذہٖ انوارہ قد ظهرت　　و بدت من خلف تلك الحجب

۴ هٰذہٖ انوارہ فانتهزی　　فرصة العمر و به انتهبی

۵ هٰذہٖ انوارہٖ فابتهجی　　طرباً فالوقت وقت الطرب

۶ هٰذہٖ طیبة یا عین و ما　　بعد من طابت به من طیب

۷ طالما کنت تحنین الی　　رویة القبر الذی فی یثرب

۸ هٰذہٖ انوار ذاك القبر قد　　اشرقت یا مقلتی فاقتربی

۹ ذاك قبر من أتاہ زائراً　　مرةً فی عمرہٖ لم یخب

۱۰ وتادّب یا أخا الوجد فما　　انت إلا فی مقام الادب

۱۱ واسکب الدمع سرورا فعلی　　غیرہ دمع الهنا لم یسکب

۱۲ و الکحل الاماق من تربتہٖ　　ینجلی عند جمیع النصب

۱۳ فهو بحر زاخر من جاءہ　　طالباً فاز بأسنیٰ مطلب

۱۴ أیّ جاہٍ مثل جاہ المصطفیٰ　　معدن المعروف کنز الحسب

۱۵ یارسول اللہ انی مذنب — ومن الجود قبول المذنب
۱۶ یا نبی اللہ مالی حیلۃ — غیر حبی لك یا خیر نبی
۱۷ ویقینی فیك یا خیر الوریٰ — ان حبی لك اقوی سبب
۱۸ عظم الکرب ولی فیك رجا — فیہ یارب ! فرّج کربی
۱۹ واغثنی یا الٰہ العرش من — نفس سوءٍ فی الھوی تلعب بی
۲۰ وتدارك مابقی لی فلقد — ضاع عمری فی الھوی واللعب

۱۔ اے میری آنکھ ! تُونے اپنی ہر مراد پالی ۔ یہ رہے انوار حضرت طٰہٰ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔
۲۔ یہ ہیں انوار حضرت طٰہٰ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے، جو خاتم الرسل، عالی نسب ہیں۔
۳۔ یہ ہیں انوار جو نمایاں ہو رہے ہیں، اور ان پردوں کی اوٹ سے چھن چھن کر نکل رہے ہیں۔
۴۔ یہ انوار ظاہر ہو رہے ہیں، موقع غنیمت جان، پوری عمر کا راس المال یہ لمحہ ہے، اور یہیں پر اس دولت کو لوٹ لے۔
۵۔ یہ انوار سامنے ہیں، جھوم اور مسرت میں جُھوم، یہ وقت جُھومنے ہی کا ہے۔
۶۔ اے آنکھ ! یہ طیبہ ہے، طیبہ جو ذات طیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ میں سراپا پاکیزہ ہے، اس کے بعد اور کیا چاہئے !
۷۔ کب سے تجھے اشتیاق تھا، اس قبر شریف کی زیارت کا ! جو کہ یثرب میں واقع ہے۔
۸۔ لے یہ انوار قبر پاک سامنے ہیں، اے دیدۂ حیراں یہ انوار نمایاں ہیں اور قریب ہو جا۔
۹۔ یہ وہ قبر مبارک ہے کہ یہاں جو شخص اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی آیا ناکام نہیں رہا۔
۱۰۔ مگر مسرت میں جُھومنے اور مست ہونے والے ! ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھُوٹے، تو سب سے برگزیدہ مقام ادب میں حاضر ہے۔
۱۱۔ ہاں اشکِ مسرت بہا، کیونکہ اس مقام کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے جہاں اشکِ مسرت رواں ہو۔
۱۲۔ اور اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سُرمہ بنا، سارا دُکھ درد کافور ہو جائے گا۔
۱۳۔ رسول پاکؐ ایک دریائے رحمت ہیں دریا جوش مار رہا ہے جو ان کی خدمت میں آتا ہے، اپنی ہر مراد حاصل کر لیتا ہے۔
۱۴۔ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلم کی جاہ و منزلت سے بڑھ کر کس کی جاہ و منزلت ہوگی، جو کہ سخاوت و کرم کے معدن اور خاندانی شرافت کا خزانہ ہیں۔

۱۵- یارسولؐ اللہ ! میں بے چارہ ہُوں ! سخاوت میں یہ بھی داخل ہے کہ گناہ گار کو شرفِ قبولیت بخشا جائے۔

۱۶- یارسولؐ اللہ ! میں بے چارہ ہُوں، میرا چارہ اگر کچھ ہے تو آپؐ کی محبت ، اے تمام نبیوں میں سب سے بہتر نبی !

۱۷- مجھے آپؐ پر یقین ہے اے کائنات کے گلِ سرسبد ! کہ میری محبت ایک بڑا وسیلہ بنے گی۔

۱۸- میری مصیبت بڑی ہے، اور آپؐ کی ذات سے میری امید وابستہ ہے' اے ربِّ کریم ! ان کے صدقہ میں میری مصیبت دُور فرما دے۔

۱۹- الٰہ العرش ! فریاد سُن لے، میرے نفسِ بد کے شر سے پناہ دے جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے۔

۲۰- میری عمر کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے، اس میں گزشتہ معاصی کی تلافی کرا دے، کیونکہ اب تک عمر لہو و لعب میں گزری ہے۔

○

شیخ حسین دُجانی

(المتوفّی ۱۸۵۲ء)

(۱)

۱ الیك یا رسول الله وجهت وجهتی وارسیت فی زخاربحرجودك مرکبی

۲ فمن رسول الله منك بنظرة انراحم فیها الاصفیاء بمنکبی

۱۔ یارسول اللہ! میں نے اپنا رُخ آپؐ کی طرف موڑ لیا ہے اور آپؐ کی سخاوت کے دریا میں اپنا سفینہ لنگر انداز کیا ہے۔
۲۔ بس ایک نگاہِ کرم سے احسان فرمائیے۔ یہ نگاہ مجھے اس لائق بنا دے گی کہ خاصانِ خدا کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکوں۔

(۲)

۱ اذا هبّت الاریاح من نحوطیبةٍ اهاج فؤادی طیبها وهبوبها

۲ فلا تعجبوا من لوعتی وصبابتی هوی کلّ نفسٍ این حلّ حبیبها

۱۔ جب طیبہ کی جانب سے نسیمِ سحر چلتی ہے تو اس کے جھونکے اور اس کی خوشبوئیں میرے دل کو بے کل کر دیتی ہیں۔
۲۔ میری سوزشِ دروں اور میری وارفتگی پر حیرت نہ کرو۔ ہر شخص کو وہ جگہ عزیز ہوتی ہے جہاں اس کا حبیب ہوتا ہے۔

○

شیخ عبدالغنی النابلسی

(المتوفی ۱۷۳۰ء)

۱ ما للقلوب سوی ذٰلك الحمی طلب ولا العيون لها فی غيره أرب

۲ ياكعبة تستجير الطائفون بها نور به تظهر الاشياء وتحتجب

۳ محمد خير كل العالمين لقد سمحت علی الخلق فی افضاله سحب

۴ لهٗ مَزِيّةُ جُودٍ فی الوجود نمت حتی علی العجم استعلت به العرب

۵ وزاده الله فی اسرائه رتبًا رفيعةً خفضت من دونها الرتب

۶ وقد رقی ليلة المعراج فی درج نحو العلا حيث عنه زالت الحجب

۷ وحبهٗ دين اهل الله قاطبةً لهم به نسب ما فوقه نسب

۸ وانت باب العطا والجود يا أملی بك الاله علی طول المدی يهب

۱ - سوائے اُس در کے دل کو کسی جگہ کی طلب نہیں ہے، اور آنکھوں کو اس درِ پاک کے علاوہ کسی چیز کے دیکھنے کی آرزو نہیں ہے۔

۲ - اے کعبۂ مراد! جس کے گرد چکر لگانے والے پناہ حاصل کرتے ہیں، اس نور سے جس سے چیزیں نمایاں ہوتی ہیں اور چھپتی ہیں۔

۳ - محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تمام جہانوں کے جملہ مخلوق سے افضل و برگزیدہ ہیں جن کی بخشش اور سخاوت کا بادل سارے عالم پر برستا ہے۔

۴ - سخاوت ان کی عادت ہے، جس کا سلسلہ عرب سے لے کر عجم تک دراز ہے، اور عرب اسی سخاوت کے بدولت سرفراز ہوئے۔

۵ - اللہ نے آپؐ کو اسراء و معراج کے موقعہ پر وہ بلندی عطا فرمائی کہ اس کے سامنے ہر بلندی کی بلندی پست نظر

آنے لگی۔

۶۔ شبِ معراج آپؐ بلندی کے زینوں پر چڑھے اور اس مقام تک پہنچے جہاں سارے حجابات دور ہو گئے۔

۷۔ آپ کی محبت تمام اہل اللہ کا دین و ایمان ہے، ہر اہلِ ایمان کا سلسلہ آپؐ سے مربُوط ہے۔ اس سلسلہ سے بہتر کوئی سلسلہ نہیں ہے۔

۸۔ آپؐ ہی بابِ جُود و کرم ہیں، اے میرے سہارا! آپؐ کے توسل سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔

○

شیخ احمد تھانیسری

(المتوفی ۱۴۱۷ ء)

۱ اطار لُبّی حنین الطائر الغرد   وهاج لوعة قلبی التائه الکمد

۲ واذکرتنی عهوداً بالحمٰی سلفت   حمامةٌ صدحت من لاعج الکبد

۳ باتت تؤرقنی والقوم قد هجعوا   من بین مضطجعٍ منهم و مستند

۴ مازار طرفی غمض بَعد بُعدکم   ولاخیال سرورٍ دار فی خلدی

۵ لیت الهوٰی لم یکن بینی و بینکم   ولیت حبل وِدادی غیر منعقد

۶ کانت مواسم ایّامٍ و غرّتها   ولّت سِراعا، علٰی رُغمٍ ولم تعد

۷ عشنا بها وعُیون البین راقدة   والقلب فی جذل والدهر فی رقد

۸ والهم منصرعٌ والکرب مندفعٌ   والجدّ مرتفعٌ کالانجم السعد

۹ والشعبُ ملتئمٌ والعهد منهزم   والشمل منتظم لم یُرم بالبدد

۱۰ حتّی استهل غُراب البین فارتحلوا   عند الصباح وشدوا العیش بالقتد

۱۱ کانّه لم یکن بین الحمی إنسٌ   الی اللوی وکانّ الحیّ لم یفد

۱۲ صاروا أحادیث تُرویٰ بعد ما ملأوا   مسامع الدّهر بالالفاظ کالشّهد

۱۳ لا عیش بعد لُبَیلات اللوی رغداً   ولا وصول الی ذاک الحمی بیدی

۱۴ خلّ الاحادیث عن لیلیٰ وجارتها ‏ ‏ وارحل الی السیّد المُختار من اُدَدِ

۱۵ ولیس فی الدّین والدنیا واُخرتی ‏ ‏ سِوی جناب رسول اللہ معتمدی

۱۶ رب الندی والجدی والصالحات معا ‏ ‏ طفلا وکهلا وفی شبٍّ وفی مَرَدِ

۱۷ بالعلم مکتنفٌ بالحلم متّصفٌ ‏ ‏ باللّطف ملتحفٌ بالبرّ متّسدِ

۱۸ بالشرع معتصمٌ للدّین منتقمٌ ‏ ‏ فی اللہ مجتهدٌ باللہ مقتصدِ

۱۹ بالفقر مفتخرٌ بالزّهد مشتهرٌ ‏ ‏ بالشکر متّزرٌ بالحمد منجردِ

۲۰ خطّاب مفصلة وضّاح مکرمةٍ ‏ ‏ دفّاع مظلمةٍ من کل مضطهدِ

۲۱ العدل سیرتهٗ والفضل طینتهٗ ‏ ‏ فی البذل شیمتهٗ فی الوجد ولوبدِ

۱۔ عندلیبِ نغمہ سرا کی بے تابیِ شوق نے میرے ہوش اڑا دئے اور میرے وارفتہ و زخم خوردہ دل کی سوزش کو ابھار دیا۔

۲۔ ایک بلبل جو جگر کی ٹیس سے بے تاب ہو کر نالہ کناں ہُوئی اس نے مجھے وہ زمانہ یاد دلا دیا جو کبھی اس وادی میں گزرا تھا۔
(حمامہ، کبوتری۔ ترجمہ میں 'بلبل' قصداً لایا گیا ہے)

۳۔ یہ بلبل میری نیند رات بھر اچاٹ کرتی رہی، لوگ سب خوابِ راحت کے مزے لے رہے تھے، کچھ لیٹے تھے، کچھ تکیوں کے سہارے پڑے تھے۔

۴۔ تمہاری جُدائی کے بعد سے میری آنکھ نہیں جھپکی، اور نہ دل میں کبھی مسرت کا خیال آیا۔

۵۔ کاش میرے اور تمہارے درمیان محبّت کا تعلق پیدا نہ ہوتا اور کاش رشتۂ اخوت استوار ہی نہ ہوا ہوتا۔

۶۔ عیش و سرمستی کے دن اور اس کی رونقیں بہت تیزی سے ختم ہو گئیں، میری خواہش کے برخلاف، اور پھر کبھی وہ دن لوٹ کر نہیں آئے۔

۷۔ (وہ زمانہ گزر گیا) جو ہم نے بسر کیا، جبکہ فراق کی آنکھیں سو رہی تھیں، دل شاداں و فرحاں تھا، ستم روزگار کو نیند آ گئی تھی۔

۸۔ غم و اندوہ کا پتا نہ تھا، مصیبت سے واسطہ نہ پڑا تھا، قسمت یاوری کر رہی تھی، جیسے خوش بختی کا ستارہ عروج پر ہو۔

۹۔ بھائی بند سب ایک ساتھ تھے، بیگانگی پسپا ہو گئی تھی، شیرازۂ الفت بندھا ہوا تھا۔ اس کو منتشر کرنے کا خیال بھی نہیں تھا۔

۱۰۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب فراق کا پیامی منحوس پرندہ سامنے آ گیا، لوگ صبح سویرے کوچ کر گئے اور اُونٹنیاں

تیزگامی کے ساتھ روانہ ہو گئیں۔

۱۱ - (پھر تو وہ عالم ہو گیا کہ) حمیٰ اور تولی کے درمیان جیسے کبھی کوئی متنفس تھا ہی نہیں، اور گویا یہ علاقہ کبھی آباد ہی نہیں تھا۔

۱۲ - یہ سب لوگ اب ایک قصہ کہانی بن گئے، جن کی باتیں سُنی اور سُنائی جاتی ہیں، حالانکہ ایک زمانہ وُہ تھا جبکہ ان کی رسیلی آوازوں سے دُنیا کے کان گونج رہے تھے۔

۱۳ - "لوٹی" کی ان مختصر اور جلد ختم ہو جانے والی راتوں کے بعد اور ان عیش و مسرت کے حسین لمحات کے بعد اب زندگی کا کوئی مزا نہیں رہا، اور نہ اب اس وادی میں پہنچنا میرے بس میں ہے۔

۱۴ - چھوڑو لیلیٰ کی باتیں اور لیلیٰ کی پڑوسنوں کی باتیں، چلو سیدِ مختار کے حضور جو "اُدد" کے خاندان سے ہیں (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب عدنان بن اُدد تک منتہی ہوتا ہے، ان کے بعد حضرت آدمؑ تک کے اسماء محققین کے اضافے ہیں جن میں ناموں کا اختلاف ہے)۔

۱۵ - دین و دنیا اور آخرت میں میرے لیے جناب رسولؐ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے (یا رسول اللہؐ کی چوکھٹ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے)

۱۶ - وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سخاوت، بخشش اور تمام خوبیوں کے جامع تھے، اپنے بچپن میں، جوانی میں اور نوخیزی کے زمانہ میں (یعنی ہر زمانے میں آپؐ ان اوصاف کے حامل تھے)

۱۷ - علم سے آراستہ، بردباری سے وابستہ، لُطف و کرم آپؐ کا اوڑھنا بچھونا اور کرم گستری آپؐ کا شعار تھا (متّکی: ٹیک لگانے کی جگہ، یعنی کرم گستری آپؐ کا تکیہ ہے۔ محاورہ کا ترجمہ شعار کر دیا گیا ہے)

۱۸ - شرع کے سختی سے کاربند، دین کے لئے (اپنی ذات کے لئے نہیں) انتقام لینے والے۔ اللہ کی راہ میں کوشاں، اللہ پر نظر جمائے رکھنے والے۔

۱۹ - فقر پر فخر کرنے والے، دنیا سے بے رغبتی میں مشہور، شکر آپؐ کا لباس، حمدِ باری میں مصروف۔

۲۰ - ایک ایک لفظ جُدا جُدا صاف صاف بولنے والے، کارناموں کو روشن کرنے والے، فریاد رسی کرنے والے اور ستم رسیدہ لوگوں کی پشت پناہی کرنے والے۔

۲۱ - عدل و انصاف آپؐ کی سیرت ہے، لُطف و کرم آپؐ کی فطرت ہے، عطا بخشی آپؐ کی عادت ہے، خواہ خوش حالی ہو یا تنگ دستی۔

○

حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب

(المتوفی ۶۲۰ ء)

۱ وَاللّٰهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ   حَتّٰى اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا
۲ فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاضَةٌ   وَاَبْشِرْ وَقَرِّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُوْنَا
۳ وَدَعَوْتَنِيْ وَزَعَمْتَ اِنَّكَ نَاصِحِيْ   وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنَا
۴ وَعَرَضْتَ دِيْنًا لَا مُحَالَةَ اِنَّهٗ   مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنَا
۵ لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارُ مَسَبَّةٍ   لَوَجَدْتَنِيْ سَمْحًا بِذَاكَ مُبِيْنَا

۱۔ خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ تجھ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹا نہ دیا جائے۔
۲۔ تو اپنا کام کئے جا تجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں ہے اور خوش رہ اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیے جا۔
۳۔ اور تو نے مجھے دعوت دی اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیر خواہ ہے، تو نے سچ کہا، اور پھر تو تو ایک امانت دار (امین) رہ چکا ہے۔
۴۔ اور تو نے وہ دین پیش کیا جو یقیناً دنیا کے ادیان میں بہترین دین ہے۔
۵۔ اگر ملامت کا خوف اور سبکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس دین کو قبول کر لینے میں تو یقیناً مجھے برملا فراخ دل پاتا۔

○

حضرت عثمان غنیؓ

(الشہید ۶۵۰ء)

فَيَا عَيْنِي ابْكِيْ وَلَا تَسْأَمِيْ
وَحُقَّ الْبُكَآءُ عَلَى السَّيِّدِ

تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک
اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا

○

حضرت عمر فاروقؓ

(الشہید ۶۴۴ ء)

۱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَظْھَرَ دِیْنَہٗ — عَلٰی کُلِّ دِیْنٍ قَبْلَ ذَالِكَ حَائِدِ

۲ وَاَسْلَبَہٗ مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ بَعْدَ مَا — تَدَاعُوْا اِلٰی اَمْرٍ مِنَ الْغَیِّ فَاسِدِ

۳ غَدَاۃَ اَجَالَ الْخَیْلُ فِیْ عَرَصَاتِھَا — مُسَوَّمَۃً بَیْنَ الزُّبَیْرِ وَخَالِدِ

۴ فَاَمْسٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ قَدْ عَزَّ نَصْرُہٗ — وَاَمْسٰی عَدَاہُ مِنْ قَتِیْلٍ وَّشَارِدِ

۱ - کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا ہر اُس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے پھرا ہوا۔

۲ - اور اللہ نے اہلِ مکّہ کو محروم کر دیا حضورؐ سے جب اُن لوگوں نے گمراہی کے خیالِ فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی۔

۳ - اور پھر وُہ صبح، جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولانیاں دکھانے لگے جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں، زبیرؓ و خالدؓ کے درمیان۔

۴ - پس رسولؐ اللہ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا اور ان کے دشمن مقتول ہُوئے اور شکست کھا کے بھاگے۔

○

حضرت ابُوبکر صدّیق رض

(المتوفی ۶۳۴ء)

۱ يَا عَيْنُ فَابْكِيْ وَلَا تَسْأَمِيْ وَحَقِّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ
۲ عَلٰى خَيْرِ خِنْدِفَ عِنْدَ الْبَلَا ءِ اَمْسٰى يُغَيَّبُ فِي الْمُلْحِدِ
۳ فَصَلَّى الْمَلِيْكُ وَلِيُّ الْعِبَا دِ وَرَبُّ الْعِبَادِ عَلٰى اَحْمَدِ
۴ فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ
۵ فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُلِّنَا فَكُنَّا جَمِيْعًا مَعَ الْمُهْتَدِيْ

۱۔ تو اے آنکھ! خُوب رو، اب یہ آنسو نہ تھمیں، قسم ہے سرورِ عالم پر رونے کے حق کی۔
۲۔ خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا، جو غم و الم کے ہجوم میں سرِ شام گوشۂ قبر میں چھپا دیا گیا۔
۳۔ مالک الملک، بادشاہِ عالم، بندوں کا والی اور پروردگار احمدِ مجتبیٰ پر سلام و رحمت بھیجے۔
۴۔ اب کیسی زندگی، جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت دہِ یک عالم تھا۔
۵۔ کاش موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی آخر ہم سب اس زندگی میں بھی ساتھ ہی تھے۔

○

حضرت حمزہؓ بن عبد المطّلب بن ہاشم

(الشهيد ٣ﻫ ٦٢٥ء)

١ حَمِدْتُ اللهَ حِيْنَ فُؤَادِیْ	إِلَى الْإِسْلَامِ وَالدِّيْنِ الْحَنِيْفِ
٢ لِدِيْنٍ جَاءَ مِنْ رَّبٍّ عَزِيْزٍ	خَبِيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيْفِ
٣ إِذَا تُلِيَتْ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا	تَحَدَّرَ دَمْعُ ذِى اللُّبِّ الْحَصِيْفِ
٤ رَسَائِلُ جَاءَ اَحْمَدُ مِنْ هُدَاهَا	بِاٰيَاتٍ مُّبَيِّنَةِ الْحُرُوْفِ
٥ وَاَحْمَدُ مُصْطَفًى فِيْنَا مُطَاعًا	فَلَا تَغْشُوْهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيْفِ
٦ فَلَا وَاللهِ نُسْلِمُهُ لِقَوْمٍ	وَلَمَّا نَقْضِ فِيْهِمْ بِالسُّيُوْفِ

۱ - میں نے خدا کا شکر ادا کیا جب اس نے میرے دل کو اسلام اور بلند مرتبہ دین کی توفیق بخشی۔
۲ - اُس دین کی جو عظمت و عزّت والے پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو بندوں کے تمام حالات سے باخبر اور اُن پر بڑا مہربان ہے۔
۳ - جب اُس کے پیغاموں کی تلاوت ہمارے سامنے کی جاتی ہے تو ہر صاحبِ عقل اور صائب الرائے کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔
۴ - وہ پیغامات جن کی ہدایتوں کو احمدؐ لے کر آئے واضح الفاظ و حروف والی آیتوں میں۔
۵ - اور احمدؐ ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہٰذا تم اُن کے سامنے نا ملائم لفظ بھی مُنہ سے نہ نکالنا۔
۶ - تو خدا کی قسم ہم ان کو اس قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے جن کے بارے میں ہم نے ابھی تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔

○

حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ

(المتوفی ۶۳۲ء)

۱ مَاذَا عَلَىٰ مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدٍ — اَلَّا يَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

۲ صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا — صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ عُدْنَ لَيَالِيَا

۱- جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمدِ مجتبیٰ سُونگھ لی تعجب کیا ہے اگر وُہ ساری عمر کوئی اور خوشبو نہ سُونگھے۔

۲- (حضورؐ کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں "دنوں" پر ٹوٹتیں تو دن "راتوں" میں تبدیل ہو جاتے۔

○

۱ اِغْبَرَّ اٰفَاقُ السَّمَآءِ وَكُوِّرَتْ — شَمْسُ النَّهَارِ وَاَظْلَمَ الْاَزْمَانُ

۲ وَالْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَئِيْبَةٌ — اَسَفًا عَلَيْهِ كَثِيْرَةُ الْاَحْزَانُ

۳ فَلْيُبْكِهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا — يَا فَخْرَ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النَّيِّرَانُ

۴ يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ صِنْوَةً — صَلّٰى عَلَيْكَ مُنَزِّلُ الْقُرْاٰنُ

۱- آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ دیا گیا دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ۔
۲- اور زمین نبی کریمؐ کے بعد مبتلائے درد ہے اُن کے غم میں ڈوبی ہوئی سراپا۔
۳- اب آنسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی اُن کی جُدائی پر، فخر تو صرف ان کے لیے ہے جن پر روشنیاں چمکیں۔
۴- اے آخری رسولؐ! آپ برکت و سعادت کی جُوئے فیض ہیں آپؐ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود و سلام بھیجا ہے۔

○

اُمّ المؤمنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رض

(المتوفی ۵۷ ھ)

مَتیٰ یَبْدُ فِی الدَّاجِی الْبَہِیْمِ جَبِیْنُہٗ
یَلُحْ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَی الْمُتَوَقِّدِ
فَمَنْ کَانَ اَوْمَنْ قَدْ یَکُوْنُ کَاَحْمَدَ
نِظَامٌ لِحَقٍّ اَوْ نَکَالٌ لِمُلْحِدِ

اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے
جیسے روشن چراغ۔
احمدِ مجتبیٰؐ کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا حق کا نظام قائم
کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا عبرت بنا دینے والا۔

○

ابن العربی ابوبکر محی الدینؒ (الشیخ الاکبر)

(المتوفی ۱۲۴۰ء)

۱ أَلَا بِأَبِی مَنْ كَانَ مَلِكًا وَّسَيِّدًا — وَآدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ وَاقِفٌ

۲ فَذَاكَ رَسُوْلُ الْاَبْطَحِيُّ مُحَمَّدٌ — لَهٗ فِي الْعُلَا مَجْدٌ تَلِيْدٌ وَطَارِفٌ

۳ أَتٰى بِزَمَانِ السَّعْدِ فِيْ اٰخِرِ الْمُدٰى — وَكَانَتْ لَهٗ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ مَوَاقِفٌ

۴ أَتٰى لِانْكِسَارِ الدَّهْرِ يَجْبُرُ صَدْعَهٗ — فَاَثْنَتْ عَلَيْهِ اَلْسُنٌ وَعَوَارِفٌ

۵ إِذَا رَامَ أَمْرًا لَا يَكُوْنُ خِلَافَهٗ — وَلَيْسَ لِذَاكَ الْاَمْرِ فِي الْكَوْنِ صَارِفٌ

۱ - سنو میرے ماں باپ قربان، وہ فرماں روا اور سردار کون تھا جب آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔
۲ - وہی رسولِ البطحی، محمدؐ جن کو رفعت میں ہر شرف حاصل ہے قدیم بھی جدید بھی۔
۳ - وہ آخری زمانے کی نیک گھڑی میں تشریف لائے حالانکہ ان کو تو ہر زمانے میں مقام و موقف حاصل تھا۔
۴ - وہ آئے کہ ٹوٹے ہوئے زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں اور اس پر تو زبانیں ثناخواں ہیں اور عطیاتِ ربانی بھی۔
۵ - جب وہ ارادہ کر لیتے کسی بات کا تو وہ بات ان کے خلاف نہ جاتی اور پھر اُس بات کو اس کائنات میں کوئی پھیرنے والا نہ ہوتا۔

○

حضرت کعبؓ بن زُہیر

(المتوفی ۲۶ ۶۶۲ء)

۱	فَقَدْ اَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ مُعْتَذِرًا	وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَقْبُوْلُ
۲	لَقَدْ اَقُوْمُ مَقَامًا لَوْ يَقُوْمُ بِهٖ	اَرٰى وَاَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفِيْلُ
۳	لَظَلَّ يَرْعَدُ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ	مِنَ الرَّسُوْلِ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَنْوِيْلُ
۴	حَتّٰى وَضَعْتُ يَمِيْنِىْ لَا اُنَازِعُهٗ	فِىْ كَفِّ ذِىْ نَقِمَاتٍ قِيْلُهُ الْقِيْلُ
۵	اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَيْفٌ يُّسْتَضَاءُ بِهٖ	مُهَنَّدٌ مِّنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ مَسْلُوْلُ

۱ ۔ میں اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر پہنچا اور معافی و درگزر تو اللہ کے رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

۲ ۔ میں اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور ہاتھی وہ دیکھتا اور سنتا جو میں دیکھ اور سن رہا تھا۔

۳ ۔ تو یقیناً کانپنے لگتا اگر اللہ کے حکم سے رسولؐ اللہ کی طرف سے جود وسخا اور بخشش وعطا نہ ہوتی۔

۴ ۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا داہنا ہاتھ بغیر کسی مناقشے کے اس ہاتھ میں دے دیا جو کٹے کی سزا دے سکتا تھا اور جس کا قول قولِ فیصل تھا۔

۵ ۔ بیشک رسولؐ اللہ وہ سیف ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھنچی ہوئی تلوار ہیں۔

○

اعشٰی[۱]

۱ الم تغتمض عيناك ليلة ارمدا وبتّ كما بات السليم مسهّدا

۲ وما ذاك من عشق النساء وانّما تناسيت قبل اليوم خلة مهددا

۳ ولكن ارى الدهر الذى هو خائن اذا أصلحت كفاى عادى فافسدا

۴ شباب وشيب وافتقار وثروة فلله هٰذا الدهر كيف ترددا

۱ - کیا اس بے خواب رات کو تیری آنکھیں نہیں جھپکیں اور کیا تُو نے ایک مار گزیدہ کی طرح بے چین پوری رات نہیں گزار دی۔

۲ - یہ جو کچھ ہوا عورتوں کے عشق میں نہیں ہوا، لیلاؤں کا عشق تو کب کے بھول چکے۔

۳ - بات یہ ہے کہ زمانہ بڑا بے وفا ہے، جب میری حالت سدھری اس نے بگاڑ دیا۔

۴ - جوانی، بڑھاپا، تنگی، خوشحالی کیسے کیسے پلٹے یہ زمانہ کھاتا ہے۔

○

۱ فآليت لا ارثى لها من كلالة ولا من وجى حتى تزور محمّدا

۲ نبىّ يرى ما لا ترون وذكره أغار لعمرى فى البلاد وانجدا

۳ له صدقات ماتغب ونائل وليس عطاء اليوم مانعه غدا

۴ متى ما تناخى عند باب بن هاشم تراحى وتلقى من فواضله ندٰى

۱ - میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی کی) کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہ کروں گا جب تک کہ

افتاں وخیزاں کسی حال میں وُہ مجھے محمدؐ تک نہ پہنچا دے۔

۲ ۔ وہ ایسے نبی ہیں جو اُن چیزوں پر نظر رکھتے ہیں جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے، اور میری قسم! ان کی شہرت ملک ملک پھیل چکی ہے۔

۳ ۔ ان کے احسانات مسلسل ہوتے ہیں، جن میں ناغہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے یہاں سے بٹنے والی خیرات کم نہیں ہوتی۔ کسی عنایت میں کمی اس لیے نہیں ہوتی کہ گزشتہ روز وہ کی جا چکی ہے۔

۴ ۔ جب تم اپنی اونٹنی کو ابنِ ہاشمؐ کے در پر بٹھاؤ گے تو تمام کلفت بھول جائے گی، آرام پائے گی اور ان کے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) صدقات تم کو سیراب کر دیں گے۔

محمد جار اللہ السمہودی

(قصیدہ ذو قافیتین)

۱ الصبح بدا من طلعتہ واللیل دجا من وفرتہ

۲ فاق الرسلا، فضلاً وعلا وھدی السبلا بدلالتہ

۳ کنز الکرم، مولی النعم ھادی الأمم بشریعتہ

۴ ازکی النسب اعلی الحسب کل العرب فی خدمتہ

۵ سعت الشجر نطق الحجر شق القمر باشارتہ

۶ جبریل اتی لیل الاسرا والرب دعاہ لحضرتہ

۷ نال الشرفا واللہ عفا عما سلفا من امتہ

۸ فوسیلتنا ھو سیّدنا والعزلنا باجابتہ

۱ - ان کے چہرۂ مبارک سے صبح بیدار ہوئی اور گیسوئے پاک سے رات سیہ پوش ہوئی۔

۲ - آپؐ تمام انبیائے کرام پر فضل و بلندی کے لحاظ سے سبقت لے گئے اور لوگوں کو اپنی رہنمائی کے ذریعہ حق کی راہوں پر لگایا۔

۳ - ذاتِ گرامی ہے خزانہ شرافت و سیر چشمی کا، اور مالک و وارث ہے تمام نعمتوں کی، اور آپؐ ساری اُمتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والے ہیں۔

۴ - پاکیزہ تر نسب والے، اعلیٰ ترین خاندانی شرف رکھنے والے! سارے عرب آپؐ کے دریوزہ گر اور خدمت گزار ہیں۔

۵ - آپؐ کے ایک اشارہ پر درخت دوڑے، پتھر بولے اور چاند دو ٹکڑے ہوا۔
۶ - شبِ معراج جبریلؑ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور رب کریم نے آپؐ کو اپنی حضوری میں طلب فرمایا۔
۷ - بلندیاں حاصل کیں اور اللہ نے آپؐ کی اُمت کے سابق گناہ بخش دیئے۔
۸ - ہمارا وسیلہ ہمارے آقا ہیں، ہماری سربلندی آپؐ کے قبول فرما لینے میں ہے۔

○

حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطّلب

(المتوفی ۶۴۱ء)

۱ ارقت وبات لیلی لا یزول — ولیل اخی المصیبة فیه طول

۲ وأسعدنی البکاء وذاك فیما — اصیب المسلمون به قلیل

۳ اصبنا بالنبی وقد رزأنا — مصیبتنا فمحملها ثقیل

۴ فلم نر مثله فی الناس حیا — ولیس له من الموتی عدیل

۵ افاطم ان جزعت فذاك عذر — وان لم تجزعی فهو السبیل

۶ فقبر ابیك سید کل قبر — وفیه سیّد الناس الرسول

۷ صلاة الله من رب رحیم — علیه لا تحول ولا تزول

۱ - میری نیند اُچٹ گئی، میری رات ختم ہونے پر نہیں آتی، مصیبت زدہ کی رات دراز ہوتی ہی ہے۔
۲ - گریہ سے مجھے سکون ملا، مگر مسلمانوں پر جو مصیبت پڑی ہے اس کے لحاظ سے یہ گریہ بہت معمولی ہے۔
۳ - نبی کی جُدائی کا غم پڑا ہے، اس مصیبت نے ہمیں گھیرا ہے جس کا تحمل مشکل ہے۔
۴ - ہم نے کسی زندہ کو اُن کے جیسا نہیں پایا اور نہ وفات پانے والوں میں ان کا کوئی ہمسر ہے۔
۵ - فاطمہؓ! اگر آپ ماتم کرتی ہیں تو آپ معذور ہیں، اور اگر ماتم نہ کریں تو یہ اولیٰ ہے۔
۶ - آپؓ کے والد کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے، جس کے اندر تمام انسانوں کے سردار رسول اللہؐ آرام فرما رہے ہیں۔
۷ - اللہ جو مالک اور رحیم ہے، اس کی لاکھوں رحمتیں رسول اللہ پر نازل ہوں اور مسلسل تا قیامت نازل ہوتی رہیں۔

○

۱ لعمرك انّی یوم أحمل رایة — لتغلب خیل اللاتِ خیل محمّد

۲ لكالمظلم الحيران اظلم ليله فهٰذا أوانی حين اهدىٰ فاهتدی

۳ هدانی هادٍ غير نفسی ودلنی على الله ماطردته كل مطرد

۴ أصد وأنأى جاهداً من محمّد وادعٰى وان لم انتسب من محمد (اسد الغابہ)

۱ - تمہاری قسم: جب میں وہ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا کہ "لات" کی فوج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوج پر غالب آجائے۔

۲ - تو میں تاریکی میں پڑا ہوا حیران شخص تھا، جس کی رات تاریک ہو۔ مگر اب میرا وقت آگیا ہے کہ مجھے ہدایت مل رہی ہے اور ہدایت پا رہا ہوں۔

۳ - ہدایت دینے والے (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ہدایت دے دی ہے۔ وہ ہادی جو میرے نفس کے علاوہ ہے اور انہوں نے مجھے اللہ کا راستہ دکھایا۔ وہ راستہ جس سے میں ہر طرح سے گریز کر رہا تھا۔

۴ - اب میں پوری کاوش سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتا ہوں اور اگرچہ اپنی نسبت محمدؐ سے نہیں کرتا ہوں مگر انہی کے گروہ میں مجھے بھی پکارا جاتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ میں خود فخریہ طور پر نہیں کہتا پھرتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قریب ہوں اور میرا یہ رشتہ ہے، مگر لوگ انہی کے زمرہ میں مجھے سمجھنے لگے ہیں)

○

حضرت عباسؓ بن مرداس

۱ رأيتك يا خير البرية كلها نشرت كتاباً جاء بالحق معلما
۲ ونورت بالبرهان امرًا مدمسًا وأطفأت بالبرهان جمرا مضرما
۳ فمن مبلغ عن النبی محمدا وكل أمرئٍ يجزى بما قد تكلما
۴ تعالىٰ علواً فوق عرش الٰهنا وكان مكان الله اعلىٰ واعظما

(شرح شواہد المغنی ص ۲۴، ابنِ ہشام ج ۲ ص ۶۰، تہذیب ابن عساکر ج ۲ ص ۲۵۵)

۱۔ اے کائناتِ ارضی کی سب سے بہتر متاع! میں نے دیکھ لیا کہ آپؐ نے وہ احکامِ الٰہی پھیلائے جس نے حق کو بالکل آشکارا کر دیا۔

۲۔ اور وُہ شے جو آج تک تاریکیوں میں دبی پڑی تھی تو اس کو برہانِ حق سے روشن کر دیا اور دہکتی ہوئی چنگاریوں کو اسی برہان سے بجھا دیا۔

۳۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا یہ پیغام کوئی پہنچا دے اور ہر شخص اپنے قول کی جزا پاتا ہے۔

۴۔ عرشِ بریں پر خدائے بزرگ و برتر کی ذات بلند و بالا ہے اور خدا کا مقام ہمارے تصورات اور ادراکات سے بلند تر ہے۔

○

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

(المتوفی ۶۲۹ء)

۱ یارب لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

۲ فانزلن سکینۃ علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

۳ ان الذین قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنۃ أبینا

۱ - اے رب! اگر تُو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تصدیق کرتے نہ عبادت کرتے۔
۲ - ہمارے دلوں پر سکینۃ کا نزول فرما، دشمنوں سے اگر مڈھ بھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔
۳ - ہم پر یورش کرنے والے اگر فتنہ پر آمادہ ہوں تو ہلاک ہو جائیں۔

○

۱ خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الیوم نضربکم عن تاویلہ

۲ ضرباً یزیل الھام عن مقیلہ ویذھل الخلیل عن خلیلہٗ

۱ - اے کافر بچو! رسول اللہ کا راستہ خالی کر دو، آج ہم تمہیں اسلام کے احکام پر عمل کرتے ہوئے تم کو ماریں گے۔
۲ - ایسی مار جو سر کو کھوپڑیوں سے جُدا کر دے گی، اور جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے بے نیاز کر دے گی۔

○

۱ روحی الفدا لمن اخلاقہ شھدت بانہ خیر مولود من البشر

۲ عمّت فضائلہ کل العباد کما عمّ البریّہ ضوءُ الشمس والقمر

۳ لو لم تکن فیہ اٰیات مّبیّنہ کانت بدیھتہ تنبیك بالخبر

۱ - میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔

؎ سیرۃ ابن ہشام - سہیلی

۲ ۔ ان کے احسانات ساری مخلوق کے لیے عام ہیں، جیسے چاند اور سورج کی روشنی ساری دنیا کے لیے عام ہے۔
۳ ۔ اگر ذاتِ گرامیؐ میں دوسری روشن دلیلیں نہ بھی ہوتیں تو خود آپؐ کا چہرۂ انور تم کو حقیقت بتا دیتا۔

○

۱ انی تفرست فیك الخیر أعرفه — والله یعلم أن ماخاننی البصر
۲ انت النبی من یحرم شفاعته — یوم الحساب فقد ازری به القدر
۳ فثبت الله ما اٰتاك من حسن — تثبیت موسٰی ونصرا کالذی نصروا (اسد الغابہ)

۱ ۔ میں نے آپ کو دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جن کا مجھے علم ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے کوئی غلطی نہیں کی۔
۲ ۔ آپؐ وہ نبی ہیں جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اُس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا۔ (یعنی (ایک محروم اور بدقسمت شخص ہی آپؐ کی شفاعت سے محروم رہے گا)
۳ ۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کو ان خوبیوں کے ساتھ ثابت قدم رکھے جو اس نے آپؐ کو عطا فرمائی ہیں، جیسے حضرت موسٰی کو ثابت قدم رکھا اور جس طرح اللہ نے حضرت موسٰی اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اسی طرح آپؐ کی مدد کرے۔

○

۱ وفینا رسول الله یتلوا کتابه — اذا انشق معروف من الفجر ساطعُ
۲ ارانا الهدٰی بعد العمٰی فقلوبنا — به موقنات أن ما قال واقعُ
۳ یبیت یجافی جنبه عن فراشه — اذا استثقلت بالمشرکین المضاجعُ (اُسد الغابہ)

۱ ۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسولؐ ہیں، جو اللہ کی کتاب اس وقت تلاوت کرتے ہیں، جب صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔
۲ ۔ اُنھوں نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی جس کو پانے کے لیے ہمارے پاس آنکھیں نہ تھیں، چنانچہ ہمارے دلوں کو پورا یقین ہے کہ آپؐ نے جو بھی فرمایا ہے وُہ ہو کر رہے گا۔
۳ ۔ وہ راتیں اس طرح گزارتے ہیں کہ جسم پاک بستر سے علیحدہ رہتا ہے، جبکہ مشرکین کے بوجھ سے بستر بھی پناہ مانگتے ہیں۔

○

ابو العتاہیہ

(المتوفی ۲۱۶ھ)

۱ یا بنی آدم، صونوا دینکم ینبغی للدین ان لا یطرح
۲ واحمدوا الله الذی أکرمکم بنبیّ قام فیکم، فنصح
۳ بنبیّ فتح الله بہ کل خیر نلتموہ و شرح
۴ مرسل لو یوزن الناس بہ فی التقی و البر شالوا و رجع
۵ فرسول الله أولی بالعلی و رسول الله أولی بالمدح

۱۔ لوگو! اپنے دین کو بچاؤ، دین کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔
۲۔ خدا کا شکر کرو جس نے تمہیں ایک پیغمبر بھیج کر عزت دی، جس نے تمہارے درمیان کھڑے ہو کر خیر خواہی کی بات کہی۔
۳۔ ایسے پیغمبر کے ذریعہ تمہیں سرفراز کیا جس کے ہاتھوں اللہ نے تمہارے لیے ہر خیر و برکت کا دروازہ کھول دیا، جس کو تم نے حاصل کر لیا اور اس نبیؐ نے اس کو کھول کر بتا دیا۔
۴۔ وہ ایسے فرستادہ (پیغمبر) ہیں کہ اگر دنیا کے سارے انسانوں کو ایک پلّے پر رکھا جائے اور ان کو ایک دوسرے پلڑے پر، تو ان کا (یعنی رسولؐ کا) پلڑا بھاری رہے گا اور ساری دنیا کا پلڑا ہلکا ہو گا۔
۵۔ رسول اللہؐ سب سے زیادہ ستائش اور مدح کے اہل ہیں۔ رسول اللہؐ سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔

○

۱ سلام علی قبر النبی محمّد نبی الهدی و المصطفیٰ و المؤمّل
۲ نبی هدانا الله بعد ضلالة به، لم نکن لولا هداه لنهتدی

۳ فکان رسول الله مفتاح رحمة   من الله اهداها لکل موحد

۴ وکان رسول الله افضل من مشیٰ   علی الارض، إلا أنه لم یخلد

۵ شهدت علی أن لا نبوة بعده   وأن لیس حي بعده بمخلد

۱ - سرورِ عالم، ہادی رسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام۔
۲ - اس نبیؐ پر سلام جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر لگایا، اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔
۳ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ الٰہی کی کلید تھے، وہ کلید جو ہر صاحبِ ایمان موحد کو عطا کی گئی ہے۔
۴ - روئے زمین پر آج تک جن لوگوں کے قدم پڑے ہیں ان میں رسولؐ اللہ سب سے برگزیدہ اور افضل تھے، البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دُنیا میں نہیں آئے تھے (یعنی حی و قیوم صرف اللہ کی ذات ہے)۔
۵- میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور یہ کہ کوئی ذی روح ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے اٹھا لیا تو پھر کون ہے جس کو موت سے رستگاری ہو سکتی ہے)

○

۱ علی رسول الله منی السلام   ما کان إلا رحمة للانام

۲ أحیا به الله قلوبا کما   أحیا موات الارض صوب لغمام

۳ أکرم به للخلق من مبلغ   هاد، وللناس به من امام

۴ وأصبح الحق به قائما   وأصبح الباطل دحض لمقام

۵ کان رسول الله یدعوا إلی   مدرجة الحق ودار لسلام

۱ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، آپؐ سارے جہان کے لیے سرتاپا رحمت تھے۔

۲ - اللہ نے آپؐ کے ذریعہ انسانوں کے مُردہ قلوب کو اس طرح زندہ کر دیا جس طرح تیز بارش کے بعد خشک (مردہ) زمین زندہ (ہری بھری) ہو جاتی ہے۔

۳ - خلقِ خدا کے لیے کتنے عظیم المرتبت، دعوتِ حق کے پہنچانے والے ہیں اور لوگوں کے لیے کتنے بڑے رہنما ہیں (یعنی آپؐ کی قدر و منزلت کی کوئی انتہا نہیں ہے)

۴ - حق آپؐ کی بدولت قائم و دائم ہوگیا، باطل آپؐ کی وجہ سے پسپا ہوگیا۔

۵ - رسولؐ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) راہِ حق اور سلامتی کی منزل کی طرف دعوت دیتے تھے۔

○

حضرت عبداللہ بن زبعریٰ رضؓ

(۱)

۱ یارسول الملیك ان لسانی راتقٌ ماشفقت إذ انا بور

۲ إذ أُجاری الشیطان فی سنن الغی ومن مال میله مثبور

۳ إنّ ماجئتنا به حق صدق ساطع نوره مضی منیر

۴ جئتنا بالیقین والبر والصد ق وفی الصدق والیقین سرور

۵ أذهب الله ضلة الجهل عنا وأتانا الرخاء والمیسور

۱۔ اے خدائے برتر وحاکم کے پیغمبر! میری زبان آج اس چاک کو رفو کر رہی ہے جو میں نے اس وقت چاک کیا تھا، جبکہ میں ہلاکت کے راستہ پر تھا۔

۲۔ اور جبکہ میں گمراہی کے راستے پر شیطان کے ساتھ دوڑ رہا تھا، اور جو بھی شیطان کے راستہ پر گامزن ہوگا، ہلاک ہو کر رہے گا۔

۳۔ بلاشبہ آپؐ جو دین لائے ہیں وُہ صداقت وحقانیت کا دین ہے، جس کی روشنی پھیل رہی ہے، اور وہ اُجالا پھیلا رہی ہے۔

۴۔ آپؐ جو دین لائے ہیں، وہ یقین، بھلائی اور سچائی کا دین ہے، اور سچائی اور یقین میں مسرتیں پنہاں ہیں۔

۵۔ اللہ نے آپؐ کے ذریعہ جاہلیت کی گمراہی ہم سے دُور کردی اور فراغت وخوشحالی عطا فرمائی۔

(۲)

۱ منع الرقاد، بلابل وهُمُوم واللیل معتلج الرِّواق بَهِیمُ

۲ ممّا أتانی أن أحمد لامنی فیہ، نبتُّ کانّنی محموم

۳ یاخیر من حملت علی اوصالھا عَیرانۃٌ سُرُحُ الیدین رسوم

۴ انّی لمعتذر الیك من الذی اسدیت اذأنا فی الضلال أھیم

۵ ایام تامرنی بأغوی خطّۃٍ سھم وتامرنی بھا مخزوم

۶ فاغفر فدًی لك والدیّ کلاھما ذنبی فانّك راحم مرحوم

۷ وعلیك من اثرالملیك علامۃ نورٌ أضاء وخاتم مختوم

۸ مضت علی العداوۃ فانقضت اسبابھا ودعت اواصر بیننا وحلوم

۱۔ تشویش اور اندیشوں نے نیند اُچاٹ کر دی ہے، شبِ تار کے سیاہ پردے روشنی کی ایک جھلک بھی اندر نہیں آنے دیتے۔

۲۔ یہ کیفیتِ (غم) اس لیے ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا ہے کہ وُہ مجھ سے ناراض ہیں، لہٰذا میری رات گزر رہی ہے جیسے میں تپ زدہ ہوں۔

۳۔ اے وہ ذات جس سے بہتر شخصیت کو آج تک کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر نہیں بٹھایا ہے۔ (وہ اونٹنی جس کی ہڈیاں مضبوط، قدم تیز اور اتنے وزنی ہیں جو زمین پر پڑتے ہیں تو زمین میں نشان بن جاتے ہیں)

۴۔ میں معذرت خواہ ہوں ان لغزشوں سے جو مجھ سے گمراہی کی حالت میں سرزد ہوئی تھیں۔

۵۔ اس وقت جبکہ قبیلہ سہم والے گمراہ ترین چال چلنے پر مجبور کر رہے تھے اور قبیلہ مخزوم والے بھی یہی سازش کر رہے تھے۔

۶۔ لہٰذا معاف فرما دیجئے میرا گناہ، میرے ماں باپ دونوں آپ پر قربان ہوں، کیونکہ آپؐ رحم کرنے والے ہیں، اور آپؐ خود موردِ رحمت ہیں۔

۷۔ خدائے بزرگ و برتر کے حکم کی علامت آپؐ کے وجود سے ظاہر ہے، آپؐ کا وجود ایک روشنی ہے، جس نے اجالا پھیلایا اور مہرِ نبوت ہے جو ثبت کر دی گئی ہے۔

۸۔ دشمنی ختم ہوئی اور دشمنی کے اسباب ختم ہوئے، ہمارے اور آپؐ کے درمیان کا وُہ دور ختم ہوا جبکہ تعلقات منقطع تھے۔

○

حضرت کعب بن مالک رض

۱ قضینا من تهامة کل ریب — وخیبر ثم اجمعنا السیوفا

۲ نخیرها و لو نطقت ، لقالت — قواطعهن : دوسًا أو ثقیفا

۳ وانا قد اتیناهم بزحفٍ — یحیط بسور حصنهم صفوفا

۴ رئیسهم النبی وکان صلبا — نقی القلب مصطبرا عزوفا

۵ رشید الأمر ذو حکم وعلم — وحلم لم یکن نزقا خفیفا

۶ نطیع نبینا و نطیع ربًّا — هو الرحمان، کان بنا رؤوفا

۱ - جب تہامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے، اب دشمنوں کا وہاں کھٹکا نہیں رہا، اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے، پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اکٹھا کیا۔

۲ - ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیئے ہوئے ہیں، اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہتیں کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔

۳ - ہم ایک فوج لے کر ان تک پہنچے ہیں، ان کے قلعوں کے حصار کو صف بستہ فوج گھیرے ہوئے ہے۔

۴ - ان جواں مردوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ایک پختہ کار انسان ہیں، دل کے پاک، صبر کرنے والے، پست باتوں سے بہت بلند۔

۵ - جن کا معاملہ بہت سلجھا ہوا ہے تدبر، علم اور بردباری والے، اوچھی باتوں اور ہلکے پن سے بہت دور۔

۶ - ہم اپنے نبی کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں جو کہ بہت رحم کرنے والا ہے اور ہم پر انتہائی شفقت فرمانے والا ہے۔

(۲)

۱ فینا الرسول شهاب ثم یتبعه — نورٌ مضی له فضل علی الشهب

۲ الحق منطقه، والعدل سيرته — فمن يجبه اليه ينج من ثبب

۳ نجد المقدم ماضى الهم معتزم — حين القلوب على رجف من الرعب

۴ يمضى ويذ مرناعن غيرمعصية — كأنه البدر لم يطبع على الكذب

۵ بدالنا فاتبعناه نصدقه — وكذبوه، فكنا اسعد العرب[1]

۱ - ہمارے درمیان اللہ کے رسول ایک درخشندہ ستارہ کے مانند ہیں جن سے روشنی کی ایک لَو نکلتی ہے جو سب کو روشن کر دیتی ہے اور دوسرے تمام ستاروں کو روشنی بخشتی ہے۔

۲ - ان کی بات حق ہے، ان کی سیرت عدل ہے، جس نے ان کی پیروی کی ہلاکت سے نجات پا گیا۔

۳ - جبکہ (جنگ کی ہولناکیوں سے) رعب سے لوگوں کے دل دھڑکنے لگتے ہوں اس وقت آپؐ بے باکی سے آگے بڑھنے والے، عزم وہمت کے دھنی اور ارادہ کے مضبوط نظر آتے ہیں۔

۴ - خود آگے بڑھتے ہیں اور ہمیں للکارتے ہیں، اور یہ للکارنا معصیت کا نہیں ہوتا گویا کہ وہ ماہِ تمام ہیں، جھوٹ سے تو ان کی سرشت پاک ہے۔

۵ - وہ ہم میں ظاہر ہوئے، ہم نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے اتباع کیا، دوسروں نے ان کو جھٹلایا، لہذا عربوں میں سب سے زیادہ خوش بخت ہم ہی تھے۔

(۳)

۱ يا عين بكى بدمع ذرى — لخير البرية والمصطفىٰ

۲ وبكى الرسول وحُقَّ البكا — عليه لدى الحرب عند اللقا

۳ على خير ماحملت ناقةٌ — وأتقى البرية عند التُّقىٰ

۴ على سيّدٍ ماجدٍ جحفلٍ — وخير الأنام وخير اللُّهىٰ

۵ له حسبٌ فوق كل الأنام — من هاشم ذٰلك المرتجىٰ

---

[1] روایت ابن اسحاق، منقول از سیرۃ ابن ہشام ج ۳ و ۴ ص ۱۷۰، ۳۷۰

۶ نخص بما کان من فضلہ وکان سراجالنا فی الدُّجیٰ

۷ وکان بشیرا لنا منذرا ونورا لنا ضوءہ قد أضا

۸ فأنقذنا اللہ فی نورہ ونجی برحمتہ من لظیٰ

۱ - اے آنکھ! آج اتنا روکہ آنسوؤں کا تار بندھ جائے اس ذات پر جو کائنات میں سب سے برگزیدہ اور منتخب تھی۔
۲ - پیغمبرؐ پر رو، ان پر رونا روا ہے، جب دشمن سامنے آئیں اور جنگ کی کٹھن گھڑی ہو۔
۳ - اس پر رو، جن سے بہتر ذات کو کسی اونٹنی نے اپنے اوپر سوار نہیں کیا ہوگا، اور وہ ذات جو خدا کی مخلوقات میں سب سے زیادہ محتاط، پرہیزگار تھی۔
۴ - ان پر رو جو سردار تھے، بلند کردار تھے، عظیم المرتبت تھے، تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ تھے اور سخاوت میں بے مثل تھے۔
۵ - آلِ ہاشم میں سے تھے، اور خاندانی عزت میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا، ان سے سب کی امیدیں وابستہ تھیں۔
۶ - ان کی داد و دہش سے ہم سرفراز ہوتے تھے، وہ تاریکیوں میں ہمارے لیے چراغِ راہ تھے۔
۷ - وہ خوشخبری سنانے والے، عذابِ آخرت سے ڈرانے والے اور ایسی روشنی تھے جس سے سب ہی روشن تھے۔
۸ - اللہ نے ان کے صدقے میں اور ان کی بدولت ہمیں ان کی روشنی میں لاکر (تاریکیوں سے) نجات دی اور آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

○

حضرت حسّانؓ بن ثابت انصاری
(المتوفی ۶۶۴۰ء)

۱ وقال الله : قد ارسلت عبدا یقول الحق ان نفع البلاء

۲ شهدت بہ فقوموا صدّقوه فقلتم : لا نقوم و لا نشاء

۱ - اور اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک بندے کو بھیجا ہے، جو حق بات کہتا ہے، اگر آزمائش نفع بخش ہو (تو اس کی صداقت کو آزمالو)

۲ - ہم نے اس کی صداقت پر گواہی دی، تم بھی کھڑے ہوجاؤ اور اس کی صداقت پر گواہی دو ۔ مگر تم نے یہی کہا کہ ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ یہ چاہتے ہیں۔

(پھر چند اشعار کے بعد ابوسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :)

۱ هجوت محمّداً فأجبتُ عنه وعند الله فی ذاك الجزاء

۲ اتهجوه ، ولست له بکفءٍ فشرُّکما، لخیرکما فداء

۳ هجوت مبارکا، بَرّا حنیفا امین الله ،شیمته الوفاء

۴ فان ابی و والده وعرضی لعرض محمد منکم وقاء

۱ - تم نے محمدؐ کی بُرائی کی، میں نے ان کی طرف سے جواب دیا' اور عنداللہ میرے اس کام کا صلہ ہے۔

۲ - کیا تُو ان کی بُرائی کرتا ہے؟ حالانکہ تُو ان کا ہمسر نہیں ہے، تم دونوں میں جو بُرا ہو وہ اس پر قربان ہوجائے جو تم دونوں میں سے اچھا ہے۔

۳ - تُو نے ایسے شخص کی بُرائی کی ہے جو بابرکت ہے، نیک ہے، اللہ والا ہے، خدا کے یہاں معتبر ہے ،جس کی خصلت میں وفا شعاری ہے۔

۴ - میرا باپ' اور باپ کا باپ اور میری عزّت محمدؐ کی عزّت کے لیے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔

(۲)

۱ أغَرُّ علیه للنبوة خاتم   من الله مشهود یلوح ویشهد

۲ وضمّ الاله اسم النبی الیٰ اسمه   اذ قال فی الخمس المؤذن اشهد

۳ وشق له من اسمه لیجلّه   فذو العرش محمودٌ وهذا محمّد

۴ نبیٌّ أتانا بعد یاس وفترة   من الرّسل والاوثان فی الارض تعبد

۵ فأمسٰی سراجًا مستنیراً وهادیا   یلوح کما لاح الصّقیل المهند

۶ وانذرنا ناراً وبشّر جنّةً   وعلّمنا الاسلام فالله نحمد

۷ وانت اله الخلق ربّی وخالقی   بذٰلك ما عمرت فی الناس اشهد

۸ تعالیت رب الناس من قول من دعا   سواك الها انت اعلیٰ وامجد

۹ لك الخلق والنعماء والامر کله   فایّاك نستهدی وایاك نعبد

۱ - آپؐ پر مہرِ نبوت درخشاں ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔
۲ - اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کر دیا اس لیے مؤذن پانچوں وقت اذان میں اشھد .... کہتا ہے۔
۳ - اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا۔ عرش والا (خدا) محمود ہے اور یہ محمدؐ ہیں۔
۴ - یہ ایسے نبی ہیں جو نا اُمیدی اور انبیاؑ کے سلسلۂ بعثت کے طویل وقفے کے بعد ہم تک آئے اور اس وقت آئے جب زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔
۵ - یہ ایک روشن چراغ، روشنی دینے والے اور ہادی بن کر آئے، جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی تلوار چمکتی ہے۔
۶ - ہمیں جہنّم سے ڈرایا، جنّت کی بشارت دی، اسلام سکھایا۔ پس اللہ ہی ہے جس کی ہم حمد کرتے ہیں۔
۷ - اور ساری مخلوق کا معبود میرا رب اور خالق ہے، ہم زندگی بھر اس کی شہادت دیتے رہیں گے۔
۸ - سارے جہاں کے رب! تیری شان بڑی ہے اور تو بلند ہے اس شخص کے قول سے جو تیرے سوا کسی کو پکارتا ہے، تو بہت بلند اور بڑائیوں والا ہے۔

۹ - حیات بخشی اور نفع رسانی اور ساری حکمرانی صرف تیری ہے، ہم تجھ ہی سے ہدایت خواہ ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

(۳)

۱ واللہ ربی لا نفارق ماجدا عف الخليقة ماجد الأجداد

۲ متكرّمًا يدعوا الى رب العلىٰ بذل النصيحة رافع الأعماد

۳ مثل الهلال مباركا ذا رحمة سمح الخليقة طيب الاعواد

۴ ان تتركوا فان ربي قادر امسٰى يعود بفضله العواد

۵ والله ربّي لا نفارق امره ماكان عيش يرتجى المعاد

۶ لا نبتغي ربًّا سواه ناصرا حتى نوافى صحوة الميعاد

۱ - بخدا ہم اس ذاتِ گرامی سے روگردانی نہیں کریں گے، جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پاکباز اسلاف کے لیے قابلِ فخر ہے۔

۲ - احسان فرمانے والے، خدائے بزرگ و برتر کی طرف بلانے والے، خیر خواہ، بڑے سیر چشم اور با مروّت۔

۳ - مہِ نو کی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خُو، عالی نسب۔

۴ - اگر تم لوگ ان کو چھوڑ بھی دو گے تو میرا رب قادر ہے، وُہ اپنے فضل و احسان سے پھر آپ کی طرف مائل ہے، اور اس کا فضل تو بار بار آنے والا ہے۔

۵ - بخدا ہم ان کے دین کو نہیں چھوڑیں گے، ورنہ آخرت میں کسی طرح کی سلامتی کی امید نہ رہے گی۔

۶ - ہم اللہ کے سوا کسی کو رب بنانا نہیں چاہتے اور نہ کسی کو مددگار سمجھتے ہیں، اور حشر تک ہم اس عقیدے پر رہیں گے۔

---

۱ بطيبة رسم للرسول و معهد منير وقد تعفوا لرسوم وتهمد

۲ ولا تنمحي الايات من دار حرمة بها منبر الهادي الذي كان يصعد

۱ - طیبہ میں رسول اللہؐ کے نشانات ہیں اور آپؐ کا بصیرت افروز مرکز ہے، دُنیا کے نشانات مٹتے رہتے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔

۲ - لیکن نشانیاں حرمِ پاک کی نہیں مٹ سکتیں جہاں ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے جس پر آپؐ پڑھا کرتے تھے۔

فبورکت یا قبر الرسول وبورکت　　بلاد ثوی فیہا الرشید المسدّد

اے قبرِ رسولؐ! تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں اور وہ حصۂ زمین بابرکت رہے جس میں ستودہ صفات، توفیق بخش و توفیق یافتہ ذات کا جسمِ اطہر رکھا گیا ہے۔

ما بال عینك لا تنام کانما　　کحلت ماٰقیها بکحل الأرمد

تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سوتی نہیں، گویا اس کی پتلیوں کو آشوب کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

۱　متی یبدُ فی الدّاجی البهیم جبینه　　یلُح مثل مصباح الدجی المتوقّد
۲　فمن کان أو من یکون کاسُماءٍ　　نظامٌ لحق او نکال لملحد

۱ - سیاہ رات میں جب آپؐ کی جبینِ مبارک نظر آتی تو ایک چمک ہوتی جیسے تاریک رات میں کوئی روشن شمع ہو۔
۲ - کون احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سا ہوا ہے یا ہوگا، حق کا پاسبان، ملحد کے عبرت ناک انجام کا باعث۔

○

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ابن شاہ ولی اللہؒ

(المتوفی ۱۸۲۴ء)

۱ فَیَا رِیحَ الصَّبَا عَطْفًا وَّ رِفْقًا — اِلٰی ذَاكَ الْحِمٰی بَلِّغْ سَلَامِیْ
۲ وَاِنْ جُرْتُمْ عَلَیَّ فَلِیْ غِیَاثٌ — بِبَابِ الْمُصْطَفٰی خَیْرِ الْاَنَامِ
۳ اِلَیْهِ تَوَجُّهِیْ وَلَهٗ اسْتِنَادِیْ — وَفِیْهِ مَطَامِعِیْ وَبِهٖ اعْتِصَامِیْ
۴ اَجِرْنِیْ سَیِّدِیْ مِنْ ضَیْمِ سُقْمٍ — اَشَدَّ عَلَیَّ مِنْ وَّقْعِ الْحُسَامِ
۵ وَذِكْرُكَ سَیِّدِیْ حِرْزِیْ وَحِصْنِیْ — اُبِیْدُهٗ بِهٖ عَلَی الْجَیْشِ اللُّهَامِ
۶ مَوَاهِبُكَ الَّتِیْ لَا نَقْصَ فِیْهَا — بِهَا رُبِّیْتَ مِنْ قَبْلِ الْفِطَامِ
۷ فَقَدْ اُعْطِیْتَ مَالَمْ یُعْطَ خَلْقٌ — عَلَیْكَ صَلٰوةُ رَبِّكَ بِالسَّلَامِ

۱ ۔ اے بادِ صبا! از راہِ لطف و کرم میرے اُس حامی و پشتیبان تک میرا سلام پہنچا دے۔
۲ ۔ اے لوگو! اگر تم نے مجھ پر جور و ستم کیا تو میرا فریاد رس موجود ہے ۔ بارگاہِ مصطفیٰؐ کی صورت میں، جو ساری دنیا سے اچھے ہیں ۔
۳ ۔ اُنھیں کی طرف میری توجہ ہے اور انھیں پر میرا اعتماد، اُنھیں کی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے، میں نے انھیں کا دامن تھاما ہے۔
۴ ۔ مجھے نجات دلوائیے میرے آقا، بیماری کے ظلم سے جو مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے ۔
۵ ۔ اور آپ کا تذکرہ، میرے سرکار! میرا حرزِ جان ہے اور میرا قلعہ، اسی سے میں بڑے بڑے لشکروں پر ہلاکت برساؤں گا۔
۶ ۔ آپؐ پر جو عطایائے ربانی ہوئے ان میں کوئی کمی نہیں، انھیں سے آپؐ کی پرورش و تربیت بچپن سے ہوئی تھی۔
۷ ۔ آپؐ کو وہ کچھ دیا گیا جو کسی کو بھی نہ دیا گیا آپؐ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں ہوں سلام کے ساتھ۔

○

علّامہ آزاد بلگرامی

(المتوفی ۱۷۸۶ء)

۱ زاد الإلٰه سنا بقيع الفرقد   حصياته يلمعن مثل الفرقد

۲ ورعى المهيمن بقعةً رضراضها   تحكي جواهر في نحور الخُرَّد

۳ لا غرو أن أربى العقيق على الثرٰى   فاق الجلامد وهو بعض الجلمد

۴ ماءُ العقيق كرامةٌ صمديّةٌ   ألفٰى به المرضٰى شفاه الأكبد

۵ وعلى تذكّر مائه وهوائه   هجمت مدامع مقلتي وتنهّدي

۶ أشجارها قامت على ساق الهدٰى   وظلالها مأوى الرّجال السُّجَّد

۷ أملاك أطباق السّماء طيورها   وصفيرها ذكر الإلٰه السَّرمد

۸ جبريل ثمّ مُهَلّلٌ و مُسَبّحٌ   للّٰه صوت حمامها المُتَغَرِّد

۹ قلبي حمامٌ، بالمدينة، طائرٌ   لكنّ جسمي موثقٌ في مِصْيَد

۱۰ قالت لطرفاء الفلاة حمامةٌ   لم تمرحين وتحزنين؟ فأرشدي

۱۱ قالت لها: أوما ترين مكانتي   قد كان منّا منبرٌ لمحمّد

۱۲ غوث الورٰى، غيث الندى، غرض المنٰى   كهف الأرامل ملجأ المسترفد

۱۳ كحل العُيونِ غبارُ نعل المصطفٰى   وشراكها مُتَمَسَّكُ المُسْتَنْجِد

۱۴ انّ الذين عُيُونهم مُجَلَّوَةٌ   مُتَمَسِّكُونَ بحبله المُسْتَحْصِد

۱۵ عَطفُ النبی علی العفاۃ کرامَۃٌ ۔۔۔ نجنی الجنا من غُصنہِ المتخوّدِ

۱۶ أسنٰی رسول اللّٰہ مرتبۃ الہدٰی ۔۔۔ رافت جلالتہ مقام السؤددِ

۱۷ شُھبُ السماءِ باسرھا مصنوعۃٌ ۔۔۔ من نورھٰذا الکوکب المتوقّدِ

۱۸ آزاد یرجُو من جنابك نظرۃً ۔۔۔ انجح مرام السّائل المترصّدِ

۱۹ اَوصافُكَ الغرّاء ھُنّ کواکبُ ۔۔۔ إحصاؤُھا أعیٰی لسان المنشدِ

۲۰ یاربّ! اھدِ لہ سلاما ناضراً ۔۔۔ مانضّر الأمطار نبت الانجُدِ

(نزہتہ الخواطر ج ۹ از مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنیؒ)

۱ ۔ جنت البقیع کی چمک اور روشنی کو اللہ نے بہت بڑھادیا ہے ، وہاں کے کنکر ، پتھر ایسے چمکتے ہیں جیسے قطب شمالی کی جانب کا روشن تارہ ۔

(" بقیع الفَرقَد " مدینہ منورہ کے اس قبرستان کا نام ہے جس میں صحابۂ کرام ، اہلِ بیت اور ازواجِ مطہرات ، ہزاروں شہداء ، علماء ، حجّاج اور اہلِ مدینہ دفن ہیں ، اور آج تک وہی قبرستانِ عام ہے ۔ اردو میں لوگ اس کو " جنت البقیع " کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ " فَرقَد " قطب شمالی کے اس تارے کو کہتے ہیں جس سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں)

۲ ۔ نگہبانی کرنے والا مالک (اللہ) اس گوشۂ زمین کی اپنی رحمت کے ساتھ نگرانی فرمائے جس کی کنکریاں ان جواہرات کی مانند ہیں جو کسی خوب رُو کے گلے کی زینت ہوں ۔

۳ ۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ عقیق مٹی سے بڑھ گیا ، پتھروں پر فائق ہوگیا اور وُہ خود بھی پتھر ہی کا ایک ٹکڑا ہے ۔ (عقیق وادی کو بھی کہتے ہیں اور لعل وجواہر کی قسم کا ایک پتھر بھی عقیق کہلاتا ہے ۔ مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام " العقیق " ہے ۔ اس شعر میں " وادی العقیق " کی رعایت بھی ہے)

۴ ۔ وادی عقیق کا چشمہ خدائے بے نیاز کا ایک کرشمہ ہے ، مبتلائے الم مریضوں کے لیے شفا ہے ۔

۵ ۔ اس وادی کی ہوا اور پانی کی یاد سے میرے چشم و دل سے آنسوؤں کے سوتے اُبل پڑے ۔

۶ ۔ اس وادی کے درخت ہدایت کے تنوں پر کھڑے ہیں اور ان درختوں کے سائے تلے سجدہ ریز بندوں کا ٹھکانا ہے ۔

۷ ۔ ان درختوں کی شاخوں پر (چہچہانے والے) پرندے طبقات آسمانی کے فرشتے ہیں جن کا نغمہ ہمیشہ رہنے والے خدا کا ذکر ہے ۔

("املاک" ملائکہ کی طرح ملک (فرشتہ) کی جمع ہے، اس کا مصدر 'اُلوکہ' ہے، پیغام رسانی کے معنی میں۔ لغت میں دیکھنا ہو تو اس کو 'لاک' کے مادہ میں تلاش کیجئے)

۸ - وہیں پر (یعنی اسی وادی میں) حضرت جبرئیل بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور کیا کہنا ہے ان درختوں پر چہچہانے والے بلبلوں کا۔

(جس طرح فارسی اور اردو میں "بُلبل" اور ہندی میں "کوئل" ایک علامتی پرندہ ہے عربی میں "حمامہ" (کبوتری۔ جمع 'حمام') ہے)

۹ - میرا دل مدینہ (کی فضا) میں اڑنے والا پرندہ (کبوتر) ہے۔ لیکن میرا جسم شکارگاہ میں قید ہے۔

۱۰ - ایک بلبل نے ایک صحرائی درخت سے پوچھا: تم کس بات پر اکڑتے ہو، تمھیں کس بات پر غرور ہے؟

۱۱ - اس درخت نے جواب دیا: تمھیں میری حیثیت نظر نہیں آتی؟ میرے ہی تنے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منبر بنا تھا۔

۱۲ - (اور کون محمدؐ) وہ جو کائنات کے لیے ایک رحمت، خشک زمین کے لیے آسمانی بارش، تمناؤں کے کعبۂ مقصود، بیواؤں کے سرپناہ، اور بے سہاروں کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

۱۳ - مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جُوتیوں کی خاک آنکھوں کا سُرمہ ہے، اور ان جُوتیوں کا تسمہ نجات کے طالبوں کے لئے سہارا لینے کی رسّی ہے۔

(مُتَمَسَّک اس رسّی کو کہتے ہیں جس کو پکڑ کر دریا میں ڈوبتا ہوا آدمی سہارا لیتا اور کنارے آ جاتا ہے۔ مستنجِد کے معنی ہیں نجات کا طالب)

۱۴ - وہ لوگ جن کی آنکھیں (اس سُرمہ سے) روشن ہو چکی ہیں وہ آپؐ کی نہ ٹوٹنے والی رسّی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

۱۵ - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم نوازشوں کا سرچشمہ ہے، ہم آپؐ کے میووں سے لدی ہوئی شاخوں سے پھل توڑتے رہتے ہیں۔

('متخود' اس شاخ کو کہتے ہیں جو میووں کے بار سے جھک جاتی ہے۔ 'کرامۃ' یہاں اردو کی کرامت کے معنوں میں نہیں بلکہ احسان و انعام کے معنوں میں ہے۔ مفہوم کا لحاظ کرتے ہُوئے "نوازشات کا سرچشمہ" ترجمہ کر دیا گیا ہے)

۱۶ - رسولؐ اللہ نے ہدایت کا رتبہ روشن کر دیا اور آپؐ کی عظمت نے سیادت کے مقام کو بڑھا دیا۔

۱۷ - آسمان کے سب تارے اسی روشن ستارہ کے نور سے بنے ہوئے ہیں۔

۱۸ - آزاد آپؐ کے درِ دولت پر کھڑا نگاہِ کرم کا منتظر ہے، اس سائل کے مقاصد کو بر لائیے جو آپؐ کی عنایت کی

طرف نظریں جمائے ہوئے ہے۔

۱۹۔ آپؐ کی خوبیاں تاروں کی مانند ہیں، جن کا شمار کرنا مدح خواں کے بس سے باہر ہے۔

۲۰۔ اے اللہ! میرا شاداب سلام اُن کی خدمت میں پہنچا دے اور اس وقت تک سلام رسانی کا سلسلہ جاری رہے جب تک بارشیں نشیبی زمینوں کے پودوں کو تازہ کرتی رہیں (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)۔

⊙

احمد شوقی

(المتوفی ۱۹۳۲ء)

(۱)

۱ وُلد الهدیٰ فالکائنات ضیاءُ — وفم الزمان تبسّمٌ وثناءُ

۲ الرُّوح والملأُ الملائك حوله — للدّین والدّنیا بهٖ بُشَراءُ

۳ والعرشُ یزهو والحظیرة تزدهی — والمنتهیٰ والسدرة العصماءُ

۴ وحدیقة الفرقان ضاحکة الرّبا — بالترجان شذیّةٌ، غنّاءُ

۵ والوحیُ یقطرُ سَلسَلاً مِنْ سَلسَلٍ — وَاللوحُ والقلم البدیعُ رَواءُ

۶ نُظِمَتْ اَسَامِی الرُّسُلِ فهی صحیفةٌ — فی اللَّوح واسمُ (محمّدٍ) طغراءُ

۷ اِسمُ الجلالةِ فی بدیع حروفهٖ — الفٌ هُناكَ واسم (طٰہٰ) باءُ

۱ - سرچشمۂ ہدایتؐ پیدا ہو گئے، کائنات میں روشنی پھیل گئی، زمانہ کے لبوں پر تبسم اور حمدِ باری ہے۔

۲ - روح القدس، فرشتے، ملاءِ اعلیٰ، ان کے اردگرد، دین و دنیا (کی سرفرازی) کی نویدیں دینے والے ہیں۔

۳ - عرشِ بریں دمک رہا ہے۔ حظیرۃ القدس، سدرۃ المنتہیٰ (جو اپنی نشانی میں ممتاز ہے) سب جگمگا رہے ہیں۔

۴ - گلشن فرقان کی پگڈنڈیاں خنداں ہیں، شاداب و سرسبز ہیں (اپنے) ترجمان (کی آمد) پر۔

۵ - وحی کی رِم جھِم بارش ہو رہی ہے، انوکھی شان والے لوح وقلم کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔

۶ - پیغمبروں کے اسمائے گرامی خوبصورتی کے ساتھ لوح پر جڑ دئے گئے ہیں جن سے ایک چوکھٹا تیار ہو گیا ہے، اور اس کے وسط میں اسمِ محمدؐ طغریٰ ہے۔

۷ - اللہ کا نام بے نظیر حروفِ تہجی میں اس لوح کا "الف" ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "طٰہٰ" اسی تختی میں "ب" ہے۔ (الف کے بعد ب آتی ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وہاں

درج ہے ۔ ’بعد از خدا بزرگ توئی‘ کا مفہوم ہے)

یا خیر من جاء الوجود تحیۃً

من مرسلین الی الھدیٰ بک جاؤوا

اے وہ ذاتِ گرامی، جو دنیا میں ظاہر ہونے والوں میں سب سے بہتر ہے، آپؐ پر پیغمبروں کا سلام ہو جو آپ کی ہدایت لے کر آئے تھے۔

۱	فاذا سخوت بلغت بالجود المدی	وفعلت ما لا تفعل الانواءُ
۲	واذا عفوت فقادرًا ومقدّرًا	لَا یَسْتَھِینُ بعَفوِك الجُھَلَاءُ
۳	واذا رحمت فانت امٌّ و ابٌ	ھٰذان فی الدّنیا ھُمَا الرُّحَمَاءُ
۴	وَاذا غَضِبْتَ فانّماھِیَ غَضْبَۃٌ	فی الحقِّ لاضِغْنٌ ولا بَغْضَاءُ
۵	وَاِذا رضیت فذاك فی مرضاتہٖ	ورضی الکثیر تحلّمٌ ورِیَاءُ
۶	واذا خطبت فللمنابر ھزّۃ	تعروا النّدیّ وللقلوبِ بُکاءُ
۷	واذا قضیت فلا ارتیاب، کانّما	جاءَ الخُصومُ من السّماءِ فضاءُ
۸	واذا حمیت الماء لم یورد، ولو	أن القیاصر والملوك ظماءُ
۹	واذا اجرت فانت بیت اللہ، لم	یدخل علیہ المستجیر عداءُ
۱۰	واذا ملکت النفس قمت ببرّھا	وأن ما ملکت بدالك الشاءُ
۱۱	واذا بنیت فخیرُ زوج عشرۃً	وإذا ابتنیت فدونك الا باءُ
۱۲	واذا صحبت رای الوفاء مجسّمًا	فی بُردك الاصحاب والخلطاءُ
۱۳	واذا اخذت العھد أو اعطیتہٗ	فجمیع عھدك ذمّۃٌ ووفاءُ

۱۴ وإذا مَشَيْتَ إلى العدا فغضنفرٌ وإذا جريت فانّك النّكباءُ

۱ - جب آپؐ نے سخاوت کی تو سخاوت کو عروج تک پہنچا دیا اور وہ کرکے دکھایا جو "مانسون" نہیں کر سکتا (سخاوت میں آپؐ بارش سے زیادہ فیض رساں تھے)

۲ - عفو و درگزر سے جب آپؐ نے کام لیا تو (انتقام یا سزا دینے کی) پُوری طاقت رکھتے ہُوئے اور (دشمن کو) پُورا موقع دینے کے بعد معاف کیا، ناواقف لوگ بھی آپؐ کے عفو و درگزر کی ناقدری نہیں کر سکتے۔

۳ - جب آپؐ نے رحم و شفقت کا سلوک کیا تو (ایسا معلوم ہوا کہ) آپؐ ماں ہیں اور باپ ہیں، دنیا میں ماں باپ ہی رحم و شفقت کرنے والے ہیں۔یعنی دنیا میں شفقت کا مظہر ماں باپ ہوتے ہیں۔

۴ - اور کبھی آپؐ غضبناک ہوئے تو محض حق کی خاطر غصہ آیا، اس میں نہ تو کینہ کو دخل تھا اور نہ بغض کو۔

۵ - اور کبھی آپؐ کسی سے خوش ہوئے تو یہ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے تھا جبکہ بہت سے لوگوں کی رضامندی بناوٹی بردباری اور دکھاوے کے لیے ہوتی ہے۔

۶ - جب آپؐ نے خطبہ دیا تو منبروں کو وجد آگیا، مجلس جھوم اٹھی، دل امنڈنے لگے۔

۷ - جب آپؐ نے (کسی قضیہ کا) فیصلہ دیا تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی، متنازع گروہوں کو (ایسا معلوم ہوا کہ) آسمان سے ان کے لیے فیصلہ نازل ہوا ہے۔

۸ - جب آپؐ نے کسی چشمہ (یا پانی کی گھاٹی) کی مدافعت اپنے ذمّہ لی تو (اس کی ایسی ناکہ بندی کر دی کہ) کوئی وہاں اتر نہ سکا، خواہ بڑے بڑے سلاطین وقت پیاسے ہوں۔

۹ - اگر آپؐ نے کسی کو امان دی تو (گویا) آپؐ بیت اللہ ہیں، جس میں پناہ لینے والے پر دشمن حملہ آور نہیں ہو سکتے۔

۱۰ - اگر آپؐ کسی کے آقا (مالک) بنے تو اس سے حُسنِ سلوک کا حق ادا کر دیا، خواہ آپؐ جس کے مالک بنے ہیں، وہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱ - اگر آپؐ نے نکاح کیا تو حُسنِ معاشرت کے لحاظ سے بہترین شوہر آپؐ تھے، اور جب آپؐ باپ بنے تو سارے باپ آپؐ سے کمتر رہے۔

۱۲ - اگر آپؐ کسی کے ساتھی بنے تو اصحاب و ہمنشیں حضرات نے آپؐ کی چادروں میں (یعنی آپؐ کی ذات میں) وفا کو مجسم پایا (آپؐ کو مجسمِ وفا پایا)۔

۱۳ - اگر آپؐ نے کوئی معاہدہ کیا یا کسی کو زبان دی تو آپؐ کے سارے معاہدے یا ذمہ داری، پاسِ عہد اور وفاداری (کا بہترین نمونہ) ثابت ہوئے۔

۱۴ - جب آپؐ نے دشمنوں کی طرف پیش قدمی کی (تو محسوس ہُوا کہ "ضیغم ڈکارتا ہوا نکلا کچھار سے") اور جب آپؐ

چلے تو" جیسے چلے بادِ بہاری۔"

(۲)

سلوا قلبی غداة سلا و ثابا

لعلّ علی الجمال لہ عتابا

میرے دل سے (اس کی حالت) پوچھو، جس صبح کو وُہ اپنے ہوش و حواس میں آگیا، شاید حُسن کے خلاف وہ شکوہ سنج ہو۔

و یُسأل فی الحوادث ذو صوابٍ

فهل ترك الجمال له صوابا

مصائب کے موقع پر تو ہوشمند آدمی سے بات دریافت کی جاتی ہے (کہ کیا ہوا، کیا ہوا تھا؟) مگر کیا حُسن نے اس کی صواب دید باقی رکھی ہے؟

۱ تجلّی مولدُ الهادی، و عمّت — بشائره البوادی و القصابا

۲ و أسدت للبريّة بنت وهبٍ — يدًا بيضاءَ طوّقت الرّقابا

۳ لقد وضعته وهّاجًا، منيرًا — كما تلد السّماواتُ الشهابا

۴ فقام على سماءِ البيت نورًا — يضئُ جبال مكة و النقابا

۵ وضاعت يثرب الفيحاء مسكًا — وفاحَ القاعُ أرجاءً و طابا

۶ ابا لزهراء قد جاوزت قدری — بمدحك بيد أن لی انتسابا

۷ فما عرف البلاغة ذو بيان — اذا لم يتّخذك له كتابا

۱۔ ہادی (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی میلاد (کا دن) آگیا، اور اس کی خوشیاں شہر شہر، قریہ قریہ ہر جگہ پھیل گئیں۔

۲ - بنتِ وہب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب) نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا اور احسان کا قلادہ ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا۔

۳ - انھوں نے (بنتِ وہب نے) حضورؐ کو ایک روشنی بخشنے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا، جس طرح آسمانوں سے چمکتے ستارے پیدا ہوتے ہیں۔

۴ - بیت اللہ کی چھت پر ایک نُور چمکا، جس نے مکہ، اس کی پہاڑیوں اور پہاڑی راستوں کو روشن کر دیا۔

۵ - معطر یثرب مشک سے مہک اُٹھا، وادیوں کے گوشے گوشے عطر بیز ہو گئے اور ان کی رونق بڑھ گئی۔

۶ - پدرِ زہراء! میں نے آپؐ کی مدح کر کے اپنی حیثیت سے تجاوز کیا ہے۔ ہاں مجھے ایک نسبتِ غلامی ضرور حاصل ہے۔

۷ - اگر کوئی صاحبِ قلم آپؐ کو اپنا موضوع نہ بنائے تو وہ بلاغت سے بے بہرہ ہے۔

(۳)

۱ رِیمٌ علی القاع بین البان والعَلَمِ ‏ ‏ احلّ سفك دمی فی الاشهر الحُرُمِ

۲ رمی القضاء بعینی جوذر اسدًا ‏ ‏ یاساکن القاع ادرك ساکن الاجمِ

۳ لمّا رنا حدّثتنی النفس قائلةً ‏ ‏ یا ویح جنبك بالسهم المصیب رُمی

۴ جحدتها وکتمت السّهم فی کبدی ‏ ‏ جُرحُ الاحبّة عندی غیر ذی اَلَمِ

۱ - ایک آہو (ہرنی)، جو "بان" کے درختوں اور ٹیلوں کے درمیان ایک وادی میں ہے اس نے میرے خون کے بہائے جانے کو حُرمت والے مہینوں میں حلال کر دیا۔

۲ - قضا (و قدر) نے ایک ہرنی کی آنکھوں سے ایک شیر کو مار گرایا، اے وادی کی رہنے والی (یعنی ہرنی) جھاڑی کے رہنے والے (یعنی شیر) پر رحم کر۔

۳ - جب اس نے ٹکٹکی لگا کر دیکھا تو میرے دل نے کہا، ہائے میرا دل نشانے پر لگ جانے والے تیر سے مارا گیا۔

۴ - میں نے اپنے دل کی بات کو جانتے بُوجھتے جھٹلایا، اور پیوست شدہ تیر کو اپنے جگر میں چھپا رکھا، کیونکہ دوستوں کا تیر میرے نزدیک درد دینے والا نہیں ہوتا۔

۱ اِن جلّ ذنبی عن الغفران، لی أملٌ ‏ ‏ فی اللہ یجعلنی فی خیر معتصمِ

۲ القی رجائی اذا عزّ المجیر علی ‏ ‏ مُفرّجُ الکرب فی الدّارین والغممِ

۳ اذا خفضت جناح الذل اسأله — عزّ الشفاعة لم اسئال سوی امم

۴ وان تقدم ذو تقوی لصالحةٍ — قدّمت بین یدیه عَبرة النّدم

۵ لزمت باب امیر الانبیاء ، ومن — یمسك بمفتاح باب الله یغتنم

۶ فکل فضلٍ و احسان و عارفةٍ — ما بین مستلم منه و ملتزم

۷ علقت من مدحه حبلاً اعزّ به — فی یوم لا عِزّ بالانسابِ واللُّجَم

۸ محمّدٌ صفوة الباری ورحمتهٗ — وبُغیَةُ اللّٰهِ من خلق ومن نسم

۱ - اگرچہ میری معصیتیں ناقابل بخشش ہیں، لیکن مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے گا۔

۲ - اس دن جبکہ پناہ کا ملنا دشوار ہوگا یعنی روزِ قیامت میں امید کا سہارا اس ذات کو بناؤں گا جو مصائب اور دردناک صورتِ حال کو دُور کرنے والا ہے (مراد اللہ تعالیٰ ہے)۔

۳ - میں جب عاجزی و درماندگی کے شانے جھکا کر اس سے شفاعت کی سرفرازی طلب کروں گا تو اس کے لئے کوئی بہت بڑی یا مشکل بات نہیں ہوگی (جو وُہ قبول نہ کر سکے) (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے)

۴ - جب متقی اور پرہیزگار لوگ اپنے اعمال صالحہ پیش کریں گے میں اس کے حضور اشکِ ندامت پیش کروں گا۔

۵ - چمٹ گیا ہُوں امیر الانبیاءؐ کے در سے، اور جو بھی خدا کے باب رحمت کی کنجی حاصل کر لیتا ہے دولت (مغفرت) اس کو مل ہی جاتی ہے۔

۶ - ہر قسم کے فضل و احسان اور کرم (سے بہرہ ور ہیں) جو اس دَر سے چمٹے ہوئے ہیں یا اس کو چُوم رہے ہیں۔

۷ - میں نے ان کی مدح کر کے ایک رسّی پکڑ لی ہے، جو میرے لیے اس دن باعثِ فخر ہوگی جس دن رشتوں اور نسب وحسب پر فخر نہیں کیا جا سکے گا۔

۸ - وہ "محمدؐ" ہیں (جن کی مدح میرا سہارا ہے) حق تعالیٰ کی منتخب ترین خلقت اور اس کی رحمت (کا مظہر) ہیں، اور سارے انسانوں اور جمیع مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب بندہ ہیں۔

○

ابو علی محمد بن المستنیر بن احمد قطرب

(المتوفی ۲۱۲ھ)

۱ الیک رسول الله منّا تحیّةٌ — وصلی علیك العابد المتهجّدُ
۲ فانت رسول الله هادٍ و مهتدٍ — نبیّ هدًی، للانبیاء مؤیّدُ
۳ وقد قال (حسّانُ) وفی الشعر شاهد — تُجَدّده الایام یروی و ینشدُ
۴ اغرّ علیه للنبوة خاتمٌ — من الله مشهودٌ یلوح و یشهدُ
۵ واعطاه من لفظ اسمه لیجلّه — فذ والعرش محمودٌ وهٰذا محمّدُ
۶ فقلت شبیهًا بالذی قال، اننی — به مؤمنٌ حقًّا لربّی موحّدُ
۷ فلا یقبلُ التوحید الّا بذکره — لیقرنه عند النداء الموحّدُ
۸ وما جاء یدعونا بغیر دلالةٍ — ولکن بآیات تدُلّ و تشهدُ
۹ ومن ذاك جذعٌ حنّ شوقًا الی الرضی — فما زال ساعات یمسل، و یُسندُ
۱۰ وقد سمعوا صوتا من الجذع بیّنًا — فیا عجبا ممّن یشكّ و یُلحدُ
۱۱ ومن ذاك شاةٌ خلوةُ الضّرع مسّها — فدرّت بغزرٍ حافلٍ یتزبّدُ
۱۲ فقام الیها الحالبان، فاترعا — اوانیهما والضرع ریّانُ وابرَدُ
۱۳ یدٌ مسّتِ الاطباء طابت وبورکت — مؤیّدةٌ بالله، وهو المؤیّدُ

۱۴ مطهّر التركيب من كل آفة — مباركة الافعال، ما مثلها يدُ

۱۵ و سار الى البيت المقدس ليلةً — مسيرة شهرٍ وارداً ليس يُطردُ

۱۶ يُخبّرُ بالعير التّى فى طريقه — ليوقن اهل الشّرك ذاك فيسعدُ

۱۷ و من ذاك اخبارٌ عن الغيب قالها — يعاينُ منه الصدّق فيها و يوجدُ

۱۸ فسوددهٗ باللهِ اذ كان وحيه — اليه وهل فوق النبوة سُودَدُ

۱۹ فاوفى اليه الله من علمه به — وقد كانت الاصنام اذ ذاك تعبدُ

۲۰ فاظهر بالاسلام دعوة صادقٍ — فضلّ لهٗ قوم، وقومٌ به هُدُ

۲۱ تسلمُ احجارٌ عليه فصيحة — اذا ما خلا فى حاجة يتفرّدُ

۲۲ ويسمعُ من أصواتها فى طريقه — تمجده ، ان النبى محمدٌ

۲۳ وانشا رُبَیٰ مُزنةٍ فوق رأسه — رأها "بحيرا" الراهب المتعبدُ

۲۴ تظلّله من كُلّ حرّ يصيبهٗ — تقيم عليه ما أقامَ فيركدُ

۲۵ وان سار، سارت لا تفارق رأسه — فقال لهم: "هٰذا النبى محمّدٌ"

۲۶ حليمٌ رحيمٌ ليّنٌ متواضعٌ — سخیٌّ حَیِیٌّ ، عابدٌ متزهّدُ

۲۷ وكان رسول اللهِ فوق صفاتنا — يقصر فيه من يقول فيجهدُ

۱ - آپؐ پر یا رسولؐ خدا! میرا اسلام اور عابد شب زندہ دار کا آپؐ پر درود ہو۔
۲ - یا رسولؐ اللہ! آپؐ ہادی ہیں، ہدایت یافتہ ہیں، پیغمبر ہدایت ہیں، انبیائے کرام کے مؤید ہیں۔
۳ - حسان نے کیا خوب کہا ہے، اور اشعار میں جو بات کہی جاتی ہے دلیل بن جاتی ہے ہر زمانے میں اس کی تجدید ہوتی ہے لوگ اس کو بار بار پڑھتے اور ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔

۴ - نبوت کا نگینہ جو اللہ کا عطیہ ہے آپؐ کو زیب دیتا ہے، وہ دمک رہا ہے، دیکھا جا رہا ہے اور آشکارا ہو رہا ہے۔

۵ - خدائے پاک نے اپنے رسولؐ کی قدر افزائی اس طرح کی کہ اپنے نام سے اُن کا نام نکالا۔ صاحبِ عرش "محمود" (تعریف کیا ہوا۔ اللہ کی صفت) ہے اور یہ "محمد" ہیں۔

۶ - میں نے بھی کچھ کہا ہے جو حسان ہی کے شعروں کی مانند ہے (اور کیوں نہ ہو) میں انؐ پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنے رب کی وحدانیت کو مانتا ہوں۔

۷ - اور توحید قابلِ قبول اسی وقت ہو گی جب رسول اللہؐ کا ذکر بھی اس کے ساتھ ہو، اس لیے ایک موحد اذان دیتے وقت ذکرِ رسولؐ کو ندائے توحید کے ساتھ شامل کرتا ہے۔

۸ - (رسول اللہؐ) ہمیں دعوتِ حق دینے بلا دلیل کے نہیں آئے بلکہ اپنی نشانیاں (معجزات) لے کر آئے جو (آپ کی نبوت) کی علامت ہیں اور گواہی دیتی ہیں۔

۹ - انہی معجزات میں سے وہ ستون ہے جو آپؐ کے اشتیاق میں بے تاب ہو گیا اور گھنٹوں گرتا رہا اور اس کو لوگ اپنی جگہ پر جاتے رہے۔

۱۰ - اور لوگوں نے اس کے رونے، چیخنے کی آواز کو صاف طور سے سنا۔ اس پر بھی کوئی شک کرے یا کج روی اختیار کرے تو اس پر حیرت ہے۔

۱۱ - اور انہی معجزات میں سے وہ بکری ہے جس کے تھن دودھ سے خالی تھے، آپؐ نے اس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو دُودھ کے دھارے اس تیزی اور کثرت سے اُبل پڑے کر برتنوں سے جھاگ نکلنے لگی۔

۱۲ - چنانچہ دونوں دوہنے والے گئے اور اپنے اپنے برتنوں کو دودھ سے بھر لیا، پھر بھی تھن تر و تازہ اور ٹھنڈے ہی رہے۔

۱۳ - وہ دستِ مبارک جس نے مٹی کو بھی چھو دیا تو وہ پاکیزہ ہو گئی، اس میں برکت آ گئی، اس ہاتھ کو اللہ نے قوت بخشی اور وہؐ خود ہی اللہ کی تائید سے سرفراز تھے۔

۱۴ - وہ دستِ مبارک سراپا طہارت ہر عیب سے پاک، جس سے باعثِ برکت اعمال ہمیشہ صادر ہوئے، اس کا ہمسر کسی کا ہاتھ نہیں۔

۱۵ - اور آپؐ راتوں رات بیت المقدس کی طرف چلے، جو راستہ ایک ماہ میں طے ہوتا (آپؐ نے پلک جھپکتے طے کر لیا) اور ایک باعزت اور باوقار مہمان کی طرح گئے جس کو ٹالا نہیں جاتا۔

۱۶ - (پھر آکر آپؐ) اس قافلہ کی خبر دیتے ہیں جو راستے میں ملا تھا تاکہ مشرکوں کو یقین آئے اور انھیں اطمینانِ قلب حاصل ہو۔

۱۷ - آپؐ کے معجزات میں غیب کی خبریں، جس کی صداقت ہمیشہ آنکھوں سے دیکھی گئی اور برملا پائی گئی۔

۱۸ - لہٰذا آپؐ کی فضیلت، اللہ کی عطا کردہ فضیلت ہے، جس نے آپؐ پر وحی بھیجی، کیا نبوت سے بلند بھی کوئی بڑائی

ہو سکتی ہے؟

۱۹ - اللہ نے اپنے علم سے آپؐ کو بھرپور حصہ دیا، اور اس وقت جبکہ بتوں کو پوجا جاتا تھا۔
۲۰ - اسلام کے ذریعہ آپؐ نے دعوتِ حق و صداقت کو پیش کی، کچھ لوگ گمراہ رہے اور کچھ لوگوں نے ہدایت پائی۔
۲۱ - آپؐ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپؐ پہاڑوں کی اوٹ میں تنہا اپنی کسی ضرورت کے لیے ہوتے تو پہاڑوں کے پتھر آپؐ کو سلام عرض کرتے۔
۲۲ - آپؐ آتے جاتے ان کی آواز سُنتے کہ وہ آپؐ کی ستائش کر رہے ہیں، کیوں نہ ہو پیغمبر عظمت کا پیکر ہوتا ہی ہے۔
۲۳ - بادل کا ایک ٹکڑا آپؐ کے سر پر سایہ فگن تھا، جس کو "بحیرا" نے دیکھا تھا جو کہ ایک زاہد اور عبادت گزار شخص تھا۔
۲۴ - (بحیرا نے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا) آپؐ کو گرمی سے بچانے کے لیے سایہ دیتا ہے اور جہاں ٹھہرتے ہیں ٹھہر جاتا ہے۔
۲۵ - اور جب چلتے ہیں تو ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ چنانچہ بحیرا راہب نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہہ دیا: یہ ہیں پیغمبر محمدؐ۔
۲۶ - بردبار، رحم دل، نرم خُو، منکسر مزاج، سخی، بندہ نواز، عبادت گزار، دنیا سے بے نیاز۔
۲۷ - رسولؐ اللہ ہماری ان تعریفوں سے کہیں زیادہ بلند تھے، آپؐ کی تعریف کرنے والا ہزار کوشش کے بعد بھی حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔

○



اجتماع میدانِ عرفات

شاہ ولی اللہ دہلویؒ

(المتوفی ۱۷۶۲ء)

۱ كانّ نجومًا او مضت فى الغياهب   عيون الافاعى اورؤس العقارب
۲ اذا كان قلب المرء فى الامر خاشرًا   فاضيق من تسعين رحب لسباسب
۳ وتشغلنى عنى وعن كل راحتى   مصائب تقفو مثلها من مصائب
۴ اذا ما آتانى ازمة مُد لهمّةٌ   تحيط بنفسى من جميع جوانبى
۵ تطلّبت هل من ناصرٍ او مساعدٍ؟   الوذبه من خوف سوء العواقب
۶ فلست ارىٰ الّا الحبيب محمّدًا   رسول الٰه الخلق جمّ المناقب
۷ ومعتصم المكروب فى كل غمرةٍ   ومنتجع الغفران من كل تائب
۸ ملاذُ عباد الله ملجأ خوفهم   اذا جاء يومٌ فيه شيب الذّوائب
۹ اذا ما اتوا نوحًا ومُوسٰى وآدمًا   وقد هالهم مصاعب تلك الصعائب
۱۰ هناك رسول الله ينحو لربّه   شفيعًا وفتّاحًا لباب المواهب
۱۱ فيرجع مسرورًا بنيل طلابه   اصاب من الرّحمٰن اعلى المراتب
۱۲ سلالة اسماعيل والعرق نازع   واشرف بيتٍ من لوى بن غالب
۱۳ بشارة عيسٰى والّذى عنه عبّروا   لشدّة باس بالضّحوك المحارب

۱۴ ومن اخبروا عنه بان ليس خلقه — بِفَظٍّ وفى الاسواق ليس بصاخبِ

۱۵ ودعوة ابراهيم عند بنائه — بمكّة بيتًا فيه نيل الرّغائبِ

۱۶ جميل المحيّا، ابيض الوجه، رَبعَةٌ — جليل كراديس، ازج الحواجبِ

۱۷ صبيحٌ، مليحٌ، ادعج العينين اشكلُ — فصيح، له الاعجام ليس بشائبِ

۱۸ واحسن خلق الله خلقًا وخلقةً — وانفعهم للناس عند النوائبِ

۱۹ واجود خلق الله صدرًا ونائلًا — وابسطهم كفًّا علىٰ كل طالبِ

۲۰ واعظم حُرٍّ للمعالى نهوضه — الى المجد سامى للعظائم خاطبِ

۲۱ ترى اشجع الفرسان لاذ بظهره — اذا احمرّ بأسٌ فى بئيس المواجبِ

۲۲ وآذاه قومٌ من سفاهة عقلهم — ولم يذهبوا من دينه بمذاهبِ

۲۳ فما زال يدعو اربّه لهداهم — وان كان قد قاسىٰ اشدّ المتاعبِ

۲۴ فيا ويل قوم يشركون بربّهم — وفيهم صنوف من وخيم المثالبِ

۲۵ فيا ويل قوم حرّفوا دينَ ربّهم — وافتوا بمصنوع لحفظ المناصبِ

۲۶ ويا ويل قوم اطرىٰ بوصف نبيّه — فسمّاه ربّ الخلق اطراء خائبِ

۲۷ ويا ويل قوم قد اخفّ عقولهم — تجبّر كسرىٰ واصطلام الضرائبِ

۲۸ فادركهم فى ذاك رحمة ربنا — وقد اوجبوا منه اشدّ المعاتبِ

۲۹ فارسل من عليا قريش نبيّه — ولم يك فيما قبل يلوه بكاذبِ

۳۰ فاشهدُ انّ الله ارسل عبده — بحق ولا شئٌ هناك برائبِ

۲۱ واقوی دلیل عند من تمّ عقلہ — علی ان شرب الشرع اصفی المشارب

۲۲ مکارم اخلاق واتمام نعمۃٍ — نبوّۃ تالیف وسلطان غالبٍ

۲۳ براھین حق اوضحت صدق قولہ — رواھا ویروی کل شبٍّ وشائبٍ

۲۴ کم من مریض قد اشفٰی دعاؤہ — وان کان قد اشقی لوجبۃ واجبٍ

۲۵ ودرّت لہ شاۃُ اُمِّ معبدٍ — حلیبًا ولا تستطاعُ حلبۃ حالبٍ

۲۶ وقد ساخ فی ارضٍ حصان سراقۃٍ — وفیہ حدیث عن "بُراء ابنِ عازبٍ"

۲۷ وقد فاحَ طیبًا کفٌّ من مسّ کفّہٗ — وماحل راسًا جسّ شیب الذوائبٍ

۲۸ وسمّاہ ربّ الخلق اسماء مدحۃ — بتبیّن ما اعطٰی لہ من مناقبٍ

۲۹ جزی اللہ اصحاب النبی محمّد — جمیعًا کما کانوا لہ خیر صاحبٍ

۴۰ وآل رسول اللہ لا زال امرھم — قویمًا علی ارغام انف النواصبٍ

۱ - تاریک شب میں تارے چمکتے ہوئے ایسے لگتے ہیں جیسے اژدہوں کی آنکھیں ہوں یا بچھوؤں کے سر۔

۲ - اگر مصیبت میں کسی کا دل بیٹھ جائے تو بے شمار صحرا و بیابان بھی سامنے ہوں جب بھی اُس کو تنگ معلوم ہوتے ہیں۔

۳ - پئے در پئے مصائب ایسے پڑے جس نے مجھے خود اپنی ذات سے اور ہر راحت و آرام سے بے نیاز کر دیا۔

۴ - جب بھی مجھ پر ایسی افتاد پڑی جس نے ہر طرف سے مجھے دبوچ لیا (اور)

۵ - میں نے (نظر دوڑائی) تلاش کیا کہ ہے کوئی ایسا معاون و مددگار جس کے دامن میں پناہ لوں اور خوفِ انجام سے بچ سکوں۔

۶ - تو مجھے سوائے حبیبِ (کبریا) محمدؐ کے اور کوئی نظر نہیں آتا ہے، وہ الٰہ العٰلمین کے رسول برگزیدہ اوصاف کے حامل ہیں۔

۷ - اور وُہ جو ہر آفت رسیدہ کی کٹھن گھڑیوں میں پشت پناہی کرتے ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے (جن کا گھر) مغفرت کا سرسبز باغ ہے۔

۸ ۔ اس دن جب کہ پُرہول وقت ہوگا اور جس کی دہشت سے سیاہ بال یکایک سفید ہو جائیں گے اس وقت ڈر سے کانپتے ہوئے بندگانِ خدا کے لیے آپؐ ہی ملجأ و ماوٰی اور سہارا ہوں گے۔

۹ ۔ جب وُہ دن آئے گا کہ سارے انسان حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے، حضرت موسٰیؑ سے رجوع کریں گے، حضرت آدمؑ سے مدد مانگیں گے تو یہ سب کے سب اس کٹھن گھڑی کی صعوبتوں سے لرزاں اور خائف ہوں گے۔

۱۰ ۔ اس موقع پر رسولؐ اللہ ہی ہوں گے جو اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں گے، شفاعت کریں گے اور بخششوں کے در کھلوائیں گے۔

۱۱ ۔ پھر وہاں سے اپنی مراد پاکر خوش خوش لوٹیں گے اور خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے۔

۱۲ ۔ (یہ نبیؐ) حضرت اسماعیلؑ کے خانوادہ سے ہیں، اور خاندان کا اثر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ آپؐ لوی بن غالب کی نسل میں سب سے بڑے اور شریف گھرانے کے فرزند ہیں۔

۱۳ ۔ آپؐ وہی ہیں جن کی حضرت عیسٰیؑ نے بشارت دی تھی اور جن کی علامت یہ بتائی تھی کہ وہ (رسولِ خدا) بہادر ہوں گے اور میدانِ وغا میں بھی مسرور رہوں گے۔

۱۴ ۔ وہؐ جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی (یعنی قرآن کریم میں بتایا گیا) کہ ان کے مزاج میں درشتی نہیں ہے اور وہ بازار میں چیخنے چلّانے والے نہیں ہیں (یعنی متین، سنجیدہ، مہذب اور بااخلاق ہیں)

۱۵ ۔ آپؐ وہی ہیں جن کے ظہور کی دعا حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت کی تھی جبکہ وُہ خانۂ کعبہ کی مکّہ میں تعمیر کر رہے تھے، وُہ خانۂ کعبہ جو مرادوں کے پوری ہونے کی جگہ ہے۔

۱۶ ۔ خوش رُو، گوری رنگت، میانہ قامت، چوڑے شانے اور گھنے ابرو والے۔

۱۷ ۔ خوش رنگ، چہرے پر ملاحت، کشادہ چشم، خندہ جبین، زبان کے فصیح، جس میں لکنت یا عجز بیانی کا شائبہ بھی نہیں۔

۱۸ ۔ بندگانِ خدا میں حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت دونوں اعتبار سے کامل ترین فرد، اور مصائب کے وقت لوگوں کے لیے سب سے زیادہ کارآمد (سب سے زیادہ قابلِ اعتماد) اور نفع بخش۔

۱۹ ۔ خلقِ خدا میں سب سے زیادہ سخی، دل کے بڑے اور ہر مانگنے والے کے لیے ان کا ہاتھ کھلا ہوا اور بخشش پر تلا ہوا۔

۲۰ ۔ شریف زادوں میں بلند ترین اور بلند حوصلہ طلب امور کو حاصل کرنے کی پوری ہمت و عزیمت کے مالک، بلند سے بلند مرتبہ کے طالب اور حقدار۔

۲۱ ۔ بڑے سے بڑے بہادر شہسواروں کو تم دیکھو گے کہ وہ آپؐ کی پشت پناہی اس وقت چاہتے ہیں جب گھمسان کی جنگ ہو رہی ہو اور سخت ترین آفتوں کا سامنا ہو۔

۲۲۔ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو اپنی بدعقلی کی وجہ سے بہت ستایا، اور آپؐ کے دین کے مقرر کیے ہوئے راستوں پر نہیں چلے۔

۲۳۔ پھر بھی آپؐ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے، اگرچہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے آپؐ نے سخت ترین اذیتیں برداشت کی تھیں۔

۲۴۔ بُرا ہو ایسے لوگوں کا جو (پھر بھی) اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اور ان میں طرح طرح کے لوگ ہیں جو بدترین عیوب رکھنے والے ہیں۔

۲۵۔ برا ہو ایسے لوگوں کا جنھوں نے اپنے رب کے دین میں تحریف کر ڈالی، اور ایسے من گھڑت مسائل بنائے تاکہ ان کے مناصب کا بھرم قایم رہے۔

۲۶۔ بُرا ہو ایسے لوگوں کا جو اپنے پیغمبر کی شان کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرتے رہے اور ایک "مجرم ثناخواں" بن کر پیغمبر کو خدا کا درجہ دیتے رہے۔

۲۷۔ بُرا ہو ایسے لوگوں کا، جن کو کسریٰ کے جبروت اور ٹیکسوں کی بھرمار نے عقل سے عاری کر رکھا تھا۔

۲۸۔ (ان آفات و مصائب کے عالم میں) رحمتِ الٰہی نے ان کی دستگیری کی، حالانکہ وُہ اپنے اعمال کے لحاظ سے سخت عذاب کے مستحق تھے۔

۲۹۔ (اور یہ دستگیری اس طرح کی کہ) قریش کے اعلیٰ خاندان سے ایک نبی کو اٹھایا جس کو وہ لوگ پہلے ہی سے (سچّا سمجھتے تھے) کسی نے ان پر کذب بیانی کا الزام نہیں لگایا تھا۔

۳۰۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہُوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو حق لے کر مبعوث کیا، جس کے اعمال میں کسی شک و شُبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۳۱۔ ایک صاحبِ عقل کے نزدیک سب سے مضبوط دلیل اس بات کی کہ شریعتِ اسلام کا چشمہ سب سے زیادہ پاک، صاف ستھرا چشمہ ہے، یہ ہے کہ:

۳۲۔ (اس پیغمبر میں) اخلاقی بلندیاں بدرجہ اتم موجود ہیں اور اللہ کی نعمت کی تکمیل ان پر کر دی گئی، ایسی نبوت عطا ہوئی جس نے دلوں کو جوڑا، اور وہ قوّت عطا ہوئی جو غالب ہو کر رہی۔

۳۳۔ وہ روشن دلائل ملے جس نے آپؐ کے قول کی تصدیق کی اور جن کی روایت ہر جوان اور بوڑھے نے ایک دوسرے سے کی اور برابر روایت کرتے رہے۔

۳۴۔ کتنے ایسے مریض تھے جنھوں نے آپؐ کی دعا سے شفا پائی، جو ایک وقت کی خوراک سے بھی محروم تھے۔

۳۵۔ "امِ معبد" کی بکری آپؐ کی برکت سے دُودھ کی دھار بہانے لگی، جس کے تھن (خشک تھے) اور ان سے ایک قطرہ دودھ نہیں نکل سکتا تھا۔

۳۶ - سراقہ بن جعشم کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس گئے، اس بارے میں حضرت براء بن عازب کی حدیث موجود ہے۔
۳۷ - جس نے بھی آپؐ کے دستِ مبارک کو چھوا وہ خوشبو سے مہک اٹھا۔ جس سر پر آپؐ نے دست شفقت پھیرا وہ کبھی سفید نہیں ہوا۔
۳۸ - خدائے جہاں نے آپؐ کو مدح و ثنا کے محبّت بھرے ناموں سے پکارا جن سے آپؐ کے اوصافِ حمیدہ اور مناقبِ جلیلہ کا اظہار ہوا۔
۳۹ - اللہ تعالیٰ نبی کریم محمدؐ کے ساتھیوں (صحابہ کرام) کو جزائے خیر دے، سب کے سب بہترین ساتھ دینے والے تھے۔
۴۰ - اور آلِ رسول اللہ کو جزائے خیر دے، جن کی عظمت ہمیشہ سے قائم ہے، خواہ "خارجیوں" کی ناک خاک آلودہ ہو (یعنی ان کو کتنا ہی بُرا لگے۔)

○

حضرت عمرؓ (جن)

۱ فَتَعَدَّ وَدَعْ ذِكْرًا لَّهُمْ — بَلْ كَيْفَ وَاَنْتَ بِهِمْ نَصَبٌ
۲ وَارْحَلْ قُلُصًا يَقْدِ مَنْ عَلَىَّ — دَءُوْفٍ فَتُرَاحُ بِهِ الْكُرَبُ
۳ فَالْخَلْقُ اِلَيْهِ جَمَاعَتُهُمْ — تُحْدٰى بِهِمْ فُسُحٌ نُجُبٌ
۴ لُزُزٌ لُغُزٌ نُشُزٌ نُهُزٌ — جُمُزٌ حُضُزٌ ضُمُرٌ شُزُبٌ
۵ شُنُخٌ رُخُخٌ مُخُخٌ دُخُخٌ — فُتُخٌ شُمُخٌ جُرُخٌ هُلُبٌ
۶ هُشُشٌ خُشُشٌ عُشُشٌ فُشُشٌ — خُدُشٌ عُمُشٌ بُرُشٌ عُتُبٌ
۷ بُعُعٌ كُنُعٌ وُقُعٌ صُمُعٌ — قُطُعٌ كُمُعٌ طُمُعٌ اُلُبٌ
۸ فَاَنِخْ بِنَبِيِّ اِلٰهِ الْخَلْقِ — اَتَتْ بِفَضَائِلِهِ الْكُتُبُ
۹ لِنَبِيٍّ هُدٰى وَنَسِيْجٍ تُقٰى — فَبِذَاكَ تَدِيْنُ لَهُ الْعَرَبُ
۱۰ بِمُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ وَذِى الْخَيْرَاتِ — مَنَازِلُهُ الرُّحُبُ
۱۱ وَالْحَوْضُ لَهُ الرُّكْنُ مَعًا — وَالْبَيْتُ وَمَكَّةُ وَالْحُجُبُ
۱۲ نَصْرًا هُزِمَ الْاَحْزَابُ لَهٗ — فَتَمَامُ صَنَائِعِهِ الرُّغُبُ
۱۳ فَهَدَيْتَ فَاَنْتَ جَلَوْتَ عَمًا — وَاَضَاءَ بِذَاكَ لَنَا السَّبَبُ
۱۴ وَاِلَيْكَ مُحَمَّدُ اِنْبَعَثَتْ — جُوْنٌ بِاَخِشَّتِهَا ثُبُبُوْا

۱۵ وَإِلَيْكَ رَحَلْتُ مَغَاقَ أُولِي كُتُبٍ وَمَعَاشِرَ قَدْ ذَهَبُوا
۱۶ لِتَجُودَ عَلَيَّ فَتُعْطِيَنِي بِشَرَائِعَ لَيْسَ لَهَا ثُلُبُ
۱۷ فَاللّٰهُ هَدَاكَ وَأَنْتَ هَدَيْتَ فَدَلَّ لِمِلَّتِكَ النُّصُبُ
۱۸ فَصَلٰوةُ إِلٰهِ الْخَلْقِ عَلَيْكَ وَجَادَ فَمَلَّكَتِ السُّكُبُ[1]

۱ - ہٹو اور ان اونٹنیوں اور اونٹنی والوں کا ذکر چھوڑو۔ اے دل! تجھے کیا ہوگیا، تو کیوں ان کے مارے دُکھی ہے۔

۲ - تو اپنی اونٹنیوں کو کوچ کے لیے ہانک تاکہ وہ اُس دلبرِ دلنواز کے قدموں میں جا پہنچیں وہ جس کے ذریعہ سب دکھ درد مٹ جاتے ہیں۔

۳ - تمام مخلوق کے لوگ گروہ گروہ جس کی طرف چلے جا رہے ہیں اور ایسی اونٹنیوں کو حُدی پڑھتے ہوئے لیے جاتے ہیں جو چوڑے سینے والی اور منتخب ہیں۔

۴ - وہ اونٹنیاں جن کا سینہ گوشت سے بھرا ہوا ہے چوہے کے بلوں کے مانند پیچیدہ راستہ کو وہ بآسانی طے کر رہی ہیں فربہ اور قوی ہیں۔ جوشِ رفتار میں گویا سینہ کے بل چلی جا رہی ہیں۔ بہت جلد جلد قدم اٹھاتی ہیں۔ مجسم رفتار ہیں، وہ اس پہاڑ کی مانند ہیں جو گرد و غبار سے صاف ہو، تازہ شاخ کی مانند بارونق ہیں۔

۵ - قدآور ہیں مضبوط ہیں قوت سے بھری ہوئی ہیں سیاہ اور بھوری ہیں خشمناک ہیں بلند قد ہیں سیلاب رواں ہیں بڑے بڑے بال والی ہیں۔

۶ - ہشاش بشاش ہیں نکیل اور خورجیوں والی ہیں۔ جلد باز ہیں۔ دُودھ دوہی ہوئی ہیں۔ چلنے میں زمین کے اندر خراش پیدا کرنے والی ہیں، کسی سہارے کی محتاج نہیں ہیں۔ رنگا رنگ ہیں۔ سراپا ناز ہیں۔

۷ - جہاز کے مانند سامان سے بھری ہوئی چلی جا رہی ہیں۔ ستارے کی طرح غروب ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہیں جنگ آزمودہ ہیں۔ چھوٹے کان والی ہیں۔ جلد جلد مسافت طے کرنے والی ہیں۔ سفر کی بہت ہی شائق ہیں۔ ہمہ تن رفتار ہیں۔

۸ - ٹھہر ٹھہر اے مسافر! ٹھہر قافلہ کے اونٹوں کو بٹھا دے اور پیغمبرِ خداوندِ عالم کی خدمت میں حاضر ہو جس کے فضائل میں بہت سی کتابیں آئی ہیں۔

۹ - وہ جو ہدایت کرنے والا نبی ہے جس کا جامۂ وجود سراسر تقوٰی کے تاروں سے بنا ہوا ہے جبھی تو سارا عرب اُس کے

---

[1] قومِ جنات کے ایک بزرگ صحابی کے نعتیہ تاثرات۔

دین کا جان نثار اور اُس کے نام کا فدا کار ہے۔

۱۰۔ وہ محمدؐ جو خدا کی طرف سے مبعوث ہے تمام خوبیوں کا مالک ہے جس کے مراتب و مدارج نہایت ہی بلند اور وسیع ہیں۔

۱۱۔ حوضِ کوثر بھی اُس کا ہے مکہ رکن و مقام کعبہ اور اُس کے پردے ان سب کا وہی مالک ہے۔

۱۲۔ اُسی کی مدد کے لیے تمام قوموں کے جتھے پسپا کر دئے گئے اُس محبوب کے سارے کام پیارے ہیں۔

۱۳۔ اے ہمارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! تو نے ہدایت کر کے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں اسی لیے حقیقت اور کامیابی کے راستے روشن ہوئے، دروازے کھُل گئے۔

۱۴۔ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیری ہی خدمت میں اونٹنیاں مع اپنی نکیل اور خورجیوں کے با ادب بیٹھی ہوئی ہیں۔

۱۵۔ اے میرے آقا! میں بھی حاضرِ دربار ہوا ہوں۔ اے مولا! تو تمام گزشتہ کتب و ہدایت والوں کا سرتاج ہے۔

۱۶۔ اے میرے داتا! میں حاضرِ خدمت ہوا ہوں کر تو مجھے اپنی عنایت سے بے عیب شریعت عطا کر دے۔

۱۷۔ خدا نے تجھے ہدایت دی ہے اور تو سب کا ہادی ہے۔ تیرے دین کے آگے تمام بُت سرنگوں ہو گئے ہیں۔

۱۸۔ تجھ پر خداوند عالم کا درود و سلام۔ اور تیرے روضۂ مبارک پر رحمتِ الٰہی کی موسلادھار بارش ہو۔

○

حضرت عباسؓ بن عبدالمطّلب

(المتوفی ۳۲ھ)

۱ مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِیْ — مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ
۲ ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ وَلَا بَشَرٌ — اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَّلَا عَلَقٌ
۳ بَلْ نُطْفَةٌ تَرْکَبُ السَّفِیْنَ وَقَدْ — اَلْجَمَ نَسْرًا وَاَهْلَهُ الْغَرَقُ
۴ تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ اِلٰی رَحِمٍ — اِذَا مَضٰی عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ
۵ وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِیْلِ مُکْتَتِمًا — فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ کَیْفَ یَحْتَرِقُ
۶ حَتّٰی احْتَوٰی بَیْتُكَ الْمُهَیْمِنُ مِنْ — خِنْدِفٍ، عَلْیَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ
۷ وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَّ اَشْرَقَتِ الْاَ — رْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ
۸ فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّیَآءِ وَفِی النُّ — وْرِ وَسُبُلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

۱۔ آپؐ اس سے پہلے سایۂ خاص میں بسر کر رہے تھے اور اُس منزلِ محفوظ میں تھے جہاں پتّوں سے بدن ڈھانپا گیا۔
۲۔ پھر آپؐ بستی میں اترے، مگر نہ تو ابھی آپؐ بشر تھے نہ گوشت پوست اور نہ لہو کی پھٹکی۔
۳۔ بلکہ وہ آبِ صافی، جو کشتیوں پر سوار تھا جب سیلاب کی موجیں چوٹی کو چھو رہی تھیں اور لوگ ڈوب رہے تھے۔
۴۔ منتقل ہوتا رہا صلب سے رحم کی طرف، پھر جب ایک عالم گزر چکا مرتبۂ حال کا ظہور ہوا۔
۵۔ آپؐ آتشِ خلیل میں اُترے، چھُپے چھپے، آپؐ ان کی صلب میں تھے تو وہ کیسے جلتے۔
۶۔ تا آنکہ آپؐ کا محافظ وہ صاحبِ شوکت گھرانا ہوا جو خندف جیسی رفیع المرتبت خاتون کا ہے جس کا دامن

زمین پر لوٹتا تھا۔

۷۔ اور آپؐ جب پیدا ہوئے تو چمک اٹھی زمین، اور روشن ہو گئے آفاقِ سماوی آپؐ کے نور سے۔

۸۔ تو اب ہم لوگ اسی روشنی اور اسی نور میں ہیں اور ہدایت و استقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

○

حضرت علی مرتضیٰؓ

(الشهيد ٦٦١ء)

١ اَمِنْ بَعْدِ تَكْفِيْنِ النَّبِيِّ وَدَفْنِهٖ　　بِاَثْوَابِهٖ اٰسٰى عَلٰى هَالِكٍ ثَوٰى

٢ رُزِئْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيْنَا فَلَنْ نَّرٰى　　بِذَاكَ عَدِيْلًا مَا حَيِيْنَا مِنَ الرَّدٰى

٣ وَكَانَ لَنَا كَالْحِصْنِ مِنْ دُوْنِ اَهْلِهٖ　　لَهٗ مَعْقِلٌ حِرْزٌ حَرِيْزٌ مِنَ الرَّدٰى

٤ وَكُنَّا بِمَرْاٰهُ نَرَى النُّوْرَ وَالْهُدٰى　　صَبَاحًا مَسَاءً رَاحَ فِيْنَا اَوِ اغْتَدٰى

٥ لَقَدْ غَشِيَتْنَا ظُلْمَةٌ بَعْدَ مَوْتِهٖ　　نَهَارًا فَقَدْ زَادَتْ عَلٰى ظُلْمَةِ الدُّجٰى

٦ فيا خير من ضمّ الجواغ والحشا　　وَيَا خَيْرَ مَيْتٍ ضمة التُّرْبِ وَالثَّرٰى

٧ كَاَنَّ اُمُوْرَ النَّاسِ بَعْدَكَ ضمنت　　سَفِيْنَةُ مَوْجٍ حِيْنَ فِي الْبَحْرِ قَدْ سَمَا

٨ فَضَاقَ فَضَاءُ الْاَرْضِ عَنْهُمْ بِرَحْبِهٖ　　لِفَقْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِذْ قِيْلَ قَدْ مَضٰى

٩ فَقَدْ نَزَلَتْ لِلْمُسْلِمِيْنَ مُصِيْبَةٌ　　كَصَدْعِ الصَّفَا لَا لِلصَّدْعِ فِي الصَّفَا

١٠ فَلَنْ يَسْتَقِلَّ النَّاسُ تِلْكَ مُصِيْبَةٌ　　وَلَنْ يَّجْبُرَ الْعَظْمِ الَّذِيْ مِنْهُمْ وَهٰى

١١ وَفِيْ كُلِّ وَقْتٍ لِلصَّلٰوةِ يَهِيْجُهٗ　　بِلَالٌؓ وَّ يَدْعُوْا بِاسْمِهٖ كُلَّمَا دَعَا

۱ - نبی کو کپڑوں میں کفن دینے کے بعد، میں اس مرنے والے کے غم میں غمگین ہوں جو خاک میں جا بسا۔
۲ - رسول اللہ کی موت کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم خود جی رہے ہیں ان جیسا ہرگز نہیں دیکھیں گے۔
۳ - رسول اللہ ہمارے لیے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی۔
۴ - ہم جب اُن کو دیکھتے تو سراپا نور و ہدایت کو دیکھتے صبح بھی اور شام بھی، جب وہ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے۔

۵۔ ان کی موت کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن، کالی رات سے زیادہ تاریک ہوگیا۔

۶۔ انسانی بدن اور اس کے پہلو حقیقی شخصیتوں کو چھپائے ہوئے ہیں ان میں سب سے بہتر آپؐ ہیں اور آپؐ ان تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے چھپایا ہے سب سے بہتر ہیں۔

۷۔ گویا معاملہ انسانی آپؐ کی موت کے بعد ایک کشتی میں پڑ گیا ہے جو سمندر کے اندر اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے۔

۸۔ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہوگئی رسولؐ اللہ کی وفات کی وجہ سے جب یہ کہا گیا کہ رسولؐ گزر گئے۔

۹۔ مسلمانوں پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جیسے چٹان میں شگاف پڑ جائے اور چٹان کے شگاف کی اصلاح کہاں ممکن ہے۔

۱۰۔ اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کرسکیں گے اور وہ کمزوری جو پیدا ہوگئی ہے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

۱۱۔ اور ہر نماز کے وقت بلالؓ ایک نیا ہیجان پیدا کر دیتے ہیں جب کہ وہ (بلالؓ) ان کا نام لے کر پکارتے ہیں۔

○

مولانا محمد فضل حق خیر آبادیؒ

(المتوفی ۱۸۶۱ء)

۱ فَلَا مَلَاذَ سِوٰی خَیْرِ الْوَرٰی جَمْعًا ‏ فِی الْخَلْقِ وَالْخُلْقِ وَالْاِحْسَانِ وَالْجُوْدِ

۲ جَدَاهُ نَقْدٌ لِمَنْ یَّاْتِیْهِ مُعْتَفِیًا ‏ فَکَمْ هُنَالِكَ مِنْ قَوْدٍ لِمَنْقُوْدِ

۳ اَحْمَی الصَّنَادِیْدَ مَاْوَی النَّاسِ مَفْزَعُهُمْ ‏ اِذْ یَفْزَعُوْنَ لِاَهْوَالِ صَنَادِیْدِ

۴ اِخْتَارَهُ اللّٰهُ مَحْبُوْبًا وَ اَرْسَلَهٗ ‏ لِرَحْمَتِهٖ وَاِرْشَادٍ وَ تَسْدِیْدِ

۵ فَاقَ النَّبِیِّیْنَ طُرًّا فِی الْکَمَالِ وَ فِی ‏ الْجَمَالِ وَالْعَزْمِ وَالْاِجْمَالِ وَالسُّوْدِ

۶ اِنَّ الرَّسُوْلَ لَقَدْ فَاقَ وَعِتْرَتُهٗ ‏ سَفِیْنَةٌ مُسْوَاهَا الْجُوْدُ لَا الْجُوْدِیْ

۷ اَفْدِیْكَ یَاخَیْرَ الْمَوَارِدِ مُخْتَبِطًا ‏ قَدْ طَرَدَتْهُ الْمَعَاصِیْ اَیَّ تَطْرِیْدِ

۸ اَنْشَدْتُكَ فَاَقْبِلْ مِدْحَتِیْ کَرَمًا ‏ حَتّٰی اَفُوْزَ بِاِنْشَادِیْ بِمَنْشُوْدِیْ

۹ لَاشَكَّ اَنَّكَ غَوْثُ الْخَلْقِ اَجْمَعِهِمْ ‏ وَلَا نُبَالِیْ اَبَاطِیْلَ الْمَنَاکِیْدِ

۱۰ عَلَیْكَ اَزْکٰی صَلَوَاتُ اللّٰهِ مَامَدَحَتْ ‏ فِیْ مُوْرَقِ الْبَانِ وَرقاء بِتَغْرِیْدِ

۱۔ تواب کوئی اُن کے سوا نہیں ہے جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں خلقت میں، عادت میں، احسان میں اور سخاوت میں۔

۲۔ ان کی عنایت ہر اُس شخص کے لیے نجات ہے جو توبہ کر کے آئے یہاں مکافات گناہ کی بہترین شکلیں ہیں، پریشان حال کے لیے۔

۳۔ پریشانی اور گھبراہٹ میں سب سے بڑی پناہ ہیں لوگوں کے لیے، جب لوگ خوفناک صورتوں سے گھبرا اٹھیں۔

۴۔ اللہ نے ان کو محبوب منتخب کیا اور اپنی رحمت بنا کر ارشاد اور درستگی کے لیے بھیجا۔

۵۔ وہ تمام انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں، کمال میں بھی، جمال میں بھی، عزم میں بھی، خوبی میں بھی، سرداری میں بھی۔

۶ - بلاشبہ رسولِ اکرمؐ سب سے بڑھ گئے اور ان کی عترت ایک کشتی ہے جس کا مقام جودی نہیں۔
۷ - میں آپؐ پر فدا، اے بہترین پناہ! حیرانی میں۔ خود گنا ہوں نے اسے دور پھینک دیا اور کتنی دور۔
۸ - میں نے آپؐ کے حضور یہ مدح پیش کی ہے اپنی کرم گستری سے قبول فرمائیے تاکہ میں اس شعر خوانی کے ذریعے دامنِ مقصود بھر پالوں۔
۹ - اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپؐ ساری مخلوق کی فریاد سننے والے ہیں اور میں اس سلسلے میں کسی کی ہرزہ سرائی کی پروا نہیں کرتا۔
۱۰ - آپؐ پر اللہ کی پاکیزہ ترین رحمتیں اس وقت تک برابر نازل ہوتی رہیں جب تک "بان" کی ہری شاخوں پر (اس چمنستانِ عالم میں) طائرانِ خوش الحان چہچہاتے رہیں۔

○

ابو محمد طاہر سیف الدین

(المتوفی ۱۹۶۵ء)

۱ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ رَبُّهٗ　　حَبِيْبِهٖ مَنْ حُبُّهٗ حُبُّهٗ

۲ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ رَبُّهٗ　　مُحَمَّدٍ عَزَّ بِهٖ حِزْبُهٗ

۳ صَلّٰى عَلٰى مُحَمَّدٍ رَبُّهٗ　　مَنْ هُوَ بَيْنَ خَلْقِهٖ لُبُّهٗ

۴ مُحَمَّدٌ مِّنْ بَيْنِ رُسُلٍ خَلَتْ　　شَمْسُ هُدًى وَّكُلُّهُمْ شُهْبُهٗ

۵ مُحَمَّدٌ قَرَّبَهٗ رَبُّهٗ　　حَتّٰى كَقَوْسَيْنِ غَدٰى قُرْبُهٗ

۶ نُوْرٌ نَّبُوِيٌّ بِهٖ شَرْقُهٗ　　مُنَوَّرٌ وَّ مِثْلُهٗ غَرْبُهٗ

۷ طُوْبٰى لِمَنْ يَّزُوْرُ مَغْنًى حَوٰى　　ضُلُوْعَهٗ فِيْ لَحْدِهٖ تُرْبُهٗ

۸ خَيْرُ رَسُوْلٍ مُّصْطَفًى قَدْ صَفٰى　　مِنْ قَذَرٍ لِّشَرْعِهٖ شِرْبُهٗ

۹ مُتَّحِدٌ بِرَبِّهٖ سِلْمُهٗ　　سِلْمٌ لَّهٗ وَحَرْبُهٗ حَرْبُهٗ

۱۰ مَنْ كَظَّهٗ مِنْ دَهْرِهٖ صَرْفُهٗ　　فَلْيَسْتَجِرْهُ يَنْكَشِفْ كَرْبُهٗ

۱۱ غَوْثٌ لِّمَنْ قَدْ مَسَّهٗ ضُرُّهٗ　　غَيْثٌ لِّمَنْ حَلَّ بِهٖ جَدْبُهٗ

۱۲ مُحَمَّدٌ مُّوَحِّدٌ رَّبَّهٗ　　تَوْحِيْدُهٗ مِنْ دِيْنِهٖ قُطْبُهٗ

۱۳ مُحَمَّدٌ حَسْبِيَ فِيْ شِدَّتِيْ　　طُوْبٰى لِمَنْ مُحَمَّدٌ حَسْبُهٗ

۱۴ صَلّٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى مَنْ هُمْ　　عِتْرَتُهٗ صِفْوَتُهٗ صَحْبُهٗ

۱ - اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمدؐ پر صلوات بھیجے، آپؐ وہ حبیب ہیں جن سے محبّت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے۔
۲ - ربّ العزّۃ محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجے، آپ وہ محمدؐ ہیں جن کے سبب سے آپؐ کی اُمّت نے عزّت پائی۔
۳ - خدا محمدؐ پر صلوات بھیجے آپؐ وُہ ہیں جو خلقِ خداوندی میں خلاصۂ مخلوقات ہیں۔
۴ - رسولانِ ماسلف کے درمیان محمد مصطفیٰؐ ہدایت کے آفتاب ہیں اور تمام پیغمبر نجوم۔
۵ - محمد مصطفیٰؐ کو آپؐ کے رب نے یہاں تک قرب بخشا کہ آپؐ کا قُرب دو کمان جتنا رہ گیا۔
۶ - آپؐ پروردگار کے نور ہیں کہ اُس سے جس طرح اس کا شرق منوّر ہے اسی طرح اس کا مغرب بھی۔
۷ - خوشخبری اس کے لیے جو اس منزل کی زیارت کرے جہاں کی مٹّی نے خود کے اندر آپؐ کے جسدِ مبارک کو حاصل کیا ہے۔
۸ - آپؐ بڑے ستودہ اور برگزیدہ پیغمبر ہیں آپؐ کی شریعت کا ساحل کثافت اور آلودگی سے پاک صاف ہے۔
۹ - آپؐ اپنے رب سے متحد ہیں اس طرح کہ جو آپؐ کا دوست ہے وُہ خدا کا دوست ہے اور جو آپؐ کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔
۱۰ - جس کو گردشِ زمانہ سے غم پہنچے تو اس کو چاہیے کہ آپؐ کی پناہ طلب کرے اُس کا غم دُور ہو جائے گا۔
۱۱ - آپؐ ضرر رسیدہ کے فریادرس ہیں، آپؐ قحط زدہ کے لیے ابرِ باراں ہیں۔
۱۲ - محمد مصطفیٰؐ اپنے رب کی توحید کرنے والے ہیں، خدا کی توحید آپ کے دین کا مرکز ہے۔
۱۳ - مجھے شدّت کی حالت میں محمدؐ کافی ہیں اس کے لیے خوشخبری جس کے لیے محمدؐ کفیل کار ہوں۔
۱۴ - خدا تعالیٰ صلوات بھیجے آپؐ پر اور اُن پر جو آپؐ کی آل، آپؐ کے خلاصہ اور آپؐ کے اصحاب ہیں۔

○

مولانا شاہ رفیع الدینؒ دہلوی ابن شاہ ولی اللہؒ

(المتوفی ۱۸۱۸ء)

۱ يَا اَحْمَدَ الْمُخْتَارِ يَا زَيْنَ الْوَرٰى — يَا خَاتِمًا لِلرُّسُلِ مَا اَعْلَاكَ

۲ يَا كَاشِفَ الضَّرَّاءِ مِنْ مُسْتَنْجِدٍ — يَا مُنْجِيًا فِي الْحَشْرِ مَنْ وَّالَاكَ

۲ هَلْ كَانَ غَيْرُكَ فِي الْاَنَامِ مَنِ اسْتَوٰى — فَوْقَ الْبُرَاقِ وَجَاوَزَ الْاَفْلَاكَ

۴ وَاسْتَمْسَكَ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ رِكَابَهٗ — فِيْ سَيْرِهٖ وَاسْتَخْدَمَ الْاَمْلَاكَ

۵ قَعَدَتْ لَكَ الرُّسُلُ الْعِظَامُ تَرَقُّبًا — فَعَلَوْتَ مَغْبُوْطًا لَهُمْ مَسْرَاكَ

۶ وَاَمَمْتَهُمْ فِي الْقُدْسِ بَعْدَ تَجَاوُزٍ — مِنْهُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ اِذْ وَلَّاكَ

۷ وَتَزَيَّنَتْ جَوْهَرَ الْجِنَانِ بَشَاشَةً — بِكَ سَيِّدِيْ شَوْقًا اِلٰى لُقْيَاكَ

۱ - اے احمد مختار! اے زینتِ مخلوقاتِ عالم! اے خاتمِ رسولاں! کوئی آپؐ سے بڑھ کر نہیں ہے۔

۲ - اے مصائب سے نجات دینے والے، فریادی کو اے حشر میں رہائی دلوانے والے، اس کو جو آپؐ سے محبت رکھتا ہو۔

۳ - مخلوق میں آپؐ کے سوا کون ہے جو سوار ہوا بُراق پر اور آسمانوں کو عبور کر گیا۔

۴ - اور جس کے رکاب کو رُوح الامین (جبریل) نے تھاما اس کے سفر میں اور جس نے فرشتوں سے خدمت لی۔

۵ - انبیائے عظام بیٹھے آپؐ کی اس ترقی کو دیکھتے رہے اور آپؐ بلندی کی طرف بڑھے، آپؐ کا یہ سفر سب کے لیے قابلِ رشک تھا۔

۶ - اور بیت المقدس میں آگے بڑھ کر آپؐ نے تمام انبیاؑ کی امامت کی یہ اللہ کے حکم سے ہوا جس نے آپؐ کو اس کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

۷ - دل کا موتی خوشی سے چمک اٹھا ہے آپؐ کی وجہ سے اے میرے آقا! آپؐ کی ملاقات کے شوق میں۔

امام زین العابدینؓ، علی السجاد بن الحسینؓ

(المتوفی ۱۲، ۴)

۱ اِنْ نِلْتَ یَا رَوْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الْحَرَمٖ — بَلِّغْ سَلَامِیْ رَوْضَةً فِیْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَرَمْ

۲ مَنْ وَّجْهُهٗ شَمْسُ الضُّحٰی مَنْ خَدُّهٗ بَدْرُ الدُّجٰی — مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْهُدٰی مَنْ کَفُّهٗ بَحْرُ الْهِمَمْ

۳ قُرْاٰنُهٗ بُرْهَانُنَا نَسْخًا لِاَدْیَانٍ مَّضَتْ — اِذْ جَآءَنَا اَحْکَامُهٗ کُلَّ الصُّحُفُ صَارَ الْعَدَمْ

۴ اَکْبَادُنَا مَجْرُوْحَةٌ مِنْ سَیْفِ هِجْرِ الْمُصْطَفٰی — طُوْبٰی لِاَهْلِ بَلْدَةٍ فِیْهَا النَّبِیُّ الْمُحْتَشَمْ

۵ یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ کَمَنْ یَّتَّبِعُ نَبِیًّا عَالِمًا — یَوْمًا وَّ لَیْلًا دَآئِمًا وَّ ارْزُقْ کَذَا لِیْ بِالْکَرَمْ

۶ یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَنْتَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ — اَکْرِمْ لَنَا یَوْمَ الْحَزِیْنِ فَضْلًا وَّ جُوْدًا وَّ الْکَرَمْ

۷ یَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِكْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ — مَحْبُوْسِ اَیْدِی الظَّالِمِیْنَ فِی الْمَوْکَبِ الْمُزْدَحَمْ

۱۔ اے بادِ صبا! اگر تیرا گزر سرزمینِ حرم تک ہو تو میرا سلام اُس روضہ کو پہنچا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں۔

۲۔ وہ جن کا چہرۂ انور مہرِ نیمروز ہے اور جن کے رخسار تاباں ماہِ کامل جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی ہتھیلی سخاوت میں دریا۔

۳۔ اُن کا (لایا ہوا) قرآن ہمارے لیے واضح دلیل ہے جس نے ماضی کے تمام دینوں کو منسوخ کر دیا جب اس کے احکام ہمارے پاس آئے تو (پچھلے) سارے صحیفے معدوم ہو گئے۔

۴۔ ہمارے جگر زخمی ہیں فراقِ مصطفٰےؐ کی تلوار سے خوش نصیبی اُس شہر کے لوگوں کی ہے جس میں نبیؐ محتشم ہیں۔

۵۔ کاش! مَیں اس کی طرح ہوتا جو نبی کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے دن اور رات ہمیشہ (اے خدا) یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما۔

۶۔ اے رحمتِ عالم! آپؐ گنہگاروں کے شفیع ہیں ہمیں قیامت کے دن فضل و سخاوت اور کرم سے عزت بخشئے۔

۷۔ اے رحمتِ عالم! زین العابدین کو سنبھالئے وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے۔

○

امام اعظم ابو حنیفہ کوفی، نعمان بن ثابت رض

(المتوفی ۷۶۷ ء)

۱ يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا — أَرْجُوْ رِضَاكَ وَاحْتَمِيْ بِحِمَاكَ
۲ وَاللهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنَّ لِيْ — قَلْبًا مَشُوْقًا لَا يَرُوْمُ سِوَاكَ
۳ أَنْتَ الَّذِيْ لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ — كَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰى لَوْلَاكَ
۴ أَنْتَ الَّذِيْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ — مِنْ زَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ أَبَاكَ
۵ وَبِكَ الْخَلِيْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهٗ — بَرْدًا وَّقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَاكَ
۶ وَدَعَاكَ أَيُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّهٗ — فَأُزِيْلَ عَنْهُ الضُّرُّ حِيْنَ دَعَاكَ
۷ وَبِكَ الْمَسِيْحُ أَتٰى بَشِيْرًا مُّخْبِرًا — بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَادِحًا لِعُلَاكَ
۸ وَكَذَاكَ مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا — بِكَ فِي الْقِيٰمَةِ مُحْتَمِيْ بِحِمَاكَ
۹ وَهُوْدٌ وَّيُوْنُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا — وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ
۱۰ قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْأَنْبِيَاءِ — طُرًّا فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ أَسْرَاكَ
۱۱ وَاللهِ يَا يٰسِيْنُ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ — فِي الْعٰلَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ أَنْبَاكَ
۱۲ عَنْ وَّصْفِكَ الشُّعَرَآءُ يَا مُدَّثِّرُ — عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ
۱۳ بِكَ لِيْ قُلَيْبٌ مُّغْرَمٌ يَا سَيِّدِيْ — وَحُشَاشَةٌ مَّحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ
۱۴ يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى — جُدْ لِيْ بِجُوْدِكَ وَارْضِنِيْ بِرِضَاكَ

۱۵ اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ یَکُنْ   لِاَبِیْ حَنِیْفَةَ فِی الْاَنَامِ سِوَاكَ
۱۶ صَلّٰی عَلَیْكَ اللّٰهُ یَا عَلَمَ الْهُدٰی   مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰی مَثْوَاكَ

---

۱ - اے سرداروں کے سردار! میں آپؐ کے حضور آیا ہُوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار، آپ کی پناہ کا طلب گار۔

۲ - اللہ کی قسم! اے بہترین خلائق! میرا دل صرف آپؐ کی محبت سے لبریز ہے، وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔

۳ - آپؐ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا اور اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتیں۔

۴ - آپؐ وہ ہیں کہ جب حضرت آدمؑ نے آپؐ کا توسّل اختیار کیا اپنی لغزش پر، تو کامیاب ہُوئے حالانکہ وہ آپؐ کے جدِ بزرگوار ہیں۔

۵ - اور آپؐ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے دُعا کی تو ان کی آگ سرد ہوگئی، وہ آگ آپؐ کے نور کی برکت سے بُجھ گئی۔

۶ - اور حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری میں آپؐ کے وسیلے سے دُعا کی تو ان کی دُعا مقبول ہوئی اور بیماری دُور ہوگئی۔

۷ - اور آپؐ ہی کے ظہور کی خوشخبری لے کر حضرت مسیحؑ آئے انھوں نے آپؐ کے حُسن و جمال کی مدح و ثنا کی اور آپؐ کے رتبۂ بلند کی خبر دی۔

۸ - اور اسی طرح حضرت مُوسیٰؑ بھی آپؐ کا وسیلہ اختیار کیے رہے اور قیامت میں بھی آپؐ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے۔

۹ - اور حضرت ہودؑ اور حضرت یونسؑ نے بھی آپؐ ہی کے حُسن سے زینت پائی اور حضرت یوسفؑ کا جمال بھی آپؐ ہی کے جمال باصفا کا پرتو تھا۔

۱۰ - اے طٰہٰ لقب! آپؐ کو تمام انبیاءؑ پر برتری حاصل ہُوئی۔ پاک ہے وُہ جس نے ایک رات کو اپنے ملکوت کی سیر کرائی۔

۱۱ - خدا کی قسم! اے یٰسین لقب! آپؐ جیسا تو تمام مخلوق میں نہ کوئی ہوا ہے نہ ہوگا، قسم ہے اُسی کی جس نے آپؐ کو سربلند کیا۔

۱۲ - اے کملی والے! آپؐ کے اوصافِ جمیلہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعرا عاجز رہ گئے، آپؐ کے اوصافِ عالیہ کے سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔

۱۳ - میرے سرکار! میرا حقیر دل آپؐ ہی کا شیدا ہے اور میرے اندر تو آپؐ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔

۱۴ - اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر، اے حاصلِ کائنات! مجھے اپنی بخشش و عطا سے نوازیئے اور اپنی خوشنودی کی مسرت بخشیے۔

۱۵ - میں آپؐ کے جُود و کرم کا دل سے طلبگار ہُوں کہ اس جہان میں ابوحنیفہ کے لیے آپؐ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

۱۶ - اے ہدایت کے علمِ سربلند! مشتاقانِ زیارت کے شوقِ بے حد کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود و سلام آپؐ پر نازل ہوتا رہے۔

○

فخرالدین گرگانی

المتوفی ۴۴۶ھ ۱۰۵۴ء

کنون گویم ثنا ہائے پیمبر — کہ مارا سوے یزدانست رہبر
چو گمراہی زگیتی سر برآورد — شب بے دانشی سایہ بگسترد
بیامد دیو و دام کفر بنہاد — ہمہ گیتی بدان دام اندر افتاد
زعمزہی ہر کسے چون گاو و خر بود — ہمہ چشمے و گوشے کو رو کر بود
یکے ناقوس در دست و چلیپا — یکے آتش پرست و زند و استا
گرفتہ ہر یکے راہ نگونسار — کر آن رہ را بدوزخ بودہ ہنجار
بفضل خویش یزدان رحمت آورد — ز رحمت نور در گیتی بگسترد
برآمد آفتاب راست گویان — خجستہ رہنمائے راہ جویان
چراغ دین ابوالقاسم محمدؐ — رسول خاتم و یاسین و احمدؐ
بپاکی سید فرزند آدم — بہ نیکی رہنمائے خلق عالم
خدا از آفرینش آفریدش — ز پاکان و گزینان برگزیدش
نبوت را بدو دادہ دو برہان — یکے فرقان و دیگر تیغ بران
سخن گویان ازان خیرہ بماندند — ہنر جویان بدین جان برفشاندند
کجا در عصر او مردم کہ بودند — فصاحت با شجاعت می نمودند
بجو در شعرہا گفتار ایشان — ببین در نامہا کردار ایشان
سخن شان در فصاحت آبدارست — ہنر شان در شجاعت بیشمارست

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں

(القلم : ۴)



انتخاب نعتیہ شاعری

(فارسی)

چنان قومے بدان کردار و گفتار — زبان شان دُر نثار و تیغ خونبار
چو بشنیدند فرقان از پیمبرؐ — بدیدندش بجنگِ بدر و خیبر
بدانستند کآن ہر دو خدائیست — پذیرفتنش جان را روشنائیست
سران ناکام سر برخط نہادند — دوال از بندِ گیتی برکشادند
بنورِ دین زدوده گشت ظلمت — وز ابرِ حق فرو بارید رحمت
سپاس و شکرِ ایزد چون گزاریم — مگر جان را بشکرِ او سپاریم
بدینِ دین ہمایوں کاو بما داد — بدین رہبر کہ بہرِ ما فرستاد
رسولؐ آمد رسالت ہا رسانید — جہانے را ز خشمِ او رہانید
چہ بخشاینده و مشفق خدایست — چہ نیکوکار وچہ رحمت نمایست
کہ بر بیچارگیِ ما ببخشود — رسولے داد و راہِ نیک بنمود
اگر شمشیر بارد بر سرِ ما — جُزین دینے نباید در خورِ ما
نگہ داریم دین تا روح داریم — بیزدان روح و دین باہم سپاریم
خدایا آنچہ برما بود کردیم — تن و جان را بفرمانت سپردیم
زپیغمبرؐ پذیرفتیم دینت — بیفزودیم شُکر و آفرینت
ز تو نشگفت فضل و بُردباری — چنان کز ما جفا و زشتکاری
ترا احسان و رحمت بیکرانست — شفیعِ ما ہمیدون مہربانست

چو پیشِ رحمتت آید محمدؐ
امیدِ ما ز فضلت کے شود رد

حکیم ابوالمجد مجدود بن آدم سنائی غزنوی

وفات ۵۳۵ھ / ۱۱۴۰ء

اے سنائی گر ہمی جوئی ز لطفِ حق سنا
عقل را قربان کن اندر بارگاہِ مصطفیٰ
مصطفیٰ اندر جہاں، آنگہ کسے گوید کہ عقل؟
آفتاب اندر فلک آنگہ کسے جوید سہا
در خدای آبادیابی امر و نہی و دین و کفر
واحمدِ مرسل خدای آباد را بس پادشا
چون بناشی خاکِ درگاہِ سرائے را کہ ہست
پاسبانِ بام روح القدس و دربان مرتضا
رحمۃ للعالمین آمد طبیبت زو طلب
چہ ازین عاصی وزآن عاصی ہمی جوئی شفا
در حریمِ مصطفیٰ بوبکرؓ وار اندر خرام
تا بسہ روئی جفا بینی و خوش خوئی وفا
صورتِ احمدؐ ز آدم بُد ولیک اندر صفت
آدم از احمدؐ پدید آمد چو ز آصف برخیا
خاکِ آدم ز آفتابِ جودِ اُو زر گشت از آنک
خاکِ آدم را چنان بود اوؐ کہ مِس را کیمیا
مقتدائے عالم آمد مقتدی در دینِ حق
من غلام مقتدی و خاکِ پائے مقتدا

روشن آن بدرے کہ کمتر منزلش عالم بود — خرم آن صدرے کہ قبلہ‌اش حضرتِ اعظم بود
این جہان رخسارِ او دارد ازاں دلبر شدہ است — وانجہان انوارِ او دارد ازآن خرم بود
صد ہزاران جان فدائے آن سوارے کز جلال — غاشیہ‌اش بر دوشِ پاکِ عیسیٰ مریم بود
از رخش گردد منور گر ہمہ جنت بود — وز نعلش یابد طہارت گر ہمہ زمزم بود
فرش را سر برکشد تا عرش را زیر آورد — دست آن دارد کہ از زلفش مرا اوراشم بود
از گریبانِ زمین گر صبح او سر برکشد — تا شبِ حشر از جمالش صد سپیدہ دم بود
خوش سخن شاہے کز اقبال کفش در پیش او — گشتہ بریان زبان یابد کہ در وے سم بود
چرخ را از کافِ لولاکش کمر زرین بود — خاک را با جاہِ احمامش قبا معلم بود
خاک زاید گوہرے کز گوہران برتر شود — بچہ زاید آدمی کو خواجہ عالم بود
در شبے کو "عذرِ" "اخطانا" ہمی خواہد زحق — جبرئیل آنجا چو طفل الکن و ابکم بود
حکمِ "الا اللہ" بر فرقِ رسول اللہ بین — راستی زین تجبہ گاہے آدمی را کم بود
باد را گفتم سلیمان را چرا خدمت کنی — گفت از آن کش نامِ احمد نقش بر خاتم بود

اے سنائی از رہِ جان گوی مدحِ مصطفیٰ
تا ترا سوے سپہرِ برترین سلم بود

چون بصحرا شد جمالِ سیدِ کون از عدم — جاہِ کسرا زد بعالم ہائے عزل اندر قدم
آفتابِ کلِ مخلوقات آنکہ از بہرِ جاہ — یاد کرد ایزد بجانِ او بقرآن در، قسم
نیست اندر ہشت جنت کس چنو با قدر و جاہ — نیست در ہفت آسمان دیگر چنو یک محتشم
بر سریرِ چرخِ گردان جاہِ او بینی نشان — بر نہادِ عرش یزدان نامِ او بینی رقم
رایت "نصر من اللہ" چون بر آمد از عرب — آتش اندر زد بجانِ شہر یارانِ عجم
خاک پائے بوذرش از یک جہاں نودر بہ است — در زِ نعلینِ بلالِ او بہ از صد رستم
ہمچو "لا" شد سرنگون آن کس کہ او را گفت "لا" — وز سعادت با نعم شد آنکہ گفت او را نعم
چرخِ اعظم آمدہ پیشِ قیامش در رکوع — طارمِ کسریٰ از او کسر و زجاہ او بخم

عالم ار ہجدہ ہزار وصد ہزاراست از قیاس ‏ ‏ نیست اندر کلِ عالم ہا چنو یک محتشم
با قلم باید عَلَم تا کارہا گیرد نظام ‏ ‏ او علَم بفراخت اندر کلّ عالم بے قلم
از ریاحینِ سعادات وگلِ تحقین وانس ‏ ‏ صد ہزاران جان بدعوت کرد چون باغِ ارم
مہترِ اولادِ آدمؑ خواجۂ ہر دو جہان ‏ ‏ آنکہ یزدانش امامت داد بر کلِ اُمم
از جلال وجاہ واقبالش خدائے ذوالجلال ‏ ‏ نامِ او پیش از ازل با نامِ خود کردہ رقم
سرورِ ہر دو جہان وکارسازِ حشر ونشر ‏ ‏ آفتابِ دین محمدؐ، سیدِ عالی ہمم
مصطفیؐ ومجتبیؐ آن کز برائے خیرِ حال ‏ ‏ در ادائے وحی جبریلش ندیدے متہم
در سخن جز نامِ او گفتن خطا باشد خطا ‏ ‏ در ہنر جز نعتِ او گفتن ستم باشد ستم
پیشِ علم وحلم وجودِ او کجا دارند پائے ‏ ‏ عالمانِ عالمین وکوہ وقاف و ابر ویم

اے سنائی جز مدیحِ این چنین سید مگوی
تا توانی جز بنامِ نیک او مکشای دم

انوری

وفات ۵۸۷/ ۱۱۹۱ء

انوری چون خدائے راہ نمود
مُصطفٰے را بنورِ بوسینا

برد قدرش بدولتِ فرقان
پائے بر فرقِ گنبدِ مینا

نورِ عرشش بعرش سایہ فگند
چون تجلّی بسینۂ سینا

مسکنِ روح و قدس شد دلِ اُو
نے دلِ تنگِ بوعلی سینا

سخن از شرحِ دین احمدؐ گو
بے دلا ، ابلہا و بے دینا

چشم در شرعِ مُصطفٰیؐ بکشای
گرنہٖ تو بعقلِ نابینا

اُستاد جمال الدّین اصفہانی

وفات ۵۸۸/ ۱۱۹۲ء

اے از برِ سدرہ شاہراہت
وے قبّۂ عرش تکیہ گاہت
اے طاقِ نہم رواقِ بالا
بشکستہ ز گوشۂ کلاہت
ہم عقل دویدہ در رکابت
ہم شرع خزیدہ درپناہت
اے چرخِ کبود ژندہ دلقے
در گردنِ پیرِ خانقاہت
مہ طاسکِ گردنِ سمندت
شب طرّۂ پرچمِ سیاہت
جبریل مقیمِ آستانت
افلاک حریمِ بارگاہت
چرخ ارچہ رفیع، خاکِ پایت
عقل ارچہ بزرگ، طفلِ راہت
خوردست خدا ز روی تعظیم
سوگند بروے، ہمچو ماہت
ایزد کہ رقیب جان خرد کرد
نام تو ردیف نامِ خود کرد

اے نامِ تو دستگیرِ آدمؑ
وی خلقِ تو پایمردِ عالم
فرّاشِ درت کلیمِ عمران
چاوشِ رہت مسیحِ مریمؑ
از نامِ محمّدیت میمے
حلقہ شدہ ایں بلند طارم
تو در عدم و گرفتہ قدرت
اقطاعِ وجود زیرِ خاتم
در خدمتت انبیاء مشرّف
وز حرمتت آدمی مکرّم
از امرِ مبارکِ تو رفتہ
ہم بر سرِ حرفتِ خود آدم
نابودہ بوقتِ خلوتِ تو
نہ عرش و نہ جبرئیل محرم
نایافتہ عزّ التفاتی
پیشِ تو زمین و آسمان ہم
کونین نوالۂ ز جُودت
افلاک طفیلِ وجُودت

ای مسندِ تو ورای افلاک
صدرِ تو و خاک تودہ خاشاک

ہرچہ آن سمتِ حدوث دارد
در دیدۂ ہمتتِ تو خاشاک

طغرای جلالِ تو "لعمرک"
منشورِ ولایتِ تو "لولاک"

نُہ حقہ و ہفت مہرہ پشت
دستِ تو و دامنِ تو زان پاک

در راہِ تو زخم محض مرہم
بر یادِ تو زہر عینِ تریاک

در عہدِ نبوّتِ تو آدم
پوشیدہ ہنوز خرقۂ خاک

تو کردہ اشارت از سرِ انگشت
مہ قُرطۂ پرنیان زدہ چاک

نقشِ صفحاتِ رایتِ تو
لولاک لما خلقت الافلاک

خوابِ تو "وَ لَا یَنَامُ قَلْبِیْ"
خوانِ تو "اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ"

حکیم خاقانی شروانی

۵۲۰/۱۱۲۶ء - ۵۹۵/۱۱۹۹ء

زرین صدفی جواهر افزای — در بحرِ کفِ محمدت جای
هرچند ردائے زر نمایی — تارے ز ردائے مصطفائیؐ
میخِ زرهی از پیِ بهارا — ہر حلقۂ درع مصطفیٰؐ را
در دامنِ درعِ آن مظفرؐ — نہ چرخ ز حلقہ ایست کمتر
ہر درع کہ دستِ کبریا بافت — خاص از پے قدِ مصطفیٰ بافت
در دستِ رضائے آن مطہرؐ — دستنبوے ست خلدِ انور
بر جیبِ کمالِ آن مقدسؐ — گوی آنکہ ایست چرخِ اطلس
بر ملکِ بقاست شاهی اوؐرا — واهیست جهان داهی اوؐرا
تا احمدؐ ملکِ دارِ شرعست — در مملکتش دو خطہ فرعست
در دار الملکِ شرقِ قرآن — خطبۂ ابدی بنامِ او دان
شد غاشیہ دوزِ عالمِ پاک.. — از کیمختِ کبودِ افلاک
نہ غاشیہ است چرخِ اخضر — چار ارکانش نهادہ بر سر
و ایزد کہ قسم بجانش خوردہ است — سجادہ اش ادیم خاک کردہ است
ہر شب کہ عمودِ صبح شد راست — خاص از پیِ کوس کوبِ اوؐ خاست
در صحنِ بقا ستانہ دارد — وز نقدِ رضا خزانہ دارد
گردون دہم ستانہ اوست — فردوس نهم خزانۂ اوست
خیمہ زدہ شرع در جنابش — حبل اللہ المتین طنابش
بگرفتہ جهان و هفت سقفش — پس کردہ بوقفِ شرع وقفش

از خشکسالِ حادثہ در مصطفیٰ گریز — کاینک بفتح باب ضمان کرد مصطفیٰؐ

بودند تا نبود نزولش در این سرای — این چار مادر و سہ موالید بینوا

شاہنشہی است احمدِ مرسل کہ ساخت حق — تاجِ ازل کلاہش و درعِ ابد قبا

آن قابلِ امانت در قالبِ بشر — وان عاملِ ارادت در عالمِ جزا

چون نوبتِ نبوتِ او در عرب زدند — از جودی و احد صلوات آمدش صدا

او رحمتِ خداست جہانِ خدای را — از رحمتِ خدای شوی خاصۂ خدا

ای ہستہا ز ہستیِ ذاتِ تو عاریت — خاقانی از عطای تو ہست آیتِ ثنا

مرغی چنین کہ دانہ و آبش ثنای تست
مپسند کز نشیمنِ عالم کشد جفا

ہر صبح سر ز گلشنِ سودا بر آورم — وز صورِ آہ بر فلک آوا بر آورم

امسال اگر ز کعبہ مرا باز داشت شاہ — زین حسرت آتشی ز سویدا بر آورم

گر بخت باز بہ درِ کعبہ رساندم — کاحرامِ حج و عمرہ مثنیٰ بر آورم

سی سالہ فرض بر درِ کعبہ قضا کنم — تکبیرِ آن فریضہ ببطحا بر آورم

زمزم نشانم از مژہ در زیرِ ناودان — طوفانِ خون ز صخرۂ صما بر آورم

دریائی سینہ موج زند ز آبِ آتشین — تا پیشِ کعبہ لولوی لالا بر آورم

بر آستانِ کعبہ مصفا کنم ضمیر — زو نعتِ مصطفائی مزکیٰ بر آورم

دیباچۂ سراچۂ کل خواجۂ رسل — کز خدمتش مرادِ مہنا بر آورم

سلطانِ شرع و خادمِ لالائی او بلالؓ — من سر بپای بوسی لالا بر آورم

دربارگاہِ صاحبِ معراج ہر زبان — معراجِ دل بجنت ماوی بر آورم

تا قربِ "قابَ قوسین" برخاکِ درگہش ‏ ‏ آوازۂ "دنا فتدلیٰ" برآورم
گرمد قلش بخاکِ سراندیپ ادا کنم ‏ ‏ کوثر زخاکِ آدم و حوّا برآورم
کے باشد آن زمان کہ رسم تا بحضرتش ‏ ‏ آوازِ "یا مغیث اغثنا" برآورم
زان غصہ ہا کہ دارم ز آلودگانِ دہر ‏ ‏ غلغل در آن حظیرۂ علیا برآورم
دندانم ‏ ‏ زسنگِ غراست شکستہ اند ‏ ‏ دقتِ ثنائے خواجہ ثنایا برآورم
سوگند خوردہ مادرِ طبعم کہ دزثناش ‏ ‏ از یک شکم دوگانہ چو جوزا برآورم
فرداہم از شفاعتِ اوٗ کارِ آن سرای
درحضرتِ کریم تعالیٰ برآورم

آن شاہدِ "لعمرک" وشاگردِ "فاستقم" ‏ ‏ مخصوصِ "قم فانذر" و مقصودِ کن فکان"
دردین شفائے علتِ عالم برائے خلق ‏ ‏ زہی حق شفیعِ زلتِ آدم پی جنان
ہم عیب را بعاملِ اشرار پردہ پوش ‏ ‏ ہم غیب را ز عالمِ اسرار ترجمان
اوٗ سروِ جویبارِ الٰہی ونفسِ او ‏ ‏ چون سرو در طریقت ہم پیر و ہم جوان
اوٗ آفتابِ عصمت و از شرمِ ذوالجلال ‏ ‏ لگندہ بر بیانِ قلم سایۂ بنان
مہ را دو نیمہ کردہ بدستِ چو آفتاب ‏ ‏ سایہ نہ بر زمینش و از ابر سایہ بان
جنت زشرمِ طلعتِ او گشتہ خارلست ‏ ‏ دوزخ زگردِ ابلقِ اوٗ گشتہ گلستان
خورشید بر عمامۂ اوٗ برفشاندہ تاج ‏ ‏ برجیس بر رداش فدا کردہ طیلسان
یارب دلِ شکستہ و دینِ درست دہ
کآنجا کہ این دو نیست وبالیست بیکران

نظامی گنجوی

(۵۳۰ھ/۱۱۳۶ء — ۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء)

تختۂ اوّل کہ قلم نقش بست　　بر درِ محجوبۂ احمد نشست
گوشِ جہاں حلقہ کشِ میم اوست　　خود دو جہاں حلقۂ تسلیم اوست
امّیِ گویا بزبانِ فصیح　　از الف آدم و میم مسیح
نقطۂ روشن ترِ پرکار کن　　نکتۂ پُر کار ترینِ سخن
عصمتیان در حرمش پردگی　　عصمت ازو یافتہ پروردگی
خامشیِ او سخنِ دلفروز　　دوستیِ او ہنرِ عیب سوز
بر ہمہ سرخیل و سرِ خیر بود　　قطبِ گران سایہ سبک سیر بود
چشمۂ خورشید کہ محتاجِ اوست　　نیم ہلال از شبِ معراجِ اوست
شمسۂ نہ مسندِ ہفت اختران　　ختمِ رُسل خاتمِ پیغمبران
احمدِ مرسل کہ خرد خاکِ اوست　　ہر دو جہاں بستۂ فتراکِ اوست
کرد جدا سنگِ ملامت گرش　　گوہر از رہگذرِ گوہرش
ہر گہرے کز دہنِ سنگ خاست　　بالبش از جملۂ دندان بہاست

طبعِ نظامی کہ گلے تازہ ایست
برگلِ او نغز نوا بلبلے ست

اے تن تو پاک تر از جانِ پاک　　روحِ تو پروردهٔ "روحی فداک"
نقطهٔ کہ خامهٔ رحمت توئی　　خامهٔ بر نقطهٔ زحمت توئی
اے شبِ گیسوی تو روزِ نجات　　آتشِ سودائے تو آبِ حیات
خاک تو از بادِ سلیمان بہ است　　روضہ چگویم کہ ز رضوان بہ است

سایہ نداری تو کہ نورِ مہی
بلکہ تو خود سایۂ نورِ الٰہی

ای مدنی برقع و مکی نقاب　　سایہ نشین چند بود آفتاب
منتظران را بہ لب آمد نفس　　اے ز تو فریاد بہ فریاد رس
سوے عجم ران منشین در عرب　　زردهٔ روز اینک و شبدیز شب
ملک تو بوے بولایت سپرد　　بادِ نفاق آمد و آن بوے برد
باز کش این مسند از آسودگان　　غسل دہ این منبر از آلودگان
خانهٔ غولند بپرداز شان　　در خلہ دانِ عدم انداز شان..
کم بکن اجرے کہ زیادت خور اند　　خاص کن اقطاع کہ غارتگر اند
ما ہمہ جسمیم بیا تو جان باش　　ما ہمہ دیویم سلیمان تو باش
شحنہ توئی قافلہ تنہا چراست　　قلب تو داری علم اینجا چراست
از طرفی رخنهٔ دین می کنند　　وز دگر اطراف کمین می کنند
یا علیؓ در صفِ میدان فرست　　یا عمرؓ بر سر شیطان فرست
خیز و بفرمای سرافیل را　　تا بدمد این دو سہ قندیل را

خلوتیِ پردهٔ اسرار شو
ما ہمہ خفتیم تو بیدار شو

فریدالدّین عطّار نیشاپوری

۵۳۷/۱۱۴۲ء — ۶۲۷/۱۲۳۰ء

فداک ابی و امّی، این تمشّی؟ — براق آمد، مگر بر عزمِ عرشی؟

تُرا چه عالم و چه عرش و چه فرش؟ — که صد عالم ورای عرش و فرشی

کنون روحانیانِ عرش را بین.. — چو سر بر خط نهاده انس و وحشی

توی سُلطان مطلق در دو عالم — که خط داوند انس و جان و وحشی

زبس کآمد همی جبریلؑ نزدت — شده چون دحیۃ الکلبِ قریشی

چو اندر عالمِ جان اوفتادی — از آن بی سایه دایم می درخشی

چو دایم رحمۃ للعالمینؑ — ازان جُرمِ دو عالم را ببخشی

نگردد مطلع بر نقشِ تو مطلع — که تو برتر ز نُه طاقِ بنفشی

چو تو برتر ز افلاکی، بجز عشق — که داند تا چه نوری و چه نقشی؛

فسبحان الذی اسریٰ بعبده
الی الجبروت والملکوت کله

زهی! روزِ قیامت روزِ یارت — خلائق سر بسر در انتظارت

گنه گاران که بر جان خورده زنهار — همه جان بر کف اندر زینهارت

کجا پیغمبری دانی؟ که آن روز — بسوزاند سپند روزگارت

توی مختارِ کلِ آفرینش — که حق بی علّتی کرد اختیارت

چو تو بر باد دیدی مُلکِ عالم — بمُلکِ فقر آمد افتخارت

بصورت چرخ از آن فوقِ تو افتاد　　که چرخ آمد طبقهائے نثارت

فلک زان می رود با تشتِ خورشید　　که هست از دیر گاهی تشت دارت

بفراشی از آن می آیدت ابر　　که از خاکی ترا نبود غبارت

ترا چون حارس و چون صاحب آمد　　مه و خورشید در لیل و نهارت

زہی دارای طول و عرضِ اکبر
شفاعت خواهِ مطلق روزِ محشر

زہی! خاکِ درت تریاکِ اعظم　　طفیلِ وجودت کلِّ عالم . .

زہی! موسیٰ عمران بر درِ تو　　بهارونی میاں دربستہ محکم

زہی! دربانِ تو بختی افلاک　　شدہ چوبک زنت عیسیٰ مریمؑ

ترا شیطان مسلمان گشتہ جاوید　　ولی پیچیدہ سراز پیشِ آدم

اگر بانامِ حق نامت نگیرند　　کرا باشد مسلمانی مسلّم

نیابد خستہ ای، کو منکرت شد　　بجز خاکسترِ خود ہیچ مرہم

عدو گر بنگرد در تو بانکار　　نماند مردمش در دیدہ محکم

نگین میخواست از مہرِ تو گردون　　از آن شد حلقہ وش مانندِ خاتم

نگینش چون بشد مہرِ نبوت　　لباسِ خویشتن را کرد بی غم

اگر در نطق آیم تا قیامت
نیارم گفت یک صفتِ تمامت

قطب الدّین بختیار کاکیؒ

وفات : ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۳ / ۲۷ نومبر ۱۲۳۵ء

اے از شعاعِ نورِ تو خورشید تابان راضیا — آنی کہ ہستی از شرف بالاتر از عرشِ علا
در بارگاہِ عزّتت بہرِ علوِّ مرتبہ — جبریلؑ ہمچو خادمان نشستہ است یک دم زپا
گرچہ بصورت آدمی بعد از ہمہ پیغمبران — اما بہ معنی بودہ ای سر خیلِ جملہ انبیاءؑ
تو پردگیِ دلبری از ہر چہ گویم بہتری — در دین و دنیا سروری ہستی تو دائم باخدا
از عالمِ پاک آمدی مقصودِ لولاک آمدی — بس چست و چالاک آمدی جانہا فدایت مرحبا
جانہا فدائے نامِ تو مستان ہمہ از جامِ تو — ما بندۂ انعامِ تو، تو بادشاہ و ما گدا
اے مہترِ آخر زمان ہستی تو مارا جانِ جان — اے پیشوائے انس و جان ہستی سپہ سالارِ ما
اے پادشاہ معنوی در دین و دنیا خسروی — چون جانبِ حق می روی مگذار تو مارا بپا
تا روے خوبت دیدہ ام مہر از ہمہ ببریدہ ام — بنشین، بیا در دیدہ ام اے نور بخش دیدہ ہا
شاہانِ عالم چاکرت ما بندگان خاکِ درت — نورِ ہدایت رہبرت اے شمعِ جمعِ انبیاءؑ
ہرگز نخواندی یک ورق خلقے گرفت از تو سبق — انگشت مہ را کرد شق اے خواجۂ معجز نما
روزِ قیامت بے گمان باشی شفیعِ امتان — رضوان مثالِ خادمان خدمت کند از جان ترا
یارانِ تو چار آمدند پاکیزہ کردار آمدند — گلہائے بے خار آمدند از خویش فانی، باخدا

گر تو بدی ختمِ رسل ایشان بدند جز وو توکل　　بے حُبِ شان فردا ز پُل کس نگذرد بادعا

چون قطبِ دین نعتِ تو گفت دُرِ سخن بہرِ تو سُفت
خندان شود چون گل شگفت بنگر تو این اخلاص را

آنجا کہ آفتابِ لقائے محمدؐ ست　　خورشید ذرۂ زضیائے محمدؐ ست

موسیٰ کہ معجزاتِ وے اندر عصاش بود　　خود با عصائے خویش عصائے محمدؐ ست

روح الامین صدر نشین را علی الدوام　　وردِ زبانش وردِ ثنائے محمدؐ ست

از گرمیِ زبانۂ خورشیدِ آتشین　　روزِ جزا ہی پناہِ لوائے محمدؐ ست

آن مومنے کہ مُرد بہ شرعِ شریفِ او　　مستوجبِ عطائے خدائے محمدؐ ست

راضی بود خدا ہی ازان بندہ کہ او　　کارے کہ می کند برضائے محمدؐ ست

گر دو ز اہلِ دیدہ ہر آن کو چو قطبِ دیں
او را دو دیدہ بر کفِ پائے محمدؐ ست

اوحدی کرمانی

وفات : ۶۳۵/ ۱۲۳۷/۳۸ء

عاشقی خیز و حلقه بر در زن   دست در دامنِ پیمبر زن
حُبِ این خواجه پایمردِ تو بس   نظرِ او دوائے دردِ تو بس
اوست معنی و این دگرها نام   پخته او بود و این دگرها خام
آنکه از اصطفا بر افلاک اند   در رهِ مُصطفیٰ کم از خاک اند
از درِ او توان رسید بکام   دیگران را بهل بر این در و بام
اوست در کائنات مردم و مرد   او خداوندِ دین و صاحب درد
برِ سرِ او ز نیک نامی تاج   همه شب هائے او شب معراج
پیشِ او خود مکن حکایتِ شب   او چراغ آنچه شکایت شب
گوهرِ چار عقد و نُه دُرج اوست   اخترِ پنج رکن و نُه بُرجِ اوست
شقّهٔ عرش عطفِ دامانش   ملک از زمرهٔ غلامانش
آنکه مه بشکند بنیم انگشت   آفتابش چه باشد اندر مُشت
وانکه در دستِ اوست ماه و فلک   پایش آسان رود براهِ ملک
شبِ معراج کوسِ مهر زده   خیمه بر تارکِ سپهر زده
میم احمد چو از میان برخاست   بیقین خود احد بماند راست

راہ دان اُوست، جبرئیلش ساز　　　ھــر چہ او آورد، دلیلش ساز
اے فلک موکب ستارہ حشر　　　وے ز بشرت کشادہ روئے بشر
عَلَمِ نُصرتت ز عالمِ نُور　　　یزکِ لشکرت صبا و دبور
چرخِ نُہ پایہ پایۂ منبرِ تو　　　بسرِ عرش جائے منبرِ تو
معجزت سنگ را زبان بخشد　　　بوئے خُلقت بمُردہ جان بخشد
روزِ محشر کہ بارِ عام بود　　　از تو یک اُمتی تمام بود
بگرفتہ ہنرِ شرعِ یقین　　　چار یارِ تو چار حدِ زمین

ایزد و ما درود چون باران
بروانِ تو باد و بریاران

خلاق المعانی کمال الدین اسمٰعیل

وفات : ۶۳۵ / ۱۲۳۸ء

اے جز با حترام خدایت نبردہ نام　　اے سلک انبیاز وجودِ تو با نظام
از آتشِ سنانِ تو یک شعلہ نورِ صبح　　از پرچمِ سپاہِ تو یک تار زلفِ شام
اصورتِ تو رحمتِ عالم نیامدے　　از حضرتِ خدای کہ دادی بما پیام
اے نقش کردہ بر صفاتِ وجود خویش　　عرشِ مجید نامِ ترا از برائے نام
در موکبِ جلال تو از عجز باز ماند　　روح القدس بمنزل الا لہ المقام
نزدیکِ تو چہ تحفہ فرستیم ما ز دور　　در دستِ ما ہمین صلوات است و السلام

عیسیٰؑ ز مقدمت چو در ایام مژدہ داد
از یُمنِ این سخن نفسش جان بمردہ داد

اے کردہ خاکِ پائے تو با عرش ہمسری　　ختمست بر کمالِ تو ختمِ پیمبری
در معرضِ ظہور نکرد از علوِ قدر　　با آفتاب سایۂ شخصت برابری
دریائے وحی را شدہ غواص جبرئیل　　جوہر کلامِ حق و زبانِ تو جوہری
نو کردہ از تواضع درویشی اختیار　　وز ہمتِ تو یافتہ دریا تو انگری
بر عزمِ قاب قوسین اندر شبے بلطف　　چون تیر بر گذشتہ ز افلاک چنبری
بر راہِ تو نہادہ فلک صد ہزار چشم　　تا جز فراز دیدۂ او کام نسپری
تو بر گذشتہ فارغ و آزاد از ہمہ　　جائے کہ جبرئیل ندانست رہبری

برہانِ معجزِ تو کلامِ الٰہی ست
نہ چون کلیم و ذوالنون از مار و ماہی ست

اے از فراز سدرہ برافراشتہ علم — اے صورتِ شفائے تو در مورثِ الم
پروازِ مرغِ ہمّتِ تو در فضائے قرب — خلوت سرائے فکرتِ تو عالمِ قدم
چشم و چراغِ ہر دو جہانی و ہر شبے — تا روز ایستادہ چو شمعے بیک قدم
گستردہ در سرائے نبوّت بساطِ تو — آدم ہنوز رخت نیاوردہ از عدم
روحانیان در آرزوے خاکپائے تو — با خاکیان نشستہ تو از غایتِ کرم
نورِ تو پیش از آدمؑ و سایہ پس از رسل — زانست نورِ سایۂ پیش و پست چو ہم

از بیم آبروئے تو در روزِ رستخیز
آتش نمودہ پشت و گرفتہ رہ گریز

اے با علوِّ ہمّتِ تو آسمان زمین — اے گام اوّلین تو بر چرخِ ہفتمین
ظلمت زدائے عالمِ جانی از آنکہ ہست — لفظِ تو آفتاب و نفس صبحِ راستین
پیروزۂ فلک نہ بسودے کفِ وجود — نامِ محمدؐ ار نبدے نقشِ آن نگین
آدمؑ کہ دانۂ ز بہشتش بدر فگند — از خرمنِ شفاعتِ تو ہست خوشہ چین

انگشتِ معجزِ تو کہ تیغے است آبدار — یک زخمِ او کند سپرِ ماہ را دو نیم
مخلوق در ثنائے تو تا خود کجا رسد — خواندہ خدائے باعظمت خلقِ تو عظیم
تشریف داد ذاتِ ترا از صفاتِ خویش — گاہے کریم و گاہ رؤف و گہے رحیم

عکسِ ز نورِ روے تو خورشیدِ انور است ‌‌ رشحے ز قلزم کرمت حوضِ کوثر است
اندر ریاضِ وحی زبانِ تو بلبلے است ‌‌ و اندر بحارِ قرآن خلقِ تو عنبر است
چون غنچہ ہر کہ یافت ز خُلق تو شمۂ ‌‌ خندان لبِ دقیق دل و خوب محضر است
ہر کو ز سوزِ دل نفسے سرد بر کشید ‌‌ در زیرِ دامنِ کرمت ہمچو مجمر است

آنجا کہ قدرِ تست فلک را مدار نیست ‌‌ و انجا کہ قہرِ تست زمین را قرار نیست
گر چہ شمارِ خلقِ جہان از عطائے تست ‌‌ در عالمِ عطائے تو رسم شمار نیست
تا تہمتِ جنون ننہد کفرِ ھرزہ گوی ‌‌ انگشتِ خطِ نگارِ تو بر نے سوار نیست
ہر چہ آمدت بدست بدادی و پیش ازاں ‌‌ دین جودِ آنکس است کش از فقر عار نیست
نہ انبیائے مرسل و نہ جبرئیل را ‌‌ در پردہ ہائے خلوتِ خاصِ تو بار نیست
اے انبیا بسایۂ تو کردہ التجاء ‌‌ آن کیست کش بسایۂ جاہ تو کار نیست
دریائے مدحتِ تو ز پہنا وری کہ ہست ‌‌ در وے شناورانِ سخن را گذار نیست

مولانا جلال الدین محمد رومی

۶۰۴ھ / ۱۲۰۷ء —— ۶۷۲ھ / ۱۲۷۳ء

سیّد و سرور محمّد، نورِ جان | مہتر و بہتر شفیعِ مجرمان

اے نادرۂ دوران ازمات سلام اللہ | اے یوسفِ مصرِ جان ازمات سلام اللہ
اے محرمِ رازِ حق دانستہ حق از مطلق | شک نیست درین الحق ازمات سلام اللہ
اے دارویِ دردِ دل وَے حلِ ہمہ مشکل | وے فاضل و اے عاقل ازمات سلام اللہ
اے آنکہ تو سلطانی وے آنکہ تو خاقانی | اے آنکہ تو چون جانی ازمات سلام اللہ
اے عارفِ دیرینہ وے خازنِ گنجینہ | اے سینۂ بے کینہ ازمات سلام اللہ
اے آدمِ مشتاقان وے عیسیِ غمناکان | وے مہدیِ ہر پاکان ازمات سلام اللہ
اے مہترِ شہبازان وے شاہِ سرافرازان | اے سرورِ جانبازان ازمات سلام اللہ
اے بختِ سعیدِ من وے وعدہ و عیدِ من | وے رُوے تو عیدِ من ازمات سلام اللہ
ہم صدق و صفا داری ہم عدل و وفا داری | ہم حلم و حیا داری ازمات سلام اللہ
ہم جود و سخا داری ہم لطفِ خدا داری | ہم ملکِ بقا داری ازمات سلام اللہ
ہم مردِ خدائی تو ہم راہ نمائی تو | ہم درد و دوائی تو ازمات سلام اللہ
ہم جان و جہانی تو ہم امن و امانی تو | ہم گنجِ نہانی تو ازمات سلام اللہ
ہم راحتِ روحی تو ہم فتح و فتوحی تو | ہم جامِ صبوحی تو ازمات سلام اللہ
ہم آبِ حیاتی تو ہم دفعِ مماتی تو | ہم قدر براتی تو ازمات سلام اللہ
ہم مسجد و محرابی ہم ہادیِ اصحابی | ہم مونسِ احبابی ازمات سلام اللہ
ہم شوری و ہم سرور ہم سروی و ہم عرعر | ہم حسنی و ہم زیور ازمات سلام اللہ
اے میر جوان بختم وے خاکِ درت تختم | وے دولت و اے بختم تو ازمات سلام اللہ

اکنون کہ بدانستم چندانکہ توانستم   مہرِ تو نشانستم   از مات سلام اللہ
دریاب کہ بیمارم دریاب کہ افگارم   دریاب کہ غم خوارم   از مات سلام اللہ
در ہجرِ تو می سوزم تاریک شدہ روزم   اے طالعِ فیروزم   از مات سلام اللہ
با نالہ و آہم من با رُوے چو کاہم مَن   با جانِ پُرآہم من   از مات سلام اللہ
با دیدۂ گریانم با سینۂ بریانم   پیوستہ غریوانم   از مات سلام اللہ
چون چشمِ تو در خوابم چون زلفِ تو در تابم   در ورطہ و غرقابم   از مات سلام اللہ

اے غایب ازین محضر از مات سلام اللہ   وے از ہمہ حاضر تر از مات سلام اللہ
اے نورِ پسندیدہ وے روشنیِ دیدہ   احسنت زہے منظر از مات سلام اللہ
اے رحمتِ رحمانی وے نعمتِ یزدانی   اے از دو جہان برتر از مات سلام اللہ
اے صورتِ روحانی وے رحمتِ ربّانی   بر مؤمن و بر کافر از مات سلام اللہ
ہم چشمۂ انواری ہم لذتِ اسراری   اے مصرِ پُر از شکر از مات سلام اللہ
ہم معنیِ اسراری ہم پرتوِ انواری   عالم ز تو شد انور از مات سلام اللہ
چون ماہِ تمام آئی انگار بہ بام آئی   اے ماہِ ترا چاکر از مات سلام اللہ
اے شاہدِ بے نقصان وے رُوح ز تو رقصان   وے مستیِ تو در سر از مات سلام اللہ
ہم جوشش مَے از تو ہم شِکر نے از تو   از ہر دو توئی خوشتر از مات سلام اللہ

شمس الحقِ تبریزی با لخلخہ آمیزی
ہم مشکی و ہم عنبر از مات سلام اللہ

شیخ فخر الدّین ابراہیم عراقی

۶۱۰/۱۲۱۳ء — ۶۸۸/۱۲۸۹ء

ای رخت مجمعِ جمال شده — مطلعِ نورِ ذوالجلال شده
ذروهٔ عرش و قبهٔ ملکوت — زیرِ پای تو پایمال شده
هرچه آن خواسته شده موجود — آنچه ناخواسته محال شده
بهرِ تو نیستی شده همه هست — همه هست از تو باکمال شده
سایه از تابِ آفتاب رخت — در نهانخانهٔ زوال شده
عقل در مکتبِ هدایتِ تو — دیو بوده ملک خصال شده
زانعکاسِ شعاعِ طلعتِ تو — آفتاب آئینه مثال شده
تا معطر کند ریاضِ قدس — از سرِ کوی تو شمال شده
هر سحر مقبلانِ قدسی را — روی خوبت خجسته فال شده
حلقه دارانِ چرخ بر درِ تو — حلقه در گوش چون هلال شده
ز آبِ رویت خلیل را آتش — گلشن و منبعِ زلال شده
از مدیحِ تو عاجز آمد عقل — ناطقه در ثنات لال شده
قدرِ تو در جهان نگنجیده — نعتِ تو برتر از مثال شده
نظرے کن بمقلۂ عورے — دل و دین رفته جاه و مال شده
عمر در ناخوشی بسر برده — عیش بے خوشدلی وبال شده

کردہ در شرع تو شروع ولیک — نفس بر پائے او عقال شدہ
بر درِ قرب تو چگونہ پرد — مرغکے سر شکستہ بال شدہ
راہ دِہ بر درت عراقی را
اے درت جملہ را امال شدہ

---

(۲)

قبلۂ روی صوفیان پایگہِ صفای او
سُرمۂ چشمِ قُدسیان خاکِ درِ سرای او
گوہرِ بحرِ اجتبا مہرِ سپہرِ اصطفا
یافتہ نورِ انبیا روشنی از صفای او
تافتہ حُسنِ ایزدی از رُخِ خوبِ احمدی
خضر بقایِ سرمدی یافتہ از بقای او
بُردہ زِ مُرسلان سبق خاتمِ انبیا بحق
طینتِ او ز نورِ حق طلعتش از بہای او
حضرتِ عزتش وطن خلوتِ او در انجمن
خاص و ندیم ذوالمنن ہر دو جہان برای او
چاکرِ درگہش جہان بندۂ او ست انس و جان
عرشِ مجید آسمان ساخت قرب جای او

شیخ سعدی شیرازی

۶۰۶/۱۰ - ۱۲۰۹ء - ۶۹۰/۱۲۹۱ء

ماه فرو ماند از جمالِ محمدؐ / سرو نباشد باعتدالِ محمدؐ
قدرِ فلک را کمال و منزلتے نیست / در نظرِ قدر با کمالِ محمدؐ
وعدهٔ دیدار هر کسی بقیامت / لیلهٔ اسریٰ شبِ وصالِ محمدؐ
آدمؑ و نوحؑ و خلیلؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ / آمده مجموع در ظلالِ محمدؐ
عرصهٔ گیتی مجالِ همتِ او نیست / روزِ قیامت نگر مجالِ محمدؐ
وآنهمه پیرایه بستهٔ جنّتِ فردوس / بو کہ قبولش کند بلالِ محمدؐ
شمس و قمر بر زمینِ حشر نتابند / نور نتابد مگر جمالِ محمدؐ
همچو زمین خواهد آسمان که بیفتد / تا بدهد بوسه بر نعالِ محمدؐ
شاید اگر آفتاب و ماه نتابند / پیشِ دو ابروی هلالِ محمدؐ
چشمِ مرا تا بخواب دید جمالش / خواب نمی‌گیرد از خیالِ محمدؐ

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی
عشقِ محمدؐ بس است و آلِ محمدؐ

(۲)

اے چشم و چراغ اہلِ بینش / مقصودِ وجودِ آفرینش
صاحب دلِ "لاینام قلبی" / مہمانِ "ابیت عند ربی"
در وصفِ تو "لانبی بعدی" / خود وصفِ تو و زبانِ سعدی؟
اے عرشِ مجید بارگاہت / وی کعبه و قبله درپناہت

اے بر سرِ خلق سایهٔ تو
وی چرخ کمینه پایهٔ تو

(۳)

امید رحمتست آرے خصوص آنرا کہ درخاطر   ثنائے سیّد مرسل نبیٔ محترم گردد

محمدؐ کز ثنائے فضل اُو بر خاک ہر خاطر   کہ بارد قطرۂ درحال دریائے نعم گردد

چو دولت بایدم تحمید ذاتِ مصطفیؐ گویم   کہ در دریوزہ صوفی گردِ اصحاب کرم گردد

زبان را درکش اے سعدی زشرح علم او گفتن   تو در علمش چہ دانی باش تا فرد اعلم گردد

اگر تو حکمت آموزی بدیوانِ محمدؐ رو   کہ بوجہل آن بود کو خود بدانش بوالحکم گردد

زفقر جاودانی رست وصاحب مالِ دنیا شد
ہر آن درویش صاحبدل کزین در محتشم گردد

(۴)

کریم السجایا جمیل الشیم   نبی البرایا شفیع الامم

امام رسل پیشوائے سبیل   امینِ خدا مہبطِ جبرئیل

شفیع الوریٰ خواجۂ بعث و نشر   امام الہدیٰ صدرِ دیوانِ حشر

کلیمے کہ چرخِ فلک طورِ اوست   ہمہ نورہا پرتوِ نورِ اوست

شفیع مطاعِ نبیِ کریم   قسیمِ جسیمِ نسیمِ وسیم

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست   کتب خانۂ چند ملت بشست

چو عزمش برآہیخت شمشیرِ بیم   بمعجز میانِ قمر زد دو نیم

چو صیتش در افواہِ دنیا فتاد   تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد

بہ "لا" قامتِ لات بشکست خرد   باعزازِ دین آبِ عزیٰ ببرد

نہ از لات و عزیٰ برآورد گرد   کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

شبے برنشست از فلک برگذشت   بتمکین وجاہ از ملک درگذشت
چنان گرم در تیہِ قربت براند   کہ بر سدرہ جبرئیل ازو بازماند
بدو گفت سالارِ بیت الکرام   کہ اے حاملِ وحی برتر خرام
چو در دوستی مخلصم یافتی   عنانم ز صحبت چرا تافتی؟
بگفتا فراتر مجالم نماند   بماندم کہ نیروے بالم نماند
اگر یک سرِ موی برتر پرم   فروغِ تجلّی بسوزد پرم
نماند بعصیانِ کسے در گرو   کہ دارد چنیں سیّدی پیشرو
چہ نعتِ پسندیدہ گویم ترا؟   علیک السّلام اے نبی الوریٰ
درودِ ملک بر روانِ تو باد   بر اصحاب و بر پیروانِ تو باد
چہ کم گردد اے صدرِ فرخندہ پی   ز قدرِ رفیعت بدرگاہ حی
کہ باشند مشتے گدایانِ خیل   بمہمان دار السلامت طفیل
خدایت ثنا گفت و تبجیل کرد   زمین بوس قدرِ تو جبرئیل کرد
بلند آسمان پیشِ قدرت خجل   تو مخلوق و آدم ہنوز آب و گل
تو اصلِ وجود آمدی از نخست   دگر ہر چہ موجود شد فرعِ تست
ندانم کدامین سخن گویمت   کہ والاتری زانچہ من گویمت
تو را عزّ "لولاک" تمکین بست   ثنائے تو "طٰہٰ" و "یٰسین" بست

چہ وصفت کند سعدیِ ناتمام؟
علیک الصلوٰۃ اے نبیّ السلام

مخدوم علاء الدّین علی احمد صابرؔ کلیری

۵۹۲/۱۱۹۶ء — ۶۹۰/۱۲۹۱ء

بنما جمالِ خود رایک دم من نگارا — تا در رُخِ تو بینم نورِ خدا نما را
پردہ برافگن از رُخ من یافتم ز رُویت — در ذاتِ تو ہویدا انوارِ کبریا را
من ہیچ غم ندارم در روزِ محشر از ذوق — دیدم بچشمِ حق بین سُلطانِ انبیاؐ را
سُوئے خدا رُوم من از ہر درے کہ خواہم — دارم بدستِ عرفان دامانِ مُصطفیٰؐ را
بوے ز زلفِ مشکین باہر کسے رساند — یارب بدہ تو راہے درکوئے اوصبا را
عالم کُشی وگوئی اینہا ہم از قضا شد — راہے کجاست جانان درکوے تو قضا را

عالم زماہ رویاں گر پُر شود نہ بینم
جُز تو، بہ تو ز اوّل دارم رہِ وفا را

ما عاشقِ ظہورِ جمالِ محمّدیم — سرمست از شرابِ وصالِ محمّدیم
از آفتابِ حشر نداریم غم کہ ما — در زیرِ ظلِ مہرِ جلالِ محمّدیم
اہلِ سلامتیم ازان رُد زصدقِ دل — در قول وفعل مال بحالِ محمّدیم
از بہرِ کارسازی ما اینقدر بس ست — کز صدق خاکپائے بلالِ محمّدیم
باصد ہزار شوق وطرف تا بروزِ حشر — مائیدہ جمال کمالِ محمّدیم

صابرؔ ز فرق تا بقدم گشتہ ایم گوش
از ذوق درہوائے مقالِ محمّدیم

خواجہ ہمام تبریزی

وفات : ۷۱۳ / ۱۳۱۳ء

دلم زعہدۂ عشقت برون نمی آید
بجائے ھر سرِ موئے مرادلے باید
بہائے ہر سرِ مویت نہادہ ام جانے
زہے معاملہ گر دیگرے نیفزاید
شہیدِ تیغ تو جانہا بزندگان بخشد
گدائے کوئے تو بر خسروان ببخشاید
بخستہ کہ رسائد نسیمِ بوے خوشت
اگر در آتشِ سوزان بود بیاساید
روان شود ز لبم چشمہ ہائے آبِ حیات
چو نامِ دوست مرا بر سرِ زبان آید
ھزار بار بشستم دہن بمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو بُردن مرا نمی شاید
نظر بروئے تو کردن مسلّم است آنرا
کہ دیدہ را بجمالِ دگر نیالاید
مدد ز بوئے تو یابد نسیمِ فصلِ بہار
کہ چون بہشت، چمن را بہ گُل بیاراید
زہے خجستہ صباحے کہ وقتِ بیداری
ہمام روئے تو بیند چو دیدہ بکشاید

امیر خسرو دہلوی

۱۲۵۳/۶۵۱ - ۱۳۲۵/۷۲۵ء

اے دل وجان ماندہ خیز رہ سوے جانان طلب — در نفسِ اہلِ درد مایۂ درمان طلب
پردۂ اعلیٰ ست فقر کز ملکے این کشای — لجۂ دریاست عشق کز گہرے آن طلب
محنتِ تاج و سریر گر بقفایت دود — تو بگدایان گریز دولت از ایشان طلب
ہر کہ شبے زندہ داشت ہمدم روح اللہ است — نان چہ ربائی ز خوانش چاشنیِ جان طلب
مست شوائے ہوشیار لیک آزین بادہ تیز — از قدحِ مصطفٰے جرعۂ احسان طلب

احمد مرسل کزو چرخ علّو یافتہ
نامۂ ملک الرسل فضل ازو یافتہ

سُنّتِ عشاق نیست دل بہوس داشتن — قالبِ خاکی چو باد ہمرہِ خس داشتن
زندگیِ مرد چیست خواب نہادن ز سر — پس چو برون رفت خواب پاسِ نفس داشتن
سنگ فگندن بود در صفِ مردان عیب — دانۂ تسبیح را دامِ ہوس داشتن
ہمتِ درویش بس غلد، می و انگبین — بندِ زر آنکہ در دشیرِ مگس داشتن
گندمِ آدم مجوی کز صفتِ مصطفٰی ست — ہمچو بتیم خلیل طاسِ عدس داشتن

میم کہ در احمدّ ست چون بخرد بنگری
ہست بنقشِ احد خاتم پیغمبری

اے ز دمِ زندگی جسمِ تو جان ہمہ — خلق ہمہ گوہرند سنگ تو کانِ ہمہ
از ظلماتِ عدم راہ کہ بُردے برون — گر نشدے نورِ تو شمع روانِ ہمہ
بر ورقِ کاف و نون از سرِ کلکت چکید — ہرچہ ز آیاتِ لطف بود نشانِ ہمہ
تا بہ فصیحان رسید گوہرِ لفظِ تو شُد — رخنہ ز دندانہا تیغ زبانِ ہمہ
تیغِ ید اللہ توئی با گہرِ اقتلوا — زانکہ ترا برکشید حق زمیانِ ہمہ

برسرِ مہ برزد جُز تو کسے تیر از انکہ   نیست زِ "نون والقلم" تیر و کمانِ ہمہ
ما و گناہ چو کوہ ہر دم و غم نی کہ ہست   بر کتفِ نازکت بارِ گرانِ ہمہ
طرفہ کہ چو آفتاب سایہ نداری ہست   از تفِ خورشید حشر از تو امانِ ہمہ
گرچہ بخوانی بلطف ورچہ برانی بقہر   باہمہ زان تو نیم این تو از آنِ ہمہ

باتو دلِ کافران گر ز درون راز گفت
نیست عجب زانکہ سنگ باتو سخن باز گفت

بر اُمم از عونِ تو رحمتِ حق بیش باد   ہشت درِ خلد باز ہفت درک پیش باد
مایۂ عصیانِ ماہست ز اندازہ بیش   در حقِ ما عاصیان عونِ تو زان بیش باد
باتو چہ زہرہ مرا لافِ محبت ولے   دوستی بندگانت بر دلِ من خویش باد
چون سفر افتد مرا در رہِ تاریکِ گور   پرتوِ دینِ تو ام مشعلہ در پیش باد
از بد و لغو و دروغ کام و لبم ہست ریش   نامِ توام بر زبان مرہمِ این ریش باد
نوشِ ثنایت مرا کرد زبان بیش گل   شہد شہادت مدام در سرِ این بیش باد
نعت تو گنجینۂ الست نقدِ دو عالم درو   طعمۂ زآن تا ابد خسروِ درویش باد

گم شدہ ام در تو خواست راہ یقین میکنم
رہ سوئے قرآن بس ختم برین میکنم

محمدؐ است چو دریائے رحمت اندر پیش   پسش کجا رسد آتش بامتِ مسکین
شمارِ احسنِ تقویم را بتختۂ خاک   دلیست حرفِ مبین و آدم ابجد لیست زین
مکوّنات ز تقدیر جملہ معلولند   صحیح ذاتِ رسولست و علتش تکوین
ہموست شمعِ شبستانِ کُن زِ نورِ نخست   کہ ہست دودے ازان نہ سپہر اوج نشین
شدند جانِ ہمہ تن رُوح قدس روح اللہ   کہ کے بخندد و میرند پیشِ آن یٰسین

درآن زمانکہ برندم بسوے ظلمتِ گور
ز نورِ دینِ دِیَم بادشمع راہ ایمن

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہ ہر سُو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم
پری پیکر نگارے سرو قدّے لالہ رُخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائے کہ من بودم
رقیباں گوش بر آواز، اُو در ناز، من ترسان
سخن گفتن چہ بود شب جائے کہ من بودم
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرؔو
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

نوٹ: یہ نعت خسرو سے منسوب ہے، لیکن ان کے مطبوعہ کلام میں نہیں ملتی۔

خواجو کرمانی

وفات : ۱۳۴۹ء

صلِّ علی محمّد درهٔ تاج الاصطفا　　صاحب جیش الاهتدا ناظم عقد الاتقا

بلبل بوستان شرع اختر آسمان دین　　کوکب دری زمین دری کوکب سما

تاج ده پیمبران باج ستان قیصران　　کارگشای مرسلین راهنمای انبیا

سیّد اولین رسل مرسل آخرین زمان　　صاحب هفتمین قران خواجهٔ هشتمین سرا

هستی امر کن فکان مقصد حرف کاف و نون　　برق رو براق ران خاکی عرش متکا

شمع سراچهٔ ابیت اختر برج لو دنوت　　تارک دنیی دنی مالک ملکت دنی

رخت بورطهٔ بلا تخت بذروهٔ علا　　خانه بگوشهٔ فنا دانهٔ خوشهٔ بقا

تازی یثربی لقب مکی هاشمی نسب　　معتکف سرای وحی امی امتی سرا

طیب طیبه آستان طائر کعبه آشیان　　گوهر کان لامکان اختر برج کبریا

روضهٔ آدم صفی آدم روضهٔ رضا　　صوفی صفهٔ صفا سرو حدیقهٔ وفا

زابروی چون بلال او تافته نعل ماه نو　　وز رخ مه مثال او یافته مشتری بها

مشتعل از جبین او شمع سراچهٔ هدی　　منتشم از نسیم او غنچهٔ باغ اهتدا

خورده بآب روی او نوح درودگر قسم　　کرده بخاک کوی او آدم خاکی التجا

منهدم از عروج او قبهٔ قصر قیصران　　منهزم از خروج او خسرو خطهٔ خطا

ابطحی که چون علم بر حرم وجود زد　　از پی پای بوس او گشته نه آسمان دوتا

صومعه‌ای که نیستش زمزمهٔ درود از او　　هست چو دیر موبدان لائق لعنت و بوریا

چون در اگر یتیم شد بود بهای او فزون　　زانک خرد فزون نهد در یتیم را بها

منزویان شام بین، ازہوس روای او پیش رواق نیلگون بستہ غشاوۂ عشا
بردہ چو زہرہ از شرف پارۂ عطف دامنش بہر طراز آستین چرخ زمردین قبا
ای ز مضیق کن فکان سوی مکان لامکان راندہ و باغ سدرہ را دیدہ بدیدہ منتہی
روی تو قبلۂ ملک کوی تو کعبۂ فلک مختلف تو قدھلک معتقد تو قدنجا
صدر تو مصدر امان زخم تو مرہم روان درد تو موجب دوا رنج تو علت شفا
شاہ نشان قدسیان تخت نشین شہر قدس ای شہ ملک اصطفای لقب تو مصطفیٰ
آئینہ سپہر را مہر رخ تو صیقلی دیدۂ آفتاب را خاک در تو توتیا
روح امین چو عرض کرد آب رخ تو بر رسل در تہ چاہ آب شد یوسف مصری از حیا
شاہ فلک چو بنگرد طلعت ماہ پیکرت ذرہ صفت در او فتد بر سر بامت از ہوا
ای شدہ آب زمزم از خاک در سرای تو کعبہ ز تست با شرف مروہ ز تست با صفا
عقل چو دید کاسمان پیش تو در رکوع شد نزد قیام قامتت داد صلوہ را صلا
دست عنایتی کہ ما مفتقریم و تنگدست خوان شفاعتی کہ ما مشتہیم و ناشتا

خواجو اگر نداشتی برگ بہار عشق تو
بلبل باغ طبع او ہیچ نداشتی نوا

ضیاء نخشبی بدایونی

وفات: ۱۳۵۰/۷۵۱ء

پیامی دارم و بس خوش پیامے
کہ خواهد برد از ما یک سلامے؛
بسوی روضۂ پاکِ رسولؐ
کہ بی او عرش را نبود قبولی
بمدحِ محمدت محمودِ عالم
محمدؐ آن کہ شد مقصودِ عالم

جہان را راہِ حق بنمودۂ اوؐ
مکان و لامکان پیمودۂ اوؐ
سروش از غاشیہ دارانِ آن در
رواقِ بی ستون ایوانِ آن در
سوادِ انسی و جانی گرفتہ
بتیغِ خضر سلطانی گرفتہ

گشادہ کارہائے پیچ در پیچ
بچشمِ ہمتش عالم ہمہ ہیچ
بہ پیشش شیرِ شرزہ میش پیشہ
دو عالم راشہِ درویش پیشہ
ضیای نخشبی باشد غلامش
جہان زد سکۂ شاہی بنامش

عماد فقیہ کرمانی

وفات: ۷۷۳/ ۱۳۷۲ء

مقصود آب و گل چو وجود محمدؐ است — از طینتش مبانی ہستی مشید است
بر خاتم نبوت او مہر لایزال — بر صفحۂ رسالت او نقش سرمد است
عرش مجید پایۂ معراج مُصطفیٰ است — بدر منیر آیت اعجاز احمد است
نعل سمند اوست کہ در گوش آسمان — پائے جلال اوست کہ بر فرق فرقد است
گردید آب از آتش رشک از حدیث او — لولوی شاہوار کہ آب معقد است
گلگونہ کرد از عرق روے چون گلش — ہر شاہد چمن کہ عذارش مورد است
ہر دل کہ پشت گرمی از مہر او نیافت — در زمہریر دوزخ ہفتم مخلد است
دینش بنصرت صمدیت کمال گیر — شرعش بقوت احدیت مؤید است
اے از چراغ روئے تو قندیل کردہ باز — شمع فلک کہ مشعلۂ ہفت معبد است
کردہ اشارتت سپر ماہ را دو نیم — برہان قاطع تو نہ تیغ مجرد است
جان راکہ با تو عہد قدیست درمیان — ہر دم بر آستان تو شوقے مجدد است

شد بندۂ کمینۂ درگاہ تو عماد
آزاد بندۂ کہ غلام محمدؐ است

خواجہ جمال الدین سلمان ساوجی

۷۰۹/۱۳۰۹ء - ۷۷۸/۱۳۷۶ء

ھر دل کہ در ہوائے جمالش مجال یافت
عنقائے ہمتش در جہان زیرِ بال یافت

ہر جان کہ با بلاسے ولایش گرفت انس
از نعمت و نعیمِ دو عالم ملال یافت

جبریل را تجلیِ شمعِ جمالِ او
پروانہ وار سوختہ بے پرو بال یافت

اے منعمی کہ ناطقہ خوش سرائے او
در حصرِ نعتِ تو خرد گنگ ولال یافت

یک ذرّہ از لوامعِ نورت غزالہ را
یک شمّہ از روایحِ خلقت غزال یافت

بوے زگردِ دامن لطفت دماغ باغ
در جیب و آستینِ صبا و شمال یافت

ھر آفتاب کز افقِ عزتِ تو تافت
نہ ظلِ کسف دید و نہ نقص زوال یافت

از ملکِ ہمتت در "ہب لی" زد آسمان
یک گوشہ از ولایتِ جاہ و جلال یافت

گر نحل را جلالِ تو تشریف وحی داد
گر نخل بر بساطِ تو منشورِ قال یافت

چون زلفِ شاہدان، ز تو ہر کس کہ سر بتافت
خود را بسیہ گلیم و پراگندہ حال یافت

با یادت ار در آتشِ سوزندہ شد کسی
آتش ذہاب و چشمۂ آبِ زلال یافت

لطفِ تو با عروسِ جہان یک کرشمہ کرد
زاں یک کرشمہ ایں ہمہ غنج و دلال یافت

در حضرتِ تو روے سفید آمد آن کہ او
بر روے دل ز فقر سیہ روی فال یافت

فکرم نمی رسد بصفاتت کہ وصفِ تو
بر دست و پائے عقل ز حیرت عقال یافت

مرغِ ہوائی بشریت کجا و کے
در بارگاہِ وصفِ ہوایت مجال یافت

نیک اخترے بمنزلِ وصلت رسد کہ او
با بدر و قدر و صدر و شرف اتصال یافت

سلطانِ ہر دو کون کہ کونین در ازل
بر سفرۂ نوالۂ جودش نوال یافت

ادنیٰ مقامِ اوّ شبِ معراج روحِ قدس
اعلیٰ مراتبِ درجاتِ کمال یافت

خُلقش بہار عالمِ لطفِ الٰہی است
زان رُو مزاجِ عالم اُزو اعتدال یافت

چل صبح وہشت خُلد بنامِ محمدؐ ست
خود عقل حا و میم برین حال دال یافت

منشورِ خلقت ارچہ بتوقیعِ احمدی
مشہور گشت، مُہرِ ولادت بآل یافت

سلماں بمدحِ آلِ نبیؐ دُرجِ سینہ را
ہمچون صدف خزینۂ عقدِ لآل یافت

جُز در ثنائے ایزدِ بیچون حرام گشت
شعرِ رہی کہ رونق سحرِ حلال یافت

یارب بعاشقِ شبِ اسرا کہ با حبیب
در خلوتِ "دنا فتدلیٰ" وصال یافت

برحال این شکستۂ درویش واگیر
این یک نظر کہ ہر دو جہاں زان نوال یافت

ابن عماد شیرازی

وفات : ۸۰۰ / ۱۳۹۸ء

اے برحمت خَلق را در مجمعِ محشر شفیع
پادشاہانِ جہان حکمِ مطاعت را مطیع

کارِ کفر از صولتت ہمچون مغاکِ خاک پست
قدرِ دین از دولتت چون طارمِ اعلیٰ رفیع

دیده ات از کحلِ "مازاغ البصر" آمد بصیر
گوشِ تو از استماعِ سرِّ "ما ادحیٰ" سمیع

برسرِ کرسی چو پائے عرش فرسایت رسید
پایہ اش افزود ازان شد عرصہ گاہش بس رفیع

پیشِ علمِ تو کہ شد جبریلؑ را آموزگار
باہمہ دانش بود پیرِ خرد طفلِ رضیع

چون برافرازی لوا در روزِ حشر آیند جمع
آدم و من دونہٖ درظلِّ ممدودت جمیع

آمد از یُمنِ جوارِ روضہ ات طوبیٰ لہا
پیش گاہے از ریاضِ گلشنِ رضوان تقیع

درگلستانِ ثنایت روز و شب ابنِ عماد
باہزار آوا بود مانندِ بلبل در ربیع

دربیانِ مدحت آورد این معانی را بنظم
گرکنی گستاخیش عفو از کرم نبود بدیع

مولانا نورُ الدّین عبد الرّحمٰن جامی

۸۱۷/ ۱۴۱۴ء —— ۸۹۸/ ۱۴۹۳ء

اے خاکِ رہِ تو عرش را تاج		یک پایہ ز قدرِ تُست معراج
تو دُرِّ یتیمی و ترا جای		برتر زہمہ چو دُرّۃ التاج
فخرِ تو بفقر و تاجداران		آوردہ بفرق بر درت باج
در تیرہ شبے ضلال و خذلان		نورِ تو شُدہ سراج وہّاج
آیاتِ تو در زمانہ روشن		چون شبگون خط ز صفحۂ عاج
مشتاقِ رہِ ترا مغیلان		در زیرِ قدم حریر دیباج
جامی کہ زند بلدِ عصیان		شد خرمنِ طاعتش بتاراج

اکنون رہِ معذرت گرفتہ
مسکین بشفاعتِ تو محتاجِ

بر ہر کہ تافت پرتوِ انوارِ مہرِ تو
شد سُرخروی در ہمہ آفاق چون شفق
جسمت نداشت سایہ والحق چنین سزد
زیرا کہ بود جوہرِ پاکت ز نورِ حق

زینسان کہ شد کلامِ تو دیباچۂ کمال
بامنطقِ تو ناطقہ را کے رسد نطق
دربزمِ احتشامِ تو سیارہ ہفت جام
وز مطبخِ نوالِ تو افلاک نہ طبق
بردفترِ جمالِ تو توریت یک رقم
وز مصحفِ کمالِ تو انجیل یک ورق
گُل را زمانہ از عرقِ عارضت گرفت
برعکس این زمانہ بگیرد زگُل عرق
جامی کجاست نعتِ تواما بکلکِ شوق
برلوحِ صدق زد رقمے کیف ماتفق

ماءِ معین چیست خاکِ پائے محمدؐ — حبلِ متین ربقۂ ولائے محمدؐ
خلقتِ عالم برائے نوعِ بشر شد — خلقتِ نوعِ بشر برائے محمدؐ
سودہ ہمہ قدسیان جبینِ ارادت — برتہِ نعلینِ عرش سائے محمدؐ
جانِ گرامی دریغ نیست زعشقش — جانِ من صد چو من فدائے محمدؐ
جائے محمدؐ درونِ خلوتِ جانست — نیست مرا دیگر بجائے محمدؐ
حدِ ثنائش بجز خدا کہ شناسد — من کیم و اندیشۂ ثنائے محمدؐ
لیس کلامی یفی بنعتِ کمالہٖ
صلِّ الٰہی علی النبیّ و آلہٖ

اے شہسوارِ حُسن کہ جانم فدائے تُست
ہر جا سریست خاکِ رہِ بادِ پائے تُست

بیچارہ عاشقِ تو کہ با دردِ انتظار
شد در رہت غبار و ہنوزش ہوائے تُست

یک خندہ کردی و دلِ ما شُد ازانِ تو
بارِ دگر بخند کہ جاں ہم برائے تُست

دل چوں توانم از تو بریدن کہ در ازل
آب و گِلم سرشتہ بمہر و وفائے تُست

جامی گر آں صنم ز تو بیگانہ شد مرنج
ایں بخت بس ترا کہ سگش آشنائے تُست

مرا شُد جامۂ جاں از غمت چاک
بیا اے آرزوئے جانِ غمناک

نرفت از لوحِ دل نامت اگرچند
ز لوحِ آب و گِل شد نقشِ من پاک

نہانی ہر شب آیم من بکوئیت
گریبانے دریدہ دامنے چاک

گہے از درد ریزم خاک بر سر
گہے از شوق مالم رُوئے بر خاک

ز حسرت با در و دیوار گویم
اَلَا یا رَبْعَ سَلْمٰی اَیْنَ سَلْمَاک

مولانا معین الدّین معینی

المتوفی (دسویں صدی ہجری / سولھویں صدی عیسوی (ہمعصر جامی ۱۴۹۳ء)

اے زشرمِ روی ماہت در عَرق غرق آفتاب
وز فروغِ ماہِ رخسارِ تو ماہ اندر نقاب

آفتاب از خاکِ راہت یافت حشمت لاجرم
در فضائے آسمان زد خیمۂ زرّیں طناب

گر ز انوارِ رُخت یک شعلہ تابد بر فلک
از حیا مستور گردد آفتاب اندر نقاب

نورِ حق ست آن مجسّم گشتہ در ذاتِ نبیؐ
ہمچو نورِ ماہ کز خورشید کردست اکتساب

مظہرِ ذات و صفات آمد کہ منشی قضا
گوئیا از دفترِ حق نسخۂ کرد انتخاب

نقرہ خنگِ چرخ را از مہ کشد زرّیں لگام
در شبِ اسریٰ چو آرد پائے ہمت در رکاب

از فلک بگذر کہ فوق العرش منز لگاہِ اُوست
چون کند عزمِ سفر آن خواجۂ عالی جناب

سرِّ "ما اوحیٰ" نگنجد در ضمیرِ جبرئیل
کشفِ اسرارِ لدُنّی کے کند ام الکتاب

در مقامِ "لی مع اللہ" از کمالِ اتصال
از خدا نبود جدا ہمچون شعاع از آفتاب

یا رسولؐ اللہ شفاعت از تو می دارم امید
با وجودِ صد ہزاران جرم در روزِ حساب
اندر آن روزے کہ بہرِ انتقامِ عاصیان
آتشِ دوزخ بر افروزد علم از التہاب
در خیالِ من نمی گنجد تمناے بہشت
دارم از فضلت امیدِ رستگاری از عذاب
ہر چہ خواہی با معینیؔ پیش بر از قہر و لطف
لیکن از درگہ مران واللہ اعلم بالصواب

در جان چو کرد منزل جانانِ ما محمدؐ — صد در کشاد در دل از جانِ ما محمدؐ
ما بلبلیم نالان در گلستانِ احمدؐ — ما لولوئیم و مرجان، عمانِ ما محمدؐ
مستغرقِ گناہیم ہر چند عذر خواہیم — پژمردہ چون گیاہیم، بارانِ ما محمدؐ
از دردِ زخمِ عصیان ما را چہ غم چو سازد — از مرہمِ شفاعت درمانِ ما محمدؐ
امروز خونِ عاشق در عشق اگر ہدر شد — فردا ز دوست خواہد تاوانِ ما محمدؐ
ما طالبِ خدائیم بر دینِ مصطفائیم — بر درگہش گدائیم سلطانِ ما محمدؐ
از امتانِ دیگر ما آمدیم بر سر — وان را کہ نیست باور برہانِ ما محمدؐ
اے آب و گل سرودے وے جان و دل درودے — تا بشنود بہ یثرب افغانِ ما محمدؐ

در باغ و بوستانم دیگر مخوان معینیؔ
باغم بس ست قرآن بستانِ ما محمدؐ

فغانی شیرازی

المتوفی : ۹۲۵/ ۱۵۱۹

ائے از لبِ تو خطبہ کلامِ قدیم را
باعثِ رسومِ شرع تو امید دیم را
اول عظیم داشتہ شانِ ترا خدای
وانگاہ برفراشتہ عرشِ عظیم را
چرخِ عظیم چون شرف از گوہرت نیافت
درہم بریخت این ہمہ دُرِ یتیم را
بر شاہراہِ عقل نہادی چراغِ شرع
تا خلق پی بَرند رہِ مُستقیم را
اے خواندہ بے سواد کلامِ قدیم را
ناخواندہ ختم کرد الف لام و میم را
قولِ تو ھر کجا کہ دلیل آورد فقیہ
دیگر مجالِ بحث نماند حکیم را
دارد چناں دمے کہ بمعجز فرو برد
شمشیر خطبۂ تو عصائے کلیم را
آن دم کہ فخر داشت بدان سالہا مسیح
در گلشنِ تو گشت کرامت نسیم را
روی تو در سلامتِ خلق است این سخن
روشن بود چو آئینہ طبعِ سلیم را
بر حرفِ زلف و خالِ فغانی قلم کشید
وز دفتر تو خواند الف لام و میم را

جمالی دہلوی

۸۶۲/۱۴۵۸ء-۹۴۲/۱۵۳۵ء

(مثنوی مہر و ماہ)

دمے، کآدم میانِ ما وطین بود / محمّد، خسروِ دُنیا و دین بود
خداوندِ دوعالم ابطحی نام / خدا را زو خدائی شد سرانجام
شہے، کو بر فرازِ تختِ افلاک / بسر داشت دایم "تاجِ لولاک"
زقدرِ او قباے "لی مع اللہ" / بشمشادِ بلندش بود کوتاہ
امامِ انبیاء، آن عالی القدر / کہ شد در وصف "سبحان الذی" صدر
ہم از نورِ شرارش آتشے بود / کہ موسیٰ را بوادی راہ بنمود
ملک را از کرم تعلیم دادہ / فلک را از سیاست بیم دادہ
زہے شاہے کہ تختش فرقِ کونین / نشانِ ابروے او "قاب قوسین"
سپہدارے کہ دادِ شرعِ او داد / اساسِ دین باستحکام بنہاد
الا! اے پادشاہِ عالمِ عشق / شد از لعلِ لبت، پیدا دمِ عشق
دَمے کز لعلِ جان بخشت برون شد / ہمہ پیغمبران را رہنمون شد
خضر را زندگی ہرگز نمی شد / اگر راحت نصیبِ او نمی شد
تو گنجی جملہ عالم شد طلسمت / تو روحی جانِ آدم گشت جسمت
تو شمعی پیروانت ہمچو موم اند / تو مہتابی، "صحابہ کالنجوم" اند

فلک قصرِ تو، کیوان پاسبانت
ملایک خاکروبِ آستانت

اگرچہ شہپرِ روح الامین است
بدرگاہِ تو جاروبِ زمین است

تو آن شاہی کہ از آوازِ نامت
ہزاران قیصر و خاقان غلامت

زبان در وصفِ ذاتت گنگ و لالست
کہ وصفِ چون توئی، کردن محالست

میانِ اُمتت از ہیچ ، ہیچم
چہ باشم من ؟ کہ در نعتِ تو پیچم

چو نعتت می سراید ایزدِ پاک
چہ باشد در صفاتت زہرۂ خاک

ولیکن چون من از خیلِ سگانم
ز اوصافت چرا خاموش مانم

منم در ہر دو عالم بے سروپائے
پناہِ من توئی اینجا و آنجائے

زسرتاپا اگرچہ پُر گناہم
بحمدللہ توئی پشت و پناہم

یقین دانم کہ در روز قیامت
ہزاران ہمچو من نازد بنامت

در اینجا دولتِ جاوید دارم
بلطفِ وافرت امید دارم

ز روے دلفروزت پردہ بکشائے
جمالی را جمال خویش بنمائے

مولانا وحشی بافقی

۹۳۰/۱۵۲۴ - ۹۹۱/۱۵۸۳ء

چراغی طلبی مہرِ در زہبر وجود — کہ ہست زینتِ بحرِ جہان بہ گوہرِ پاک
محمدِ عربی منشاء حکایتِ کن — کہ کردہ زیبِ قدش را بہ جامۂ لولاک
قمر بجلۂ چرخ از عروسِ معجزہ اش — نمودگرد گریبان بہ یک مشاہدہ چاک
جہانیاں زعطایت چنان شدند سخی — کہ نیست در دگرے جز مہِ صیام امساک
تو آن براق سواری کہ در شبِ اسریٰ — گذشتہ ای ز بیابانِ لامکان چالاک
مجرّہ باز شبے خواہد آن چنان عرے — کہ در رکابِ تو افتادہ بود چون فتراک
اشارۂ تو اگر زورِ ساعدش بخشد — بہ نیزہ گاوِ سمنگ از زمین کشد بہ سماک
گزندِ دیدۂ تومارِ جرم را تو علاج — چنانکہ علّتِ افعی گزیدہ را تریاک
کجا بہ ملکِ کمالِ تو پائے عقل رسد — کہ عالمیست از آن سوے کشورِ ادراک
بسوے من نگر از لطف یا رسولُ اللہ — ببین باین دلِ پُرخون و دیدۂ نمناک
شود چو چشمِ پُر آبم ہزار کشتی غرق — دمے کہ قلزمِ خونابِ دل زند کولاک
در آتشیم چو وحشی زسوزِ سینۂ دلے — چو ہست قطرہ فشاں ابرِ رحمتِ تو، چہ باک

سحابِ لطف بباران بمایہ کاران
کہ حرفِ نامۂ عصیان مابشوید پاک

مولانا کمال الدّین محتشم کاشانی

المتوفی: ۹۹۶ / ۱۵۸۸ء

از بسکه چهره سوده تُرا بر درِ آفتاب — بگرفته آستانِ تُرا بر زرِ آفتاب

از بهرِ دیدنت چو سراسیمه عاشقان — گاهے ز روزن آید و گاه از درِ آفتاب

گر پا نهی ز خانه برون با رُخِ چو مهر — از خانه سر بدر نکند دیگر آفتاب

آئینه نهفته در آئینه دان شود — گیرد اگر بفرض تُرا در بر آفتاب

گر ماه در رُخت بخیانت نظر کند — چشمش برون کند بسرِ خنجر آفتاب

نعلے ز پائے رخشِ تو افتد اگر بره — بوسد بصد نیاز و نهد بر سر آفتاب

از رشکِ خانه سوزِ تو اے شمعِ جانفروز — آخر نشست بر سرِ خاکستر آفتاب

در آفتاب رنگ ز شرمِ رخت نماند — مثلِ گُلِ پخیده که ماند در آفتاب

در روزِ ابر و باد گر آئی برون ز فیض — از ابر ماه بارد و از صرصر آفتاب

ترتیب چون بساطِ نشیب و فراز چید — شد زورقِ جمالِ تُرا لنگر آفتاب

اے خامه نیک در ظلماتِ مداد رَو — گر ذوق آیدت بزبانِ خوشتر آفتاب

بنگار شرحِ گفت و شنیدے که میکند — بر آسمان طراز سرِ دفتر آفتاب

مهر نگینِ حُسنِ تو اش خواندے نه مهر — کردی اگر خوشامدِ من باور آفتاب

گر از تنورِ حُسنِ تو انگشت ریزه اے — بر آسمان برند بچره در آفتاب

در روضه اے اگر بنشانی بدستِ خویش

نخلے شگوفه اش بود انجم بر آفتاب

ہنگامِ بادِ روے تو بر ہرچمن کہ یافت — گلہاے زرد را ہمہ کرد احمر آفتاب
مہ افسرِ غلامیت از سر اگر نہد — ہمچون زنان کند بسرش معجر آفتاب
بہرِ قلادہ ہائے سگانِ تو از نجوم — دائم کشد برشتۂ زر گوہر آفتاب
ریزد بپائے اُمتِ او اشکِ معذرت — بر حشرگاہِ گرم بتابد گر آفتاب
سلطانِ بارگاہِ رسالت کہ سودہ است — برخاکِ پاکش ناصیۂ انور آفتاب
شاہِ رُسل وسیلۂ کُل ہادیِ سُبل — کز بہرِ نعت اوست برین منبر آفتاب
"یثرب حرم" محمدِ بطحائی آنکہ ہست — یک بندہ پرورش مہ و یک چاکر آفتاب
بالائیان چہ خطِ غلامی بوُسے دہند — خود را نویسد از ہمہ پائین تر آفتاب
نعلِ سمِ براقِ وئے آمادہ ما کند — زر بدرہ بدرہ ریختہ در آذر آفتاب
بے سایہ بود زانکہ در اوضاعِ معنوی — بود از علوِ مرتبہ مشرف بر آفتاب
از بہرِ عطرِ بارگہِ کبریائے اوُست — مجمر فروز بالِ ملک مجمر آفتاب
ہر شب بے شرفِ زرہ غرب می بَرد — خاکِ مدینہ تا بدرِ خاور آفتاب
از خاکِ نور بخشِ رہت این صفا و نور — آوردہ ذرّہ ذرّہ بگید بجیر آفتاب
یا سیّدَ الرُسُل کہ بپہرِ وجود را — ایشان کواکب اند و تو دین پرور آفتاب
یا مالکُ الامم کہ بدعویِ بندگیت — بنوشتۂ از مبالغہ صد محضر آفتاب
آن ذرّہ است محتشم اندر پناہِ تو — کآویختہ بدستِ توسّل در آفتاب
ظلِّ ہدائیتش بسر افگن کہ ذرّہ را — رہ گم شود گرش نبود رہبر آفتاب

"تا در صفِ کواکب و در جنبِ عترتت
گاہی نماید اکبر و گہ اصغر آفتاب

مُحمّد جمال الدّین عَرفی شیرازی

المتوفی : بعمر ۳۶ برس ۹۹۹/ ۱۵۹۱ء

دوران کہ بود تا کند آرایشِ مسند — مداحِ شہنشاہِ عرب را عجم را
آرایشِ ایوانِ نبوت کہ ز تعظیم — خاکِ درِ او تاجِ شرف داد قسم را
روزے کہ شمردند عدیلش ز محالات — تاریخِ تولد بنوشتند عدم را
آنجا کہ سبک روحیش آید بہ تکلم — ز آسیبِ گرانی بخرد گوشِ اصم را
تا رایتِ عفو و غضبش سایہ نیفگند — ہیئت متصوّر نشد آرامش و رم را
تا شاہدِ علم و عملش چہرہ نیفروخت — معلوم نشد فائدہ نے کیف و نہ کم را
تاثیر بَرد سہم تو از حکمِ کواکب — تغییر دہد ہیبتِ تو طعمِ نعم را
انعامِ تو بر دوختہ چشم و دہنِ آز — احسانِ تو بشگافتہ ہر قطرۂ یم را
زان گریہ دہد روشنیِ دل کہ بیاموخت — روشنگریِ آئینہ انصافِ تو نم را
در کوے تو تبدیل کند مردمکِ چشم — اجزائے وجودِ خود و اجزائے قدم را
از بس شرفِ گوہرِ تو، منشیِ تقدیر — آن روز کہ بگذاشتی اقلیمِ قدم را

ق

تا حکمِ نزولِ تو درین دار نوشتہ است — صد رہ بعبث باز تراشیدہ قلم را
گر جوہرِ اوّل بحریمِ تو در آید — تن در ندہد قامتِ تعظیمِ تو خم را
تا کونِ ترا اصلِ مہمات نخواندند — نشنید قضا ترجمۂ لفظِ اہم را
تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل — سلمائے حدوثِ تو و لیلائے قدم را
تا نامِ ترا افسرِ فہرست نکردند — شیرازۂ مجموعہ نہ بستند کرم را
عرفی مشتاب این رہِ نعت است نہ صحرا ست — آہستہ کہ رہ بر دمِ تیغ ست قدم را

ہشدار کہ نتوان بیک آہنگ سرودن　　نعتِ شہِ کونین و مدیح کے و جم را
شایستہ بدست آر کہ بینند درین شہر　　شایستگی جنس چہ بسیار و چہ کم را
گیرم کہ خرد حصر کند مایۂ نقش　　آن حوصلہ آخر ز کجا نطق و رقم را
شاہا بہ عطایت کہ ازان کام کہ دانی　　نومید مہل عرفیِ محرم و ذرم را
از باغِ نعیمش مدہ انعام و میامیز　　با مطلبِ او مطلبِ اصحابِ شکم را
آسائشِ ہمسائیگی حق ز تو خواہد　　او ہمہ دوزخ نکند باغِ ارم را
دانم نرسد ذرّہ بخورشید و لیکن　　شوقِ طیران میکشد اربابِ ہمم را
ہرچند طبیعی بود این مس تو بفرمای　　تا جلوہ دہد فیضِ تو اکسیر کرم را
من ہم بسوالے لبِ خجلت نکشایم　　اے آبِ حیات از لبِ تو خضر نعم را
ہرگاہ کہ در مدح بلغزم تو بخشای　　کز مدح ندانم من حیرت زدہ ذم را
تحصیلِ ثواب و شرفِ نسبتِ نعتت　　زین گونہ خجل ساختہ حسانِ عجم را
تا نعتِ تو آمد زمشیت بہ نوشتن　　بالانگرستن بشد از یاد قلم را
دانش نکشاید بسزا عقدۂ نعتت　　زینجاست کہ اندیشہ نگون کرد علم را

مدحِ تو ز اخلاص کنم ہدیہ نہ از علم
از بتکدہ چون آورم آہوے حرم را

اے مہرِ تو جان آفرینش　　نعتِ تو زبانِ آفرینش
لطفِ تو چمن طرازِ امکان　　خشمِ تو خزانِ آفرینش
جودت "ہمہ بخش" عالمِ کون　　علمت "ہمہ دان" آفرینش
ہمتائے تو بہترین خطابش　　بے نام و نشانِ آفرینش
تا گوہر فطرتِ تو گردید　　آئینِ دکانِ آفرینش

تیزی بگذاشت تیشۂ صنع — در کاوشِ کانِ آفرینش
در ضمنِ شمردنِ عطایت — افلاج بنانِ آفرینش
اندیشۂ احتمالِ شانت — ز آنسوے گمانِ آفرینش
شمشیرِ کمالِ تو نیامد — محتاجِ فسانِ آفرینش
امکانِ وجودِ دشمنِ تو — زنّارِ میانِ آفرینش
عیسٰی مگسِ تکلّمِ تو — حلوائے دکانِ آفرینش
صافی شکرِ شفاعتِ تو — قُوتِ مگسانِ آفرینش
نعلینِ تو تاجِ قابِ قوسین — تمکینِ تو شانِ آفرینش
با علمِ تو آشنا نیفتاد — یک مسئلہ دانِ آفرینش
با مستیِ شوقِ تست عرفی — از بےخبرانِ آفرینش
در مغز دماغِ او خبر نیست — از عنبر و بانِ آفرینش
دعوےٰ کنِ نعتِ لائقِ تو — رُسوائے جہانِ آفرینش
دارد بہ عنایتِ تو عرفی — حرفے ز زبانِ آفرینش

برخیز کہ شورِ کفر برخاست
اے فتنہ نشانِ آفرینش

حکیم ابوالفیض فیضی

۹۵۳/۱۵۴۶ - ۱۰۰۴/۱۵۹۶ء

آنؐ مرکز دور ہفت جدول — گرداب نشین موج اوّل
چابک قدمِ بساطِ افلاک — والا گہرِ محیطِ "لولاک"
قدرش بزمانہ ماہ و اکلیل — نورش بفلک چراغ و قندیل
باشرح و کتاب نورِ ساطع — با تیغ و زبان دلیلِ قاطع
از رایتِ کبریا مؤید — سرِ لشکرِ انبیاء محمدؐ
مصباحِ سپہر گوہرِ او — معراج ستارہ بر درِ اوؐ
خاکی و براوجِ عرش منزل — اُمّی و کتاب خانہ در دل
باحبلِ متین دوسوے بستہ — زنجیرِ خرد بموے بستہ
ہم مطلعِ اولِ رباعی — ہم مصرعِ آخرِ رباعی
نورش چوبر آسمان علَم زد — روزش بہزار صبح دم زد
زان پیش کہ پانہد بریں فرش — می بود بگاہوارۂ عرش
سرچشمۂ فیض گردِ راہش — پیشانیِ صبح سجدہ گاہش
قصرِ جبروت آشیانش — بامِ ملکوت آستانش
ہم از دو جہان تہی و ہم پُر — ہم ساحل و ہم محیط و ہم دُر

اسرارِ ازل خزینۂ او   محرابِ ابد مدینۂ او
بربام ابد صدائے کوسش   پیشانیِ عرش خاک بوسش
گیسو بہ دوسوے برشکستہ   کونین بتارِ موئے بستہ
ہرگیسوے او ببادِ شب گیر   آویختہ عرش را بزنجیر
جولانگہِ لامکان فضایش   نعلینِ دوکون زیرِ پایش
ازچرخ بلند پایۂ او   نہ چرخ بزیرِ سایۂ او
عالم کہ سر از عدم کشیدہ   از سایۂ اوست آفریدہ
چون بہر جہان جُزاو سبب نیست   گر سایہ نباشدش عجب نیست
نوریست زچشمِ کوتہان دُور   عالم ہمہ سایۂ ازان نور
یک نور و دو کون روشنائی   یک گوہر و صد جہان روائی
اے شاد روانِ عشرتِ او   شاداب زبحر فطرت او

ظلمت زبساطِ قرب شان دور
در خانہ ھزار شمع و یک نور

خواجہ باقی باللہ

۹۷۱/۱۵۶۳ء - ۱۰۱۲/۱۶۰۳ء

گرم فیض ازل بخشد دل و دست　　کہ درھم ریزم این بُت خانۂ ہست
ازیں اقبال یابم احترامے　　کنم خاصانِ احمد راسلامے
سرشک افشاں زمیں بوس ثناگو　　بسلطانِ رسالت آورم رُو
چو در نظارۂ روشن کنم رائے　　درین نظارۂ جاوید اُفتم از پائے
تماشارا جگر بخشم کہ می جوش　　تمنا را دہن گیرم کہ خاموش
بدل گویم سعادت ہم نشیں است　　مقامِ "قاب قوسین" تو این است
جمالِ خواجہ معراجِ وجود است　　قبولِ دُرّۃ التاجِ وجود است
نسیم راحتش پیک امین است　　زمینِ خدمتش عرشِ برین است
سہی سروے زبستانِ خدائیست　　ستونِ بارگاہِ کبریائیست
سرائے کون دارد نورِ بینش　　ازین فانوس شمعِ آفرینش
کلامِ زندگی بخشش مشیراست　　کہ رُوح القدس از وے بہرہ گیراست
رُخش مرأت، نورِ لامکان را　　صلا در داوہ بینائی جہان را
بیک یک ذرہ اش صد گونہ رازست　　فرود آ خامہ کین منزل درازست
ہمینم بس کہ بفرستم سلامے　　کہ کارم گیرد از وے انتظامے
درین حسرت رہِ بہبود یابم　　روانش را ز خود خوشنود یابم

بمن کرّمتہ یا ذالمکارم
علیٰ خیرالوریٰ صلِّ وسلّم

محمّد حسین نظیری

المتوفی: ۱۰۲۳ / ۱۶۱۴ء

اے کردہ خراب خانہا را — برھم زدہ آستانہا را
صیّاد وشان بدام زلفت — دربافتہ صید جانہا را
کردہ بہ بتانِ دلربا شرط — بردہ بگرو نشانہا را
در بہرِ توؔ صد ھزار صیّاد — آراستہ دام و دانہا را
شاہان بفصاحتِ توؔ دادہ — مفتاحِ درِ خزانہا را
درعقدۂ جعدِ نیم تابت — مشاطہ شکستہ شانہا را
تاکشتۂ غمزۂ تو کردم — برساختہ ام بہانہا را
زآمد شُدِ ھر مزار و معبد — فرسودہ ام آستانہا را
شیرازۂ نظم خویش بندم — منسوخ کنم فسانہا را
صوتے بنوائے نو بر آرم — برباد دھم ترانہا را

گردید ندیمِ غم نظیریؔ
خواری رسد یگانہا را

زہے نسخۂ آفرینش جمالت
نکت یابِ مجموعۂ گل خیالت
بفطرت فزونی نکاہد ز نورت
زظلمت برونی نباشد زوالت

ہمیشہ حق از قول و رائے تو روشن
بپوشیدہ موجِ حوادث زلالت
بحدِ خرد ہست پروازِ ہر تن
تو روحی خرد پَرَد از پرّ و بالت
ہمہ وجدہا صوفیاں را ز قولت
ہمہ حالہا قدسیان راز حالت
باعجازِ قولت کہ ایمان نیارد
حلالت بود خونِ منکر حلالت
بباطن ترا دیدہ آدم مقدم
زصدرِ جنان شُد بصفِ نعالت
بہ پیرامنت سایہ ظاہر نگردد
کہ خورگشتہ طالع فرازِ نہالت
بحُسنِ تو نقّاش نقشے نیارد
کہ صنعت گری ختم شُد بر کمالت
تران گفت "لیس کمثلہ" بشانت
کہ در غیب نبود مثالِ مثالت
نظیری چنان ساز صافی سخن را
کہ روح نبیؐ خوش شود از مقالت

مکتبی شیرازی

المتوفی: ۱۶۳۳ء

شاہنشہِ انبیاء محمدؐ ماہِ افسرِ آفتاب مسند
عنوان صحیفۂ الٰہی سرخیلِ سپیدی و سیاہی
آن مجملِ اوّلینِ مفصل خورشیدِ پسین و صبح اوّل
آن سایۂ رحمتِ الٰہی فیروزہ نگینِ مہرِ شاہی
زان مہرِ ازل کہ در نگین داشت اقبالِ ابد در آستین داشت
زان از ہمہ سایہ اش نہان بود کش سایہ فزون ازین جہان بود
عقل از کلماتِ اوست محظوظ دلِ عرش و زبانش لوحِ محفوظ
او پیش قدم تر از جہان بود زان پیشروِ جہانیان بود
آدم کہ شدست لوحِ تصویر زان صورتِ خوب شد جہانگیر
سجادۂ شرعِ او کہ بگشود در کشتیِ نوحؑ بادبان بود
با حُسنِ خلیلؑ از در آمد ز آتشکدہ سُرخ رو برآمد
ہر ریگ ز رہگذارِ آن نور ہارونؑ و کلیمؑ را بود طُور
ہر ذرّہ ز خاکِ راہِ آن تاج ادریسؑ و مسیحؑ راست معراج
گر سدِّ شریعتش نبودے طوفانِ بلا جہان ربودے
دُر غنچۂ لب نہ بر کشادے از باغِ جہان گلے نزادے
حکمش کہ سر از ازل کشیدہ تیغے است کہ تا ابد کشیدہ
حرفش کہ قلم بچوب بستہ در دست بدان قلم شکستہ
بر لوحِ جہاں کہ خوش رقم بود انگشتِ شہادتش قلم بود
زاں لوح و قلم چو امتحان کرد بر ناخنِ ماہ شق عیان کرد

کرد او ہمہ را سواد شوئی   تا یافت سخن سپید روئی

غواصیِ قُلزمِ سما کرد
تا راہ بگوہرِ بقا کرد

اے سرِ علم تو چرخِ اعظم   چوبِ عَلَمت ستونِ عالم
زیبا چمنِ جنان کہ ہشت ست   ز آبِ عرقِ تو سبز گشت ست
کے غیرِ تو بر فلک زند ہوی   چوگانِ تو می رسد بدانگوی
عقلِ تو ز نردبانِ ایام   بر کنگرۂ فلک نہد گام
گر ابر نشگافت تیغِ خورشید   تیغِ تو فلک نشگافت جاوید
مرغے کہ درِ تو خانۂ اوست   بحر و گہر، آب و دانۂ اوست
بر فرقِ تو ابر سایہ دار ست   زان عطر فروشِ نوبہار ست
بعد از ہمہ انبیا رسیدی   بر حرفِ ہمہ قلم کشیدی
پیش از ہمہ گر تو رُخ نمودی   غیر از تو پیمبرے نبودی
چرخ از تو نہالِ یک ثمر بود   شیرینیِ جُملہ در تو افزود
جانِ ہمہ در حمایتِ تُست   ملکِ ہمہ زیرِ رایتِ تُست
نہ دائرۂ سپہرِ دائم   بر نقطۂ ذاتِ تست قائم
خورشیدِ چہارم آسمانی   بر صدرِ چہار یار از آنی
زان چار ستونِ بیتِ معمور   بخشاہی بہ مکتبیؔ درِ نور
فردا کہ زمین شود چو اخگر   از گرمیٔ آفتابِ محشر

از ابرِ کفِ شفاعت انگیز
آبے بدہانِ خشکِ ما ریز

میرزا جلال اسیرؔ

المتوفی : ۱۰۴۹ / ۱۶۳۹ء

جوشِ بہارِ وفا صفتِ تماشائیان
سینہ گلستانِ دردِ چاکِ خیابانِ اُو

در چمنِ امتحان چون گلِ آتش گداخت
پنجۂ خورشید را حسرتِ دلانِ اُو

گردِ وجود و عدم رفت ببادِ فنا
نقشِ دو عالم نشست درِ رہِ جولانِ اُو

در سفرِ جستجو توشۂ حسرت کم است
دل بہ ستم می خرند آبلہ پایانِ اُو

ریگِ بیابانِ عشق ضامنِ دلہائے ما
تابِ مژگانِ کیست خارِ مغیلانِ اُو

زود فراموشیش کے رود از خاطرم
شبنمِ گُل می چکد از گلِ نسیانِ اُو

دوری و نزدیکیم سرمۂ چشمِ خیال
شکوہ فراموش تر در شبِ ہجرانِ اُو

مطلع ثانی

جام شرر میکشد شبنمِ بُستانِ او — خندۂ گل می چکد ز آتشِ پنہانِ او
گروِ جدائی بس است آیینۂ قرب را — وصل بسر می دود در رہِ حرمانِ او
شوخیِ صیادِ عشق در پے صید خود است — می رمد از دامِ ما سایۂ مژگانِ او
عشق ز ہر نالہ ام یوسف دیگر خرید — گرمیِ بازارِ او زینتِ دکّانِ او
قطرۂ دریوزۂ عشق شبنمِ گلہائے راز — پرتوِ خورشید حُسن موجۂ طوفانِ او
حلقۂ زنجیرِ ما دانۂ تسبیح شکر — گوشۂ چشمِ وفا گوشۂ زندانِ او
لطفِ تغافل طراز، جورِ مروت نواز — کورۂ حرص گداز خاکِ اسیرانِ او
شرمِ سخن از لبش کامِ خموشی گرفت — آئینہ طوطی شود در شکرستانِ او
قطرۂ نیسانِ عشق تشنۂ خریدار بود — گشتہ جواہر فروش خاکِ شہیدانِ او
گشت غبارِ فنا سُرمہ کشِ انتظار — دل بنگاہے نہ داد چشمِ سخندانِ او

مطلع ثالث

جلوۂ شمشاد و سرو نائبِ جولانِ او — جوشِ گل و یاسمن سایۂ دامانِ او
میکدۂ کبریا ساغرِ عرفانِ او — قافلۂ انبیا ریگِ بیابانِ او
گلشنِ غم ریشہا، مستیِ دل شیشہا — بوی گل و رنگِ مے خانہ بدوشانِ او
گل سر و سامانِ خود صرفِ شگفتن کند — گر بگلستان رود بے سر و سامانِ او

موجِ ابد نشکند کشتیِ ایجاد را
جامِ بقا گر کشد قطرۂ عمانِ را

حاجی جان محمّد قدسی

المتوفی : ۱۰۵٦/ ۱٦٤٦ء

مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

منِ بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی

چشمِ رحمت بکشا، سوی من انداز نظر
ائے قریشی لقب و ہاشمی و مطلّبی

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
بہتر از آدم و عالم توچہ عالی نسبی

ماہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
رحم فرما کہ زحدّ می گذرد تشنہ لبی

نسبتِ خود بہ سگت کردم وبس منفعلم
زان کہ نسبت بہ سگِ کوئے توشُد بے ادبی

عاصیانیم زمانیکِ اعمال مپرس
سوئے ما روے شفاعت بکن از بے سببی

سیّدی انت حبیبی وطبیب قلبی
آمدہ سوی تو قدسی پیِ درمانِ طلبی

سعد اللہ مسیحائے پانی پتی

(المتوفی: گیارہویں صدی ہجری / ۱۷ ویں صدی عیسوی)

بنعتِ مصطفےٰ نامیست نامم　　کزین معنی بہ یزدان ہم کلامم
دل از عشقِ محمدؐ ریش دارم　　رقابت با خدائے خویش دارم
حقیقت ناز دارد بر مجازم　　بمعشوقِ خدائے عشقبازم
درین میدان نیامد ہمچو من مرد　　بعشقم عاشقیہا می توان کرد
چو خورشید نخستین شد گل اندود　　محمدؐ نام کردش بختِ محمود
محمدؐ نیست جز آئینۂ بیش　　تو در وَے می نمائی جلوۂ خویش
بدان جلوہ بجان خاطر نہادی　　بدادِ حُسن خود انصاف دادی
بہ بین آئینہ در خویش می ناز　　جہان قربان ازین ہم بلیش می ناز
زعشقِ خود شدی شرمندۂ خویش　　کہ خود را نام کردی بندۂ خویش
دگر نہ کے پسند عقلِ مخلوق　　کہ خالق عاشق و مخلوق معشوق
ترا بشناسد آن کو حق شناس ست　　خدایا این چہ تغییرِ لباس است
کشایم چند رازِ دل چو مستان　　من و نعتِ تو چون ظاہر پرستان
مہین پیغمبرے از نسلِ آدم　　جہانِ رحمت از یزدان مجسم
معمائے خرد نازان بنامش　　دو عالم جرعۂ از دُردِ جامش

یتیمے ناز پروردِ الٰہی ۔۔۔ فقیرے پشت پا برتاجِ شاہی
سریر آرائے تختِ لامکانی ۔۔۔ گہرپیرائے تاجِ کن فکانی
رواجِ نقدِ توحید از عیارش ۔۔۔ طفیلش گنجِ ہستی بل نثارش
زمین در زیرِ کفشش عرش افلاک ۔۔۔ خدا طغرائے عرشش خواند لولاک
زبان بہرِ ستائش گشت موجود ۔۔۔ زخیلِ آفرینش اوست مقصود
نشانِ پائے او بر دستِ موسیٰ ۔۔۔ نہاد از پیش دستی پائے بالا
خداوندا جہان عشقِ تو بازد ۔۔۔ زہے نقشے کہ ہر نقاشں نازد
مسیح از خام طبعی لب نہ بستی ۔۔۔ ادب باید درینجا گرچہ مستی

خدا نعتِ محمدؐ داند و بس
نیاید کارِ یزدان از دگر کس

محمّد اکرم غنیمت کنجاہی

المتوفی : ۱۱۱۰/ ۱۶۹۸ء

جبینم بجدہ مشتاقِ جنابی　　کزو ھر ذرہ گردد آفتابی
جنابِ قبلۂ دل کعبۂ جان　　چراغِ آفرینش روحِ ایمان
جنابِ سرورِ ممتاز عالم　　جنابِ شانِ عزّت فخرِ آدم
محمّد شاہدِ دین جانِ ایمان　　محمّد رحمتِ حق لطفِ یزداں
بہارِ ہشت جنت رنگ و بویش　　بہشتِ نہ فلک خاکے ز کویش
فلک سا از جنابِ اوّ سرِ خاک　　سجو داز آستانش سر بر افلاک
چو در حرفِ شفاعت لب کند باز　　سزد بر رحمت ار عصیان کند ناز
فغانم را شنیدن گر نصیب ست　　بہار ہفت خلد عندلیب ست
پناہِ اُمّتا عاجز نوازا　　جہان را جان و جان را چارہ سازا
نیارم گفت حالِ دل کہ چون ست　　دہن ہنگامِ گفتن زخم خون ست
ہوس از بسکہ ہر سو جوش دارد　　دلم بُت خانہ در آغوش دارد
اسیرم کرد کافر ماجرائی　　رھائی یا نبیّ اللہ رھائی
مرا اے جانِ جان از روئے ایمان　　مُسلمان کن مُسلمان کن مُسلمان
عجب نبود ز لطفِ دین پناہم　　کہ گردد فخر آمرزش گناہم
شنیدم وعدۂ دیدار فرد است　　حصولِ مدعا موقوف آنجاست
ازین حرفم دل و جان در گداز ست　　قیامت بس رہِ دور و دراز ست
بباغِ جلوہ سرورِ خود بر افراز　　سرت گردم قیامت جلوہ گر ساز
اسیرِ طرز و اندازِ جلالم　　کہ خواند از شوق بلبلِ حبِ حالم

بر افگن پردہ از رُخ بے محابا
یکے کن وعدۂ امروز و فردا

میرزا داراب بیگ جویا تبریزی

المتوفی : ۱۱۱۸/ ۱۷۰۶ء

درغزل گویی شنیدی آفرین از ہمگنان
نعت گو جویا و بشنو از ملائک مرحبا
پاک تر از موجِ کوثر کن زبانِ خویشتن
تا توانی بود زین پس نعت سنجِ مصطفیٰ
افتخارِ دودۂ آدم حبیبِ ذوالجلال
سرورِ دنیا و عقبیٰ شافعِ روزِ جزا
آنکہ جبریلِ امینش می کشیدے غاشیہ
آن کہ بُد فرمان بَرش شاہنشہی چون مرتضیٰ
آن شہے کز شش جہت سوی حریمِ درگہش
عینکِ چشم است اولوالابصار را قبلہ نما
رتبۂ قربش تماشا کن کہ مقدارِ دو قوس
بلکہ ہم نزدیکتر بُد با جنابِ کبریا
از عناصر در تنِ آدم برامی خلقِ او
گشتہ اند اضداد باہم چار یارِ باصفا
کبریا بنگر کہ شاہِ اولیا خود را بفخر
گفتہ عبدے از عبیدِ سرورِ ہر دوسرا
از ادب شوید دہن را خضر باہفتاد آب
تا تواند بُرد نامِ نامیِ آن پیشوا
بارِ حلمِ او زمین را دادہ تمکین و قرار
بردہ شوقِ طوفِ خاکِ پاکش آرام از سما

میرزا عبدالقادر بیدل

۱۰۵۴/۱۶۴۴-۱۱۳۳/۱۷۲۱ء

مثنوی محیطِ اعظم

محمد شہِ محفلِ قدسِ ذات　　محیطِ خُمِ ہستیِ کائنات
شبے کان شہِ کشورِ بے خلل　　قدم زد بمعراجِ فیضِ ازل
بسرعت چنان بود عشرت پیام　　چو آمد شدِ موجِ صہبا بجام
چو خورشید برداشت انوارِ پاک　　اگر سایۂ دید بر روی خاک
ترحم بہار علاماتِ او　　کرم ہمچو حق لازمِ ذاتِ او
گر از "قاب قوسین" جوئی نشان　　وجودش نماید رہ این بے گمان
درین بزم غیرے ندارد مقام　　بود موجِ مے بر رُخِ خطِ جام
ز لفظِ محمد گر آگہ شوی　　ادا فہمِ الحمد للہ شوی
وجود آیتِ فیضِ اظہارِ او　　عدم پردۂ نقشِ اسرارِ او
کمالش بر افگندہ بر روئے ذات　　ز اسمِ محمد نقابِ صفات
شیوناتِ ذات اللہ افعالِ او　　ظہورِ کلام اللہ اقوالِ او
زبانے باسرارِ حق ترجمان　　دہانے ز غیبِ ہویت نشان
ز فیضِ کفِ دست دریا گہر　　ید اللہ بچشمِ یقین جلوہ گر

زابرو کلید درِ و حدتش　　زگیسو سوادِ خطِ کثرتش
لبش گوہر آرائے دُرجِ حدود　　خطِ جبہ اش موجِ جامِ شہود
چہ مینا چہ خُم چہ سبو چہ شراب　　ہمہ مستِ دریوزۂ آنجناب
بہ تعظیمِ آن پادشاہِ کرم　　بود پشتِ افلاک تا حشر خم
زمین تا دہد بوسہ بر جائے او　　جبینِ ادب شد سراپائے او
دل بحرِ بیتاب احسانِ اوست　　بصد چشم گرداب حیرانِ اوست
زشوقِ نثارش ببزمِ وجود　　عدم کیسۂ نقدِ ہستی کشود
نفسہائے خامشِ گرمِ سخن　　بہ بحرِ خیالش ہمہ موج زن
زآئینہ ذرّہ تا آفتاب　　زنورِ تماشائے او کامیاب
از مستی و ہوشیاری ماست　　دزو راحت و بیقراری ماست

دماغِ قدح باز بر روئے اوست
درودِ صراحی ہمہ سوئے اوست

میر سیّد علی مشتاق اصفہانی

۱۱۰۱/۱۶۹۰ - ۱۱۷۱/۱۷۵۸ء

خسروِ کشورِ لولاک محمّد کہ نهاد
ایزدش تاجِ رسالت بسراز روزِ ازل

پادشاهِ مَدَنی شاهسوارِ مکّی
راسخِ دینِ مبین ناسخِ ادیان و ملل

نورِ اوّ رانہ بدایت نہ نہایت باشد
کہ بود نورِ خداوندِ جهان عزّ و جلّ

ز اولش ہیچ مپرس آنچہ ندارد آخر
ز آخرش ہیچ مگو آنچہ ندارد اوّل

از غلامانِ درِ اوّ کہ بود پایۂ شان
از عُلوّ طعنہ زن پایۂ شاهانِ اجل

اے دلت آینۂ شاہدِ یکتاے ازل
ہر کہ جویاے خدا گشت ترا جُست اوّل

بود ظلمت کدۂ محفلِ عالم زان پیش
کہ شود مہرِ جهان تابِ تو سرگرم عمل

ناگہان نورِ تو از غیب درخشید و زدود
زنگ از آئینۂ تاریکِ جهان چون صیقل

شبِ معراج کہ بہر قدمت خلوتِ دوست
ہمچو فردوسِ برین گشت مزیّن بحلل

آنچہ در پردۂ اسرار نہان بود ایزد
گفت در گوشت الیٰ آخرہٖ من اوّل

انبیا را کہ ببرجِ شرف افراختہ شد
علمِ شعشعہ چون مہر در ایوان حمل

ہمہ نورند ولے نسبتشان ہست بتو
نسبتِ ذرّہ و خورشید و چراغ و مشعل

سرِ کوے تو بہشت است کہ یابند دراوُ
عاشقان چاشنیِ صحبتِ معشوقِ ازل

تاج و تختِ جم و کے پیشِ گدایانِ تو چیست
کاندران خطّہ کہ سلطان توئی اے میرِ اجل

نکند در نظرِ ہمتِ موران حقیر
خرمنِ ہر دو جهان جلوۂ مشتے خردل

برنیاید زکسے وصفِ سخائے تو کہ ہست — اے تو در جُود زصد حاتمِ طائی اکمل
وقتِ احسانِ تو یک قطرہ چہ دریا چہ غدیر — گاہ انعامِ تو یک ذرّہ چہ اکثر چہ اقل
دستِ لطف ار نکنی بہرِ شفاعت بیرون — ز آستین، روزِ جزا نزدِ خدا وند ازل
زاہد از زُہد نہ بیند بَر و عابد ز صلاح — عالِم از عِلم نہ چیند گل و عامل ز عمل
ہر کہ برگیردش از خاکِ مذلت لُطفت — اے بامدادِ تو وارستہ ذلیلان ز ذلل
دردم از رفعتِ اقبال زند چون کیوان — رایتِ شوکت و شان بر سرِ این ہفت کتل
دیدہ و خواندہ ام از دفترِ اربابِ سخن — چہ حدیثِ نو و چہ کُہنہ و چہ مستعمل
زآن میان خاصہ نعتِ تو بود نکہتِ فیض — نہ بہر رایحۂ لالہ و گل نوم و بصل
من کہ باشم خود و آنگاہ چہ باشد سخنم — تا شوم مدح سرائے تو باین لیت و لعل
کہ بوادیِ ثنائے تو صد افلاطُون را — پائے اندیشہ بود با ہمہ سُرعت ارجل
سرورا، تاجورا، دادستانا، دادگرا — کہ شود حل ز تو ہر عقدۂ مالا ینحل
منم آن سوختہ کز آتشِ آہم ہر دم — می کشد سر بفلک دود چہ دودِ مشعل
روزگاریست کہ از سیلِ غم و دورِ سپہر — در بنائے طرب و عشرتم افگندہ خلل

این جفا پیشہ کہ ہست از پے استیصالم
مپسند اینکہ جفایش کُنَدم متأصل

شیخ محمّد علی حزیںؔ

۱۱۰۳/۱۶۹۲ء — ۱۱۸۰/۱۷۶۶ء

دل و دیدہ ہا فرشِ در راہِ کیست　　　جبینہا زمین سایِ درگاہِ کیست
فروزندۂ بدرِ عرفان کہ شُد ؟　　　فزایندۂ قدرِ انسان کہ شُد ؟
بنوعِ بشر سرفرازی کہ داد ؟　　　کفِ خاک رابے نیازی کہ داد ؟
زفیضِ کہِ این مُشتِ گل جان گرفت ؟　　　فروغ از کہ رخسارِ ایمان گرفت ؟
مَلک چاکرِ لامکان پایہ کیست ؟　　　قدم بر فلک سایہ بیسایہ کیست ؟
دَوان در رکابِ کہ جبریلؑ رفت ؟　　　کہ حکمش بتورات و انجیل رفت
زمین مسکنِ آسمان آستان　　　فروغِ زمن قبلۂ راستان
محمّدؐ سرافرازِ خیل رُسل　　　امان البرایا دلیل السُبل
امام الہدیٰ اشرف المصطفین　　　مغیث الوریٰ ملجاء الخافقین
سرو سرورِ یکّہ تازانِ عشق　　　بلند افسرِ سرفرازانِ عشق
شفاعت گرِ جوقِ بے حاصلان　　　حلاوت دہِ ذوقِ صاحبدلان
سبیلِ گدایانِ او سلسبیل　　　جنیبت کشِ موکبش جبرئیلؑ
شُد از شانِ او شوکتِ کفر پست　　　بمیلادِ او قصرِ کسریٰ شکست
صبا ہمدمِ غنچہ اش ناشدہ　　　پُرد رنگِ گلنارِ آتش کدہ
زند بحرِ رحمت چو موجِ ظہور　　　شود خشک دریاچۂ تلخ و شور

بعہدش عبادت روائی گرفت — جبینِ صنم جبہہ سائی گرفت
بزمِ ازل محرمِ راز اوست — بروی دو عالم درِ باز اوست
کلیدِ دلِ تنگِ ہر بستہ کار — درِ رحمتِ خاصِ پروردگار
چہ دولت سرایست جنت اساس — ازو مخزنِ سینۂ حق شناس
چہ نعمت کزو قسمتِ خاک نیست — چہ رفعت کزو خاصِ افلاک نیست
بمعراج بخشد فلک را عروج — بلند آسمانیست ذات البروج

سپاس وسلامے سزاوارِ او
برو باد بر آلِ اطہارِ او

(۲)

اے زادۂ اوّلینِ قدرت — قدرِ تو ورائے فہم و فکرت
آدمؑ ز تو یافت سربلندی — نوحؑ از تو طرازِ ارجمندی
در طورِ کلیم یک شبانت — کونین نوالہ خوارِ خوانت
خاتم توئی و توئی سلیمانؑ — جبریل ترا ست ہُدہُد از جان
کی در خورِ تُست عرش بلقیس — اول قدمت بعرشِ تقدیس
اے صدرِ نشینِ بزمِ لولاک — در خاکِ مذلّتِ تو افلاک
گر نہ ز رُخِ تو نور می تافت — کے مشعلِ مہر نور می یافت

طوبیٰ بود از قدِ تو سایہ
سدرہ ز درت نخست پایہ

حکیم قاآنی

۱۲۲۲/۱۸۰۷ء — ۱۲۷۰/۱۸۵۴ء

اصلِ کرم، ولیِ نعم، قائدِ امم ‏ ‏ کہفِ وریٰ، امامِ ہدیٰ، آیتِ تقا
سطحِ حیات، خطِ بقا، نقطۂ وجود ‏ ‏ قطبِ نجات، قوسِ صفا، مرکزِ وفا
نفسِ بسیط، عقلِ مجرد، روانِ صرف ‏ ‏ مصباحِ فیض، راحِ روان، روحِ اتقیا
مصداقِ لوح، معنیِ نون، مظہرِ قلم ‏ ‏ نورِ ازل، چراغِ ابد، مشعلِ بقا
منہاجِ عدل، تاجِ شریعت، رواجِ دین ‏ ‏ مفتاحِ صنع، دُرجِ سخن، گوہرِ سخا
فیضِ نخست، صادرِ اوّل، ظہورِ حق ‏ ‏ مرآتِ وحی، رایتِ دیں، آیتِ ہُدا
معنیِ باءِ بسملہ، مسندِ نشینِ کُن ‏ ‏ مصداقِ نفسِ کاملہ، عزلت گزینِ لا
پائندہ دولتے است بدو جُستن انتساب ‏ ‏ فرخندہ نعمتے است بدو کردن اقتدا
بیمے کہ از حمایتِ اُوؔ، بہتر از امید ‏ ‏ خوفے کہ با عنایتِ او، خوشتر از رجا
شیطان بیک توجہؔ اوؔ بہترین ملک ‏ ‏ سُلطان بیک تعرّضِ اوؔ کمترین گدا
عکسے ز لوحِ حکمتِ او ہر چہ در زمین ‏ ‏ نقشے ز کلکِ قدرتِ اُو ہر چہ در سما
بانسبتِ وجودِ شریفِ تو ممکنات ‏ ‏ اے ممکنات را بوجودِ تو التجا
خورشید و سایہ، روز و چراغ، آفتاب و شمع ‏ ‏ دریا و قطرہ، دُرّ و خزف، بُرد و بوریا
اصل و طفیل، شخص و شبہ، قصد و امتحان ‏ ‏ بود و نبود و ذات و صفت عین و اقتضا
فیاض و فیض، علت و معلول، نور و ظل ‏ ‏ نقاش و نقش، کاتب و خط، بانی و بنا
معنی و لفظ، مصدر و مشتق، مفاد و حرف ‏ ‏ عین و اثر، عیان و خبر، صدق و افترا
ذاتِ تو سرفراز بہ تمجیدِ ذوالمنن ‏ ‏ نفسِ تو بے نیاز ز تقدیسِ اصفیا
از گوہرِ تو عالمِ ایجاد راشرف.. ‏ ‏ از ہستیِ تو دوحۂ ابداع را نما
اخلافِ راشدینِ تو گنجینۂ شرف ‏ ‏ اسلافِ ماجدینِ تو آئینۂ صفا
نفسِ تو بوستانے مسطور و دل نشین ‏ ‏ ذاتِ تو گلستانے مطبوع و جانفزا

غمگین شود بہر چہ تو غمگین شوی، جہان | شادان شود بہر چہ تو شادان شوی، خدا
خورشید گرنہ کور شد از شرم رای تو | دارد چرا ز خطِ شعاعے بکف عصا
شرعے کہ بر ولائے تو حائل شود، دغل | وحیی کہ بے رضائے تو نازل شود، دغا
مہرِ ترا ثوابِ مخلّد بود ثمر | قہرِ ترا عذابِ مؤبد بود جزا
باشوکتِ تو چرخ اسیریست منحنی | باہمتِ تو مہر فقیریست بینوا
خرم بہشت، اگر تو براو بگذری، جحیم | رخشان سہیل، اگر تو براو ننگری، سہا
از فرِ ہستی تو بود عقل را فروغ | از نورِ گوھر تو بود نفس را بہا
گویا شود جماد اگر گوئیش "بگو" | پویا شود نبات اگر گوئیش "بیا"
مردودِ پیشگاہِ تو مردودِ کائنات | مقبولِ بارگاہِ تو مقبولِ ماسوا
جسمِ ترا بمسندِ ناسوت مستقر | روحِ ترا زبالشِ لاہوت متکا
گنجے کہ بدسگالِ تو بخشد، کم از خزف | رنجے کہ نیک خواہِ تو خواہد بہ از شفا
حُبِّ تو گر عدوست بجان می خرم عدو | مہرِ تو گر بلاست بدل می برم بلا
خارے کہ از خلیلِ تو، می خوانمش رطب | دردے کہ از حبیبِ تو، می دانمش دوا
دل با تو گر دو رُوست ز دل می برم اُمید | جان با تو گر عدوست ز جان می کنم ابا
خوفے کہ از دیارِ تو باشد بہ از امان | فقرے کہ در جوارِ تو باشد بہ از غنا
بیمم نہ با وِداد تو از آتشِ جحیم | باکم نہ با ولائے تو از سوزشِ جزا
درِ روزِ حشر جوشنِ جان سازم آن وداد | در وقتِ نشرہ نشرۂ تن سازم آن ولا
فا آنیا اگرچہ دعا و ثنائے شاہ | این دیو را اذی بود آن روح را غذا
زآن بر فرازِ عرش سرافیل را سرور | زین بر فرودِ فرش عزازیل را عزا
لیکن ترا مجالِ بیان نیست در درود | لیکن ترا قبولِ سخن نیست در ثنا
دستِ دعا وسیع و سمندِ تو ناتوان | بام ثنا رفیع و کمندِ تو نارسا

زین بیش درطبق چہ نہی جنسِ ناپسند — زین بیش بر محک چہ زنی نقدِ ناروا

این عرصہ ایست صعب بدُو برمَنہ قدم — وین لُجّہ ایست ژرف بدو بر مکن شنا

گیرم کہ درکلامِ تو تاثیرِ کیمیاست — دانا بکانِ زر نکند عرض کیمیا

گیرم کہ عنبرین سخنت نافہ خطاست — کس نافۂ ارمغان نبرد جانبِ خطا

کرمان وزیرہ ؟ بصرہ وخرما ؟ بدخش ولعل ؟ — عمّان ودُر ؟ حدیقہ وگل ؟ جنت وگیا ؟

گر رایت از مدیح شناسائی است وبس — خود را شناس تا نکنی مدحِ ناسزا

ور مقصد از دعا طلبت نیلِ مدعاست — خود را دعا کن از پئے تحصیلِ مدعا

شہ را ھر آنچہ باید وشاید مقرر است — بے منتِ ستائش وبے منتِ دعا

آن را کہ افتخارِ دعا وثنا بدُوست — نایدثنا ستودہ ونبود دعا روا

یارب بپادشاہِ رُسل ماہِ ہاشمی — یارب برہنمائے سبل شاہِ لافتیٰ

فضلے کہ از شدایدِ برزخ شوم خلاص — رحمے کہ از مہالکِ دوزخ شوم رہا

برہانم از وساوسِ این نفسِ دون پرست
دریابم از کشاکشِ این طبعِ خودستا

اسداللہ خان غالب دہلوی

ولادت: ۱۷۹۶ء - وفات سوموار ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء

حق جلوہ گر ز طرزِ بیانِ محمدؐ ست — آرے کلامِ حق بزبانِ محمدؐ ست

آئینہ دارِ پرتوِ مہر ست ماہتاب — شانِ حق آشکار ز شانِ محمدؐ ست

تیرِ قضا ہر آئینہ در ترکشِ حق ست — اما کشادِ آن ز کمانِ محمدؐ ست

دانی اگر بہ معنیٔ لولاک وارسی — خود ہر چہ از حقست از آنِ محمدؐ ست

ہر کس قسم بدانچہ عزیز ست می خورد — سوگندِ کردگار بجانِ محمدؐ ست

واعظ حدیثِ سایۂ طوبیٰ فرو گذار — کاینجا سخن ز سروِ روانِ محمدؐ ست

بنگر دو نیمہ گشتنِ ماہِ تمام را — کان نیمہ جنبشے ز بنانِ محمدؐ ست

ور خود ز نقشِ مہرِ نبوت سخن رود — آن نیز نامور ز نشانِ محمدؐ ست

غالب ثنائے خواجہ بہ یزدان گذاشتیم
کان ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ ست

بہشت ریزدم از گوشۂ ردا کہ مرا — ز خوانِ نعتِ رسولست زلّہ برداری

مطاعِ آدمؑ و عالم محمدِ عربی — وکیلِ مطلق و دستورِ حضرتِ باری

شہنشہے کہ دبیرانِ دفترِ جاہش — بہ جبرئیل نویسندہ عزت آثاری

افاضۂ کرمش در حقائقِ آفاق — بسانِ روح در اعضائے جانور ساری

آفادهٔ اثرِ شش برقوائمِ افلاک — بشکلِ رعشه بر اندام آدمی طاری
متاعِ او به تماشا سپرد ارزانی — حدوثِ او بقدم داد گرم بازاری
نشانِ رتبهٔ ذاتش بعالمِ توحید — دوپایه برتر از افعالی و ز آثاری
چنان بود که به بیند بخواب کس خود را — ازو مشاهدهٔ حق بعین بیداری
ظهورِ ایزدِ یکتا بصورتِ خاصش — نهاده در رهِ اعیان چراغِ غمخواری
چنین که می نگرم جلوهٔ حجاب گداز — چه مشکل ست دگر خویشتن نگهداری
مے مشاهده پُر زور و من زساده دلی — خورم چو بیش کنم حرص بیشتر خواری
بمطلع که زغیبت رساندم بحضور — کشم نوائے نیایش بناله و زاری

زهی ز حرفِ تو اندیشه را مدد گاری
خرد بسایهٔ شرعت ز فتنه زنهاری

تو و کلیم و کفش اجرِ آستان روبی — تو و مسیح و دمش اُجرت هوا داری
اسیرِ دام ترا خُلد در هوا خواهی — مریضِ عشق ترا حور در پرستاری
دم از ترانهٔ خوبے تو در اثر سنجی — دل از فسانهٔ موے تو در تشا نداری
بعطر سائی موجِ نسیمِ نوروزی — بمشک زائی نافِ غزالِ تاتاری
اگر نه خاصه ز بهرِ بساطِ عزت تست — بنائے کعبه درین کهنه چار دیواری
چراست این که خفش کرده کار فرمائی — چراست اینکه خلیلش نموده معماری
سخن ز مدحِ تو بالد بخویش کز تعظیم — بصد هزار زبانی ستودهٔ باری
بمن دریں که فرو ریزد از زبان چه گرفت — شکایتے که نه گنجد بدل ز بسیاری

برادری سر و کارم بہ جمعے افتادہ است — کہ برگزیدۂ چرخند در ستم گاری
چو فتنہ جامعِ قانونِ عالم آشوبی — چو غمزہ صاحبِ فرہنگِ مردم آزاری
فگندہ دلو و رسن را بچاہ و بر سرِ چاہ — شکستہ اند سبوے مرا بسرشاری
بسا بگشتہ و ہم بر پے نخستینم — بلسانِ گاوِ خراس اندرین طلبگاری
اگرچہ ز اشتلم بخت می زیَم ناکام — بدان صفت کہ کسے جان دہد بدشواری
ولے باین ہمہ دَر ماندگی چو یاد آرم — ز رحمتے کہ بحالِ جہانیان داری
زہم فرو گسلد بند بندِ فتنہ اگر — بقدرِ ذوقِ بہ بالم دریں گرفتاری
ننالم از ستمِ غیر بر تو باد کہ تو — مرا بدستِ منِ دیو سار نگذاری

بہ جنبشِ اثرِ لا الٰہ الّا اللہ
غبارِ ہستی غالبؔ ز پیش برداری

نواب مُصطفیٰ خاں حسرتی شیفتہ

المتوفی: ۱۲۸۶/ ۱۸۶۹ء

اوّل بآبِ چشمۂ کوثر وضو کنم
وانگہ نفس بنعتِ مزکّی برآورم

آن کز چمن طرازیِ بستانِ مدحِ اوٗ
ماوائے خود بجنتِ ماوا برآورم

آن کز ترانہ سنجیِ گلزارِ نعتِ اوٗ
اندیشہ چوں بہارِ مطرا برآورم

سُلطانِ دین امامِ رسل شاہِ انبیاءؑ
کز بندگیش پایۂ والا برآورم

خاکِ درش کہ سرمۂ اہلِ بصیرتست
گوید کہ کامِ دیدۂ اعمیٰ برآورم

حرفے گر از فروغِ جمالِ تو سر کنم
گرد از نہادِ صخرہ صما برآورم

گاہِ ثنائے غالیہ خُلقِ دلکشت
زانگونہ بوئے عنبرِ سارا برآورم

از یک حدیثِ لطف کہ با من کنی بخواب
مضمونِ صد ہزار تسلیٰ برآورم

گر بخت بر درِ تو برد سجدہ ہائے شوق
نے از جبیں کہ از ہمہ اعضا برآورم

خواہم بر آستانِ رفیعت نہاد نے
تا سر زساقِ عرشِ معلیٰ برآورم

شاید فتد نگاہ بایوانِ جاہ تو
خود را فراز بامِ ثریا برآورم

خطِ غلامیِ تو بدست عمل نگار
امروز شد سپردہ کہ فردا برآورم

از داغ بندگیت جبیں راگریز نیست
خواہم کہ آفتاب زسیما برآورم

دستم نگار بندِ عروسِ مدیحِ تست
نبود عجب اگر یدِ بیضا برآورم

طبعم ترانہ سنج ثنائے کمالِ تست
نشگفت گر نشید بدعویٰ برآورم

برعرضِ حُسنِ خاتمہ ختمِ سخن کنم
زان پس کہ یک دو حرفِ تمنّا برآورم

شاہا سپہر بارگہا بندہ پرورا
خواہم کہ نامِ کفر ز دُنیا برآورم

آتش بکار و بارِ مغانِ عجم زنم
دز دبرِ ہند موجۂ دریا برآورم

ہم غنڈوہ آورم زپے انکسارِ نفس
ہم بہرِ کسرِ کفر سراپا برآورم

گو زادہ ام بہند ولے روزِ رستخیز
یارب کہ سر زیثرب و بطحا برآورم

محمد حسن شعری

المتوفی : ۱۲۹۸/ ۱۸۸۱ء

توئی کہ بہرِ خودت از جہان گزیدہ خدا
لباسِ ناز بقدِ تو خود بریدہ خُدا

بحیرتم کہ تو در آئینہ چہ می دیدی
کہ در زمانہ مثالت نیا فریدہ خُدا

شد از نہایتِ تعظیم موردِ قسمش
بہ کلکِ صنع چو نقشِ ترا کشیدہ خُدا

دُرِ یتیمی و والا بہا از آن زخودت
بگنجِ رحمتِ بے انتہا خریدہ خُدا

بیُمنِ نورِ تو بود آنکہ جبہہ اش افروخت
کہ رُوح در تنِ آدم بجُود دمیدہ خُدا

نہادپیشِ تو از گنجِ لُطف دست بدست
ہر آنچہ وقتِ طلب از لَبت شنیدہ خُدا

سوادِ چشمِ تو افزود سرمۂ "مازاغ"
ندیدہ دیدۂ تو غیر را، چو دیدہ خُدا

بَود بسیطِ زمین چون طبقچۂ از وے
بساطِ دعوتِ عامت کہ گستریدہ خُدا

محمّدت شدہ شافع ز مَحمدت شعری
کہ آفریدہ اش از سیرتِ حمیدہ خدا

(۲)

عرش می بوسد زمین خاکِ سرِ کوی تُرا
سجدہ می آرد حرم محراب ابروی تُرا

از اشارت ہای مژگانست بر نوکِ زبان
سِرِّ "مازاغ البصر" چشمِ سخنگوی تُرا

کردہ با صد زیب زینت در ریاضِ اصطفا
فیض بارِی آبیاری سرو دلجوی تُرا

صُورتِ شانِ نزولِ سورۂ "والیل" گفت
چون یداللہ شانہ کش گردید گیسوی تُرا

کردہ وا آغوش خود پیراہن یوسف زچاک
"تا کند عطرِ گریبان نافہ بوی تُرا

شمۂ گفتن زخلقت کی بود حدِّ بشر
چون لسانِ قدس وصّافی کند خوی تُرا

شد مکحل چشمِ نور العین تا روشن شود
در شبِ اسریٰ سوادِ دفترِ موی تُرا

جان شعری بلبلِ دستان سرِیٔ نعت تست
جنّت الماویٰ شمارد گلشنِ کوی تُرا

نواب ضیاء الدّین احمد خان نیّر رخشاں (رئیس لوہارو)

المتوفی : ۱۸۸۳ء

هر نفس آید بگوشش بانگِ درائے رحیل
ناقۂ خود را چرا حکمِ چریدن دہیم

سالِ طرازِ غزل دادۂ پیغمبری است
شیرِ بیان را چو فرس لطفِ شنیدن دہیم

خارِ رہش، دیدہ را رخصتِ چیدن دہیم
در دلِ رضوان ز رشکِ نیش خلیدن دہیم

لبِ تبکلّم کشاد نغمہ ز انفاس زاد
دل بشنیدن دہیم جان بشنیدن دہیم

بر سرِ عرشش بریں طرف کلہ بشکنیم
بہر قدم بوسِ شاہ سر بخمیدن دہیم

بندۂ آن خواجۂ ایم کو پے جنسِ بہشت
معصیتِ خویش را برگِ خریدن دہیم

روحی و قلبی فداک، دردِ تو دل را خوراک
در تنِ زار از غمت جان بدمیدن دہیم

شاہگے گر (؟)، بچشم، کحل رَانی کشیم
صبح ارِنی گوے را نیروے دیدن دہیم

بوکہ بہ نیّر خورد باد خوشش روضہ را
سوئے چمن زارِ ہند موج دزیدن دہیم

خواجہ مستان شاہ کابلی

المتوفی: ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۲۱/۱۹۰۳ء

افگندہ ز پا حُسن تو در کعبہ صنم را — عشقِ تو بہ لبیک رسانْد اھلِ حرم را
چشمت زدہ از غمزہ رہِ گوشہ نشینانؔ — مژگانِ تو بر قتلِ جہان بستہ حشم را
ابروت کمان بر سرِ خورشید کشیدہ است — خطِ تو ز سُنبل زدہ بر ماہ رقم را
استادِ ازل از قلمِ صنع نوشتہ — در مصحفِ روئے تو عیاں "نون و قلم" را
شد بندۂ حکمت ز سمک تا بسماوات — از مُلکِ قِدَم چون زدی بر کَون قدم را
چون پیروِ دین تو ہمہ اہلِ عرب شد — زد معجزِ حُسن تو زہم مُلکِ عجم را

مستانہ شہ از رُوے یقین گشت چو عارف
در کعبہ خدا جوید و در دیر صنم را

اے نور تقدس تعالیٰ — سردارِ دو کون شاہِ بطحیٰ
تا مظہرِ اسم تو جہان شد — شد مظہرِ ذات از مسمّیٰ
عالم بعدم نہان چنان بود — گر نورِ تو می نہ گشت پیدا
"وَ الّیلِ" بگیسوے تو سوگند — "والشمس" بروئیت اے دل آرا
طٰہٰ بہ جبین تست طغرا — منقوش بہ بازویت "فتحنا"
"لولاک" بقدِ تو قبائے — قرآن بہ وصفِ تست یک با
آدم بوجود شد طفیلت — از مہرِ تو مہ بگشت حوّا

چون تافت فروغِ عارضِ تو | مسجودِ ملک بگشت بابا
از لعلِ لب تو قطرہ چون یافت | احیا بنمودہ مردہ عیسیٰؑ
از مہرِ رُخت چو ذرّہ بگرفت | تابید بہ طور ماہِ موسیٰؑ
آن جملہ پیمبران پیشین | گشتند ز نورِ تو ہویدا
سرخیلِ جمیعِ انبیا تو | سر دفترِ کائنات شاہا
منّانہ شہ است اُمتِ تو | بنمائی بوے جمالِ زیبا

میرزِ بکام او صبوحی
کہ خویش خبر نباشد اورا

ہمہ گویند برخسارِ محمدؐ صلوات | بلب لعلِ گہر بارِ محمدؐ صلوات
بجمالِ ملیحِ خواجۂ لولاک درود | بدو گیسوے چو تارِ محمدؐ صلوات
بشہِ مملکتِ تختِ تدلیٰ است ثنا | برگلِ روئے سمن بارِ محمدؐ صلوات
حق نمودار شد از عارضِ آن فخرِ عرب | برُخِ آئینہ کردارِ محمدؐ صلوات
خوش خرامان بشد از وہر فنا سوے بقا | بقد و قامت و رفتارِ محمدؐ صلوات
بہرِ این امتِ عاصی نہ بدش خواب شبے | بدل و دیدۂ بیدارِ محمدؐ صلوات
از الم نشرح لک صدرک تابید چو مہر | بشقِ سینۂ انوارِ محمدؐ صلوات
شبِ معراج یقین وجہِ خداوند بدید | بدو چشمانِ پُراسرارِ محمدؐ صلوات

ہر شب و روز بگو از دل و جان مستان شاہ
بلب و چشم و دو رخسارِ محمدؐ صلوات

علّامہ شبلی نعمانی

المتوفی: ۱۸۵۷ - ۱۹۱۴ء

بنگر کہ با چندین ہنر از جورِ چرخِ ہفت سر
چون لالہ ام خون شُد جگر ناسازیٔ بختم نگر

کاندر چنین حال بتر، ہر دم دہد داغی دگر
از من کہ بگذرد خبر در بزمِ آن شاہِ زمن

آن خسروِ عرش آستان آن داورِ گیتی ستان
آن قبلہ گاہِ انس و جان، آن خاتمِ پیغمبران

دانائے اسرار نہان روح الامینش پاسبان
گردون برنگِ چاکران خاکِ درش را بوسہ زن

بیش از ہمہ شانش نگر، عیسیٰ ثنا خوانش نگر
چرخ از غلامانش نگر و آن قدر ایوانش نگر

برتر ز کیوانش نگر، جبریل دربانش نگر
در بندِ احسانش نگر آبائے علوی ہفت تن

عالم ہمہ خاکِ رہش، قصرِ فلک عشرت گہش
وین بارگاہِ نُہ تہش گشتہ کمینہ خرگہش

گیتی و این ہفت و نُہش باشد غبارِ درگہش
در جلوۂ نورِ مہش روشن شدہ این نُہ انجمن

آن تاجدارِ ملک و دین، دارای اقلیمِ یقین
دانائے علمِ اوّلین، فرمان برش روح الامین

عالم شدش زیرِ نگین، چرخش ہمی بوسد زمین
آدم ہمان در مار و طین، او گشتہ میرِ انجمن

غلام قادر گرامی جالندھری

المتوفی : ۱۸۵۶ء - ۱۹۲۷ء

آنکہ را ہے بہ نہانخانۂ جانست اورا　　بے نشانست و بہر ذرہ نشانست اورا
معنیٔ احمدِ بے میم بپرس از جبریل　　بخدا جوھرِ کل مرتبہ دانست او را
منم از حلقہ بگوشانِ رسولِ عربی　　کہ زمین بوس ادب کون و مکانست او را
کرد از نیم نظر خیبرِ کفرم بدونیم　　آن یک اندیش کہ تیغِ دوزبانست او را
معنیٔ نکتۂ سربستۂ قلندر داند
آنچہ بر شیخ نہانست عیانست او را

بگیرم دامنِ آن سیدِ لولاکؐ در محشر　　کہ محشر ریختا بد تابِ حسنِ بے حجابش را
شبے در خانۂ زین آن امامِ انبیا آمد　　قضا گیرد عنانش را قدر گیرد رکابش را
قضا گیرد، قدر گیرد، ازل گیرد، ابد گیرد　　رکابش را، عنانش را، عنانش را رکابش را
سوارِ برق شد ماہے فلک آمد عنان گیرش　　رکابش بوسہ برپا زد ملک بوسد رکابش را
گرامی در قیامت آن نگاہِ مغفرت خواہد
کہ در آغوش گیرد جرم ہائے بے حسابش را

علامہ اقبالؒ

المتوفی: ۱۸۷۶ء - ۱۹۳۸ء

اے تو ما بیچارگان را ساز و برگ — وارہان این قوم را از ترسِ مرگ
سوختی لات و منات کہنہ را — تازہ کردی کائنات کہنہ را
در جہانِ ذکر و فکرِ انس و جان — تو صلوٰتِ صبح، تو بانگِ اذان
لذتِ سوز و سرور از لا الٰہ — در شبِ اندیشہ نور از لا الٰہ
نے خدا ہا ساختیم از گاو و خر — نے حضورِ کاہنان افگندہ سر
این ہمہ از لطفِ بے پایانِ تست — فکرِ ما پروردۂ احسانِ تست
ذکرِ تو سرمایۂ ذوق و سرور — قوم را دارد بہ فقر اندر غیور
اے مقام و منزلِ ہر راہرو — جذبِ تو اندر دلِ ہر راہرو

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی — جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی
اے زمین از بارگاہت ارجمند — آسمان از بوسۂ بامت بلند
شش جہت روشن ز تابِ روے تو — تُرک و تاجیک و عرب ہندوے تو
از تو بالا پایۂ این کائنات — فقرِ تو سرمایۂ این کائنات
در جہان شمعِ حیات افروختی — بندگان را خواجگی آموختی
بے تو از نابود مندیہا خجل — پیکرانِ این سرائے آب و گل
تا دمِ تو آتشے از گل کشود — تودہ ہائے خاک را آدم نمود
ذرّہ دامن گیرِ مہر و ماہ شد — یعنی از نیروے خویش آگاہ شد

تا مرا افتاد بر رُویت نظر
از اب و اُم گشتہ ای محبُوب تر

سیّد منظور احمد مہجور (مکان شریفی)

المتوفی : ۱۳۲۳/ ۱۹۰۵ء - ۸ محرم الحرام ۱۳۸۹/ ۲۷، مارچ ۱۹۶۹ء

اے دُرِّ دُرجِ عصمت واے گوہرِ ہدیٰ
اے ماہِ اوجِ عفت و اے مہرِ اصطفا
خُلقِ عظیم، خَدِ تُرا حِلیۂ جمال
فضلِ عظیم، قدِ تُرا حُلۂ صفا
فرشِ درِ تو، عرشِ دل و جانِ قدسیان
دہلیزِ بارگاہِ تو دیہیمِ اصفیا
ابرِ شفاعتِ تو بہائے بہارِ خُلد
بحرِ عنایتِ تو، یمِ لُطفِ پُرعطا
خوبانِ قدس، غاشیہ دارانِ حُسنِ تو
حُورانِ عین، آئینہ بردار اجتبا
احسان و عدل و جُود، نثارِ وجودِ تو
خُوئے تو اُسوۂ ہمہ اصحابِ اِتّقا
ہر حرفِ مصحفِ رخِ تو آیۂ نجات
ہر خال و خطِ عارضِ تو چشمۂ سخا
مہجور راخیالِ وصالِ تو روزِ عید
در دیدہ و دلش توئی ہر صبح و ہر مسا

جگر مراد آبادی

المتوفی : ۱۹۶۰ء

اے از لبِ صادقت شنیدہ — نادیدہ خدا خدائے دیدہ
اے مثلِ تو در جہاں نگارے — یزداں دگرے نہ آفریدہ
اے آنکہ بہ امتزاجِ کامل — در جملہ صفات، برگزیدہ
تو پرتو حسنِ ذات واز تو — یک شمہ بہ دیگراں رسیدہ
اے بے ہمہ خلق و با ہمہ خلق — اے از ہمہ خلق برگزیدہ
آں خیر کہ بود در زمانت — بعد از تو زمانہ ہم ندیدہ
در عشق و وفا یکے مثالے — نے دیدہ و نے کسے شنیدہ
امروز ببیں کہ مردماں را — کارے بہ بلا کشے رسیدہ

مشرق ہمہ پُر ز فتنہ و شر
مغرب ہمہ مست و سرکشیدہ

اے آنکہ ز شوقِ بے نہایت — حق را ہمہ آشکار دیدہ
طے کردہ مراحل و منازل — تا سدرہ بہ ساعتے رسیدہ
وز سدرہ بہ منتہائے قوسین — با عظمتِ خاص رہ بریدہ

اے آنکہ درونِ پردہ راز
از خویش بہ خویشتن رسیدہ

کے عقل تواں رسد بہ پایاں   ہم عشق ہنوز نارسیدہ
لولاک لما خلقت الافلاک   در مدح تو جانِ ہر قصیدہ
اے اسمِ تو حرزِ جانِ عشاق   اے ذکرِ تو، نورِ قلب و دیدہ
اے بر تو نثار، شرمِ عصیاں   اے بر تو فدا دلِ تپیدہ
یک گوشۂ چشمِ التفاتے   بر اہلیانِ غم رسیدہ
رحمت بہ اشارۂ تو جوشاں   جنت بہ نگاہت آرمیدہ
استادہ بہ پیشِ بارگاہت   پیرے بہ رُخ آستیں کشیدہ

شاید جگرِ حزیں ہمیں است
از بارِ گنہ کمر خمیدہ

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں

(القلم، ۴)



انتخاب نعتیہ شاعری

(اردو)

امیر مینائی لکھنوی

المتوفی : ۱۹۰۰ء

خلق کے سرور شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلّم
مرسلِ داور، خاص پیمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم

نورِ مجسّم، نیّرِ اعظم، سرورِ عالم، مونسِ آدم
نوحؑ کے ہمدم، خضرؑ کے رہبر صلّی اللہ علیہ وسلّم

فخرِ جہاں ہیں عرش مکاں ہیں شاہِ شہاں ہیں سیف زباں ہیں
سب پہ عیاں ہیں آپ کے جوہر صلّی اللہ علیہ وسلّم

قبلۂ عالم، کعبۂ اعظم، سب سے مقدم، راز سے محرم
جانِ مجسّم ، روحِ مصوّر، صلّی اللہ علیہ وسلّم

دولتِ دُنیا خاک برابر، ہاتھ کے خالی دل کے تونگر
مالکِ کشور تخت نہ افسر صلّی اللہ علیہ وسلّم

رہبرِ موسیٰؑ، ہادیِ عیسیٰؑ ، تارکِ دُنیا ، مالکِ عقبیٰ
ہاتھ کا تکیہ، خاک کا بستر صلّی اللہ علیہ وسلّم

سروِ خراماں، چہرہ گلستاں، جبہہ تاباں، مہرِ درخشاں
سنبلِ پیچاں ، زلفِ معنبر صلّی اللہ علیہ وسلّم

مہر سے مملو ریشہ ریشہ نعت امیرؔ اپنا ہے پیشہ
وِرد ہمیشہ دن بھر شب بھر صلّی اللہ علیہ وسلّم

اِسماعیل میرٹھی

المتوفی : ۱۹۱۷ء

علیک السّلام اے شفیع البرایا — اولوالعزم تجھ سا نہ آئے نہ آیا
علیک السّلام اے امینِ الٰہی — کہا جو خدا نے وہ تُو نے نہ سُنایا
علیک السّلام اے رفیع المدارج — کسی نے نہیں تیرے رُتبے کو پایا
علیک السّلام اے ستودہ خصائل — فدا خُلق پر تیرے اپنا پرایا
علیک السّلام اے جمیل الشمائل — جواد و رؤف و کریم السجایا
علیک السّلام اے امانِ دو عالم — ترا دامن لطف ہے سب پہ چھایا
علیک السّلام اے جمالِ معانی — نہ تھا تیرے جسمِ مطہّر کا سایہ
علیک السّلام اے محبِ غریباں — ترے حلم نے بارِ اُمّت اُٹھایا
علیک السّلام اے ترا نورِ اقدس — ہے سُلطان اور جُملہ عالم رعایا
علیک السّلام اے تجھے ذاتِ حق نے — جو اوّل بنایا تو آخر دکھایا
علیک السّلام اے شہنشاہِ وحدت — کہ توحید کا تونے سکّہ بٹھایا
علیک السّلام اے طبیبِ نہانی — دلوں میں جو تھے روگ سب کو مٹایا
علیک السّلام اے شفائے مجسّم — عجب تونے صحت کا نسخہ پلایا
علیک السّلام اے سوارِ سبک رو — کسی نے تری گردِ رہ کو نہ پایا
علیک السّلام اے رسالت پناہی — خدا کا ہمیں تُونے رستہ دکھایا
علیک السّلام اے ہدایت کے مرکز — تجھے حق نے انسان کامل بنایا

درود و سلام و صلوٰۃ و تحیّت
یہ لایا ہے حامد تحفُ اور ہدایا

عبدالباری آسی (الدنی) لکھنوی

المتوفی ۱۹۳۹ء

وہی ہیں طاہر وہی مطہر وہی ہیں شافع وہی پیمبرؐ　　وہ سب سے افضل وہ سب سے بالا وہ سب کے رہبر وہ سب سے برتر
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

شفیق سب کے ادیب سب کے انیس سب کے خلیل سب کے　　رفیق سب کے حبیب سب کے رئیس سب کے کفیل سب کے
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

مہِ منور ہیں وہ عرب کے نہ ایران پر نہ کوئی ہالا　　جہاں کے حق میں سبب طرب کے بہ لطف برتر بہ خُلق اعلا
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

حکیم اُمت رحیم صورت کریم سیرت عظیم ہیبت　　شریف طینت قسیم جنت دلیل ملت رفیع رفعت
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

شہیر عالم بہ خوش کلامی عرب کے والی عجم کے حامی　　جہاں کے مولا جہاں میں نامی بہ دل مکرم بہ جاں گرامی
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

بلا نہ اب یہ ملے گا درجہ ہوا ہے ایسا نہ کوئی ہوگا　　اسی سے ظاہر ہے اُن کا رتبہ کہ خود ثنا گو ہے حق تعالیٰ
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

وہ ساتھ شمعِ ہدیٰ جو لاتے تو بُت ہوئے خیرہ سر جھکاتے　　چراغِ ملت کے یوں جلاتے کہ ذرے دُنیا کے جگمگاتے
تحیت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

کہاں تک آسیؔ یہ ہرزہ کوشی کہاں تک آخر یہ سخت جوشی　　کہاں تک اتنی سخن فروشی یہ کہہ کے ہو مائل خموشی

بیدم شاہ وارثی

المتوفی : ۱۹۴۴ء

آئی نسیمِ کوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

کعبہ ہمارا کوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم
مصحفِ ایماں روئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

لے کے مرادِ دل آئیں گے، مرجائیں گے، مٹ جائیں گے
پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

طوبیٰ کی جانب تکنے والو، آنکھیں کھولو، ہوش سنبھالو
دیکھو قدِ دل جوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

نام اسی کا بابِ کرم ہے دیکھ یہی محرابِ حرم ہے
دیکھ خمِ ابروئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

بھینی بھینی خوشبو مہکی، بیدم دل کی دُنیا لہکی
کھُل گئے جب گیسوئے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم

حسرت موہانی

المتوفی: ۱۹۵۱ء

مظہرِ شانِ کبریا صلِّ علیٰ محمدٍ
آئینۂ خدا نما صلِّ علیٰ محمدٍ

موجبِ نازِ عارفاں، باعثِ فخرِ صادقاں
سرور و خیرِ انبیا صلِّ علیٰ محمدٍ

مرکزِ عشقِ دل کشا، مصدرِ حسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صلِّ علیٰ محمدٍ

مونسِ دل شکستگاں، پشت پناہِ خستگاں
شافعِ عرصۂ جزا صلِّ علیٰ محمدٍ

حسرتؔ اگر رکھے ہے تو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زباں رہے سدا صلِّ علیٰ محمدٍ

بہزاد لکھنوی

المتوفی : ۱۹۵۵ء

آنکھ فدائے روئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم
قلب نثارِ کوئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

خوشبوئے کونین سے بہتر، پھولوں سے برتر کلیوں سے بڑھکر
خوشبوئے گیسوئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

دُنیا میری ذکرِ مدینہ، دین مرا دیں شہِ بطحا
ایماں مرا روئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

چشم و نظر کا ذکر ہی کیا ہے، ذکر ہی کیا ہے فکر ہی کیا ہے
کہتا ہے دل چل سوئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

روح ہے لرزاں دل ہے پریشاں آنکھ ہے تر چہرہ افسردہ
لائی صبا پھر بوئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

رنج و اَلم کب ہیں مرے شایاں کیوں نہ رہوں بہزادؔ میں شاد دل
بن کے گدائے کوئے محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم

اقبال سہیل

المتوفی : ۱۹۵۵ء

موجِ کوثر

احمدِ مرسل فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ۔۔۔ مظہرِ اوّل مرسلِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلّم
جسم مزکّٰی، روح مصوّر، قلب مجلّٰی، نور مقطّر ۔۔۔ حسن سراپا، خیر مجسّم صلی اللہ علیہ وسلّم
طینت جس کی سب سے مطہّر، بعثت جس کی سب سے مؤخر ۔۔۔ خلقت جس کی سب پہ مقدم صلی اللہ علیہ وسلّم
جس کی ہراول فوجِ سلیمانؑ جس کے منادی موسیؑ عمراں ۔۔۔ جس کے مبشّر عیسیٰؑ مریم صلی اللہ علیہ وسلّم
کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی ۔۔۔ لہرایا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلّم
باغِ جہاں کا حارس نامی جس نے مٹائی رسمِ غلامی ۔۔۔ پھر سے سنوارا گلشنِ آدم صلی اللہ علیہ وسلّم
بزمِ ملل تھی نظم سے خالی بکھرے ہوئے تھے حق کے لآلی ۔۔۔ اس نے کیے سب آکے منظم صلی اللہ علیہ وسلّم
بچھڑے ہوئے گلّے کو ملایا، نسل و وطن کا فرق مٹایا ۔۔۔ رہ نہ گیا کچھ تفرقہ باہم صلی اللہ علیہ وسلّم
وہم کی ہر زنجیر کو توڑا، رشتہ ایک خدا سے جوڑا ۔۔۔ شرک کی محفل کر دی برہم صلی اللہ علیہ وسلّم
حفظِ مراتب پاسِ اخوت سعی و توکل، رفق و فتوت ۔۔۔ تلك حدود الله میں منضم صلی اللہ علیہ وسلّم
جس پہ تصدق وحیِ الٰہی کنکریاں دیں جس کی گواہی ۔۔۔ جس کا تفوّق سب پہ مسلّم صلی اللہ علیہ وسلّم
خلقِ خدا کا راعیِ آخر، دینِ ہدیٰ کا داعیِ آخر ۔۔۔ جس کی دعوت اسلم تسلم صلی اللہ علیہ وسلّم

ارض و سما میں آیۂ رحمت، روزِ جزا میں سایۂ رحمت — اس کے لوائے حمد کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے — اُس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم

سم کے عوض دارُوئے شفا دی، طعن سُنے اور نیک دعا دی — زخم سہے اور بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم

جس کا نام اچھالے داور، آپ رفعنا لک فرما کر — بزمِ تجلی جس کا مخیم صلی اللہ علیہ وسلم

فقر و غنا دونوں کا سُلطان، رُوح و جسد دونوں کا درماں — دین کا اور دُنیا کا سنگم صلی اللہ علیہ وسلم

دلق میں جس نے سلطانی کی، جنگ میں جس نے جہانبانی کی — زہد و سیاست کر دیتے تُوام صلی اللہ علیہ وسلم

قبلہ نمائے سجدہ گزاراں، شعلۂ سینا، جلوۂ فاراں — صبحِ بہاراں جس کا مقدم صلی اللہ علیہ وسلم

عالمِ ناسوتی کا مجاہد، شاہدِ لاہوتی کا مشاہد — شان میں ارفع، صبر میں اقوم صلی اللہ علیہ وسلم

عمر بسر کی نانِ جویں پر، سکہ چلایا چرخ و زمیں پر — فقر میں استغنا کا یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

وہ مصداقِ "دنا فتدلّٰی" جس کی منزل عرشِ معلّٰی — نکتۂ "ما اوحیٰ" کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم

نظم میں جس کی نعت مطہر، انا اعطینٰک الکوثر — اللہ اللہ شانِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم

شرحِ "الم نشرح" وہ سینہ، برقِ تجلی کا گنجینہ — جگمگ جگمگ چم چم چم چم صلی اللہ علیہ وسلم

جتنے فضائل جتنے محاسن، ممکن میں ہو سکتے تھے ممکن — حق نے کیے سب اس میں فراہم صلی اللہ علیہ وسلم

علمِ لدنی، شانِ کریمی، خلقِ خلیلی، نطقِ کلیمی — زہدِ مسیحا، عفتِ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکاں موجود نہ ہوتے — اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

نوری تن کمبل میں چھپائے، بادل میں بجلی لہرائے — نُور کا مینہ برسائے رِم جھم صلی اللہ علیہ وسلم

المدثر المزمل ذات اس کی کونین کا حاصل — خاک پہ سجدہ عرش پہ پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ اور خدا سے واصل، خاکی اور انوار کا حامل — اُمّی اور اسرار کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم

اوجِ شرف کا بدر وہی ہے بزمِ رسل کا صدر وہی ہے — بدرِ منور صدرِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

صدرِ امم سلطانِ مدینہ، وہ جس کے کفِ پا کا پسینہ ‎ ‎ گل کدۂ فردوس کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلّم
جن کا پیارا نام محمدؐ، فیض مؤبد فوزِ مخلّد ‎ ‎ حسن مجرد، نورِ مقدم صلی اللہ علیہ وسلّم
طٰہٰ اور یٰسین کا مورد، قبلۂ ایماں جس کا مولد ‎ ‎ دولتِ سرمد جس کا مقدم صلی اللہ علیہ وسلّم
بعدِ خدا ہر ایک سے افضل اشرف و اکمل اطیب و اجمل ‎ ‎ اصدق و اعدل اجود و احکم صلی اللہ علیہ وسلّم
شافعِ محشر، ماحیِ عصیاں حامیِ مضطر، حارسِ گیہاں ‎ ‎ ساقیِ کوثر، وارثِ زمزم صلی اللہ علیہ وسلّم
سیدِ بطحیٰ مخبرِ صادق، عروۂ وثقیٰ، مصحفِ ناطق ‎ ‎ برزخِ کبریٰ، آیۂ محکم صلی اللہ علیہ وسلّم
باطن و ظاہر طیب و طاہر خسرو و قاہر، کوکبِ باہر ‎ ‎ جانِ مظاہر، مرکزِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم
جس کا بذل عطائے شامل جس کا فضل شفائے عاجل ‎ ‎ جس کا حکم قضائے مبرم صلی اللہ علیہ وسلّم
حسنِ ازل کا جلوۂ رنگیں، بحرِ قدم کی موجِ نخستیں ‎ ‎ اوجِ ابد کا نیّرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلّم

مہرِ رسالت، مہرِ جلالت عینِ عدالت خضرِ دلالت
اے بجمالت ناطقہ ابکم صلی اللہ علیہ وسلّم

مولانا مناظر احسن گیلانی

المتوفی ، ۱۹۵۶

پیارے محمدؐ جگ ساجن　　تم پر واروں تن من دھن
تم ری صورتیا من موہن　　کبھو کرا یئو تو درشن
جیا کنھڑے دلوا ترسے
صلّ اللہ علیک نبیّنا

تم ری دوریا کیسے چھوڑوں　　تم سے توڑوں کس سے جوڑوں
تم ری گلی کی دھول بٹوروں　　تم رے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
آٹھوں پہر اب دھیان یہی ہے
صلّ اللہ علیک نبیّنا

مولانا حامد حسن قادری (بچھرایونی)

المتوفی : ۱۹۶۴ء

هو أفصح بمقاله هو أكمل بنواله
هو أعظم بجلاله هو افقد بمثاله
بلغ العلیٰ بکماله
کشف الدجیٰ بجماله
حسنت جمیع خصاله
صلوا علیه و آله

هُوَ حامد ومحمّدٌ هو ماجد وممجَّد
هو امجد هو احمدٌ هو مرشد هو ارشد
بلغ العلیٰ بکماله

وہ بشیر بھی وہ نذیر بھی وہی آپ اپنی نظیر بھی
وہ زمیں پہ شاہ و امیر بھی وہ فلک پہ عرش مسیر بھی
بلغ العلیٰ بکماله

وہ قسیم بھی وہ جسیم بھی وہ نسیم بھی وہ دیم بھی
وہ رؤف بھی وہ رحیم بھی وہ خلیل بھی وہ کلیم بھی
بلغ العلیٰ بکماله

وہ رفیع اپنے کمال میں　　　وہ حسین اپنے جمال میں
وہ عزیز اپنی خصال میں　　　وہ فنا خدا کے وصال میں

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

وہی ارفع الدرجات بھی　　　وہی اکمل البرکات بھی
وہی جامع الحسنات بھی　　　وہ جدا بھی، واصل ذات بھی

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

ہے انہیں کا فیض جہان میں　　　وہ نماز میں وہ اذان میں
وہ یگانہ آن میں شان میں　　　وہ گئے فلک پہ اک آن میں

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

یہ جو قصر سبز رواق ہے　　　یہ جو چرخ ہفت طباق ہے
یہ انہیں کے قصر کا طاق ہے　　　یہ انہیں کے زیر براق ہے

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

وہ ورائے ہفت فلک گئے　　　کہ جہاں نبی نہ ملک گئے
وہ مقام قرب تلک گئے　　　جو نہاں تھے نور جھلک گئے

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

انہیں بے حجاب خدا ملا　　　انہیں مرتبہ یہ بڑا ملا
انہیں کیا دیا انہیں کیا ملا　　　جو دیا دیا جو ملا ملا

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ

المتوفی : ۱۹۲۱ء

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود — گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم — نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود — نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود — فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

نورِ عینِ لطافت پہ الطف درود — زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام

سروِ نازِ قدم مغزِ رازِ حکم — یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود — مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر — نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس کے زیرِ لوا آدم و من سوا — اس سزائے سیادت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں — اس کی قاہر ریاست پہ لاکھوں سلام

فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود — ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شرقِ انوارِ قدرت پہ نوری درود — فتقِ ازہارِ قربت پہ لاکھوں سلام

بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل — جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام

سرِّ غیبِ ہدایت پہ غیبی درود — عطرِ جیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام

ماہِ لاہوتِ خلوت پہ لاکھوں درود — شاہِ ناسوتِ جلوت پہ لاکھوں سلام

اصلِ ہر بود و بہبود تخمِ وجود — قاسمِ کنزِ نعمت پہ لاکھوں سلام

کنزِ ہر بیکس و بے نوا پر درود — حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام
پرتوِ اسمِ ذاتِ احد پر درود — مقطعِ ہر سیادت پہ لاکھوں سلام
خلق کے داد رس سب کے فریاد رس — کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں درود — مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ دنیٰ ھو میں گم کن انا — شرحِ متنِ ہُویت پہ لاکھوں سلام
انتہائے دوئی ابتدائے یکی — جمع تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام
کثرتِ بعدِ قلت پہ اکثر درود — عزتِ بعدِ ذلت پہ لاکھوں سلام
ربِ اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود — حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود — ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام
فرحتِ جانِ مومن پہ بے حد درود — غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام
سببِ ھر سبب منتہائے طلب — علتِ جملہ علت پہ لاکھوں سلام
مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود — مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام
جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں — اس گلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام
قدِ بے سایہ کے سایۂ مرحمت — ظلِ ممدودِ رأفت پہ لاکھوں سلام
طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں — اس سہی سرو قامت پہ لاکھوں سلام
وصف جس کا ہے آئینۂ حق نما — اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں — اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

وہ کرم کی گھٹا گیسوے مشک سا — لکّۂ ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام

لَیْلَۃُ الْقَدْر میں مَطْلَعِ الْفجر حق — مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

لخت لختِ دلِ ہر جگر چاک سے — شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سُننے والے وہ کان — کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال — اُس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی — اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اُن کی آنکھوں پہ وہ سایہ افگن مژہ — ظُلّۂ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اشکباریِ مژگاں پہ برسے درود — سلکِ دُرِّ شفاعت پہ لاکھوں سلام

معنیٔ قَدْ رَاٰی مقصد مَاطَغٰی — نرگسِ باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا — اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود — اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

جن کے آگے چراغِ قمر جھلملائے — اُن عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام

اُن کے خد کی سہولت پہ بےحد درود — اُن کے قد کی رشاقت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے — اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

چاند سے مُنہ پہ تاباں درخشاں درود — نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

شبنمِ باغِ حق یعنی رُخ کا عرق — اُس کی سچی براقت پہ لاکھوں سلام

خط کی گردِ دہن وہ دل آرا پھبن   سبزۂ نہرِ رحمت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہمِ ریشِ دل   ہالۂ ماہِ ندرت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں   اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ دہن جس کی ہر بات وحیِ خدا   چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام
جس کے پانی سے شاداب جان و جناں   اُس دہن کی طراوت پہ لاکھوں سلام
جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے   اُس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں   اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
اُس کی پیاری فصاحت پہ بے حد درود   اُس کی دل کش بلاغت پہ لاکھوں سلام
اُس کی باتوں کی لذت پہ لاکھوں درود   اُس کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
وہ دُعا جس کا جوبن بہارِ قبول   اُس نسیمِ اجابت پہ لاکھوں سلام
جن کے گچھے سے لچھے جھڑیں نور کے   اُن ستاروں کی نزہت پہ لاکھوں سلام
جن کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں   اُس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں   اُس گلے کی نضارت پہ لاکھوں سلام
دوش بر دوش ہے جن سے شانِ شرف   ایسے شانوں کی شوکت پہ لاکھوں سلام
حجرِ اسودِ کعبۂ جان و دل   یعنی مُہرِ نبوت پہ لاکھوں سلام
روئے آئینۂ علم پشتِ حضور   پشتیِ قصرِ ملت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا   موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام

کعبۂ دین و ایماں کے دونوں ستون
ساعدینِ رسالت پہ لاکھوں سلام

جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
اُس کفِ بحرِ ہمت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
اُنگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

عیدِ مشکل کشائی کے چمکے ہلال
ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفع درود
شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام

دل سمجھ سے ورا ہے مگر یوں کہوں
غنچۂ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام

کُل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھنچ کر بندھی
اُس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

انبیا تہ کریں زانو اُن کے حضور
زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام

ساقِ اصلِ قدم شاخِ نخلِ کرم
شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
یادگاریٔ اُمت پہ لاکھوں سلام

زرعِ شاداب و ہر ضرع پُر شیر سے
برکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

مہدِ والا کی قسمت پہ صد ہا درود
بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن — اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
اٹھتے بوٹوں کی نشو و نما پر درود — کھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام
فضل پیدائشی پر ہمیشہ درود — کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام
بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود — بے تکلف ملاحت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود — پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام
میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود — اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام
سیدھی سیدھی روش پہ کروروں درود — سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام
روزِ گرم و شبِ تیرہ و تار میں — کوہ و صحرا کی خلوت پہ لاکھوں سلام
جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک — اس جہانگیر بعثت پہ لاکھوں سلام
اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے — جلوہ ریزیٔ دعوت پہ لاکھوں سلام
لطف بیداریٔ شب پہ بے حد درود — عالمِ خوابِ راحت پہ لاکھوں سلام
خندۂ صبحِ عشرت پہ نوری درود — گریۂ ابرِ رحمت پہ لاکھوں سلام
نرمیٔ خوئے لینت پہ دائم درود — گرمیٔ شانِ سطوت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں — اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی — آنکھوں والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
گردِ مہ دستِ انجم میں رخشاں ہلال — بدر کی دفعِ ظلمت پہ لاکھوں سلام
شورِ تکبیر سے تھرتھرائی زمیں — جنبشِ جیشِ نصرت پہ لاکھوں سلام

نعرہائے دلیراں سے بَن گونجتے   غرّشِ کوسِ جرأت پہ لاکھوں سلام

وہ چقا چاق خنجر سے آتی صدا   مُصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

اُن کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں   شیرِ غرّانِ سطوت پہ لاکھوں سلام

الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود   اُن کی ہر خُو و خصلت پہ لاکھوں سلام

اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درُود   اُنکے ہر وقت و حالت پہ لاکھوں سلام

اُن کے مولیٰ کے ان پر کروروں درود   اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

پارہائے صحف غنچہائے قدس   اہل بیت نبوت پہ لاکھوں سلام

آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے   اُس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام

خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر   اُن کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

اُس بتولِ جگر پارۂ مُصطفیٰ   حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے   اُس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیّدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ   جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

وہ حسن مجتبیٰ سید الاسخیا   راکبِ دوشِ عزّت پہ لاکھوں سلام

اوجِ مہرِ ہدیٰ موجِ بحرِ ندیٰ   روحِ روحِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

شہد خوار لعابِ زبانِ نبی   چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

اس شہیدِ بلا شاہِ گلگوں قبا   بیکسِ دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

دُرِّ دُرجِ نجف مہرِ برجِ شرف   رنگِ رومی شہادت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق   بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

جلوگیانِ بیت الشرف پر درود   پردگیانِ عفت پہ لاکھوں سلام

سیّما پہلی ماں کہفِ امن و امان   حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام

عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی   اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام

منزلٌ من قَصَبْ لا نَصَبْ لا صَخَبْ   ایسے کوشک کی زینت پہ لاکھوں سلام

بنتِ صدیق آرامِ جانِ نبی   اُس حریمِ برأت پہ لاکھوں سلام

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ   اُن کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام

جن میں رُوح القدس بے اجازت نہ جائیں   اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام

شمعِ تابانِ کاشانۂ اجتہاد   مفتیٔ چار ملّت پہ لاکھوں سلام

جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود   حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

وہ دسوں جن کو جنّت کا مژدہ ملا   اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

خاص اُس سابقِ سیرِ قربِ خدا   اوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا   عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل   ثانیِ اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام

اصدق الصادقین سیّد المتقین   چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

وہ عمر جس کے اعدا پہ شیدا سقر   اس خدا دوست حضرت پہ لاکھوں سلام

فارقِ حق و باطل امامِ الہدیٰ   تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمانِ نبی ہمزبانِ نبی   جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام

زاہدِ مسجدِ احمدی پر درود   دولتِ جیشِ عشرت پہ لاکھوں سلام

درِ منثور قرآں کی سلک بھی   زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدے   حلہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

مرتضیٰ شیرِ حق اشجع الاشجعین   ساقیِ شیر و شربت پہ لاکھوں سلام

اصل نسل صفا وجہ وصل خدا   بابِ فصلِ ولایت پہ لاکھوں سلام

اوّلیں دافعِ اہلِ رفض و خروج   چارمی رکنِ ملت پہ لاکھوں سلام

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن   پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

ماحیٔ رفض و تفضیل و نصب و خروج   حامیٔ دین و سنت پہ لاکھوں سلام

مومنیں پیشِ فتح و پسِ فتح سب   اہلِ خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام

جس مسلماں نے دیکھا انہیں اک نظر   اس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام

جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی   ان سب اہلِ محبت پہ لاکھوں سلام

باقیٔ ساقیانِ شرابِ طہور   زینِ اہلِ عبادت پہ لاکھوں سلام

اور جتنے ہیں شہزادے اس شاہ کے   اُن سب اہلِ مکانت پہ لاکھوں سلام

ان کی بالا شرافت پہ اعلیٰ درود   اُن کی والا سیادت پہ لاکھوں سلام

شافعی مالک احمد امام حنیف   چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام

کاملانِ طریقت پہ کامل درود   حاملانِ شریعت پہ لاکھوں سلام

غوث اعظم امام التقی والنقی — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
قطب ابدال و ارشاد و رشد الرشاد — محیِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام
مردِ خیلِ طریقت پہ بے حد درود — فرد اہلِ حقیقت پہ لاکھوں سلام
جس کی منبر ہوئی گردنِ اولیاء — اُس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام
شاہِ برکات و برکات پیشینیاں — نوبہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام
سیّد آلِ محمّد امام الرشد — گلِ روضِ ریاضت پہ لاکھوں سلام
حضرت حمزہ شیرِ خدا و رسُول — زینتِ قادریت پہ لاکھوں سلام
نام و کام و تن و جان و حال و مقال — سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام
نور جاں عطر مجموعہ آل رسُول — میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام
زیب سجادہ سجاد نوری نہاد — احمد نور طینت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب — تا ابد اہلِ سنّت پہ لاکھوں سلام
تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا — بندۂ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام
میرے استاد ماں باپ بھائی بہن — اہلِ وُلد و عشیرت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور — بھیجیں سب انکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفٰے جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

یحییٰ اعظمی

المتوفی: ۱۹۷۲ء

سلام اُس پر ہُوئی جس سے منوّر بزمِ امکانی
سلام اُس پر رُخِ اقدس تھا جس کا شمعِ نورانی

سلام اُس پر لقب تھا رحمۃ للعالمیں جس کا
سلام اُس پر کہ خود اک نامِ نامی تھا امیں جس کا

سلام اس پر کہ تھا ہمدرد مخلص غم نصیبوں کا
سلام اُس پر کہ تھا غم خوار مسکینوں غریبوں کا

سلام اُس پر یتیموں کا ہمیشہ جس نے غم کھایا
سلام اُس پر جو دل سوزی سے بیواؤں کے کام آیا

سلام اُس پر کہ خود الفقر فخری، جس نے فرمایا
سلام اُس پر دلوں کو سوزِ حق سے جس نے گرمایا

سلام اُس پر دیا عدل و اخوت کا سبق جس نے
سلام اُس پر سنایا دہر کو پیغامِ حق جس نے

سلام اُس پر عدو پر جس نے رفق و لطف فرمائے
سلام اُس پر عوض پتھر کے جس نے پھول برسائے

سلام اُس پر جو بن کر رحمۃ للعالمیں آیا
سلام اُس پر جو از سرتا قدم لطف آفریں آیا

سلام اُس پر مٹایا جس نے فرقِ خواجہ و مولا
سلام اُس پر اُٹھائی جس نے رسمِ بندہ و آقا

سلام اُس پر فقیری میں تھی جس کی شانِ سلطانی
سلام اُس پر شتربانوں کو دی جس نے جہانبانی

سلام اُس پر سہے حق کے لیے رنج و محن جس نے
سلام اُس پر خدا کی راہ میں چھوڑا وطن جس نے

سلام اُس پر صفت والشمس جس کے روئے انور کی
سلام اُس پر شبستانِ جہاں جس نے منور کی

سلام اُس پر کہ تھا نورِ قدم کا پیکرِ آخر
سلام اُس پر کہ تھا حسنِ ازل کا مظہرِ آخر

سلام اُس پر خدا تھا صاحبِ عرشِ بریں جس کا
سلام اُس پر جمال افروز تھا روح الامیں جس کا

سلام اُس پر کہ تھی جس کی صفت مزمل و یٰسیں
سلام اُس پر بتائے جس نے دیں کے حکمت و آئیں

سلام اُس پر رگِ فطرت کو بخشی زندگی جس نے
سلام اُس پر رُخِ ہستی کو دی تابندگی جس نے

سلام اُس پر کتابِ قدس ہے نعت و ثنا جس کی
سلام اُس پر زبانِ وحی ہے رمز آشنا جس کی

سلام اُس پر ہیں جلوہ گاہیں جس کی یثرب و بطحا
سلام اُس پر کہ جس کی خوابگاہ ہے گنبدِ خضرا

سلام اس پر جوارِ پاک جس کا رشکِ سینا ہے
سلام اس پر دیارِ محترم جس کا مدینہ ہے

یوسف ظفر

المتوفی ، ۱۹۷۲ء

حامل قرآں ، نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم
شاہِ عرب، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

ظاہر و باطن نور کا مامن ظاہر انساں باطن قرآں
دہر میں وہ اللہ کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم

بُت خانے برباد ہوئے اور کفر سے دل آزاد ہوئے
اس سے خدا کا دین ہے محکم صلی اللہ علیہ وسلم

عصمت و عفت کا رکھوالا ، درسِ اخوت دینے والا
عظمت کے اسرار کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم

بے کس و ناکس کا وہ حامی رحمتِ ایزد کا وہ پیامی
بارگہِ حق میں ہے مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم

لاکھوں سلام اے ہادیٔ برحق! اُمت پھر محتاج ہے تیری
جس کی زباں پر اب بھی ہے ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم

آغا شورش کاشمیری

المتوفی ۱۹۷۵ء

ہم پہ ہو تیری رحمت جم جم صلی اللہ علیک وسلم
تیرے ثنا خواں عالم عالم صلی اللہ علیک وسلم

ہم ہیں تیرے نام کے لیوا اے دھرتی کے پانی دیوا
یہ دھرتی ہے برہم برہم صلی اللہ علیک وسلم

تیری رسالت عالم عالم، تیری نبوت خاتم خاتم
تیری جلالت پرچم پرچم صلی اللہ علیک وسلم

دیکھ تری امّت کی نبضیں ڈوب چکی ہیں ڈوب رہی ہیں
دھیرے دھیرے مدھم مدھم صلی اللہ علیک وسلم

دیکھ صدف سے موتی ٹپکے دیکھ حیا کے ساغر چھلکے
سب کی آنکھیں پُرنم پُرنم صلی اللہ علیک وسلم

قریہ قریہ بستی بستی دیکھ مجھے میں دیکھ رہا ہوں
نوحہ نوحہ ماتم ماتم صلی اللہ علیک وسلم

اے آقا اے سب کے آقا ارض و سما ہیں زخمی زخمی
ان زخموں پر مرہم مرہم صلی اللہ علیک وسلم

نصراللہ خاں عزیز

المتوفی : ۱۹۷۶ء

صَلّی اللہ عَلیہ وَسلّم

فخرِ رسالت ہادیِ اکرم
مبطِ قرآں رحمتِ عالم
سب سے مکرّم سب سے معظّم
ماہِ منوّر نیّرِ اعظم

صَلّی اللہ عَلَیہ وَسَلّم

پیارے پیارے ناموں والا
اچھے اچھے کاموں والا
جنت کے انعاموں والا
مرسلِ برحق، نازشِ آدم

صَلّی اللہ عَلیہ وَسَلّم

جس کی سیرت خلقِ قرآں
جس کی صورت آیۂ رحماں
راہِ ہدیٰ کی شمعِ فروزاں
پیکرِ خوبی حسنِ مجسم

صَلّی اللہ عَلیہ وَسَلّم

ماہرالقادری

المتوفی: ۱۹۷۸ء

سلام اُس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی
سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں سُن کر دعائیں دیں
سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
سلام اُس پر ابوسفیانؓ کو جس نے اماں دے دی
سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
سلام اُس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
سلام اُس پر کہ گھر والے بھی جس سے جنگ کرتے تھے
سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اُس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا
سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اُٹھاتا تھا
سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اُس پر جو اُمت کے لیے راتوں کو روتا تھا
سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر جاڑے میں سوتا تھا
سلام اُس پر کہ جس کی سادگی درسِ بصیرت ہے
سلام اُس پر کہ جس کی ذات فخرِ آدمیّت ہے
سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھر دیں فقیروں کی
سلام اُس پر کہ مشکیں کھول دیں جس نے اسیروں کی
سلام اُس پر کہ تھا "الفقر فخری" جس کا سرمایا
سلام اُس پر کہ جس کے جسم اطہر کا نہ تھا سایا
سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اُس پر بُروں کو جس نے فرمایا "یہ میرے ہیں"
سلام اُس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی
سلام اُس پر کہ جس کی سنگپاروں نے گواہی دی
سلام اُس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
سلام اُس پر کہ جس کے حکم سے سُورج پلٹ آیا
سلام اُس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی
سلام اُس پر کہ جس نے کُفر کی قوت کچل ڈالی
سلام اُس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی فوجوں کو
سلام اُس پر کہ ساکن کر دیا طوفاں کی موجوں کو
سلام اُس پر کہ جس نے کافروں کے زور کو توڑا
سلام اُس پر کہ جس نے پنجۂ بیداد کو موڑا

سلام اُس پر سرِ شاہنشہی جس نے جھکایا تھا
سلام اُس پر کہ جس نے کفر کو نیچا دکھایا تھا
سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
سلام اُس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اُس پر کہ جس کا نام لے کر اُس کے شیدائی
اُلٹ دیتے ہیں تختِ قیصریت اوجِ دارائی
سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فسانے میں
سلام اُس پر کہ جس کے نام کی عظمت پہ کٹ مرنا
مسلماں کا یہی ایماں، یہی مقصد، یہی شیوا
سلام اُس ذات پر جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالدؓ و حیدرؓ کے افسانے
درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل وجاں ہے
درود اُس پر کہ جس کے خُلق کی تفسیر قرآں ہے
درود اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
درود اُس پر کہ جس کے ذکر سے سیری نہیں ہوتی
درود اُس پر تبسم جس کا گل کے مُسکرانے میں
درود اُس پر کہ جس کا فیض ہے سارے زمانے میں

درود اُس پر کہ جس کا نام لے کر پھول کھلتے ہیں
درود اُس پر کہ جس کے فیض سے دو دوست ملتے ہیں
درود اُس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے
درود اُس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہی رحمت ہے
درود اُس پر کہ جو تھا صدرِ محفل پاکبازوں میں
درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں
درود اُس پر مکینِ گنبدِ خضرا جسے کہیئے
درود اُس پر شبِ معراج کا دُولہا جسے کہیئے
درود اُس پر جسے شمعِ شبستانِ ازل کہیئے
درود اُس پر ابد کی بزم کا جس کو کنول کہیئے
درود اُس پر بہارِ گلشنِ عالم جسے کہیئے
درود اُس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہیئے
رسولِ مجتبیٰ کہیئے محمّد مصطفیٰ کہیئے
وہ جس کو ہادیٔ "دع ماکدر، خذ ما صفا" کہیئے
درود اُس پر کہ جو ماھر کی اُمیدوں کا ملجا ہے
درود اُس پر کہ جس کا دونوں عالم میں سہارا ہے

حفیظ جالندھری

المتوفی : ۱۹۸۲ء

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبؐ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
سلام اے سرِّ وحدت اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزّت افزائی زہے تشریف ارزانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربّانی
سلام اے صاحبِ خُلقِ عظیم انساں کو سکھلادے
یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسّم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی
اگرچہ فَقَرُ فَخرِیْ رُتبہ ہے تیری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

حفیظ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نورانی

ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنّا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

مرزا محمد رفیع سودا

المتوفی: ۱۷۸۰ء

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنّار تسبیحِ سلیمانی

ہنر پیدا اگر اوّل ترک کیجو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغِ بے جوہر وگرنہ ننگِ عُریانی

فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہِ دل ہووے
نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جُز پریشانی

خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہلِ دولت کی
نہ جھاڑے آستینِ کہکشاں شاہوں کی پیشانی

عروجِ دستِ ہمت کو نہیں ہے قدرِ بیش و کم
سدا خورشید کی جگ پر مساوی ہے زرافشانی

کرے ہے کلفتِ ایام ضائع قدر مَردوں کی
ہوئی جب تیغ زنگ آلود کم جاتی ہے پہچانی

اکیلا ہو کہ دنیا میں اگر چاہے بہت جینا
ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ خضر طولانی

اذیت وصل میں دونی جدائی سے ہو عاشق کو
بہت رہتا ہے نالاں فصلِ گُل میں مرغِ بُستانی

موقر جان اربابِ ہنر کو بے لباسی میں
کہ ہو جو تیغِ با جوہر اُسے عزت ہے عُریانی

برنگِ کوہ رہ خاموش حرفِ ناسزا سُن کر
کہ تا بد گو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی

یہ روشن ہے برنگِ شمع ربط باد و آتش سے
موافق گر نہ ہووے دوست ہے وہ دشمن جانی

نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
نفس جب تک ہے داغِ دل ہے فرصت کیونکہ ہے پانی

کرے ہے دہر زینت ظالموں پر تیرہ روزی کو
کہ زیبِ ترکِ چشمِ یار سُرمہ ہے صفاہانی

طلوعِ مہر ہو پامال حسرت آسماں اوپر
لکھوں گا پھر غزل گر اس زمیں میں مطلعِ ثانی

عجب ناداں ہیں جن کو ہے عجب تاجِ سلیمانی فلک بالِ ہُما کو پل میں بخشے ہے مگس رانی
نہیں معلوم اُس نے خاک میں کیا کیا بلا دیکھا کہ چشمِ نقشِ پا کی تا عدم نکلی نہ حیرانی
ہماری آہ دل تیرا نہ نرما دے تو یا قسمت وگرنہ دیکھ آئینے کو پتھر ہو گئے پانی
تری زُلفوں سے اپنی روسیاہی کہہ نہیں سکتا کہ ہے جمعیتِ خاطر مجھے اُن کی پریشانی
زمانہ میں نہیں کُھلتا ہے کارِ بستہ حیراں ہوں گرہ غنچے کی کھولے ہے صبا کیونکر بآسانی
جنوں کے ہاتھ سے سر تا قدم کا ہیدہ اتنا ہوں کہ اعضا دیدۂ زنجیر کی کرتے ہیں مژگانی
نہ رکھا جگ میں رسمِ دوستی اندوہ روزی نے مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربطِ پیشانی
سیہ بختی میں اے سودا نہیں طولِ امل لازم نمط خامہ کے سر کٹوائے گی ایسی زباں دانی
سمجھ اے ناقباحت فہم کب تک یہ بیاں ہوگا ادائے چینِ پیشانی و لطفِ زُلفِ طولانی
خدا کے واسطے باز آ تو اب ملنے سے خوباں کے نہیں ہے اس سے ہرگز فائدہ غیر از پشیمانی
نظر رکھنے سے حاصل اُن کے چشم و زلف و ابرو پر مگر بیمار ہووے صعب یا کھینچے پریشانی
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمانی
زہے دینِ محمدؐ پیروی میں اس کی جو ہوویں رہے خاکِ قدم سے ان کی چشمِ عرش نورانی
ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی امانت دارِ نورِ احمدیؐ ہوتی نہ پیشانی
خیالِ خُلق اُس کا گر شفیعِ کافراں ہووے رکھیں بخشش کے سر منّت یہودی اور نصرانی
زباں پر اُس کے گزرے حرف جس جا گہ شفاعت کا کرے واں نازِ آمرزش پہ ہر اک فاسق و زانی
رکھا جب سے قدم مسند پہ آ اُن نے شریعت کا کرے ہے موجِ بحرِ معدلت تب سے یہ طغیانی
اگر نقصان پر خس کے شرر کا ٹک ارادہ ہو گرہ کو آگ کے دو ہیں کرے غرق آن کر پانی

موافق گر نہ ہوتا عدل اُس کا آب و آتش کو تو کوئی سنگ سے بندھتی نہ شکلِ لعلِ رُمّانی
یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جگ میں اس امن و عیش سے اپنی بسر اوقات لے جانی
پلے ہے آشیاں میں باز کے بچّہ کبوتر کا شباں نے گرگ کو گلّہ کی سونپی ہے نگہبانی
ہُما آسا ہے پرواز ملخ اوجِ سعادت پر کرے ہے مور چڑھ کر سینۂ دَو پر سلیمانی
کھلے ہے غنچۂ گُل باغ میں خاطر سے بُلبل کے جواب اوراقِ جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی
جہاں انصاف سے ہر گاہ اب معمور ہے اتنا تو اُس کے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی
ہزار افسوس اے دل ہم نہ تھے اُس وقت دُنیا میں وگرنہ کرتے یہ آنکھیں جمال اُس کے سے نورانی
نہ ہونے سے جُدا سایہ کے اس قامت سے پیدا ہے قیامت ہووے گا دلچسپ وہ محبوبِ سبحانی
جسے یہ صُورت و سیرت، کرامت حق نے کی ہووے بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسفِ ثانی
معاذ اللہ یہ کیا حرفِ بے موقع ہُوا سرزد جو اس کو پھر کہوں تو ہوں میں مردودِ مسلمانی
کدھر اب فہمِ ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا کہ وُہ مہرِ الوہیت ہے یہ ہے ماہِ کنعانی
جو صورت اُس کی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد جو معنی اوس میں ہیں بیشک وہ ہیں معنیٔ ربانی
حدیث مَنْ رَاٰنِیْ دال ہے اس گفتگو اُوپر کہ دیکھا جن نے اوس کو اون نے دیکھی شکلِ یزدانی
غرض مشکل ہمیں ہوتی کہ پیدا کرکے ایسے کو خدا گر یہ نہ فرماتا نہیں میرا کوئی ثانی

بس آگے مت چل اے سوداؔ ئیں دیکھا فہم کو تیرے
کر استغفار اس مُنہ سے اب ایسے کی ثناخوانی

○

حکیم مومن خاں مومن دہلوی

المتوفی : ۱۸۵۱ء

چمن میں نغمۂ بلبل ہے یوں طرب مانوس
کہ جیسے صبحِ شبِ ہجر، نالہائے خروس

ہے اس طرح فرح انگیز کوکوئے قمری
کہ جیسے فوجِ مظفر میں شور و غلغلِ کوس

نوائے طوطیٔ شکر فشاں کی لذّت سے
سماع و رقص میں اہلِ مذاق جُوں طاؤس

غبارِ صحنِ چمن کیمیائے عیش و نشاط
بہارِ لالہ و گل سیمیائے عرضِ شموس

صفا سے وہ در و دیوارِ باغ کا عالم
کہ آشیانے میں دشوار طائروں کا جلوس

زہے فریبِ صفا خاک بیز ہے گل چیں
پڑے جو وسعتِ گل زار میں گلوں کے عکوس

ہجومِ سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی
زمیں پہ چادر مہتاب بن گئی ہے سدوس

ہوئی ہے سقفِ فلک مانع قد افروزی
وگرنہ بید کہاں اور ترقیٔ معکوس

ہو کیوں کہ ایسی رطوبت پہ سنگ راہِ نسیم
بنا ہے شبنم گل آب گینۂ فانوس

خزانہ خاک میں ہر تنگ دل ملاتا ہے
زبس کہ لفظِ خزاں جانتے ہیں سب منحوس

نوید مالکِ گلزار کو کہ زر کی جگہ
ہر ایک کاسۂ گل میں ہے گنجِ دقیانوس

یہ رنگ و آب کہاں لعل اور زمرّد کا
مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انھیں ملبوس

چمن کی خاک سے گلگونہ اب بناتے ہیں
شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذار عروس

خمیدہ شاخ سے یُوں رنگِ گل چمکتا ہے
کہ جس طرح سے بھڑک اُٹھے مشعل منکوس

پڑھے ہے مُرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں　　کہ سُن کے لبس رہ "سن" ہی بلبلِ طوس

مطلع ثانی　زبان لال کہاں اور مدیحِ تاجِ خروس　　گرا ہے خاک پہ کیا لعل افسرِ کاؤس

ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کسے　　پرستشِ گل خورشید میں ہے گرم مجوس

شگفتہ تر ہے چمن روضہ ہائے جنّت سے　　ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس

خلل پذیر رطوبت ہوا دماغِ بہار　　عجب کہ سبزۂ خوابیدہ کو نہ ہو کابوس

ہے دشت بزمِ طرب کثرتِ نتائج سے　　نہ کیوں ہو شکل جاری کو نازِ شکلِ عروس

ہوائے سیرِ چمن زار کی وُہ مستی ہے　　کہ خلق کو ہوئی مشکل حفاظتِ ناموس

عجب نہیں مےِ گلرنگ کی ہوس سے اگر　　خود آ کے شیشۂ خالی میں ہو پری محبوس

مزاجِ دہر میں یہ اعتدال آیا ہے　　کہ جس نبات کو وہ صالح الکیموس

عجب نہیں کہ بسانِ مگسِ عسل اُگلے　　گر ان دنوں ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس

نمو کا معجزہ صلِّ علیٰ کہ پھر گندم　　ہوائے جنبشِ غربال سے بنے ہے سبوس

رطوبت ایسی نظر آئی داغِ لالہ میں　　کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس

قبائے گل کو گر اطلس سے دیجیے تشبیہ　　سیاہ پوش "جعل" ہو درونِ ماتمِ سوس

قوائے نامیہ کو ناگوار ہے کتنا　　کہ ہضمِ رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس

ہوا ہے اب تو یہ سرمایۂ لطافتِ آب　　کہ پشتِ ماہی پہ گل ہائے اشرفی ہیں فلوس

کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی　　کہ صرفِ رنگرزاں ہوگئی بجائے "ایوس"

سرایتِ نمِ آبِ وضو سے دُور نہیں　　جو سبزہ زار بنے ریشِ زاہدِ سالوس

بعید کچھ نہیں شادابی زمیں سے اگر　　زیادہ تر کرے سیلانِ خُونِ گلِ شاموس

گر اس بہار کی یعقوبؑ کو ہوا لگ جائے
شمیمِ جامۂ یوسفؑ کبھی نہ ہو محسوس

ہوا سے بس کہ گلِ شمع بھی ہے عطر آگیں
عدیلِ طبلۂ عطار بن گئی فانوس

یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تربیتیں
کہ ہے پیاز کو لاف و منافعِ بلبوس

ہوائے جنبشِ اوراق سے ہیں عطر فروش
لغاتِ ورد کہ ہیں ثبتِ صفحۂ قاموس

فسوں گری دمِ مشاطۂ نسیم کی دیکھ
کہ مشک نافہ ہوئے غنچہ ہائے زلفِ عروس

صفات آئے جو آئینۂ ہوا میں نظر
لگا خواص و عوارض کو اعتبارِ نفوس

صدا نکلتی ہے مل کر ہوا سے کیا ہو فرق
کہ بانگِ خندۂ گل ہے کہ نالۂ ناقوس

عجب ہوا ہے کہ فیضِ ہوا سے ہوتا ہے
شکم میں خستہ کے نشو و نمائے اصل السوس

غریقِ آبِ خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
کہ گل ہوا ہے مرا غنچۂ دلِ مایوس

ہوا ہے کون سی ایسی مگر "مدینے" کی
دمِ مسیحؑ کو ہے جس کی حسرتِ پابوس

شرف مدینے کو جس سے ہے ہو نہ ہو وہ ہو
جسے بتاتے ہیں محبوبِ حضرتِ قدوس

جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا
تو دیتی دل وہیں یوسفؑ کو دخترِ طیموس

جو شمعِ بزم کہوں اُس کے رُوئے تاباں کو
کتان و ماہ بنے نورِ شعلہ و فانوس

وہ کون؟ احمدِ مرسل شفیع ہر دو سرا
جو خلق کا سبب اور باعثِ معادِ نفوس

جہاں مطاع، شہنشاہِ آفتاب نشاں
فلک سریر، قمر طلعت و ملک ناموس

سیاہ چشموں کو مشکل نگاہ دزدیدہ
یہ اس کے حفظ سے ہے ملک معدلت محروس

نگاہ بانیٔ عصمت سے ہے رواجِ حیا
کہ چار چشم نہ ہوں نرگس اور ادافیوس

سُنے ہے دورِ عدالت میں اس کے شیرِ عریں
شباں کی ضربت بے جا سے نالشِ جاموس

کرم میں دُوں اسے نیساں سے کس طرح تشبیہ — کروں میں جان کے کیونکر ترقیٔ معکوس
کہ جس کی بخششِ یک روزہ کو وفا نہ کریں — ہزار سالہ گُہر ہائے قلزم و قاموس
یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وُہ مطلع — جو ہو ہر اک متنفس کی طبع سے مانوس
مطلع ثانی
ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبیارِ عجوس — ترے ہے نور سے ہر ذرّہ جلوہ زارِ شموس
ہمیشہ عفو ترا طالبِ گنہ گاراں — مدام رحم ترا دردمند کا جاسوس
ترے حسود کی نسبت سے جل رہی ہے نہ کیوں — ہجومِ شعلہ سے دوزخ ملے کفِ افسوس
تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلالؓ — سفیدۂ رُخِ فغفورِ چین و خسروِ روس
خمیدہ کس لیے نہ آسماں بنے تھے بھلا — نہ تھا ازل سے جو مدِّ نظر ترا پابوس
بہا میں دیتی ہے ماہی دفینہ ہائے زمیں — یہ بڑھ گئی ترے سکّے سے قدر تا بہ فلوس
ہے احتساب ترا مانع لباسِ حریر — نہ پھینک دیوے کہیں چرخِ اطلسِ ملبوس
ترا وہ خوف کہ رُک جائے تا گلو آ کر — نہ نکلے معبدِ ترسا میں نالۂ ناقوس
یہ مے کونسی جہاں سوز نے جلایا ہے — کہ مغ نہ کر سکے فرقِ صراحی و فانوس
زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں — نہ آسماں کے واژوں رہے مدام کیوس
فریبِ وعدہ پہ چھوڑی بُتوں نے جھُوٹ قسم — سُنا زبس کہ زباں سے تری وعیدِ غموس
دمِ مصاف ترے دشمنوں سے لشکر میں — صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغلِ کوس
دو نیم ہوں تری شمشیر کے تصوّر سے — بہ سانِ ساغرِ خورشید کاسہ ہائے رؤس
ملا دے گاؤِ زمیں گاؤ چرخ سے نیزہ — بٹھا دے خاک پہ شیرِ سپہر کو دبّوس
اگر کہے مدد اے یا محمّدِ عربی ! — صفیرِ مرگ ہو رستم کو نعرۂ الکوس

مخالفوں کو ترے دو جہاں جہنّم ہے — کہ تابِ مہر سے جلتے رہے ہیں یاں بھی مجوس
براق اسپ ترا ابروئے فرشتہ رکاب — کہاں ہو چشمِ بشر ایسے پاؤں سے ممسوس
نہ جس کے دھیان میں مضمونِ قاب قوسین آئے — وہ دیکھ لے ترے زین و کمان کا قربوس
ترے عدو کی خرابی کا کچھ علاج نہیں — نہ ہو قبول دعا سے بھی رفعتِ بلسّوس
ترے خیال سے اصحابِ کہف کو ہے یہ چین — وگرنہ خواب کہاں اور زمانِ دقیانوس
ظہور میں ہُوئی تقدیم انبیا کہ نہ تھا — ترے وسادۂ دولت پہ احتمالِ جلوس
شہا ستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کرے — ہزار گونہ ستم روزگار ناما نوس
کچھ انتہا بھی کواکب کے دَورِ بے جا کی — ہمیشہ ہے مرے طالع میں اجتماعِ نحوس
جو اپنی حسرت و ارمان میں بیان کروں — نہ تاب لائے دلِ سخت زاہد سالوس
جفا کو آئے مری دل شکستگی پر رحم — بلا کرے مِرے احوالِ زار پر افسوس
ملے ہیں خاک میں کیا کیا مرے فنون و علوم — خدا کسی کو نہ دے ایسے طالعِ منکوس
حکیم وُہ ہوں کہ جاتے رہیں حواس اگر — کرے معارضہ سر دفترِ عقول و نفوس
طبیب وُہ ہوں کہ ہو سوزِ سینۂ بلبل — نظارۂ رُخِ گلفام سے مجھے محسوس
جو ہوں معالجِ مبطوں تو قابضِ ارواح — کرے دُعائے رواجِ طریقِ جالینوس
ورم ہو چارہ گر قبض تا بہ دستِ لئیم — کیا ہو میں نے جو تجویز وزنِ مغز فلوس
کروں جو گردشِ انجم کی مَیں رصد بندی — فدا ہو وجد میں آکر روانِ بطلیموس
گواہِ عصمتِ مریمؑ ہو کثرتِ اولاد — عقیمہ مجھ سے سُنے گر بیانِ شکلِ عروس
طلسمِ ماہ لکھوں گر پئے زباں بستن — بنائے مہرِ دہن چرخ نکتۂ جاسوس

یقیں کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو
پڑھوں جو میں پئے دوری دعائے بدریطوس

جو میری نثر کے دیکھے لآلیِ منثور
اُٹھالے مسندِ حشمت حجاب سے کاؤس

بہ فرض گر کرۂ خاک کو کہوں دائر
شکستہ اسپ گلی ہووے پیش تازفروس

فنونِ نظم میں مَیں نے نکالی ایسی راہ
طریقۂ شعرائے سلف ہوا مطموس

مرے کلام ثریا نظام کا منکر
وُہ تیرہ روز جو برجیس کو کہے منحوس

جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی
شریکِ درد ہوں محمود و نکتہ پرور طوس

دبے ہیں میرے حسد نے زبس ہزاروں داغ
روا ہے باندھیے گر عندلیب کو طاؤس

قماش دیکھ کے رنگینیٔ سخن کا مرے
حریرِ لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس

خدا کے واسطے گرمِ دعا ہو بس مومنؔ
کہ منتظر ہے ازل سے اجابت قدوس

ہے جب تلک گل و برقسمتِ نہال و شجر
ہے جب تلک دلِ لالہ میں داغِ حسرت و بوس

مدام پھُولے پھلے دوستوں کا نخلِ مراد
رہینِ داغ عدو کا رہے دلِ مایوس

○

میر تجلّی دہلوی

المتوفی : ۱۷۹۸ء

حضرت خیر البشرؐ سید عالی جناب
صورتِ بحرِ کرم معنی گنجِ صواب

پیش روِ انبیاؑ راہبرِ اصفیا
نائبِ ذاتِ خدا صاحبِ وحی و کتاب

حاکمِ ملکِ وری بلکہ شہ دوسرا
صلِّ علیٰ مصطفٰے شافعِ یومِ حساب

اس کا ہے رو در میان شاہدِ تحقیق کو
کرتا ہے ہر اک سے وہ وعدہ رفعِ نقاب

جلوہ سے اس کی ذات کے چونک پڑا نیند سے
ورنہ خدا کے تئیں تھی تری راحت سے خواب

مرکزِ افلاک بود کرۂ ارضِ وجود
شاہدِ بزمِ شہود گوہرِ فیضِ انتساب

بحر میں قدرت کے گر حق بھی ہو غواص تو
ہو نہ سکے اس پہ پھر ایسا گہر انتخاب

ماہ کو ہر رات ہے رو کے تمہاری تلاش
مہر کے بھی دل میں ہے ذرّہ نمط اضطراب

احمد بے میم تم صاحبِ تعظیم تم
تم ہو تشبیہ جناب تم ہو تنزیہ مآب

لیس کمثلی کی نص تم پہ ہوئے ہے ثبوت
تم ہو تنزیہ لقب تم ہو تشبہ خطاب

وہ ترے ہر کام کو جانے ہے کارِ خدا
نص رمیت اذ رمیت جس نے کر لی انتخاب

بحرِ ازل اور ابر قطرہ تیرے وصف میں
جوش محیطِ دو کون نعت میں تری سراب

ایسا میں عاجز سخن تس پہ ہو الفت کنے
پشۂ بے بال و پر ہو سکے کیونکر عقاب

جذبۂ خورشید سے اس کو ہے بال و پر
شبنمِ بے پر ہوں میں، ذات تری آفتاب

بھائی تمہارا علیؑ کاشفِ رمزِ جلی
مظہرِ آیاتِ حق شہر کا علموں کے باب

حق کے تئیں بوتراب ہوتا نہ منظور اگر
خاک کے پتلے کے تئیں ہوتا نہ آدم خطاب

صلِّ علیک الرسول بعد علیؑ و بتولؑ
بعد حسینؑ و حسنؑ سیّد عالی جناب

پنج تنِ باصفا ہادیٔ راہِ خدا
قاضیِ روزِ جزا شافعِ یومِ الحساب

اے صمدِ بے نیاز خاک تجلّی پہ رحم
کیونکہ وہ اب تو ہوا خاک رہِ بوتراب

راسخ عظیم آبادی

المتوفی: ۱۸۲۳ء

خلقِ عالم کا نہیں تیرے سوا کوئی معین
رحم کر عالم پہ اب یا رحمۃ للعالمین

اے شفیعِ عاصیاں اے بادشاہ نیمروز
خواجۂ ہر دو سرا پشتِ پناہ اہلِ دین

اے طبیبِ علتِ ارواح اے فخرِ بشر
باعثِ ایجادِ عالم اے یقینِ اوّلین

عاصیوں کی کس سے ہو اصلاحِ باطن تجھ سوا
ذات سے تیرے ہی رکھتے ہیں توقع مجرمین

صالح و طالح کی مرجع ہے تری ذاتِ کریم
موجِ دریائے کرم ہے گی جبیں کی تیرے چین

واہ کیا شانِ کریمی ہے کہ جس عاصی کا تو
عذر خواہِ جُرم ہو اے افتخار اکرمین

حکمِ حق پہنچے کہ کردیں محو سب اعمال زشت
نامۂ اعمال سے اس کے کراماً کاتبین

یا نبیؐ اللہ یہ تیرا ہی رتبہ ہے کہ ہے
وقف امت کا ترے سرتا سر خلدِ برین

ہے یہی قول اَنا احمد بلا میم اسپہ دال
ذات تیری ذاتِ حق ہے اس میں کچھ شبہ نہیں

باعثِ رونق ہُوا عالم کا تیرا ہی ظہور
نام تیرا خاتمِ ہستی کا ہے نقش نگین

آفرینش حدقۂ بے چشم رہتی تا بہ حشر
گر نہ پیدا کرتا تجھکو ایزدِ خلق آفرین

عینِ رحمت ہے تو اے انسان عینِ انبیاؑ
خاکِ در ہے تیری کحلِ دیدۂ رُوح الامین

وہ ترا جسمِ مقدس تھا خلاصہ رُوح کا
ہاتھ تھا جبریلؑ کا خرقہ کی تیرے آستین

عرش کا پایہ کیا معراج نے تیرے بلند
وسعتیں کُرسی کی جو تھیں اور افزوں ہوگئیں

طے کیا یہ نو طلسمِ بستہ تونے آن میں
وہ جو سب سے دُور تھا سو ہو گیا تیرے قرین

تو ہے وہ اُمت نواز اے سرپرستِ عاصیاں
وہ شفاعت پیشہ ہے تو اے پناہ طالحین

میں وہ عاصی ہوں کہ ہوتا گر نہ تو میرا شفیع
کرتے روزِ حشر مجکو پیش خیلِ فاسقین

ایسا عاصی ہوں پر امیدِ شفاعت تجھ سے ہے
سرپرستِ امت ایسا کوئی پیغمبر نہیں

کیا ثنا ہو آگے اب راسخ سے تیری جز درُود
طول دینا حرف کا سوءِ ادب ہے بعد ازیں

ناسخ لکھنوی

المتوفی : ۱۸۳۸ء

دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ! ہوں بہت مشتاق دیدار محمدؐ کا

بہارِ گلشنِ دینِ محمد اب دکھا یا رب !
ترصد بلبلِ دل کو ہے فصلِ گُل کی آمد کا

گہی مثلِ قلم پائے طلب لیکن نہ ہاتھ آیا
بسانِ سایۂ احمدؐ نشانِ تصویرِ احمدؐ کا

شجاعت میں، کرم میں، عدل میں، صورت میں، سیرت میں
امامِ آخری ہے مثل اپنے جدِّ امجد کا

عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا

نفاق اس سے نہاں کیا ہو چھپے شرکِ خفی کیونکر
محک ہے اس کا سنگِ آستانہ نیک اور بد کا

کرے گا جبکہ وہ اتمام آ کر حجتِ حق کو
زمانے میں رہے گا نام ملحد کا نہ مرتد کا

مسیحا بہر بیعت آئے گا چرخِ چہارم سے
نہیں موسیٰؑ سے کم رتبہ ترے جلوہ کی بے خود کا

جو نزدیک اس سلیمانِ زماں کا دور آئے گا
بیابانوں میں ہو گا ایک مسکن دام اور دد کا

خدا تیرا معرّف ہے ملک تیرے موصّف ہیں
نہیں حدِّ بشر کہنا ترے اوصافِ بے حد کا

بنا اے مہرِ تاباں قصرِ یاقوت اپنے جلوہ سے
سیہ خانہ نظر آتا ہے یہ گنبد زبرجد کا

نہ سوئے جانِ دنیا منہ کیا اے شاہِ دیں تو نے
سر پر سلطنت تکیہ ہے گویا تیری مسند کا

گراتے رُکنِ دیں یاجوج ماجوج آ کے دنیا میں
جو پشتیباں تو ہوتا نہ ذوالقرنین کی حد کا

نمازوں میں مسیحا پیمبر مقتدی ہو گا
وہی رتبہ ہے تیرا بھی جو رتبہ تھا ترے جد کا

بھرا تجھ میں یہ حق نے علم رطب و یابسِ عالم
کہ جلد و جسم کو رتبہ ہے قرآنِ مجلّد کا

جو کندے ناتراشیدہ ہیں اُن کو فیضِ صحبت کیا
سوا اس کی کہ پایا مرتبہ چوبِ مسنّد کا

معانی قل ھو اللہ احد کے ہیں عیاں ناسخ
برائے قافیہ رکھا ہے مَیں نے میم احمد کا

کرامت علی شہیدی

المتوفی : ۱۸۴۰ء

رقم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا
سرِ دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعتِ احمدؐ کا

طلوعِ روشنی جیسے نشاں ہو شہ کی آمد کا
ظہورِ حق کی حجت ہے جہاں میں نور احمدؐ کا

دبستانِ ازل میں وہ معلّم عقلِ کُل کا تھا
نہ تھا نام و نشاں جن روزوں اس لوح زبرجد کا

چمن پیرائے کُن فراش جس کی بزمِ رنگیں میں
بہارِ آفرینش ایک بوٹا اُس کی مسند کا

عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
عرب میں شور تھا جس وقت اس کی آمد آمد کا

شرف حاصل ہُوا آدمؑ اور ابراہیمؑ کو اُس کے
نے تنہا فخرِ عالم فخر تھا اپنے ابّ و جد کا

شب و روز اس کے صاحبزادوں کا گہوارہ جناں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامیںؑ کو بھی خوشامد کا

وہ اس عالم میں رونق بخش تھا حوروں کی تسکیں کو
گیا جنت میں طوبیٰ بن کے سایہ اس سہی قد کا

شبِ معراج چڑھ کر عرش پہ دم میں اُتر آیا
بیاں اس قلزمِ معنی کی ہو کیا جزر او رمد کا

رواں تسنیم و کوثر ایک قطرہ آب سے جس کے
کروں کیا وصف اُس دُرِ یتیم بحرِ سرمد کا

کشادِ عقدۂ باطن میں کافی نام حق اس کو
کھلا کرتا ہے بن کنجی ہمیشہ قفل ابجد کا

اُدھر اللہ سے واصل اِدھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

گزر وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذاتِ مطلق کو
نہ بنتا صفر گر نقشِ احد پہ میم احمدؐ کا

خدا بن مانگے کیا کیا نعمتیں دیتا ہے بندوں کو
ترا دستِ دعا ضامن ہے جیسے کُل کے مقصد کا

بٹیں گے جس گھڑی عشرت کے ساماں بزمِ جنت میں
کھلے گا حال امت کو ترے انعامِ بے حد کا

لبِ گوہر فشاں وا ہوں گے جب عرضِ شفاعت کو
تماشا گاہِ محشر میں تکیں گے نیک منہ بد کا

رہا کعبہ میں تیرے روضے کے در پہ نہ جا پائی
ای اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سنگِ اسود کا

عدو کو حشر تک انکار ہو تیری رسالت کا
محل باقی رہے اللہ کے قولِ موکّد کا

تری تعریف میں میری زباں میں آئی جو تیزی
صفاہاں تک مسخر ہو گا اس تیغ مہند کا

کبھی نزدیک جا کر آستانے پہ ملوں آنکھیں
کبھی گر دُور بیٹھوں میں کروں نظارہ گنبد کا

فراغِ دل سے گر واں زندگی کا کوئی دم گزرے
حسد ہو خضرؑ و عیسیٰؑ کو مرے عیشِ مخلّد کا

مدینہ کی زمیں کے گر نہ لائق ہو مرا لاشہ
کسی صحرا میں واں کے طعمہ ہوں میں دام اور دد کا

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ رُوحِ مقید کا

خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے
زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

بہادر شاہ ظفر

المتوفی ۱۸۶۲ء

اے سرورِ دو کون شہنشاہِ ذوالکرم — سرخیل مرسلین و شفاعت گر امم
موکب ترا ملائک و مرکب ترا براق — مولد ہے تیرا مکہ و معبد ترا حرم
رنگِ ظہور سے ترے گلشن رُخ حدوث — نورِ وجود سے ترے روشن دل قدم
ہوتا کبھی نہ قالبِ آدم میں نفخِ روح — بھرتا اگر خدا نہ محبت کا تری دم
ٹوٹا جو کفر قوتِ اسلام سے ترے — صد جائے سے شکستہ ہے زنار موجِ یم
تو تھا سر پر اوجِ رسالت پہ جلوہ گر — آدمؑ جہاں ہنوز پسِ پردۂ عدم
کرتا تھا تیرے اسمِ مبارک کو دل پہ نقش — اس واسطے عزیزِ جہاں ہو گیا درم
اے معدنِ کرم تری ہمت کے روبرو — کمتر ہے سنگریزہ سے قدر نگینِ جم
محروم تیرے دستِ مبارک سے رہ گیا — کیونکر نہ چاک اپنا گریباں کرے قلم
عالم کو تیرا نور ہوا باعث ظہور — آدم ترے ظہور سے ہے مظہر اتم
والّیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا — والشمس ہے ترے رُخِ پر نور کی قسم
قرآں میں جبکہ خود ہو ثنا خواں ترا خدا — کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر سکے رقم
تیری جناب پاک میں ہے یہ ظفر کی عرض — صدقے میں اپنی آل کے اے شاہِ محتشم
صیقل سے اپنے لطف و عنایت کے دور کر — آئینۂ ضمیر سے میرے غبار غم
پہنچا نہ آستانِ مقدس کو تیرے میں — اس غم سے مثلِ چشمہ ہوئی میری چشمِ نم

پر خاک آستاں کو تری اپنی چشم میں
کرتا ہوں سرمہ سیل تصور سے دم بدم

خواجہ الطاف حسین حاؔلی

(۱۸۳۷ء ——— ۱۹۱۴ء)

بنے ہیں مدحتِ سلطانؐ دو جہاں کے لیے ‏— سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے
وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی جہنّم میں ‏— عداوت اس کی عذابِ الیم جاں کے لیے
وہ شاہ جس کا محب امن و عافیت میں مدام ‏— محبّت اس کی حصارِ حصینِ اماں کے لیے
وہ چاند جس سے ہوئی ظلمتِ جہاں معدوم ‏— رہا نہ تفرقہ روز و شب زماں کے لیے
وہ پھول جس سے ہوئی سعیِ باغباں مشکور ‏— رہی نہ آمد و رفتِ چمن خزاں کے لیے
ہلالِ مکّہ کا ماہِ دو ہفتہ یثرب کا ‏— فروغ قوم کے اور شمعِ دُودماں کے لیے
گھر اس کا موردِ قرآن و مہبطِ جبریلؑ ‏— دراُس کا کعبۂ مقصود انس و جاں کے لیے
سپہر گرمِ طواف اس کی بارگاہ کے گرد ‏— زمین سربسجود اس کے آستاں کے لیے
وہ لحظ لحظ تفقد وہ دمبدم الطاف ‏— رضائے خاطرِ یارانِ جانفشاں کے لیے
وہ گونہ گونہ مدارا وہ بات بات میں مہر ‏— کشائش گرہ کین دشمناں کے لیے
گہِ افتخار مقابل میں اہلِ نخوت کے ‏— گہ انکسار مداراتِ میہماں کے لیے
کہیں ہلاک میں تاخیرِ قوم سرکش کے ‏— کہیں نماز میں تعجیل ناتواں کے لیے
صفائے قلب حسودانِ کینہ خواہ کے ساتھ ‏— دعائے خیر بد اندیش و بدگماں کے لیے

کہیں مقدمۃ الجیشِ انبیاء و رسل
کہیں وہ خاتمۃ الباب داستاں کے لیے

مدینہ مرجع و ماوائے اہلِ مکّہ ہوا
مکیں سے رتبہ یہ حاصل ہوا مکاں کے لیے

اسی شرف کے طلبگار تھے کلیمؑ و مسیحؑ
نویدِ امتِ پیغمبر زماں کے لیے

بس نہ اب ہول نہ کھٹکا، نہ راہزن کا خطر
ہُوا وہ قافلہ سالار کارواں کے لیے

شفیعِ خلق سراسر خدا کی رحمت ہے
بشارت اُمّتِ عاصی و ناتواں کے لیے

شفاعتِ نبویؐ ہے وُہ برقِ عصیاں سوز
کہ حکمِ خس ہے جہاں کفرِ دوجہاں کے لیے

خدا کی ذات کریم اور نبیؐ کا خُلق عظیم
گنہ کریں تو کریں رخصت انس وجاں کے لیے

اُسی کا دیں ہے کہ ہے گلشنِ ہمیشہ بہار
وگرنہ ہر گل و گلزار ہے خزاں کے لیے

عبور لجۂ عصیاں سے کس طرح سے ہو، اگر
وہ ناخدا نہ ہو اس بحرِ بیکراں کے لیے

مریضِ حرص ہوا پائے کب شفا، جب تک
وُہ چارہ گر نہ ہو اس دردِ جانستاں کے لیے

نہ حرف و صوت میں وسعت نہ کام ولب میں سکت
حقیقتِ شبِ معراج کے بیاں کے لیے

ارادہ عرش پہ اک آن میں پہنچنے کا
کیا تھا عزمِ الوالعزم نے کہاں کے لیے

کرم کا دیکھیے دامن کہاں تلک ہو فراخ
ہو میزبان خدا جب کہ میہماں کے لیے

زمیں پہ پھیرا ہے ماوائے شاہِ عرش نشیں
رہی نہ اب کوئی فوقیت آسماں کے لیے

اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیارِ استعداد
محک ہے حُبِ نبیؐ دل کے امتحاں کے لیے

اگر نصیب ہو یثرب میں جا کے شربتِ مرگ
پیوں نہ آبِ بقا عمرِ جاوداں کے لیے

اگر بقیع میں گز بھر زمیں میسّر ہو
کروں نہ طولِ امل روضۂ جناں کے لیے

سمایا اس کا جو نقشِ قدم تصور میں
ہجومِ عشق میں بوسے کہاں کہاں کے لیے

حریفِ نعتِ پیمبرؐ نہیں سخن حالیؔ   کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کے لیے

نبیؐ کا نام ہو وردِ زباں رہے جب تک
سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے

○

امیر مینائی

(المتوفی ۱۳۱۸ ھ)

تفکر امتیازِ جان و جاناں میں ہے کیا حد کا　　عروض اب تک نہ آیا ہاتھ اس بیتِ معقد کا
نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ کے معنی سے ہوا ثابت　　خزانہ ہے محیط اس چشمۂ روحِ مجرّد کا
گیا شُبہ، سمجھ میں آیۂ حَبْلُ الْوَرِیْد آیا　　رگِ گردن مقامِ خاص ہے محبوبِ سرمد کا
سمٹنا تھا بھنور کا جو وہی تھا موج کا بڑھنا　　کھلیں آنکھیں تو عالم ایک دیکھا جزر کا مد کا
کلیدِ فہم دندانِ طمع کیا تیز کرتی ہے　　کبھی ممکن نہیں ہے کھولنا اس قفلِ ابجد کا
لحاظِ ضبطِ معنی چاہیے مشتاقِ معنی کو　　جُدا کرنا ہے بے جا لفظ میں حرفِ مشدّد کا
حباب آسا ہیں آنکھیں بند تیری ورنہ ظاہر ہے　　کہ ہر موجہ ہے اس دریا میں جادہ راہِ مقصد کا
اِدھر نالہ کیا دل نے اُدھر مقصود حاصل تھا　　دُعا سے تا اجابت فاصلہ ہے تیر کی زد کا
نہ کیوں سُوئے مقدم ہو رجوعِ دل مؤخّر کا　　کہ مرکز ہے ہر اک مسند الیہ اسنادِ مسند کا
مٹا دے زندگی میں نقشِ ہستی کو کہ ہو جائے　　بہشتِ جاوداں میں سامنا عیشِ مخلد کا
دُرِ مقصود کا پھر تجھ کو ہاتھ آنا ہے کیا مشکل　　ہوا غوّاص جب تو قلزمِ اسرارِ سرمد کا
نہ رکھ تاجِ تکبّر سر پہ تیرے حق میں سم ہو گا　　سرِ افعی ہے اس میں جو آویزہ زمرّد کا
خیالِ دولتِ دُنیا کبھی دل میں جو آ جائے　　سمجھ اس کو کہ ہے یہ وسوسہ ابلیسِ مرتد کا
وہ ہیں مقبولِ حق جو نا قبولِ اہلِ عالم ہیں　　ملا ہے منزلِ مقصود سے جادہ خطِ رد کا

فرشتے اُن کو ڈالی میں لگا کر نذر کرتے ہیں   جو پھل تازہ اُترتا ہے نہالِ لطفِ سرمد کا

فنا و فقر کے مضموں باندھے اے امیرؔ اچھے
سنا کوئی غزل بھی اب کہ دل مشتاق ہے حد کا

غزل

خدا جانے کب آنا ہو چمن میں اُس سہی قد کا   بجا رکھا ہے کیوں غنچوں نے ڈنکا آمد آمد کا
اسے دیکھا جو گلشن میں تو ساری سرکشی بھولا   زمیں پر بچھ کے سروِ باغ سایا بن گیا قد کا
درِ محبوب بالش کوچۂ محبوب مسند ہے   نہ میں خواہاں ہُوں بالش کا نہ میں طالب ہوں مسند کا
مگر توصیفِ رخسار و خط و گیسو سے کیا حاصل   وظیفہ تھا جو ان بیتوں میں ہوتا وصفِ احمدؐ کا
ہوئی عبرت مجھے پھیری عناں اسپِ طبیعت کی   ارادہ بندھ گیا وصفِ جنابِ خاصِ سرمد کا
لگا کرنے میں قرآں کی تلاوت پھاڑ کر پوتھی   ہُوا مسجد میں داخل چھوڑ کر مے خانہ مُوبد کا

کہو عشّاقِ احمدؐ سے کہ آئیں اس کے سُننے کو
قصیدہ اک نیا پڑھتا ہُوں میں نعتِ محمدؐ کا

قصیدہ

الف آدم میں ہے عمد و داحد میں ہے بے مد کا   سبب یہ ہے کہ واں سایا تھا یاں سایا نہ تھا قد کا
بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمدؐ کا   اثر میم مشدّد میں ہے ذوالقرنین کی سد کا
جو آنکھیں ہوں تو نامِ پاک سے پیدا ہے یکتائی   کہ آغوشِ احد میں جلوہ گر ہے میم احمدؐ کا

زہے خاطر جو دُنیا سے بلایا حق نے پاس اپنے
رواں ہمراہ قاصد کے کیا ہدیہ خوشامد کا

شروعِ دفترِ امکاں میں بسم اللہ کے بدلے
قلم نے نام لکھا لوح پر پہلے محمّد کا

فلک پر ہوں نہ کیونکر دیدۂ شمس و قمر روشن
لگایا کرتے ہیں آنکھوں میں سُرمہ خاکِ مرقد کا

فلک طاؤس کی صورت جواب تک رقص کرتا ہے
کبھی دیکھا تھا جلوہ ابرو و گیسوئے احمدؐ کا

جُدا رکھا مجھے اس روضۂ پُرنور سے اب تک
بُرا ہو طالعِ بد کا بُرا ہو طالعِ بد کا

جو اپنے دوست کا ہو دوست سب کا دوست ہوتا ہے
خدا کا کیوں نہ عاشق ہو جو عاشق ہو محمّد کا

الٰہی! ہو گزر تعلیم گاہِ بزمِ مولے میں
جھکے ایسا کہ شکل دال بن جائے الف قد کا

کمی اُس سے نہیں کی میں نے بھی توصیفِ حضرت میں
شہیدی گو کہ موجد ہے اِس آئین مجدّد کا

ظہور آخر ہے اوّل انبیاؑ سے نور احمدؐ کا
بجا ہے گر لقب ہو اوّل و آخر محمّد کا

الٰہی! آئے وہ جھونکا ہوائے شوقِ بے حد کا
اڑا لے جائے دکھلانے مجھے روضہ محمدؐ کا

مجسّم کر کے نور اپنا خدا نے عرش سے بھیجا
ادا ہو شکر کیا بندوں سے اس کے لطفِ بیحد کا

خبر دیتے رہے مرسل سب اپنی اپنی اُمّت کو
زمانے میں نہ تھا کب شور اُن کی آمد آمد کا

وہی تو چرخِ اخضر ہے جو روزِ خلقتِ آدم
گرا تھا تاج نورانی سے آویزہ زمرّد کا

حوادث سے ہوں ایمن کیوں نہ جو ساکن ہیں روضے کے
کہ بسم اللہ کا گنبد ہے، گنبد ان کے مرقد کا

ہوا یہ عندلیب سدرہ کی منقار رکھتی ہے
کروں گلگیر بن کر گل میں اُن کی شمعِ مرقد کا

وہ مستغنی مجاور ہیں کہ جن کے سامنے سلطان
ادب سے دم بخود ہیں مُنہ نہیں پڑتا خوشامد کا

برادر دونوں جبریلؑ و علیؓ ہیں نوری و خاکی
اِدھر بھی ہے اُدھر بھی سلسلہ ثابت محمدؐ کا

خدا کے نور کے ہمراہ نورِ مصطفیؐ دیکھا — مزا موسیٰ سے پوچھا چاہیے تکرارِ بے حد کا
رہائی پائی قیدِ بطنِ ماہی سے جو یونسؑ نے — اشارہ یہ بھی تھا اک نونِ ابروئے محمّدؐ کا
کبھی ایوبؑ کے شافی، کبھی یعقوبؑ کے حامی — بھرا دُرِّ عنایت سے نہ دامن کس کے مقصد کا
بِنا آیاتِ قرآں کی ہے اُن کی ذات سے محکم — قیام اُن کے سبب کعبے کے ارکانِ مشیّد کا
اصولِ خمسہ اسلام جو مشہور ہیں پانچوں — مخمس آپ کے دیوانِ ارشادِ مؤکد کا
فروغِ دیں جو شش گانہ ہیں شائع اہلِ ایماں میں — مسدّس آپؐ کے فکرِ مضامینِ مجدّد کا
قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشت دو ٹکڑے — انہیں دو نقطۂ زریں کا طالب لفظ تھا ید کا
شکم پر سنگِ اسود اور فاقے سے شکم خالی — ہوا ثابت کہ کعبہ بھی مقلّد ہے محمّدؐ کا
شبِ معراج کیا اس مقتدا نے مرتبہ پایا — خدا مشتاق شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا
رکابوں سے ملیں آنکھیں جھکایا سر کو قدموں پر — ملا جبریلؑ کو رستے میں کیا موقع خوشامد کا
کٹے آٹھوں فلک طے دم میں جس نے عرشِ اعلیٰ پر — قدم آگے بڑھا اس واقفِ اسرارِ سرمد کا
لگایا غوطہ اس بحرِ حقیقت میں شناور نے — گریباں جزر کا جس میں نہ دامن تھا کہیں مد کا
گئے حضرتؐ پھرے حضرتؐ مٹی گرمی نہ بستر کی — قدم تھا ایک ہی گویا درآمد اور برآمد کا
محبت میرے دل میں بھی ہے اس محبوبِ یزداں کی — اویسؓ نیک خو جس طرح عاشق تھا محمدؐ کا
نہ دولت کی تمنا ہے نہ حشمت کی ہوس مجھ کو — الٰہی! عشق احمدؐ کا، الٰہی! عشق احمدؐ کا
زیارت کو چلوں یارب! پڑے یہ غُل مدینے میں — غلام آیا محمدؐ کا، غلام آیا محمّدؐ کا
ملے کیا لُطف جب ہو روضۂ پُر نور میں داخل — ریاضِ خُلد میں ہو سامنا عیشِ مخلد کا
کبھی یُوں شوقِ کامل سے در و دیوار کے بوسے — لگاؤں سُرمہ آنکھوں میں کبھی اس خاکِ مرقد کا

نسیمِ لطف کا جھونکا الٰہی! کوئی چل جائے　　شگفتہ مثلِ گل ہو جائے غنچہ دل کے مقصد کا

دُعا مانگوں عقیدت سے مجاور سب کہیں آمیں
الٰہ العالمیں! صدقہ ضریحِ پاکِ احمدؐ کا

○

مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ

المتوفی ۱۹۲۱ء

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئنے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا
حَجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
خوشی کے بادل اُمنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اُس رہگذر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے
خدا ہی دے صبر جانِ پُرغم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب اُن کو جُھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دُولھا بنا رہے تھے
اتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سُورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنّت کا رنگ و روغن
جنھوں نے دُولھا کی پائی اُترن وہ پھول گلزارِ نور کے تھے

تجلّیِ حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پُشتِ زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جُھومتے تھے

براق کے نقشِ سُم کے صدقے وہ گُل کِھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن، لہکتے گُلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نمازِ اقصٰی میں تھا یہی سرّ، عیاں ہو معنیِ اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

یہ جوشش نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

بڑھا یہ لہرا کے بحرِ وحدت کہ دُھل گیا نامِ ریگِ کثرت
فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِّ رحمت وُہ رُخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے

سنہری زربفت اُودی اطلس یہ تھان سب دُھوپ چھاؤں کے تھے

چلا وہ سروِ چماں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں

پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این وآں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی

سواری دُولھا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے رُوح الامیں کے بازُو چھٹا وہ دامن کہاں وُہ پہلو

رکاب چھُوٹی، اُمّید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

سنا یہ اتنے میں عرشِ حق نے کہ لے مبارک ہو تاج والے

وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سُن کے بے خود پکار اُٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا

پھر اُن کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

جھکا تھا مجرے کو عرشِ اعلیٰ گری تھی سجدہ میں بزمِ بالا

یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گرد قربان ہو رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں

حضورِ خورشید کیا چمکتے، چراغ مُنہ اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت

تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیمؑ پر بند راستے تھے

بڑھا اے محمدؐ، قریں ہو احمدؐ، قریب آ سرورِ مجدّ
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این ومتٰی کہاں تھا نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے

اُدھر سے پیہم تقاضے آنا اِدھر تھا مشکل قدم بڑھانا
جلال وہیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت اُبھارتے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رُکتے
جو قُرب اُنھیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پر اُن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا اُدھر کا
تنزّلوں میں ترقّی افزا دَنَا تَدَلّٰی کے سلسلے تھے

ہوا یہ آخر کہ ایک بجرا تموّجِ بحرِ ہُو میں اُبھرا
دَنَا کی گودی میں اُن کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا، کدھر سے گزرا، کہاں اُتارا
بھرا جو مثلِ نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اُٹھے جو قصرِ دَنَا کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دُوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر، وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اس کی طرف گئے تھے

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اِدھر سے تھیں نذرِ شہ نمازیں اُدھر سے انعامِ خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گُندھ کر گلوئے پُرنور میں پڑے تھے

زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن
یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جو بات سُننی تھی سُن چکے تھے

وہ بُرجِ بطحا کا ماہ پارا بہشت کی سَیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خُلد کا ستارا کہ اُس قمر کے قدم گئے تھے

سرورِ مقدم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
جناں کے گلبن تھے جھاڑ فرشی جو پھول تھے سب کنوّل بنے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نُور کے تڑکے آلیے تھے

نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمّت، رضاؔ پہ لِلّٰہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصّہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبولِ سرکار ہے تمنّا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا ردی تھی کیا کیسے قافیے تھے

○

محمد ہادی عزیز لکھنوی

المتوفی : ۱۹۳۶ء

نہیں کٹتی شبِ فرقت لبوں پہ گھٹ کے جاں آئی — کہاں تک اے دلِ رنجور دعوائے شکیبائی
لکھی تھی تلخ کامی کیا ہمارے ہی مقدر میں — ہمیں اس زہر کے قابل تھے کیا اے چرخِ مینائی
بلا سے کوئی مر جائے، بلا سے کوئی رُسوا ہو — اگر ہے امتحاں مقصود تو کیا خوفِ رُسوائی
بلا کا جذب ہے کافر ادا اس حُسن دلکش میں — تری جانب سے پھرتی ہی نہیں چشمِ تماشائی
علاجِ داغ کرتا ہے لسعیِ کاوشِ ناخن — مقدر سے ملا ہے چارہ گر بھی مجھ کو سودائی
وہ کم ہے جو نہ ہو اس دل کا عالم وقتِ نظارہ — ترے نقشِ قدم کے جب ہزاروں ہیں تماشائی
مطلع قدم رکھتے نہیں وہ ناز سے اللہ ری رعنائی — نظر یہ آگیا کس کا نشانِ ناصیہ سائی
خوشا قسمت کیا ہے حرفِ زینت بزم میں اپنی — دلِ عشاق سے شیشوں کی جا ہے محفل آرائی
کسی پہلو قرار آتا نہیں اللہ ری بے تابی — ہوا ہے جب سے دل اس بُتِ کافر کا شیدائی
مطلع میانِ رہگزر بیدم پڑا ہے تیرا شیدائی — دکھا دے جانے والے آج اعجازِ مسیحائی
پڑے ہیں ہجر کے صدموں سے اتنے داغ سینے میں — کہ گن سکتا نہیں چاہے اگر کوئی تماشائی
مگر ہاں کر سکے احصا جو احمدؐ کے فضائل کا — وہ احمدؐ بعد حق زیبا ہے جس کو نازِ یکتائی
پڑھوں رنگیں وہ مطلع بزمِ میلادِ مبارک میں — کہ سُن کر وجد میں آ جائے جس کو رُوحِ صہبائی
مطلع مے گلرنگ سے لازم ہے تجھ کو جام پیمائی — پلا دے پھول ساقی دیکھ وہ فصلِ بہار آئی

نظر ہے ہم سیہ کاروں کی ساقی جوشِ رحمت پر ۔۔۔ خدا کا شکر قبلہ کی طرف کالی گھٹا چھائی
چھکا دے تشنہ کاموں کو جما دے رنگ محفل میں ۔۔۔ پلا دے ساقیا سرجوش ریحانی و حمرائی
بفیضِ مدح ہو معراج آزادوں کو مستوں کو ۔۔۔ سُنے صلِّ علیٰ کا شور گوشِ چرخِ مینائی
عزیز بادہ پیما دور مے کا وقت آ پہنچا ۔۔۔ پڑھو جب تک کوئی مطلع برائے محفل آرائی
کسے زیبندہ ہے کون و مکاں کی مسند آرائی ۔۔۔ محمدؐ رحمۃ للخلق آقائی و مولائی
یہ سُبحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے ظاہر ہے ۔۔۔ کہ تھی منظورِ حق کس درجہ ان کی عزت افزائی
ہوا کرتی تھیں باتیں راز کی پردے ہی پردے میں ۔۔۔ خدا تھا ان کا شیدا اور خدا کے تھے وُہ شیدائی
ابو القاسم محمدؐ شہسوارِ عرصۂ ایماں ۔۔۔ کہ جن کی خاکِ پا ہے چشمِ دل کو کحلِ بینائی
اُنھیں کے فیض سے ادریسؑ علموں کے ہوئے واضع ۔۔۔ سلیماںؑ نے کیا حاصل اُنھیں سے رسمِ دانائی
چمکتا تھا اُنھیں کا نور پیشانیٔ یوسفؑ میں ۔۔۔ انھیں سے دیدۂ یعقوبؑ نے پائی تھی بینائی
پلٹ آئے نبی معراج کی شب اتنے عرصہ میں ۔۔۔ کہ بستر گرم اور زنجیرِ در ہلتی ہوئی پائی
زہے عزّ و شرف کایں ہدیۂ احقر قبول افتد ۔۔۔ طبق میں گوہرِ انجم لیے ہے چرخِ مینائی
گلستاں اُن پہ کیونکر آتشِ نمرود ہو جاتی ۔۔۔ نہ ہوتے گر محمدؐ کے خلیل اللہ شیدائی
پئے احیائے اموات آپ جنبش دیں اگر لب کو ۔۔۔ ابھی تو مردۂ صد سالہ میں پیدا ہو گویائی
وہ اندھے ہیں جو اس کو گردشِ دوراں سمجھتے ہیں ۔۔۔ نثارِ روضۂ شہ ہو رہا ہے چرخِ مینائی
پڑھی ہے بس قدر اوراقِ گل میں مدح حضرتؐ کی ۔۔۔ کہ اب تک خشک ہے نوکِ زبانِ خارِ صحرائی
عزیز آخر کہاں تک دو گے صہبائے سخن بس بس ۔۔۔ دُعا وہ مانگ منہ سے خود اثر جس کا ہے شیدائی
الٰہی! یہ خراباتِ جہاں آباد ہے جب تک ۔۔۔ رہے جب تک کہ گردش میں فلک کا طاس مینائی
جناب مولوی ناصر حسین پاک طینت کو ۔۔۔ بحقِ احمدِ مرسلؐ مبارک محفل آرائی

○

مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی

المتوفی: ۱۸۸۰ء

نہوئے نغمہ سرا کس طرح سے بلبلِ زار — کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار

ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے — کسی کو برگ کسی کو گل اور کسی کو بار

خوشی سے مُرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں — کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار

نزاکتِ چمنستاں بیان کیا کیجے — کہ صنعِ حق کے تئیں دیکھ عقل ہے بیکار

کہاں زمین کہاں یاسمین و لالہ و ورد — فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار

زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمیں — یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر کا بار

کرے ہے ذرّہ کوئے محمدؐی سے خجل — فلک کے شمس و قمر کو زمینِ لیل و نہار

فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی — زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمدِؐ مختار

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیِ احمدؐ — زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

نثار کیا کروں مفلس ہُوں نام پر اُس کے — فلک سے عقدِ ثریا لوں دے اگر وہ اُدھار

ثنا کر اُس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ — کہاں کا سبزہ، کہاں کا چمن، کہاں کی بہار

جو تُو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو — نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

کہاں وُہ رتبہ کہاں عقلِ نارسا اپنی — کہاں وُہ نورِ خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

جہاں کہ جلتے ہوں پَر عقلِ کُل کے بھی پھر کیا — لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں مرے افکار

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے ... تو آگے بڑھ کے کہوں کہ جہان کے سردار
تُو فخرِ کون و مکاں، زبدۂ زمین و زماں ... امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
خدا ترا تُو خدا کا حبیب اور محبوب ... خدا ہے آپؐ کا عاشق تم اُس کے عاشقِ زار
تُو بُوئے گل ہے اگر مثلِ گل ہے اور نبی ... تُو نورِ شمس گر اور انبیاؑ ہیں شمسِ نہار
حیات جان ہے تو ہیں اگر وُہ جانِ جہان ... تو نُورِ دیدہ ہے گر ہیں وُہ دیدۂ بیدار
طفیل آپؐ کے ہے کائنات کی ہستی ... بجا ہے کہیے اگر تم کو مبدا الآثار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بہ وجود ... قیامت آپؐ کی تھی دیکھئے تو اِک رفتار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں ... ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہونے میں ... جو ہو سکے تو خدائی کا اک تری انکار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال ... بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
جو دیکھیں اپنے کمالوں پہ تیری یکتائی ... رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار
تُو آئنہ ہے کمالاتِ کبریائی کا ... وُہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار
کہاں بلندیٔ طُور اور کہاں تری معراج ... کہیں ہُوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار
جمال کو ترے کب پہنچے حُسن یُوسفؑ کا ... وُہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار
رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت ... نہ جانا مرتبہ تیرا کسی نے جُز ستّار
جو آئینہ میں پڑے عکس خال کا تیرے ... تو رشک مہر کا ہو جائے مطلع الانوار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے ... تُو جس قدر ہے بھلا، میں بُرا اسی مقدار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کیے میں نے ... تجھے شفیع کہے کون گر نہوں بدکار

اگر جواب دیا بیکسوں کو تُو نے بھی — تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار

مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا — نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامیٔ کار

دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی — کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

جو تُو ہی ہم کو نہ پُوچھے تو کون پُوچھے گا — بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مُرغ و مار

اُڑا کے باد مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضورؐ کے روضے کے آس پاس نثار

○

مولانا نعیم الدین مرادآبادی

المتوفی: ۱۹۴۸ء

اے زائرِ کوئے نبیؐ اتنا تو کر اے مہرباں — اہلِ مدینہ کو سُنا حالِ نعیمِ خستہ جاں
مایوسیوں کی کثرتیں ناکامیوں کی حسرتیں — تنہائیوں کی وحشتیں اندوہ و غم کی داستاں
بیتابیوں کا سلسلہ، بے چینیوں کا مشغلہ — ناصبریوں کا غلغلہ اور شدّتِ دردِ نہاں
سر میں ہے سودائے جنوں وحشت سے ہے حالت زبوں — دل سے ہوا رخصت سکوں آنکھوں سے اشکِ خوں رواں
شدّت پہ ہے دورانِ سر، زوروں پہ ہے دردِ جگر — خوں رو رہی ہے چشمِ تر، پھٹ کر ہوا ہے دل کتاں
جاتے رہے تاب و تواں، اعضا میں ہے قوّت کہاں — غم نے کیا ہے نیم جاں، دردِ جدائی الاماں
یہ شورشِ طوفانِ غم، یہ سوزشِ رنج و الم — ہجراں کے یہ جور و ستم اور یہ ضعیف و ناتواں
دن حسرتوں میں کاٹنا، راتوں کو رونا جاگنا — ہر وقت غم کا سامنا ہر لحظہ آنکھیں خوں فشاں
اعدا کے نرغے میں، جدا، اپنے ہوئے ہیں بے وفا — ہر سمت سے آئی بلا آفت کا ٹوٹا آسماں
جور و ستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں — بیکار ہیں سب نالشیں، مسلم کا خوں ہے رائیگاں
ہم کیا کہیں حالِ تباہ ہم سے ہوئے بے حد گناہ — بیشک ہیں ہم نامہ سیاہ نادم ہیں اب ہم بے گماں
فریاد اے سلطانِ دیں اے رحمۃ للعالمینؐ — تم ہو شفیع المذنبیں، اس در سے ہم جائیں کہاں
فریاد اے محبوبِ رب، فریاد اے شاہِ عرب — ہم تجھ سے کرتے ہیں طلب دل کی مرادیں ہر زماں
دل کی مرادیں دیجئے، مسرور ہم کو کیجئے — اب تو خبر لے لیجئے، غم ہو چکے ہیں بے کراں

اب کیجئے ایسا کرم، ہو دین کا اونچا علم — کفار کی گردن ہو خم، اُن کا مِٹے نام و نشاں
اسلام کی لیجے خبر اور کفر کو پہنچے ضرر — کفار ہوں زیر و زبر سب بھول جائیں مستیاں
مُسلم کو پھر شوکت ملے اسلام کو قوت ملے — بدخواہ کو ذلّت ملے اے دینِ حق کے پاسباں
ذوقِ عبادت ہم کو دو، شوقِ ریاست ہم کو دو — سنّت کی رغبت ہم کو دو ہم سے ادا ہوں نیکیاں
مسلم ہوں باہم متحد، بھائی کا بھائی ہو ممد — مٹ جائے سب آپس کی ضد رشک و حسد سے ہو اماں
طیبہ میں اپنے لطف سے اذنِ اقامت دیجئے — فرقت سے دل بیتاب ہے کب تک رہوں ہندوستاں
راہِ مدینہ دُور ہے، بندہ بہت رنجور ہے — اور حاضری منظور ہے امدادِ سُلطانِ جہاں

یَا رَبَّنَا سَلِّمْ عَلٰی رُوْحِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی
وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ اِلٰی مَادَارَ دَوْرَانُ الزَّمَان

○

محسن کاکوروی

المتوفی ۱۹۰۵

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

گھر میں اشنان کریں سروقدانِ گوکل
جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طولِ امل

خبر اڑتی ہوئی آئی ہے جہاں میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا میں بادل

کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
ہند کیا ساری خدائی میں بتوں کا ہے عمل

جانبِ قبلہ ہوئی ہے یورشِ ابرِ سیاہ
کہیں پھر کعبہ میں قبضہ نہ کریں لات و ہبل

دہر کا ترسا بچہ ہے برق لیے جل میں آگ
ابر چوٹی کا برہمن ہے لیے آگ میں جل

ابرِ پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناظم
برقِ بنگالہ ظلمت میں ہے گورنر جنرل

نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی
پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل

دیکھیے ہوگا سری کشن کا کیونکر درشن
سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل

راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی پل

اب کی میلا تھا ہنڈولے کا بھی گردابِ بلا
نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ بہل

ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل

تہ و بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے
بیڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھرے گنگا جل

کبھی ڈوبی کبھی اوچھلی مہِ نو کی کشتی
بحرِ اخضر میں تلاطم سے پڑی ہے ہل چل

قمریاں کہتی ہیں طوبیٰ سے مزاج عالی — لالۂ باغ سے ہندوے فلک کھیم کسل
شبِ دیجور اندھیرے میں ہے بادل کے نہاں — لیلیٰ محمل میں ہے کالے ہوئے مُنہ پہ آنچل
شاہدِ کفر ہے مکھڑے سے اٹھائے گھونگھٹ — چشمِ کافر میں لگائے ہوئے کافر کاجل
جوگیا بھیس کیے چرخ لگائے ہے بھبوت — یا کہ بیراگی ہے پربت پہ بچھائے کمل
شب کو مہتاب نظر آئے دن کو خورشید — ہے یہ اندھیر مچائے ہوئے تاثیرِ زحل
وُہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع — گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈے اسے لے کر مشعل
نور کی پُتلی ہُوئی پردۂ ظلمت میں نہاں — چشمِ خورشید جہاں بیں میں ہیں آثارِ سبل
آتشِ گُل کا دُھواں بامِ فلک تک پہنچا — جم گیا منزلِ خورشید کی چھت میں کاجل
ابر بھی چل نہیں سکتا وُہ اندھیرا گھپ ہے — برق سے رعد یہ کہتا ہے کہ لانا مشعل
جس طرف سے گئی بجلی پھر اُدھر آ نہ سکی — قلعۂ چرخ میں ہے بھُول بھلیاں بادل
فیض ترطیب ہوا نے یہ دکھائی تاثیر — زر محلول ہے اخگر تو کھرل ہے منقل
آب آئینۂ تموّج سے بہا جاتا ہے — کھیے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبل
آج یہ نشو و نما کا ہے ستارہ چمکا — شاخ میں کاہکشاں کی نکل آتی کونپل
دیکھتے دیکھتے بڑھ جاتی ہے گلشن کی بہار — دیدۂ نرگسِ شہلا کو نہ سمجھو احول
خضر فرماتے ہیں سنبل سے تری عمر دراز — پھُول سے کہتے ہیں پھلتا رہے گلزارِ امل
عطر افشاں ہے شبیہہِ گلِ نسرین و سمن — نخل داؤدی مومی سے ٹپکتا ہے عسل
لہریں لیتا ہے جو بجلی کے مقابل سبزہ — چرخ پر بادلا پھیلا ہے زمیں پر مخمل
جگنو پھرتے ہیں جو گلبن میں تو آتی ہے نظر — مصحفِ گل کی حواشی پہ طلائی جدول

ہمزبان وصفِ چمن میں ہوئے سب اہلِ چمن — طوطیوں کی جو ہے تضمین نو بلبل کی غزل

تختِ طاؤسی گلشن پہ ہے سایہ کیے ابر — چتر کھولے ہوئے فرق شہ گل پر سنبھل

جس طرف دیکھیے بیلے کی کھلی ہیں کلیاں — لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کونسل

آہ قمری میں مزہ اور مزے میں تاثیر — سرو میں دیکھیے پھول آنے لگے پھول میں پھل

شاخ پر پھول ہیں جنبش میں زمیں پر سنبل — سب ہوا کھاتے ہیں گلشن میں سوار اور پیدل

پھول ٹوٹے ہوئے پھرتے روشوں پر ہیں نسیم — یا سڑک پر ہیں ٹہلتے ہوئے گلگوں کوتل

شجرۂ پیرِ مغاں میں نکل آئیں شاخیں — حرمت دخترِ رز میں نظر آتا ہے خلل

ساتھ ساتھ آتے ہیں نالوں کے جگر کے ٹکڑے — شجرۂ آہِ رسا میں نکل آئی کوپل

سبزہ خط سے ہوا ہونے لگی سرخیِ لب — چمنِ حسن سے لال اُڑ گئے بن کر ہریل

صاف آمادۂ پرواز ہے شاماں کی طرح — پر لگائے ہوئے مژگانِ صنم سے کاجل

خندہ ہائے گل و قالین سے ہوا شور نشور — کیا عجب ہے جو پریشان ہے خوابِ مخمل

طرفہ گردش میں گرفتار عجب پھیر میں ہے — سرمہ ہے نیند مرے دیدۂ بیدار کھرل

شاخ شمشاد پہ قمری سے کہو چھیڑے ملار
نونہالانِ گلستاں کو سنائے یہ غزل

غزل

سمت کاشی سے گیا جانبِ صحرا بادل — تیرتا ہے کبھی گنگا کبھی جمنا بادل

خوب چھایا ہے سرِ گوکل و متھرا بادل — رنگ میں آج کنہیا کے ہے ڈوبا بادل

شاہدِ گل کا لئے ساتھ ہے ڈولا بادل
برق کہتے ہیں مبارک تجھے سہرا بادل

سطحِ افلاک نظر آتی ہے گنگا جمنی
رُوپ بجلی کا سنہرا ہے رُپہلا بادل

چرخ پر بجلی کی چل پھر سے نظر آتا ہے
سبزہ چمکائے ہلاتا ہُوا برچھا بادل

جب تلک بُرج میں جمنا ہے یہ کھلنے کا نہیں
ہے قسم کھائے اٹھائے ہوئے گنگا بادل

بجلی دو چار قدم چل کے پلٹ جائے نہ کیوں
وُہ اندھیرا ہے کہ پھرتا ہے بھٹکتا بادل

چشمۂ مہر ہے عکسِ زرِ گل سے دریا
پرتوِ برق سے ہے سونے کا بجرا بادل

میری آنکھوں میں سماتا نہیں یہ جوش و خروش
کسی بے درد کو دکھلائے کرشمہ بادل

دلِ بیتاب کی ادنیٰ سی چمک ہے بجلی
چشمۂ پُرآب کا ہے ایک کرشمہ بادل

طپشِ دل کا اڑایا ہُوا نقشہ بجلی
چشمِ پُرآب کا دھویا ہوا خاکہ بادل

اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے
میری آنکھوں کا ہے اترا ہوا صدقا بادل

کچھ ہنسی کھیل نہیں جوششِ گریہ کا ضبط
یہ مرا دل ہے یہ میرا ہے کلیجا بادل

جامِ عمرِ فلک پیر ہوا ہے لبریز
لیے آتا ہے جنازہ دیئے کاندھا بادل

راجہ اندر ہے پریخانۂ مے کا پانی
نغمۂ نَے کا سری کشن کنھیّا بادل

جوش پر رحمتِ باری ہے چڑھاؤ خُمِ مَے
چنگِ برق سے کرتا ہے اشارہ بادل

دیکھتا گر کہیں محسنؔ کی فغان و زاری
نہ گرجتا کبھی ایسا نہ برستا بادل

پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف بعد غزل
کہ ہے چکّر میں سخنگو کا دماغِ مختل

باغ میں ابرِ سیہ مست چڑھا کر آیا
جامِ خورشید مع میکدہ و برجِ حمل

چشمِ میکش میں گلابی ہے کہ پھولا ہے گلاب
پھول کیوڑے کا کھلا ہے کہ کھلی ہے بوتل

جامِ بے بادہ سے کہتے ہیں کہ رندوں کو نہ چھیڑ   دستِ بے جام سے کہتے ہیں کلیجوں کو نہ مل
گوہرِ دل کو بڑی سنگدلی سے پیسا   کشتیِ مے کو بنایا مرے ساقی نے کھرل
کیسی افسردگی، کیا بات ہے مرجھانے کی   غنچہ کہتا ہے بچالو سے کہ گلشن سے نکل
سیر میں دشت کی مصروف ہے جو پاؤں ہے لنگ   شغل میں چاک گریباں کی جو ہاتھ ہے شل
مصر والوں کو یہ ڈر ہے کہ زلیخا کے لیے   سرِ بازار نہ بکنے لگے سودے کا خلل
مے گلرنگ ہے کیا شمع شبِ فکر کا پھول   چلتے چلتے جو سلم ہاتھ سے جاتا ہے پھسل
کیا جنوں خیز ہے لکھنے میں صریرِ نے کلک   کہ سیاہی سے ہے ہر حرف کو سودیکا خلل
ہر سخن گو کو نہ انشا کی نہ املا کی خبر   ہو گئی نظم کی انشا و خبر سب مہمل
دل میں کچھ اور ہے پر مُنہ سے نکلتا ہے کچھ اور   لفظ بے معنی ہیں اور معنی ہیں سب بے اٹکل
کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا   کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استل
کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جمنا پر   گھاگرا پر کبھی گزرا کبھی سوئے چمل
چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلزم و نیل   نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل
ہاں یہ سچ ہے کہ طبیعت نے اڑایا جو غبار   ہوئی آئینۂ مضمون کی دوچنداں صیقل
روئے معنے ہے بہکنے میں بھی اعلیٰ کی طرف   تاکتا ہے تو ثریا کی سنہری بوتل
اک ذرا دیکھتے کیفیت معراجِ سخن   ہاتھ میں جامِ زحل شیشۂ مہ زیر بغل
گرتے پڑتے ہوئے مستانہ کہاں کھاپاؤں   کہ تصوّر بھی وہاں جا نہ سکے سر کے بل
یعنی اُس نور کے میدان میں پہنچا کہ جہاں   خرمنِ برق تجلّی کا لقب ہے یادل
تارِ باراں مسلسل ہے ملائک کا درود   پے تسبیح خداوند جہاں عزّ و جل

کہیں طوبا کہیں کوثر کہیں فردوسِ بریں کہیں بہتی ہُوئی نہرِ لبن و نہرِ عسل
کہیں جبرئیلِؑ حکومت پہ کہیں اسرافیلؑ کہیں رضوان کا کہیں ساقیِ کوثر کا عمل
کنزِ مخفی کے کسی سمت نہاں تہ خانے اک طرف مظہرِ قدرت کے عیاں شیش محل
عاشقِ جلوہ طلب گار کہیں چشمِ قبول نازِ معشوق کے پردے میں کہیں حسنِ عمل
گل بیرنگیِ مطلق سے لہکتے گلزار بے نیازی کے ریاحین سے مہکتے جنگل
باغِ تنزیہہ میں سرسبز نہالِ تشبیہہ انبیا جس کی ہیں شاخیں عرفاں ہیں کوپل
گلِ خوش رنگ رسولِ مدنی عربی زیبِ دامانِ ابد طرّۂ دستارِ ازل
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسر نہ نظیر نہ کوئی اُس کا مماثل نہ مقابل نہ بدل
اوجِ رفعت کا قمر نخلِ دو عالم کا ثمر بحرِ وحدت کا گہر چشمۂ کثرت کا کنول
مہرِ توحید کی ضو اوجِ شرف کا مہِ نو شمعِ ایجاد کی لو بزمِ رسالت کا کنول
مرجعِ روحِ امین زیب دہ عرشِ بریں حامیِ دینِ متین ناسخِ ادیان و ملل
ہفت اقلیمِ ولایت میں شہِ عالی جاہ چار اطرافِ ہدایت میں نبیِ مرسل
جی میں آتا ہے لکھوں مطلعِ برجستہ اگر وجد میں آ کے قلم ہاتھ سے جائے نہ اوچھل
منتخب نسخۂ وحدت کا یہ تھا روزِ ازل کہ نہ احمدؐ کا ہے ثانی نہ احد کا اول
دورِ خورشید کی بھی حشر میں ہو جائے گی صبح تا ابد دورِ محمدؐ کا رہے روزِ ازل
شبِ اسرا میں تجلّی سے رُخِ انور کی پڑ گئی گردنِ رفرف میں سنہری ہیکل
سجدۂ شکر میں ہے ناصیۂ عرشِ بریں خاک سے پائے مقدس کی لگا کر صندل
افضلیت پہ تری مشتمل آثار و کتب اولیت پہ تری متفق ادیان و ملل

لطف سے تیرے ہوئی شوکتِ ایماں محکم — قہر سے سلطنتِ کفر ہوئی مستاصل
مبحث جاہ میں اعلیٰ کی ہیں معنی ادنیٰ — مصرف جو دمیں اکثر کا مرادف ہے اقل
شانہ حضرت کا ہے تشدید دو لام و اللیل — صاد مازاغ بصر سرمۂ چشمِ اکحل
جس طرف ہاتھ بڑھیں کفر کے ہٹ جائیں قدم — جس جگہ پاؤں رکھیں سجدہ کریں لات وہبل
تیری تشبیہ کا ہے آئینہ خانہ تنزیہ — شان بیرنگی مطلق ہے تجھے رنگ محل
ہے حقیقت کو مجاز آپ کا حیرت کا مقام — بے نیازی کو نیاز آپ کا نازش کا محل
ہو سکا ہے کہیں محبوبِ خدا غیرِ خدا — اک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشمِ احول
رفع ہونے کا نہ تھا وحدت کثرت کا خلاف — میم احمدؐ نے کیا آ کے یہ قصہ فیصل
نظر آئے مجھے احمدؐ میں اگر دال دوئی — روزِ محشر ہوں الٰہی! میری آنکھیں احول

پھر اُسی طرز کی مشتاق ہے مواجی طبع
کہ ہے اس بحر میں اک قافیہ اچھا بادل

غزل

کیا جھکا کعبے کی جانب کو ہے قبلہ بادل — سجدہ کرتا ہے سوئے یثرب و بطحا بادل
چھوڑ کر میکدہ ہند و صنم خانہ بُرج — آج کعبے میں بچھائے ہے مصلا بادل
سبزۂ چرخ کو اندھیاری لگا کر لایا — شہسوار عربی کے لیے کالا بادل
بحرِ امکاں میں رسول عربی دُرِ یتیم — رحمتِ خاصِ خداوندِ تعالیٰ بادل
قبلۂ اہلِ نظر کعبہ ابروئے حضورؐ — موئے سر قبلے کو گھیرے ہوئے کالا بادل

رشک سے شعلۂ رخسار کے روتی ہے برق | برق کے مُنہ پہ ہے رکھے ہوئے پلّا بادل
دُور پہنچی لبِ جاں بخش نبی کی شہرت | سُن ذرا کہتے ہیں کیا حضرت عیسٰیؑ بادل
چشمِ انصاف سے دیکھ آپؐ کے دندان شریف | دُرِّ یکتا ہے ترا گرچہ یگانہ بادل
تھا بندھا تار فرشتوں کا درِ اقدس پر | شبِ معراج میں تھا عرشِ معلّا بادل
آمد و رفت میں تھا ہمقدم برق بُراق | مرغزارِ چمن عالمِ بالا بادل
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجایا ڈنکا | تھا تری عام رسالت کا گرجتا بادل
دینِ اسلام تری تیغِ دو دم سے چمکا | یا اُٹھا قبلے سے دیتا ہوا کاندھا بادل
آستانے کا ترے دہر میں وُہ رتبہ ہے | کہ جو نکلا تو جھکائے ہوئے کاندھا بادل
تُو وہ فیاض ہے کہ در پہ ترے سائل کی طرح | فلکِ پیر کو لایا دیئے کاندھا بادل
تیغ میداں شجاعت میں چمکتی بجلی | ہاتھ گلزارِ سخاوت میں برستا بادل

محسنؔ اب کیجئے گلزارِ مناجات کی سیر
کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھِرتا بادل

سب سے اعلیٰ تری سرکار ہے سب سے افضل | میرے ایمان مفصل کا یہی ہے مجمل
ہے تمنا کہ رہے نعت سے تیرے خالی | نہ مرا شعر، نہ قطعہ، نہ قصیدہ، نہ غزل
دین و دنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے | صرف تیرا ہو بھروسا تری قوت ترا بل
ہو میرا ریشۂ امید وہ نخلِ سرسبز | جس کی ہر شاخ میں ہوں پھول ہر اک پھول میں پھل
آرزو ہے کہ ترا دھیان رہے تا دمِ مرگ | شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
نامِ احمدؐ بزبان سر بلا میم بصدر | لب پہ ہو صلِّ علیٰ دل میں مرے عزّ و جل

روح سے میری کہیں پیار سے یوں عـــزرائیل   کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل
دمِ مردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا ترے   فکرِ فردا تو نہ کر دیکھ لیا جائے گا کل
یادِ آئینـــہ رخسار سے حیرت ہو مجھے   گوشۂ قبر نظر آئے مجھے شیش محل
میزباں بن کے نکیرین کہیں گھر ہے ترا   نہ اُٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بیکل
رُخِ انور کا ترے دھیان رہے بعد فنا   میرے ہمراہ چلے راہِ عـدم میں مشعل
حذف ہوں میرے گناہانِ ثقیل اور خفیف   آئیں میزان میں جب افعال صحیح و معتل
میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ   عارضِ شاہدِ محشر ہو اگر حسن عمل
صفِ محشر میں ترے ساتھ ہو ایسا مدّاح   ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
سمتِ کاشی سے چلا جانبِ متھرا بادل

○

مہاراجہ سر کشن پرشاد شاؔد

المتوفی : ۱۹۴۰ء

اشرفِ انبیاءؑ، حبیبؐ خدا — زینت مسند جہاں بانی
وہ ابوالقاسم، احمدِ مختار — جن کی شان، شانِ ربّانی
عارفِ ذاتِ واحد مطلق — کاشفِ راز قدس سبحانی
اُن کا شہرِ مدینہ مسکن ہے — خُلد کا ہے جو نقشہ ثانی
فخرِ آدم ہیں اشرفِ عالم — ہیں یہ کشاف سترِ پنہانی
رازِ وحدت کے رازدار ہیں یہ — بزمِ کثرت میں ہیں یہ لاثانی
ان سے توحید نے ترقّی کی — اس تمدّن کے ہیں یہی بانی
شاہِ دُنیا و دِیں، وزیرِ خدا — ان پہ مبذول لُطفِ یزدانی
آپ خیرالبشر ہیں کچھ نہیں شک — آپ کی ذات لطفِ سبحانی
بُرجِ خاکی کے مہرِ تاباں ہیں — اللہ اللہ بلند ایوانی
کیا سراپا کا اُن کے وصف کروں — دونوں عالم ہیں ان سے نورانی
تمکنت میں تھے کوہِ تمکیں آپؐ — خلق والا تھا رحمِ یزدانی
بذل وجود و عطا کا کیا کہنا — بحرِ رحمت کی جیسے طغیانی
تھے مروّت میں آپؐ اپنی نظیر — ہوتی دشمن کو تھی پریشانی

دھاک بیٹھی تھی دل پہ اعدا کے　　تھے شجاعت میں ایسے لاثانی
گو کہ اُمّی جہاں میں تھے مشہور　　تھا تکلّم کلامِ ربّانی
ابرِ نیساں رحمتِ حق تھے　　بات ہی کیا تھی گوہر افشانی
بات بات آپؐ کی حکیمانہ　　ہر نصیحت تھی وعظ عرفانی
سادگی آپؐ کی سبق آموز　　مٹ گئی کافروں کی رہبانی
دخل ہی کیا وہاں تعصب کو　　تھا فقط ایک جذبِ روحانی
ادب و خُلق اور مروّت سے　　پھیلی آفاق میں مسلمانی

ایسے بے مثل بندہ پرور کی
ہو سکے کیا بھلا ثنا خوانی

○

اقبال سہیل

المتوفی : ۱۹۵۵ء

کرے تارِ شعاعی لاکھ اپنی سعیِ امکانی　　رفو ہوتا نہیں ہے صبح کا چاکِ گریبانی
وہی سمجھیں گے جو واقف ہیں اسرارِ محبت سے　　کہ یکساں جانگسل ہے ذوقِ وصل و دردِ ہجرانی
ابھی تک کہہ رہا ہے ذرہ ذرہ دشتِ ایمن کا　　قیامت ہے قیامت جلوۂ جاناں کی عُریانی
اِدھر دوشیزۂ کرنوں کا نکلنا سمتِ مشرق سے　　اُدھر بزمِ جہاں سے رخصتِ شمعِ شبستانی
اِدھر صبحِ گریباں چاک کا راہِ عدم لینا　　اُدھر خورشید عالمتاب کا آغازِ رخشانی
کبھی پھولوں کے جھرمٹ میں شعاعوں کی نظربازی　　کبھی خود جلوۂ خور سے گلوں کی چاک دامانی
کہیں دوشِ صبا پر رقص کرنا نکہتِ گُل کا　　کہیں شاخِ نشیمن پر عنادل کی حُدی خوانی
اِدھر غنچوں کے لب پر وردِ یا فتّاح جاری ہے　　اُدھر محوِ اقامت ہے قطارِ سروِ بستانی
اِدھر سبزے کا جاگ اُٹھنا خمارِ خواب نوشیں سے　　اُدھر بادِ سحر سے زلفِ سنبل کی پریشانی
کہیں قبل از صبوحی میکشوں کی مشقِ خمیازہ　　کہیں بعد از نوافل زاہدوں کی سُبحہ گردانی
صبا کے گدگدانے سے اِدھر کلیوں کا ہنس دینا　　اُدھر شبنم سے پھولوں کی عرق آلودہ پیشانی
اِدھر شبنم کی ہستی کا فنا فی النّور ہو جانا　　اُدھر گُل کا صبا سے ادّعائے پاک دامانی
بجا ہے صبحدم گر چشمِ نرگس ہے خمار آگیں　　چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگہبانی
رگِ گل نے بچھا رکھا ہے ہر سُو دامِ نظارہ　　عبث ہے گر کرے مرغِ نگہ سعیِ پرافشانی

یہ صبح و شام ہی کیا چشمِ عبرت بیں اگر وا ہو ۔۔۔ تو اک درسِ بصیرت ہے سراپا بزمِ امکانی
چمن پیرائے کن صدقے تری نیرنگ سازی کے ۔۔۔ لبِ ہر غنچہ پہ ہے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ
وہ تابستاں کے بعد ابرِ سیہ کا جوش تر دستی ۔۔۔ وہ آغازِ بہار اور رخصتِ فصلِ زمستانی
کسی کے خندۂ دنداں نما کا کھچ گیا نقشہ ۔۔۔ لبِ گلبرگ پر شبنم نے کی جب گوہر افشانی
بہار آئی ہُوئی آراستہ پھر بزمِ امکانی ۔۔۔ ہُوا گلزارِ عالم پھر جوابِ باغِ رضوانی
تمنّاؤں کا حشر اٹھا ہے پھر ویرانۂ دل میں ۔۔۔ جنوں نے دل کو دی پھر دعوتِ شوریدہ سامانی
چمن میں جس طرف دیکھو نظر بازوں کا جمگھٹ ہے ۔۔۔ الٰہی! کوچۂ قاتل ہے یا صحنِ گلستانی
چمن کا جلوۂ رنگیں ہے یا اک شعرِ فطرت ہے ۔۔۔ کہ جس پر ذوقِ فطرت خود ہے محوِ آفریں خوانی
جبینِ صبح پر قشقہ ہے یا خطِ شعاعی ہیں ۔۔۔ ایاغِ لالہ میں شبنم ہے یا صہبائے ریحانی
نگاہیں جذب کر لی ہیں بہارِ عارضِ گُل نے ۔۔۔ رگِ گُل کی حقیقت آج ہم نے جا کے پہچانی
نہ جانے حُسن ہے یا عشق اتنا جانتے ہیں ہم ۔۔۔ ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے کوئی جذبِ پنہانی
کمالِ عاشقی ہے آپ مرنا اپنے جلووں پر ۔۔۔ مرے مذہب میں خود بینی کو کہتے ہیں خدادانی
خود اپنی شکل دیکھی پردۂ برقِ تجلّی میں ۔۔۔ تعجب کیا اگر تھی دیدۂ موسیٰ کو حیرانی

کہاں کا دشتِ ایمن، طور کیا، برقِ تجلّی کیا
یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفیٰؐ کی پرتو افشانی

○

محمدؐ وہ کتابِ کون کا طغرائے پیشانی ۔۔۔ محمدؐ وہ حریمِ قدس کا شمعِ شبستانی
محمدؐ یعنی وہ حرفِ نخستیں کلکِ فطرت کا ۔۔۔ محمدؐ یعنی وہ امضائے توقیعاتِ ربانی

وہ فاتح، جس کا پرچم اطلسِ زنگاریِ گردوں — وُہ اُمّی جس کے آگے عقلِ کُل طفلِ دبستانی

وہ رابطِ عقل و مذہب کو کیا شیر و شکر جس نے — وُہ فارق، زُہد سے جس نے مٹایا داغِ رہبانی

وہ ناطق جس کے آگے مُہر برلب بلبلِ سدرہ — وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہد نطقِ ربّانی

وہ حاذق جس کا تنہا نسخۂ تنزیلِ فرقانی — دوائے جملہ علّت ہائے اخلاقی و روحانی

وہ عادل جس کی میزانِ عدالت میں برابر ہے — غبارِ مسکنت ہو یا وقارِ تاجِ سُلطانی

وہ بادِل حُسن کے جس کے ابرِ رحمت کی گُہرباری — فضائے آسماں ہے شکوہ سنجِ تنگ دامانی

وہ جامع جس نے یکجا کر دیئے بکھرے ہوئے دانے — مٹادی آکے جس نے باہمی تفریقِ انسانی

وہ درس آموزِ فطرت جس نے سب سے پہلے دُنیا میں — بتائے اہلِ عالم کو حقوقِ جنسِ نسوانی

اُٹھادی خودکشی کی بزدلانہ رسم دُنیا سے — سکھایا مشہدِ توحید پر آئینِ قربانی

وُہ مُعجزِ معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں — نکاتِ فلسفی، اسرارِ نفسی، رازِ عمرانی

وہ شاہِ بوریا مسند سکھایا جس نے دُنیا کو — یہ اندازِ جہانگیری، یہ آئینِ جہانبانی

وہ کشّافِ سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں — علومِ اوّلین و آخریں کا گنجِ پنہانی

وُہ نسّاخِ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل — فروغِ کیشِ زردشتی، شکوہِ دینِ نصرانی

وہ مقصودِ دو عالم، مستغاثِ قاصی و دانی — کیا جس نے مکمل نسخۂ اخلاقِ انسانی

وہ سلطان الامم، فخرِ دو عالم، برزخِ کبریٰ — رسالت جس کی تصدیقی، جلالت جس کی اذعانی

مبشر جس کی بعثت کا ظہورِ عیسیٰ مریم — مصدق جس کی عظمت کا لبِ موسیٰ عمرانی

تراشہ جس کے ناخن کا ہلالِ آسماں منزل — غُسالہ جس کے تلووں کا زلالِ آبِ حیوانی

تعالی اللہ ذاتِ مصطفیٰؐ کا حُسنِ لاثانی — کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصافِ امکانی

دعائے یونسی، خُلقِ خلیلی، صبرِ ایوبی　　جلالِ مُوسوی، زُہدِ مسیحی، حُسنِ کنعانی

نہیں مہرِ درخشاں اس کے فیض جبہہ سائی سے　　چمک اٹھا ہے چرخِ چارمیں کا داغِ پیشانی

خدا جانے خود اُس سرکار کا کیا مرتبہ ہوگا　　غلامِ بارگہ جس کے کہیں "ما اعظم شانی"

تعالی اللہ چہ می زیبد بہ فرقش تاجِ سلطانی
کہ مورِ درگہش رامی رسد نازِ سلیمانی

○

جوشؔ ملیح آبادی

المتوفی : ۱۹۸۲ء

اے کہ ترے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری ۔۔۔ رعشۂ خوف بن گیا رقصِ بُتانِ آذری
خشک عرب کی ریگ لہرا اُٹھی نیاز کی ۔۔۔ قُلزمِ نازِ حُسن میں اُف رے تری شناوری
اے کہ ترا غبارِ راہ تابشِ روئے ماہتاب ۔۔۔ اے کہ ترا نشانِ پا نازشِ مہرِ خاوری
اے کہ ترے بیان میں نغمۂ صلح و آشتی ۔۔۔ اے کہ ترے سکوت میں خندۂ بندہ پروری
اے کہ ترے دماغ پر جنبشِ پرتوِ صفا ۔۔۔ اے کہ ترے خمیر میں کاوشِ نور گستری
چھین لیں تو نے مجلسِ شرک و خودی سے گرمیاں ۔۔۔ ڈال دی تُو نے پیکرِ لات و ہبل میں تھرتھری
ترے قدم پہ جبہہ سا روم و عجم کی نخوتیں ۔۔۔ تیرے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خودسری
تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوصِ بندگی ۔۔۔ تیرے کرم نے بند کی رسم و رہِ ستم گری
تیرے سخن سے دب گئے لاف و گزافِ کُفر کے ۔۔۔ تیرے نفس سے بُجھ گئی آتشِ سحرِ سامری
لحن سے تیرے منتظم پست و بلندِ کائنات ۔۔۔ ساز سے تیرے منضبط گردشِ چرخِ چنبری
چینِ ستم سے بے خبر تیری جبینِ دل کشی ۔۔۔ حرفِ وفا سے تابناک تیری بیاضِ دلبری
تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے ۔۔۔ بخشا گدائے راہ کو تُو نے شکوہِ قیصری
بھٹکے ہوؤں پہ کی نظر رشکِ خضر بنا دیا ۔۔۔ راہزنوں کو دی ندا بن گئے شمعِ رہبری
سُلجھا ہُوا تھا کس قدر تیرا دماغِ حق رسی ۔۔۔ پگھلا ہوا تھا کس قدر تیرا دلِ پیمبری

چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خامشی | نغمہ ترے سکوت کا نعرۂ فتحِ خیبری
زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلالؓ حق نوا | صاعقہ ترے ابر کا لرزشِ روحِ بوذریؓ
آئنہ ترے خُلق کا طبعِ حسنؓ کی سادگی | جذبہ ترے عروج کا آلِ عبا کی برتری
جھلکیاں تیرے ناز کی جنبشِ کاکلِ حسینؓ | رنگ ترے نیاز کا گردشِ چشمِ جعفریؓ
شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا | شرح ترے جلال کی ضربتِ دستِ حیدریؓ
رنگ ترے شباب کا جلوۂ اکبرؓ قتیل | نقش ترے شکیب کا خونِ گلوئے اصغریؓ
تیرا لباسِ فاخرہ چادرِ کہنۂ بتول | تیری غذائے خوش مزا نانِ شعیرِ حیدری
تجھ پہ نثار جان و دل مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے | دیکھ رہی ہے کس طرح ہم کو نگاہِ کافری
تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں | چہروں پہ رنگِ خستگی سینوں میں دردِ بے پری
آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے | رکھی تھی جن کے فرق پر تُو نے کُلاہِ سروری
تیرے فقیر اور دیں کوچۂ کفر میں صدا | تیرے غلام اور کریں اہلِ جفا کی چاکری
طرفِ کلہ میں جن کے تھے لعل و گوہر ٹکے ہوئے | حیف اب اُن سروں میں ہے دردِ شکستہ خاطری
جتنی بلندیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں | اب نہ وہ تیغ غزنوی اب نہ وہ تاجِ اکبری
اُٹھ کہ ترے دیار میں پرچمِ کفر کھل گیا | دیر نہ کر کہ پڑ گئی صحنِ حرم میں ابتری

جوشؔ کے حالِ زار پر رحم کہ تیری ذات ہے
شعلۂ طورِ معرفت شمعِ حریمِ دلبری

حافظ مظہر الدّین

المتوفی: ۱۹۸۰ء

سیّد و سرور و وقارِ حرم — عظمتِ کعبہ و دیارِ حرم
نقشِ رنگین، صانعِ قدرت — روغنِ روئے زرنگارِ حرم
مہبطِ وحی و مخزنِ اسرار — غیب آگاہ و رازدارِ حرم
آرزو و مرادِ مشتاقاں — مرکزِ حسن و عشق، یارِ حرم
سرِّ وحدت، جمالِ ہوش ربا — شانِ سبحان در کنارِ حرم
بامقاماتِ غیرتِ جبریل — باعنایات، جاں سپارِ حرم
جلوۂ گلستانِ لاہوتی — مظہرِ ذات، افتخارِ حرم
حسنِ تخلیق و باعثِ تخلیق — نازشِ دوجہاں، قرارِ حرم
اوّلیں نور، اوّلیں انعام — آخری جلوۂ بہارِ حرم
فقر سرمایہ، بوریہ بستر — بے زر و سیم، تاجدارِ حرم
کیف افروزِ محفلِ ہستی — وجہِ سرمستیِ بہارِ حرم
نور افشانِ عالمِ موجود — رونقِ قبلہ، اعتبارِ حرم
ضامنِ عصمتِ بنائے خلیلؑ — پاسبان و نگاہ دارِ حرم
مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ گفت — خاتمِ انبیاءؑ، نگارِ حرم

فخرِ کونین، فخرِ موجودات / تیرا کوچہ ہے افتخارِ حرم

تیری تکبیر اور تری تہلیل / نغمۂ سازِ آبشارِ حرم

تیرا روضہ ہے مطلعِ انوار / تیرا گنبد ہے اعتبارِ حرم

صاحبِ لطف و جُود و خلقِ عظیم / مجھ کو بھی بخش دے جوارِ حرم

تیرا دستِ سخا، یدِ قدرت / تیرے قبضے میں ہے دیارِ حرم

دے جگہ اپنے آستاں کے قریب / کر عطا کوئی ریگ زارِ حرم

غازۂ رُخ ہو خاکِ راہِ حجاز / سُرمۂ چشم ہو غبارِ حرم

عشق کو سوز و ساز ہے مطلوب / اے جوانِ عزم، اک شرارِ حرم

میں بھی ہُوں خاک بوسِ راہ ترا / میں بھی ہُوں ایک خاکسارِ حرم

میں بھی ہوں گلشنِ محبت میں / گل نو رستۂ بہارِ حرم

ایک کہنہ وفا شعار ترا / ایک دیرینہ ریزہ خوارِ حرم

کُشتۂ ناز، کشتۂ انداز / سینہ بریان و دل فگارِ حرم

تیرے تیرِ نگاہ کا زخمی / خوش آہُوئے تتارِ حرم

نغمہ خواں، نغمہ ساز، نغمہ سرا / بلبلِ گلشن بہارِ حرم

میرے آنسو ہیں عشق کا ہدیہ / میرے جذبات ہیں نثارِ حرم

دست بکشا و دست گیری کن / طے نہ یوں ہو گی رہگذارِ حرم

پا شکستہ بھی ہُوں ملول بھی ہُوں / نظرِ لطف شہریارِ حرم

المدد المدد شہِ کونینؐ / وقتِ نصرت ہے غمگسارِ حرم

الغیاث الغیاث میر عرب　　آج خطرے میں ہے وقارِ حرم
متحد ہیں یہود بہرِ قتال　　منتشر جملہ شہسوارِ حرم
ہیں کلیسا و دَیر شیر و شکر　　زہر آلود خلفشارِ حرم
اب دلوں میں نہیں وہ جوشِ عمل　　ہو گیا سرد شعلہ زارِ حرم
ہائے انجامِ کار کیا ہو گا　　لے نہ ڈُوبے یہ انتشارِ حرم

چارہ سازِ شکستگاں! فریاد
دیکھ پامالیٔ بہارِ حرم

○

ملّا وجہی

المتوفی: ۱۶۳۶ء

محمدؐ نبی ناؤں تیرا اہے
عرش کے اُپر چھانوں تیرا اہے

کہ چودہ ملک کا تو سلطان ہے
علیؑ سا ترے گھر میں پردھان ہے

اسی ہور ایک لاک پیغمبر آئے
ولے مرتبا کوئی تیرا نہ پائے

چھپا نور سب کا ترے نور انگے
کہ جیوں تارے چھپتے اہے سور انگے

مسیحاؑ بندا آج تجھ راز کا
معلّم اہے نوحؑ تجھ جہاز کا

خدا سوں لگے توں جہاں لے خلیلؑ
نہ عیسیٰؑ وہاں آئے نا جبرئیلؑ

عرش کرسی تج گھر ہے در آسماں
توں سورج ہے بادل ترا سایہ باں

ملایک رہیں جیتے اسمان میں
رہیں رات دن سب ترے دھیان میں

توں سلطان مصحف علَم ہے ترا
نبیاںؑ ہور ولیاںؒ سب حشم ہے ترا

اوّل ہور تھا دین اب ہور ہُوا
محمدؐ تے تو دین ور زور ہُوا

محبّت، مروّت، وفا ہور حلم
حلیمی سلیمی عمل ہور علم

توں پیدا ہُوا یو ہویدا ہوئے
اوّل یو نہ تھے تج تے پیدا ہوئے

نو دنو ہیں تج ناؤں یک ناؤں نیں
توں رب چھانو ہے چھانو کوں چھانو نیں

توں نور ہور نور چہ ترا نانو ہے
کہ چندر تج چندر کیرا چھانو ہے

جو دن چھانو تیرا اُجالا اچھے
نہ نس توں کہ تجھ چھانو کالا اچھے

کہ تو نور تج چھانو بھی نور ہے
اندھارا اُجالے ستی دور ہے

اُجالا ہے جاں واں اندھارا نہیں
اندھارا ہے جاں واں اُجالا نہیں

ترا چھانو ودھے جو کہہ طور تے
نکلتیچ جھمکیا ادکھ سور تے

تری چھانو کا نور جگ دیک کر
خبر سُن کے موسیٰؑ ہُوا بے خبر

جو دیکھے تری چھانو کا ذرہ نور
پڑے مست ہو بھیں پوا بز تے سور

امیدوار ہے جگ ترے پیار کا
کہ بخشائے توں پاپ سنسار کا

شفاعت کرنہار سب کا تہیں
اپی لاڈلا اک رب کا تہیں

صنعتی بیجاپوری

وفات : ۱۶۴۵ء

نبی کریمؐ شفیع ایمن
رسولِ خدا رحمت العالمین

کہ جن سر پر لولاک کا تاج ہے
سو اسکوں عرش آپی محتاج ہے

ثنا جس کی بولیا ہے سبحان نے
سو طٰہٰ و یٰسین و قرآن ہے

احد میں تجے ناؤں احمد دیا
بجز میم بھی فرق کچھ نین کیا

چندر مشعلہ دار ہو وقتِ شام
جمع کر ستارے کرے تجھ سلام

شرف ہے دو عالم کو تجھ ذات سے
بھی آخر خلاصی ہے تجھ بات سے

ترا ناؤں عزت ہے آدم کے تئیں
ترا اسم ہے ورد عالم کے تئیں

ترا ناؤں ہے ذات بعدے صفات
کہ جوں بیج اوّل بزاں پھول پات

تجلی تے تجھ پائے جب یک جھلک
کیے سجدہ آدمؑ کوں سارے ملک

عیاں تجھ میں ہے جلوۂ ذوالجلال
ہے عالم کوں معراج تیرا جمال

سزاوار توں جلوۂ ذات کوں
شرف تجھ نے معراج کی رات کوں

ہوا جب توں اس رات براق سوار
سرافیل تھا خاص وغاشہ دار

زہے شہ سوار و زہے خنگ پاک
کہ جس سم پہ البرج تھا چاک چاک

سو دیدار اپنا دکھایا تجے
عجب ذوق لذت چکایا تجے

سوا و ذوق کہنے میں آتے کہاں
اور لذت بیان میں سماوے کہاں

وہ مازاغ کا کحل انکھیاں میں کر
نہ واں زاغ دکھیا نہ واں باغ پر

کسی انبیاء کو نہیں تھی یہ بات
جو بے پردہ واصل ہے حق سنگات

ملّا غواصی دکنی

المتوفی : ۱۶۵۰ء

سچا توں محمّد سچا مصطفےٰ — سچا ہے توں احمد مرتضےٰ
توں طٰہٰ توں یٰسین تو ابطحی — تو امّی تو مکّی تو مرسل سہی
تو اوّل توں آخر تو ہی ہے امیر — تو ظاہر توں باطن نبیؐ بے نظیر
تہیں ہاشمی ہور قریشی رسول — جکچ تو کہے سو کرے ربّ قبول
توں قائم تو حجت تو حافظ سچّ — توشافع توں سابق تو واعظ سچّا
تقی ہور سخی توں ولی ہور خلیل — دیا تج نبی ناؤں ربّ الجلیل
قسم کھاؤں میں سورہ یٰسین سوں — کہ حق بعد ہے جیو میر آئین سوں

حمایت جو مج بس رہے تین کا
محمدؐ علیؑ ہور محی الدین کا

رتن خاص دریائے لولاک کا — جھلک لامکاں نور افلاک کا
محمّد نبی سیّد المرسلین — سدا روشن اس سے ہے دُنیا و دین
عدم میں تے عالم کو پروردگار — اسی کے کیا نور سوں آشکار
رواج آفرینش کیا سو وہیچ — چراغ دِل بینش کیا سو وہیچ
ازل محض اس کا فزا زد سے — ابد عین اس کا مدینہ وسے
ہوتے ختم اس پر نبوت کے گن — نبجے طبل اس کا قیامت لگن

نم اُس سے دسے لُطف کا سلسبیل مکھی اس کے ہے شہد کا جبرئیل

حرم کبریا کا سو اس کا مقام

بندا شمس ہور بدر اس کا غلام

مُحمّد نبیؐ سروریِ اولیاءؒ نبیاں مرسلاں پر شفاعت کیا

منور کیا جس تیں اسلام کوں

شفاعت دیا خاص ہور عام کوں

مُحمّد نبی خاتم الانبیاءؐ شرف جس تئیں حق جگمیں ہمنا دیا

دیا جس کو تشریف لولاک کا ہوا جیتی مظہر یو افلاک کا

تصدق ہمن سار کی کئی ہزار مُحمّد کے نعلین پر بار بار

ہزاروں ہمن سار کی نیک نام

مُحمّد پر صدقہ ہیں ساری تمام

ملّا نصرتی

المتوفی : ۱۶۷۴ء

رہے نامور سیّد المرسلین   کہ آخر ہے وے شافع المذنبین
ادا ہوئے نہ حمد احد کی بچن   نہ اکھے جلگ مدح احمدؐ میں فن
عجب آفرینش کے دریا کا در   کہ جس نور تی بحر ہستی ہے پر
نول رکھ پہ خلقت کیے اے دل توں ریج   وہی پھل ہے آخر جو اوّل ہے بیج
اُٹھا تب تو موجود تمکین میں   جب آدمؑ تھا ماء والطین میں
جلگ علم آسا کا آدمؑ سبق   پڑیا نیں تلگ تھا توں علامِ حق
شرفدار پوتے اُس حد کوں پاڑ   بزرگی دھری جوں میٹھے پھل تی جھاڑ
حبیبِ احد تو تجہ اے مصطفےٰؐ   ترا ناؤں بینیچ ہوئے دل صفا
احد ہور احمد میں جگ کون عظیم   معما ہوئی گرچہ میانے کی میم
اسی میم تھے پن معما شگاف   دیکھیں عین احد کوں چہ احمد نے صاف
زہے دین دُنیا میں سرمد ہے تو   توں محمود وہاں یہاں محمد ہے تو
تری ذات تی پائی دُنیا سکت   تیری سوں چہ محمود اچھے عاقبت
اوچایا ہے توں گرچہ آخر علم   اوّل سب تی جنت میں تیرا قدم
قیامت کے طوفاں میں ہو جگ ادھار   لے جاوے تو امت کی کشتی کو پار
قیامت کو تیرے طفیل اے دلیل   کرے جگ پہ جنت کون خوان خلیل
تری شان سرتاج لولاک کا   ترے بخت کوں تخت افلاک کا

کرن کا سورج چھتر تجھ لال ہے — عمود صبا ترے سر ڈھال ہے
ترا نور لپٹتے جو نکلا دھواں — رہے چھا کے دُنیا پہ نور آسماں
سلگتے جوا جوں شرارے ہوئے — چند رسوں ہور سب ستارے ہوئے
سخن صاف مکھ کھول جب تو کریا — سمندر کی سیپیاں میں موتی بھریا
پیا کچھ جو بھاری اچھے کوہ قاف — ادھے سایہ تجھ حلم کا بے خلاف
ترا خاتم اے خاتم الانبیار — رسالت کے فرمان پہ سکّہ کیا
ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت — چڑیا تس پہ جب توں شہِ نیک بخت
جتے عالماں کے چراغاں تے نور — ہوا محو نکلے پہ تجھ ذات سور
ترے واجے دبدبے تل انگات — دبے دھاک دھرلات عزا مناث
ترا معجزہ معجزیاں کے اُوپر — کہ کینا گگن پر تو شق القمر
کرن منکراں کا چہ دعوے تباہ — دیے تجھ نبوت کی جیواں گواہ
ہوا تجھ تے جبرئیلؑ کا طمطراق — شرف تجھ سواری سوں پکڑیا براق
ترے نور تی یک یو شعلہ ہے سور — سریا نو فلک واں ترا حال ہے طور

قدم نی ترے نامور فرش ہے
شرف ناک تجھ گردتی عرش ہے

مُحمّد رفعتی فتاحی

المتوفی : دور اندازاً ۸۰۰ھ

گئے ہیں محمدؐ اپن گھر کوں جب
لگے بیا کا ساماں کرنے سو تب
مرتب ہوا بیا کا ساان جب
کیے ہیں خدیجہؓ کو معلوم تب
خدیجہ بھی سامان سب کچھ کیے
بوطالب کنیں یو خبر تب دیئے
بولائے قریشاں بوطالب کے سب
بولائے ہیں بعضی جتے تھے عرب
قبیلے قریشاں کے سب آ ملے
عجب نور عینی کے در سب کھلے
نبیؐ نے عمامہ بندے سر وری
پہنے تن پہ جامہ سو پیغمبری
بلند قد اتھے لیلۃ القدر سوں
جھمکتا اچھے موہنے بدر سوں
سیہ زین والیل یغشیٰ کے جُوں
منور جبیں والضحیٰ کے سو یتوں

امامی دکنی

المتوفی : اندازاً ۱۷۲۸ء

کہ ہیں دو نگینے سلیمان کے
مہر ہیں محمدؐ کے فرمان کے
وہ مالک رسالت ولایت کے ہیں
وہ ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں
مرا تن میرے پیر کے تن منیں
میرے پیر کا تن محمد منیں
کہ حیدر سری کا ہے اس کا جمال
محمدؐ کی خصلت ہے اس میں کمال
محمدؐ یکے کوزح جنت طرف
قیامت جہاں میں پری ہر طرف
جہاں کی عمارت کوں برباد کر
جنت کی عمارت کوں آباد کر
کہ صانع کی قدرت نبی پر تمام
علیک الصلوٰۃ و علیک السلام
ہزاروں درود و ہزاروں سلام
محمد اوپر آل یاراں تمام
ختم کر امامی تو خیر الکلام
وصالِ محمد علیہ السلام

مختار

المتوفی : ۱۷۵۹ء

کہوں حمد اوّل اوسی راج کا — نبیؐ کوں دیا تاج معراج کا
عجب ویک محبوب ہے بے بدل — محمّد شہ انبیاء از ازل
اس چار حرفاں کا ہے ناؤں آج — رکھے اس کوں لولاک کا سر پہ تاج
سو ہر حرف کا ئیں کہوں یو بیان — کہ ہے میم محبوبیّت کا نشان
سو حی لے ولادت حمایت اپر — حمایت کی ساری شفاعت اپر
لہو دال ہے او نشانی دوا — جو ہے درد عصیاں کا رد ہے شفا
خزینہ سو وا رو کا قرآن ہے — کہ سب مومناں کا او ایمان ہے
دیکھے درد جیسا سو ویسا علاج — کرے او کہ ہے سب خلائق کا تاج

نتیجہ کیے اسکوں دارین کا
خلاصہ کیے اسکوں کونین کا

سیّد شاہ سراج الدّین سراج

المتوفی : ۱۷۶۴ء

رسولِ خدا سیّدالمرسلین قیامت کے دن شافع المذنبین
نبوّت کی مسند کا ہے جانشین کیا جس نے تعظیم روح الامین
عجب روزِ محشر کا سردار ہے صفِ اصفیا میں، وہ سالار ہے
جگت میں روئے سلطنت ہے مدام جماعت میں ہے انبیا کی امام
رہِ شرع کا ہادیِ مستقیم شریعت کے دریا کا دُرِّ یتیم
حبیبِ خدا والیِ روزگار دو عالم کی اقلیم کا تاجدار
شہِ انس جاں سب کا مقبول ہے نبوّت کے گلزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا زمین آسماں سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولاک جس شان میں شہنشاہ ہے مُلکِ عرفان میں
سدا گمرہوں کا وہی رہنما ہے خیرالورا احمدِ مجتبےٰ

عجب ذاتِ مقبولِ کونین ہے
کہ کونین کا قرۃ العین ہے

مولانا محمد اسمٰعیل شہید دہلویؒ

المتوفی : ۱۸۳۱ء

اسی سے ہے مقصود اصلی خطاب — وہی ہے گا مضمونِ اُمّ الکتاب

خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے — وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے

وہ انسان اکمل ہے سُنتے ہو! کون؟ — ہوئے مفتخر جس سے یہ دونوں کون

نبیّ البرایا، رسُولِ کریم — نبوّت کے دریا کا دُرِّ یتیم

حبیبِ خُدا سیّد المرسلینؐ — شفیع الوریٰ، ہادیٔ راہِ دیں

محمدؐ ہے نام ان کا احمدؐ لقب — بیاں ہو سکے منقبت ان کی کب

دل ان کا جو ہے مخزنِ سرِّ غیب — مبرا خطا سے ہے بے شک و ریب

زباں ان کی ہے ترجمانِ قدم — ہوا باغِ دیں جس سے رشکِ ارم

بظاہر جو ہے مقطعِ انبیاءؑ — حقیقت میں ہے مطلعِ اصفیاء

ہے اوّل ہی پیدا ہوا ان کا نور — بظاہر کیا گو کہ آخر ظہُور

جو اس میں تامل ذرا کیجئے! — ابھی نکتہ باریک پا لیجئے!

کہ جب سب سے اکمل وہ انساں ہوا — تو بے شک وہ تصویرِ رحماں ہوا

ہے دستور یہ ناظموں کا تمام — کہ آخر کو ہوتا ہے ناظم کا نام

سو تھا انبیاء کا قصیدہ عجیب — ہوا ختم اُس کا بہ نہجِ غریب

تخلص کا موقع تھا یا دو جہاں — سو تصویرِ ناظم ہوئی واں عیاں

الٰہی ھزاروں دُرود اور سلام
تو بھیج اُن پر اور اُن کی اُمت پہ عام

سعادت یار خاں رنگین

المتوفی : ۱۸۳۵ء

سو پیمبر ہے وہ محمدؐ پاک
رشکِ سرمہ ہے جس کے پاؤں کی خاک

خلق کرنا جو اس کا تھا منظور
تو کیا اس روش سے اس کا ظہور

مرضی پاوے گا اپنے جب رب کی
تو شفاعت کرے گا ہم سب کی

شکر کرتے ہیں ہم ہزار ہزار
کہ ہمارا ہے ایسا حامیٔ کار

جن و انسان کا وہ رہبر ہے
بے شک و شبہ وہ پیمبر ہے

وہ اور اس کے وہ آل اور اصحاب
اور جتنے کہ ان کے ہیں احباب

واسطے ان کے اور طفیلِ رسولؐ
یہ دعا ہے کریم کر تو قبول

بابِ رحمت کو مجھ پہ کیجو وا
فعلِ بد کی نہ دیجو مجھ کو سزا

جان اور دل سے ہوں میں ان کا غلام
آگ دوزخ کی مجھ پہ کیجو حرام

(مثنوی مسدسِ رنگین ص، ۱۸، ادارہ ترقی ادب کلیم پریس بلڈنگ کراچی ۱۹۵۲ء)

نام، میرزا سعادت یار خاں تخلص، رنگین پیدائش، ۱۱۷۱ھ وفات، ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) (عمر ۸۰ برس)
تصانیف، مجالس رنگین، مسدس رنگین، شش جہت، چار دیوان (خم خانہ جلد سوم ص، ۵۳۱) متعدد مثنویات

صبا لکھنوی

المتوفی : ۱۸۵۵

ہمارے نبیؐ کے وہ ہیں مرتبے
حواس اُڑتے ہیں طائرِ قدس کے

یہ رُتبہ حبیبِ خدا کا ہوا
کہ سرتاج سب انبیا کا ہوا

سحابِ کرم رحمتِ ذوالمنن
رسولِ ذوالقدر شاہِ زمن

حقیقت میں کیا رُتبۂ آب و خاک
مجسم ہُوا نورِ یزدانِ پاک

درِ آبروئے یمِ عز و شاں
گلِ رونقِ بوستانِ جہاں

شفیعٌ مطاعٌ نبیٌّ کریم
نسیمٌ جسیمٌ نسیمٌ وسیم

عبدالغفور نساخ عظیم آبادی

المتوفی : ۱۸۸۸ء

اب رقم کرتا ہوں نعتِ مصطفےٰ
جس سے عالم کو ہوئی حاصل صفا

سیّدِ کونین ، ختم المرسلینؐ!
دورِ آخر میں ہے فخر الاولیں

طے جو کی معراج میں راہ سما
کیوں نہ ہوں محتاج اس کے انبیاؑ

ہے وہ بے شک رحمت للعالمیں
اس کی مسجد ہے یہ سب رُوئے زمیں

رحمتِ خلاقِ خورشید و قمر
ہووے نازل اس کی آلؓ پاک پر

جس کی انگلی سے ہوا شق القمر
یار تھے اس کے ابوبکرؓ و عمرؓ

ایک تو اس کا رفیقِ غار تھا
دُوسرا لشکر کشِ ابرار تھا

تھے مصاحب اُس کے عثمانؓ و علیؓ
جو کہ ہیں مشہُورِ عالم میں ولی

ایک جو کانِ حیا ، و علم تھا
دوسرا تو باب شہرِ علم تھا

وہ رسُولِ حق کہ خیر النّاس تھا
حمزہؓ و عباسؓ تھے اس کے چچا

بھیجتا ہوں سو درُود و سو سلام
آلؓ و اصحابؓ نبیؐ پر صبح و شام

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد

المتوفی : ۱۹۱۲ء

یہ تمنا ہے ربِ اکرم سے — غسلِ میت ہو میرا زم زم سے
تبھی ٹھنڈک ہو میرے سینے میں — خاک ہو جاؤں میں مدینے میں
جا کے ہم سایۂ رسولِ خدا سے — زندگی ہو بری جو موت آ جائے
اور کچھ چارۂ گناہ نہیں — آپ کے در سوا پناہ نہیں
یہی ماویٰ ہے اور یہی مامن — میرے دو ہاتھ آپ کا دامن
کون پرساں ہے مجھ سے ناکس کا — کس کو طوفاں میں پاس ہو خس کا
عارِ آبائے اوّلیں ہوں میں — داغِ پیشانیِ زمیں ہوں میں
گر تری مہر کی نظر ہو جائے — یہ خزف رو کش گہر ہو جائے
تم بچا لو عذابِ آتش سے — سخت عاجز ہوں نفس سرکش سے
از برائے خدا رسولِ جلیل — مجھ پہ طاری ہو حالتِ تبتیل
میں ہوں مسموم آپ ہیں تریاق — قابلیّت نہ کوئی استحقاق
رحم کیجیے کہ آپ رحمت ہیں — آپ پشت و پناہِ اُمّت ہیں
گو بُرا ہوں بُرے سے بدتر ہوں — آپ کا اُمتیٔ معتبر ہوں
نیک بندے بھی کُل نہیں ہوتے — خار ہم دوشِ گُل نہیں ہوتے

رحمت حیلہ جو کی ہیں گھاتیں   ہم سمجھتے ہیں پھیر کی باتیں
جملہ سامان یاس و غم کا ہے   صرف اک آسرا کرم کا ہے
مخلصی بخشئے خرابی سے   کہیں کہہ دیجئے شتابی سے
صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں   زیادہ ابرام سے بھی ڈرتا ہوں

ہم نے کی سب معاف بے ادبی
سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ

شوق قدوائی

المتوفی : ۱۹۲۵ء

ہے وصفِ جنابِ احمدؐ پاک — "لولاک لما خلقت الافلاک"
کونین کا حصر دم پہ ان کے — معراج کا سر قدم پہ ان کے
سائے میں تھی شانِ کبریائی — شکل اس سے کبھی نظر نہ آئی
یا بن کے مدارِ کلکِ تقدیر — کی خلق میں قسمتوں کی تحریر
منظورِ نظر جو چار تھے یار — کاشانۂ دین کے تھے ستوں چار
بحرِ رفعت کے چار تھے دُر — جسمِ ایماں کے چار عنصر
افلاکِ رضا کے چار اختر — دیوانِ قضا کے چار دفتر
لازم ہے ثنائے اہلبیتؑ اب — تھے دین کے شجر کے پھول پھل سب

گویا قدِ مصطفےٰ شجر تھا
اس میں کوئی گُل کوئی ثمر تھا

سلیم احمد

المتوفی : ۱۹۸۳ء

طبیعت تھی میری بہت مضمحل
کسی کام میں بھی نہ لگتا تھا دل

بہت مضطرب تھا بہت بے حواس
کہ مجھ کو زمانہ نہ آیا تھا راس

مرے دل میں احساسِ غم رم گیا
غبار آئینہ پر بہت جم گیا

مجھے ہوگیا تھا اک آزار سا
مَیں تھا اپنے اندر سے بیمار سا

یونہی کٹ رہی تھی مری زندگی
کہ اک دن نویدِ شفا مل گئی

مجھے زندگی کا سلام آگیا
زباں پر محمدؐ کا نام آگیا

محمدؐ قرارِ دلِ بے کساں
کہ نامِ محمدؐ ہے آرامِ جاں

ریاضِ خدا کا گلِ سر بَسَد
محمدؐ ازل ہے محمدؐ ابد

محمدؐ کہ حامد بھی محمودؐ بھی
محمدؐ کہ شاہد بھی مشہود بھی

محمدؐ سراج و محمدؐ منیر
محمدؐ بشیر و محمدؐ نذیر

محمدؐ حکیم و محمدؐ کلام
محمدؐ پہ لاکھوں درود و سلام

نظیر اکبر آبادی

المتوفی : ۱۸۳۰

(۱)

تم شہِ دنیا و دیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ — سر گروہِ مسلمیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ
حاکمِ دینِ متیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ — قبلۂ اہلِ یقیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ
رحمۃ للعالمیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ

آسماں تم سے شبِ معراج کو روشن ہُوا — عرش و کرسی کو قدم اپنے سے دے نُور و ضیا
رنگ و بو گلشن کی جنت کے بڑھائی برملا — جس جگہ وہم ملائک کو نہیں ملتی ہے جگہ
واں کے تم مسند نشیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ

ہے تمہاری پشت پر مُہرِ نبوت کا نشاں — اور تمہارا وصف ہے طٰہٰ و یٰسیں میں عیاں
معجزے جو ہیں تمہارے اُن کا کب ہووے بیاں — کشورِ اعجاز جو ہے اس کے تم با عز و شاں
صاحبِ تاج و نگیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ

تم کو ختم الانبیاؐ حق بھی حبیب اپنا کہے — اور سدا روح الامیں آوے ادب سے وحی لے
کس نبیؐ کو یہ مدارج ہیں تمہارے سے ملے — ہے نبوت کا جو اقدس بحر تم اس بحر کے
گوہرِ یکتا تمہیں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ

ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن — جس میں کیا کیا کچھ عیاں ہیں صنعِ خالق کے جتن
باعثِ خلق ان کے ہو تم یا حبیبِ ذوالمنن — اور اِک مطلع پڑھوں میں یُمن سے جس کے سخن
سو سعادت کے قریں ہو یا محمدؐ مصطفٰےؐ

کلیاتِ نظیر اکبر آبادی ص ۳۸۱، مطبع نولکشور لکھنؤ ۱۹۵۱ء

(۲)

تم ظہور اوّلیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ ہمدمِ جاں آخریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
وجہِ قرآنِ مبیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ نزہتِ بستانِ دیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ
زینتِ خلدِ بریں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

احمدِ مختار ہو، تم بادشہ ہر دو سرا ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کو رکھو بنا دیر اک پل درمیاں آوے تو یہ امکاں کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

آپؐ کے نقشِ قدم سے جو مشرف ہو زمیں دیکھتا ہے اس کی رفعت رات دن عرشِ بریں
راز تو خلقت کے تم ہی کو کھلے ہیں شاہِؐ دیں اور جو جو کچھ کہ ہیں اسرارِ رب العالمیں
سب کے تم برحق امیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

آپؐ کا فضل و کرم کونین میں مشہور ہے اور تمہیں ہر طور سے لطف و کرم منظور ہے
حشر میں گرچہ سزا ملنے کا بھی دستور ہے کیا ہُوا لیکن دل اس امید سے مسرور ہے
تم شفیع المذنبیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

مخبرِ صادق ہو تم اور حضرت خیر الورا سرورِ ہر دو سرا اور شافعِ روزِ جزا
ہے تمہاری ذاتِ والا منبعِ لطف و عطا کیا نظیرؔ اک، اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم واں بھی تمہیں ہو یا محمدؐ مصطفےٰ

(کلیاتِ نظیر، ص، ۳۸۲، طبع نولکشور لکھنؤ، ۱۹۵۱ء)

مولانا حالی

المتوفی : ۱۹۱۴ء

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خطاکار سے درگزر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مس خام کو جس نے کندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا حقیقت کا گُر، ان کو اِک اِک بتایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز اب تک جہاں پر
وہ دکھلا دیئے ایک پردہ اٹھا کر

سِکھائی اُنہیں نوعِ انساں پہ شفقت کہا، ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت شب و روز پہنچاتے ہیں ان کو راحت
وہ، جو حق سے اپنے لیے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لیے چاہتے ہیں

دیئے پھیر دل اُن کے مکر و ریا سے بھرا ان کے سینے کو صدق و صفا سے
بچایا انہیں کذب سے افترا سے کیا سُرخرو خلق سے اور خدا سے
رہا قولِ حق میں نہ کچھ باک ان کو
بس اک شوب میں کر دیا پاک ان کو

جب اُمّت کو سب مل چکی حق کی نعمت ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت نبیؐ نے کیا خلق سے قصدِ رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دُنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

شاد عظیم آبادی

المتوفی: ۱۹۲۷ء

دیباچۂ سخن ہے شہِ انبیاءؐ کی مدح
محبوب ہے دلوں کو حبیبِ خدا کی مدح
طغرائے لوحِ عشق ہے خیر الوریٰ کی مدح
اسلام کا نشان ہے اس پیشوا کی مدح

نعتِ رسولِ حق ہے ہماری سرشت میں
اُمت پہ اس کا راز کھُلے گا بہشت میں

سرتاجِ عرش، نعت رسولِ زماں کی ہے
آنکھوں کا ہے جو نور تو لذت زباں کی ہے
زیبائشِ کلام ہے زینت بیاں کی ہے
شہرت ملائکہ میں اسی داستاں کی ہے

وہ کون ہے جو مدح میں رطب اللساں نہیں
عالم میں ذکر ختمِ رسل کا کہاں نہیں

نورِ خدا و باعثِ ایجادِ کائنات
اعلیٰ ترین صنعت خلاقِ شش جہات

شمعِ جمالِ لم یزل آئینۂ صفات
ہادیٔ انس وجاں، خضرِ جادۂ نجات
بندوں کو اس کے فضل کی تائید چاہیے
جو آپ نے بتائی وہ توحید چاہیے

ان کے علاوہ کون شفیع الورا ہوا
عالم میں کون خواجۂ ہر دوسرا ہوا
یہ قُرب بھی کسی کو نہ اُن کے سوا ہوا
گر ہم سخن ہُوا تو اُنھیں سے خدا ہوا
پردہ وُہ تھا کہ جس سے عیاں اصل نور تھا
حائل نہ طُور تھا، نہ کہیں نخلِ طور تھا

مثلِ کلیمؑ آپؐ نے گر کی کہیں قتال
عیسیٰؑ کی طرح صبر بھی دکھلا دیا کمال
تاریخ میں بغور پڑھا انبیا کا حال
اسلام کو ہر ایک صفت میں ہے اعتدال
دُنیا و دیں میں کیا ہے تعلق بتا دیا
اُمت کو انتہا کا تمدن سکھا دیا

○

اکبر الہ آبادی

المتوفی: ۱۹۲۱ء

مدیحِ سرورِ کونین میں خامہ اُٹھاتا ہوں　　خیالِ کفر کی ظلمت پہ اک بجلی گراتا ہوں
شبِ اوہام ہے شمعِ یقیں محفل میں لاتا ہوں　　چراغِ طور ایمن کوہِ معنی پر جلاتا ہوں

الٰہی شوخیِ برقِ تجلّی دہ زبانم را
قبول خاطرِ موسیٰ نگاہاں کن بیانم را

محمدؐ پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں　　معزّز ہیں مقدس ہیں معظّم ہیں مکرّم ہیں
فروغِ محفلِ ہستی ہیں نورِ عرشِ اعظم ہیں　　حبیبِ حق ہیں ممدوحِ ملک ہیں فخرِ آدم ہیں

اُنہیں کے رنگ سے رنگِ گلِ ہستی کی زینت ہے
اُنہیں کی بُو سے عطر آگیں بنی آدم کی طینت ہے

انہیں کے دل کی آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر　　انہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر
وہی چشمِ خدا بیں محو تھی اندازِ فطرت پر　　اُنہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر

وقائع ان کے عزم و فکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے
ذرائع غیب سے تکمیلِ مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقیِ میخانۂ یزداں پرستی تھیں　　وہ آنکھیں مظہرِ انوار رازِ بزمِ ہستی تھیں
اُنہیں پہ بدلیاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں　　اسی محض کی بخششیں خلد کے پھولوں میں بستی تھیں

اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبعِ انساں کا
اسی دربار نے خلعت پہنایا نورِ ایماں کا

میر انیس

المتوفی : ۱۸۷۴ء

فخرِ ملک و اشرفِ آدمؑ ہے محمدؐ   اکلیلِ سرِ عرشِ معظم ہے محمدؐ
حقا کہ خداوند دو عالم ہے محمدؐ   آخر ہے مگر سب سے مقدم ہے محمدؐ
ایسا کوئی محرم نہیں اسرارِ احد کا
حال اس سے ہے پوشیدہ ازل کا نہ ابد کا

مختارِ زمیں، باعثِ افلاک نبیؐ ہیں   والا گہرِ قلزمِ لولاک نبیؐ ہیں
مصباحِ حریمِ حرمِ پاک نبیؐ ہیں   شیرازۂ مجموعۂ ادراک نبیؐ ہیں
عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوئے خدا تھا
حق اس کا رضا جو وہ رضا جوئے خدا تھا

آدمؑ ہے وجودِ شہِ لولاک سے آدمؑ   عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم
سر رشتۂ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم   تو ہوتے نہ اضدادِ عناصر کبھی باہم
کیا کیا کہوں کیا کیا ہے عنایاتِ محمدؐ
ہے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

وہ پیش رو خیلِ رسولانِ سلف ہے   آدمؑ کو اسی نورِ الٰہی سے شرف ہے
یہ درِ یتیم اور وہ پاکیزہ صدف ہے   کرتا ہے پدر فخر کہ یہ شانِ خلف ہے
پیغمبرِ برحق کی ہو کیا نعت کسی سے
خالق کو مباہات ہے ایجادِ نبیؐ سے

جز ذاتِ خدا سب پہ محمدؐ کے ہیں احساں   اس شاہ کے ہیں خوانِ کرم پر سبھی مہماں
وہ اصل ہے اور فرع ہے سب عالمِ امکاں   تھا خلقِ دو عالم سے وہی مقصدِ یزداں
باطن میں بھی فیض اس کا ظاہر بھی وُہی ہے
اوّل بھی سبھوں سے وہی آخر بھی وُہی ہے

معراج سے اُس کو جو ملا رُتبہ اعلا　　یہ رُتبہ کسی اور پیمبر نے نہ پایا
اللہ سے جو قربِ محمدؐ تھا کہوں کیا　　قوسین کا ہے فرق جہاں رتبۂ اولا
جبریلِ امین کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمدِ مختار ہے یا ذاتِ خدا ہے

اللہ نے دی تھی اسے کونین کی شاہی　　امّی تھے پہ تھا دل میں بھرا رازِ الٰہی
دی سنگ نے اس شہ کی رسالت پہ گواہی　　اشجار بھی اعجاز سے اس کے ہوئے راہی
دی مردوں کو جاں سبز کیا خشک شجر کو
دو کر دیا اُنگلی کے اشارے سے قمر کو

بے سایہ جو مشہور وہ سلطانِ عرب ہے　　پیشِ عقلا وجہ یہ ہے اور یہ سبب ہے
ہے کون عدیل اس کا کہ وہ سایۂ رب ہے　　دُنیا میں کسی سایہ کا سایہ کہو کب ہے
ہے دوسری یہ وجہ کہ وہ جانِ جہاں تھا
بے سایہ ہے یہ جاں کی طرح سایہ کہاں تھا

پہلے کیا اللہ نے جس چیز کو پیدا　　لکھا ہے کہ وہ نورِ جنابِ نبوی تھا
دس سو برس اس دن سے وہ نورِ شہ والا　　استادہ رہا روبروئے خالقِ یکتا
گہ حمد و ثنا گہ صفتِ قدرتِ حق تھی
اس نور پہ ہر دم نظرِ رحمتِ حق تھی

سراج لکھنوی

المتوفی : ۱۹۶۸ء

عیاں ہیں صبح کے آثار یا رسُول اللہؐ نظر ہے آئینہ بردار یا رسُول اللہؐ
ہمیں نہیں ہیں طلبگار یا رسُول اللہ یہ سب ہیں طالب دیدار یا رسُول اللہ
ہے اپنی حسن پرستی کا اعتراف ہمیں
ملا ہے آئینۂ دل بھی صاف صاف ہمیں

ظہورِ جلوۂ حق کا بیان ہوتا ہے ہے جمع اہلِ نظر امتحان ہوتا ہے
عرب میں ختمِ رسل مہمان ہوتا ہے زمیں پہ عرشِ بریں کا گمان ہوتا ہے
نئے سندیسے نسیمِ سحر جو لائی ہے
تو جنبش پرِ جبریل یاد آتی ہے

ہے بے نقاب تجلّی برس رہی ہے بہار ہے پھُول پھُول شگفتہ کلی کلی سرشار
لبِ سحر پہ ہے رقصاں تبسمِ گلنار ہے کائنات کا ہر ذرہ دیدۂ بیدار
تڑپ رہی ہے نظر فرش راہ بن جاؤں
ہر ایک شئے کو ہوس ہے نگاہ بن جاؤں

وہ نور دیکھا کہ ہر دیدہ ور ہے سجدے میں ہر اک نگاہ حقیقت نگہ ہے سجدے میں
شعاع مہر، جبینِ سحر ہے سجدے میں عجیب وقت ہے یہ ہر نظر ہے سجدے میں
کبھی خیال کی وسعت غلافِ کعبہ ہے
کبھی نگاہ کی گردش طوافِ کعبہ ہے

عجب گھڑی ہے یہ رُوحِ حیات وجد میں ہے ہر آئینۂ نگہِ التفات وجد میں ہے
تمام سلسلہ کائنات وجد میں ہے یہ انتہا ہے کہ خود حسنِ ذات وجد میں ہے
جمال دیکھ کے تکمیل ذوقِ دید ہوئی
نگار خانۂ فطرت میں آج عید ہوئی

جگر مرادآبادی

المتوفی : ۱۹۶۰ء

باہمہ رندی و بدمستی و عشرت طلبی — ہوں درِ احمدِ مرسل کا غلامِ نسبی
مرحبا سیدِ مکی مدنی العربی — دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
کیوں نہ پھر رحمتِ باری کا طلبگار رہوں میں
ہاں مجھے فخر ہے اس پر کہ گنہگار ہوں میں

وہ رسولِ عربی، فخرِ رسولانِ سلف — ذاتِ اقدس سے ملا جس کی زمانے کو شرف
جس پہ نازل ہوا قرآں سا کامل مصحف — جس کے تابع جن و انساں بھی ملائک کی بھی صف
اک وہی شمعِ نبوت جو ضیا بار ہوئی
ساری تاریک فضا مطلع الانوار ہوئی

ہر زمانے میں پیمبر بھی نبی بھی آئے — مصلحِ ملی و ملکی بھی، رشی بھی آئے
حق کے جو بندہ بھی اور حق کے ولی بھی آئے — واقفِ محرمِ سرِ ازلی بھی آئے
آئے دُنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

اُس نے جامِ مئے توحید پلایا سب کو — کس نے پیغامِ مساوات سُنایا سب کو
راستہ کس نے حقیقت کا سنایا سب کو — کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سب کو
تم نے دیکھا ہے بہت دفترِ پیغام اس کا
اور ایسا کوئی گزرا ہو تو لو نام اس کا

نیاز فتحپوری

المتوفی: ۱۹۶۶ء

زمین و آسماں کا ذرّہ ذرّہ وقفِ ظلمت تھا ۔۔۔ مذاقِ آفرینش رُوشناسِ چشمِ حیرت تھا
نمودِ کاوشِ بیجا تھی، فقدانِ مسرت تھا ۔۔۔ جہاں دل تھا وہیں ناواقفِ رمزِ صداقت تھا
غرض ماتم کدہ پیدا تھا ہر جنبش سے مژگاں کی
حقیقی سوگواری کُھل پڑی تھی طبعِ انساں کی

زمانہ ہو گیا تھا جہل و عدواں کی حکومت کو ۔۔۔ مرجح کر لیا تھا عجز پر سب نے رعونت کو
بہت ٹھکرا چکے تھے اہلِ عالم سب حقیقت کو ۔۔۔ سمجھنے لگ گئے تھے مدّعا اپنا بغاوت کو
کہ فطرت دفعتہً چیں بر جبیں ہو کر نکل آئی
لیے آغوش میں سرمایۂ علم و عمل آئی

ادھر یوناں اک دیرینہ معبدِ علم و صنعت تھا ۔۔۔ وہاں روما بھی نازش گاہِ صد جبروت شوکت تھا
ادھر ہندوستاں اک مرکزِ فخرِ قدامت تھا ۔۔۔ اُدھر تھا مصر بھی جو نقطۂ ادوارِ حکمت تھا
مگر یہ فخر تھا مقسوم میں دشتِ حجازی کے
ہوئے وقفِ عرب سے جلوے شانِ سرفرازی کے

مہِ کامل نکل آیا غرض ظلمت رہا ہو کر ۔۔۔ چمک اُٹھا شبِ تاریک میں بدر الدجیٰ ہو کر
صداقت دہر میں پھیلی نقوشِ جانفزا ہو کر ۔۔۔ محمدؐ جلوہ آرا ہو گیا شانِ خدا ہو کر

مٹا کچھ اس طرح پر تو سے اس کے داغ عصیاں کا
سمٹ جاتا ہے جیسے دوپہر کو سایہ انساں کا

جگہ تہذیب نے وحشت کی لی، عدواں کی ایماں نے
صداقت نے مٹایا کذب، دردِ دل کو درماں نے
کیا دشواریوں کو محو یکسر رنگِ امکاں نے
جھکا دیں اپنی اپنی گردنیں قسیس و رہباں نے

کجی دل کی مٹی کچھ ایسی فیضِ طبعِ انور سے
نکل کر جیسے ہو جاتا ہے سیدھا تار جنتر سے

تحیّر ہے زمانے کو یہ افسوں تھا یا کیا تھا؟
سوادِ کفر کو جس نے مٹا کر رکھ دیا کیا تھا؟
بپا کی جس نے تاریکی میں یہ بزمِ ضیا کیا تھا؟
وہ آخر کون تھا جن و ملک تھا انس تھا کیا تھا؟

بظاہر یُوں تو وہ اک فرد ہی تھا نوعِ انساں کا
بباطن تھا مگر اک نیّر جلوۂ یزداں کا

وہ صبر و حلم کی عادت، فداکاری کا وہ جلوہ
جمالِ سحر آگیں اور وہ عزمِ فلک پیما
نہیں تھا اس کا مسلک صرف ابراہیمؑ کا شیوہ
بہم تھے اس میں ایوبؑ و مسیحؑ و یوسفؑ و عیسیٰؑ

نبی تھے اور اگر تارے تو یہ بدرِ درخشاں تھا
اگر وہ بدرِ روشن تھے تو یہ خورشیدِ تاباں تھا

نبوّت ختم ہے اُس پر یہ اپنا دین و ایماں ہے
وہ بے مثل آپ ہی اپنا یہ مرکزِ دل و جاں ہے
محمدؐ سا اگر دُنیا میں کوئی اور انساں ہے
تو میں کہہ دوں گا ہمتائے خدا ہونا بھی آساں ہے

مگر انساں ہمسرِ شانِ رحیمی ہو نہیں سکتا
تو کوئی رحمۃٌ للعالمیں بھی ہو نہیں سکتا

وہی ہے اپنا آقا اور وہی مالک ہمارا ہے　　اُسی کا دین و دُنیا میں فقط ہم کو سہارا ہے
وجود اس کا فراغ ہر دو عالم کا اشارا ہے　　اگر طوفان ہے دُنیا تو وہ اس کا کنارا ہے

ہمیں سیلاب کا ڈر کیا ہو جب وہ ناخدا ٹھہرے
ہمیں کیا فکر جب ایسے شہنشہ کے گدا ٹھہرے

○

جوش ملیح آبادی

المتوفی : ۱۹۸۲ء

اے مسلمانو مبارک ہو نوید فتح یاب لو وہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے ام الکتاب
وہ اُٹھے تاریکیوں کے بام گردوں سے حجاب وہ عرب کے مطلعِ روشن سے اُبھرا آفتاب
گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
وہ کلی چٹکی، کرن پھوٹی سویرا ہو گیا
خسروِ خاور نے پہنچا دیں شعاعیں دُور دُور دل کھلے شاخیں ہلیں، شبنم اڑی، چھایا سرور
آسماں روشن ہُوا، کانپی زمیں پر موجِ نور پَو پھٹی، دریا بہے، سنکی ہوا، چھلکے طیور
نورِ حق فاران کی چوٹی کو جھلکانے لگا
دلبری سے پرچمِ اسلام لہرانے لگا
گرد بیٹھی کفر کی، اٹھی رسالت کی نگاہ گر گئے طاقوں سے بُت، خم ہو گئی پشتِ گناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لا الٰہ ناز سے کج ہو گئی آدم کے ماتھے پر کلاہ
آتے ہی ساقی کے، ساغر آ گیا، خم آ گیا
رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پر تبسم آ گیا
آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسولؐ روحِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسولؐ
جس کا ہر تیور ہے حکمِ آسمانی وہ رسولؐ موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسولؐ
محفلِ سفّاکی و وحشت کو برہم کر دیا
جس نے خونِ آشام تلواروں کو مرہم کر دیا

فقر کو جس کے تھی حاصل کج کلاہی وہ رسول | گلہ بانوں کو عطا کی جس نے شاہی وہ رسول
زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسول | جس کی ہر اک سانس قانونِ الٰہی وہ رسول

جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کر دیا
جس کی جاں بخشی نے مردوں کو مسیحا کر دیا

واہ کیا کہنا ترا اے آخری پیغامبر | حشر تک طالع رہے گی تیرے جلوؤں کی سحر
تو نے ثابت کر دیا اے ہادیٔ نوعِ بشر | مرد یوں مہریں لگاتے ہیں جبینِ وقت پر

کروٹیں دُنیا کی تیرا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں تیرے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

تیری پنہاں قوتوں سے آج بھی دُنیا ہے دنگ | کس طرح تو نے مٹایا امتیازِ نسل و رنگ
ڈال دی تو نے بنائے ارتباطِ جام و سنگ | بن گیا دُنیا میں "تخیلِ اخوّت" ذوقِ جنگ

تیرگی کو روکشِ مہرِ درخشاں کر دیا
تو نے جس کانٹے کو چمکایا گلستاں کر دیا

احسان دانش

المتوفی : ۱۹۸۲ء

تجھ پر سلام صاحبِ اسرارِ شش جہات — جاگا ہے تیرے نام سے ہنگامۂ حیات
تیری صفت صفت سے جھلکتا ہے حسنِ ذات — تو بحرِ بیکراں ہے سفینہ ہے کائنات

واجب تھا عکس احمدؐ بے میم کے لیے
ہفت آسماں اٹھیں تری تعظیم کے لیے

فرمانروائے قلب و نظر، رحمتِ تمام — مردِ جبل، خضرِ ملل، والیِ انام
تونے خیال و ذہن کو بخشا ہے وہ مقام — تاریخ کی جبیں کے ستارے ترے غلام

تونے عرب کے زندہ جنازوں کو رم دیا
پامالیوں کو منصبِ گردوں حشم دیا

پہلے بھی آچکے تھے رسولانِ ذی وقار — لیکن رُکی نہ خُلق و مساوات میں بہار
آئی نہ اعتدال پہ رفتارِ روزگار — انساں کو تھا بُتوں کے محاسن پہ اعتبار

بدلا وہ تونے ذہن کو، دل کو، مزاج کو
حیرت شکستہ آئینے لائی خراج کو

ممکن نہیں ہے ارض و سما میں ترا جواب — تجھ سے کیا ہے چاند ستاروں نے اکتساب
منشائے ایزدی ترے باطن پہ بے نقاب — تو وہ نبی ہے تجھ پہ اتاری گئی کتاب

جب بھی قلم چلا ترے حسن و صفات میں
تھے جو کھے چراغ تخیل کے ہات میں

قرآں تری کتاب ہے سرچشمۂ علوم　　باہر نہیں ہیں اس سے وہ ذرّے ہوں یا نجوم
ہر لفظ کے جلو میں معانی کا اک ہجوم　　سب زیرِ نقد، کیسے روایات کیا رسوم
پرکھا ہے بات بات کو معیارِ دین پر
لہرا دیا شعور کا پرچم زمین پر

تیرا بیاں لطیف، ترا قول معتبر　　پست و بلند ہر دو جہاں پر تری نظر
تیرا شعور و فکر ہے، میزانِ خیر و شر　　تو آخری رسولؐ ہے یا سیّدالبشر
محرابِ سجدہ گاہِ کواکب ہے در ترا
جبریلؑ خوش مقال ہے پیغام بر ترا

انسانیت کو تُو نے وُہ آئین دے دیا　　گویا پیامِ نازش و تمکین دے دیا
عالم کو ذوقِ جلوۂ تزئین دے دیا　　ٹوٹے دلوں کو مژدۂ تسکین دے دیا
گونجی صنم کدوں میں صدا لا اِلٰہ کی
صُورت نکال دی ہے خدا سے نباہ کی

تُو قوت و حیات سراپا ہے یارسُولؐ　　تو آشنائے عالمِ بالا ہے یارسُولؐ
تو نطقِ حق، ضمیرِ مسیحا ہے یارسُولؐ　　تو دردِ معصیت کا مداوا ہے یارسُولؐ
عزمِ رستم رسا ہے تری بارگاہ تک
روشن ہیں قمقمے سے حدودِ نگاہ تک

سیّد آلِ رضا

المتوفی : ۱۹۷۸ء

تہذیبِ عبادت ہے سراپائے محمدؐ
تسلیم کی خوشبو چمن آرائے محمدؐ
تنظیمِ خدا سازِ تمنّائے محمدؐ
منشا جو خدا کا وہی منشائے محمدؐ

جس دل میں ہے اللہ وہاں رہتے ہیں یہ بھی
اللہ جو کہتا ہے، وہی کہتے ہیں یہ بھی

اللہ کی طاعت ہے، محمدؐ کی اطاعت
قرآن کی دعوت ہے محمدؐ کی اطاعت
مرکز کی حفاظت ہے محمدؐ کی اطاعت
حد بندِ شریعت ہے محمدؐ کی اطاعت

جو جتنا شعور، اتنا ہی اس حد کو سمجھ کر
اسلام کو سمجھو، تو محمدؐ کو سمجھ کر

اللہ ہے کیا! جس نے بتایا، وہ محمدؐ
پیام سا پیغام جو لایا، وہ محمدؐ
آیات میں پیوست جو آیا، وہ محمدؐ
جس نے بشریت کو سجایا، وہ محمدؐ

معیار بنا بارگہِ عزّ و جل میں
آہنگِ محمدؐ، صفت قول و عمل میں

وہ علمِ مجسّم، وہ مشیّت، وہ محمدؐ
وہ عقلِ مسلّم، وہ رسالت، وہ محمدؐ
وہ عدلِ منظّم، وہ طبیعت، وہ محمدؐ
وہ خلقِ معظّم، وہ شرافت، وہ محمدؐ

نازِ احدیت یہ نیابت ہے ہماری
فخرِ بشریت، یہ سیادت ہے ہماری

وہ وحی کے عالم میں کمالِ بشریت
اللہ کا پرتو خد و خالِ بشریت
انوار کا آئینہ جمالِ بشریت
کیفیتِ مخصوص وہ حالِ بشریت

قرآنِ زبان، طرۂ گفتارِ محمدؐ
قرآن عمل، منزلِ کردارِ محمدؐ

محبوبِ خدا لطف و محبّت کا علمدار
اخلاق ہمہ گیر کی وسعت کا علمدار
انسان سے انسان کی ملت کا علمدار
اللہ کے رشتے سے اخوت کا علمدار

وہ پرچم احساں جو زمانے پہ کھلا ہے
رحمت کا وہ بادل جو برسنے پہ تلا ہے

مولانا الطاف حسین حالی

المتوفی ۱۹۱۴ء

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے — اُمّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وُہ آج غریب الغربا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ — خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے
وہ دین، ہُوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں — اب اُس کی مجالس میں نہ بتّی نہ دیا ہے
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں — اب اُس کا نگہباں اگر ہے تو خُدا ہے
جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے — اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے — اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا — اب جنگ و جدل چار طرف اُس میں بپا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کی — وہ عُرضۂ تیغ جُہلاء و سفہا ہے
جس دین کی حجّت سے سب ادیان تھے مغلوب — اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی — دیں داروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے
عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی — منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے
یاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ ہے شب و روز — یہ مجلسِ اعیان ہے وُہ بزمِ شرفا ہے
چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں — پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزّت نہ فضیلت نہ ہُنر ہے — اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے
جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت — اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ بِنا ہے
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی — پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے
ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر — مدّت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے
جس قصر کا تھا سر بفلک گنبدِ اقبال — ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے
عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سُو — اُس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے
چاؤش تھے للکارتے جن رہگذروں میں — دن رات بلند اُن میں فقیروں کی صدا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی — وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بہ فنا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حِکَم کی — اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھوج اُس کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا — گم دشت میں اک قافلۂ بے طبل و درا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی — ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکمِ قضا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتھوں کے ہیں کرتوت — شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گِلا ہے
درکار ہے یاں معرکے میں جوشن و خفتاں — اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے
اے چشمۂ رحمت بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ — دُنیا میں ترا لطف سدا عام رہا ہے
جس قوم نے گھر اور وطن تجھ سے چھڑایا — جب تُو نے کیا نیک سلوک اُن سے کیا ہے
صدمہ درِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا — کی اُن کے لیے تُو نے بھلائی کی دعا ہے
کی تُو نے خطا عفو ہے اُن کینہ کشوں کی — کھانے میں جنھوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے
جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری — منقول اُنھیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے   اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے
کر حق سے دُعا اُمّتِ مرحوم کے حق میں   خطروں میں بہت جس کا جہاز آکے گھرا ہے
ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمھارے   نسبت بہت اچھّی ہے اگر حال بُرا ہے
گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ   اخبار میں اَلطَّالِحُ لِیْ ہم نے سُنا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی   ہاں ایک دُعا تیری کہ مقبولِ خُدا ہے
ہاں حالیِ گستاخ نہ بڑھ حدِّ ادب سے   باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
یاں جنبشِ لب خارج از آہنگِ خطا ہے

○

مولانا شبلی نعمانی

المتوفی : ۱۹۱۴ء

جب کہ آمادۂ خوں ہو گئے کفار قریش
لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر
کوئی نوکر تھا نہ خادم نہ برادر نہ عزیز
گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
اک فقط حضرت بوبکر تھے ہمراہِ رکاب
کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر
چونکہ سو اونٹوں کا انعام تھا قاتل کے لیے
آپؐ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
انہیں لوگوں میں سراقہؓ خلفِ جعشم تھے
جن کو فاروقؓ نے کسریٰ کے پہنائے تھے گہر
تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں
تھا جہاں عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
بیمِ جاں، خوفِ خدا، ترکِ غذا، سختیٔ راہ
ان مصائب میں ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر
یاں مدینے میں ہوا غُل کہ رسولؐ آتے ہیں
راہ میں آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر
لڑکیاں گانے لگیں شوق میں آکر اشعار
نغمہ ہائے طلع البدر سے گونج اُٹھے گھر

ماں کی آغوش میں بچے بھی مچل جانے لگے
نازنینانِ حرم بھی نکل آئیں باہر
دفعۃً کوکبۂ شاہِ رسلؐ آپہنچا
غل ہوا صلِّ علیٰ خیرِ انامٍ و بشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا جلوہ فگن
دُھندلا تارِ شعاعی تھا ہر اک تارِ بصر
طور پر حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی
آج اک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سب کو یہ فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے
میہماں ہوتے ہیں اوج نشیں کے سرور
سینے کہتے تھے کہ خلوت گہِ دل حاضر ہے
آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر
ہاں مبارک کرے اے خاکِ حریمِ نبویؐ
آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر

صلِّ یارب علیٰ خیرِ نبیٔ و رسول
صلِّ یارب علیٰ افضلِ حق و بشر

وحیدُ الدین سلیم

المتوفی ۱۹۲۸ء

اے ہمدمِ شیریں سخن ہے نورِ حق پر توفگن ہر نخلِ گل کی ہے پھبن طورِ جمال ذوالمنن
بن ٹھن عروسانِ چمن شیریں ادا افسریں دہن رنگین قبا گل پیرہن ہیں کس طرب سے خندہ زن
چھلنا ادا سے ہو کے خم چپ ہو رہا ہے یہ ستم کھولا نہ خوں میں دل کا غم بدلا نہ با دردِ و الم
پر ہے ہچکی دم بہ دم اس کے لبوں سے یک قلم نعتِ رسولِ محترم مدحِ شہنشاہِ زمن
ہے نورِ وحدت جلوہ گر روشن کرو اپنی نظر اہلِ زمیں کو دو خبر ہوں شادماں تا ہر بشر
پھر وجد میں شام و سحر جن و بشر شاخ و شجر حور و ملک شمس و قمر ہوں اس طرح سے نغمہ زن
فرخ شیم پیدا ہوا بحرِ کرم پیدا ہوا کوہِ امم پیدا ہوا پیدا ہوا قدسی سخن
نورِ قدم پیدا ہوا شاہِ امم پیدا ہوا عرشی قدم پیدا ہوا والا حشم پیدا ہوا
یاسیں لقب پیدا ہوا مقبولِ رب پیدا ہوا مہرِ عرب پیدا ہوا ہاشم نسب پیدا ہوا
فخرِ عرب پیدا ہوا کنزِ طرب پیدا ہوا غفراں طلب پیدا ہوا پیدا ہوا شیریں دہن
وہ مالکِ خلدِ بریں وہ شمعِ بزمِ مرسلیں وہ باغبانِ باغِ دیں وہ مہبطِ روح الامیں
وہ رحمۃ للعالمین وہ مظہرِ نورِ مبیں وہ حامیٔ دینِ متیں وہ ماحیٔ اہلِ دشن
وہ زینتِ پیغمبری وہ زیبِ شانِ دلبری وہ تاجِ فرقِ سروری ہے گرم جلوہ گستری
حیراں ہے مہرِ خاوری یوسف ہے اس کا مشتری جن و بشر حور و پری ہیں اس کے در پر نعرہ زن
مفتوں ہے سرگرمِ ثنا ہے اس کے در کا اک گدا لاتا ہے لب پر یہ دعا ہاں شافعِ روزِ جزا
مطلوبِ محبوبِ خدا دو بخشوا اس کی خطا گر ہے سزاوارِ سزا ہے خوف سے شورش فگن

علامہ اقبالؒ

المتوفی: ۱۹۳۸ء

قلب و نظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمۂ آفتاب سے نور کی ندیاں رواں

حسنِ ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردۂ وجود
دل کے لیے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحابِ شب
کوہِ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں

گرد سے پاک ہے ہوا برگِ نخیل دھل گئے
ریگِ نواحِ کاظمہ نرم ہے مثلِ پرنیاں

آگ بجھی ہوئی اِدھر، ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

آئی صدائے جبرئیل تیرا مقام ہے یہی
اہلِ فراق کے لیے عیشِ دوام ہے یہی

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مئے حیات
کہنہ ہے بزمِ کائنات تازہ ہیں میرے واردات

کیا نہیں اور غزنوی کارگہِ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہلِ حرم کے سومنات

ذکرِ عرب کے سوز میں فکرِ عجم کے ساز میں
نے عربی مشاہدات، نے عجمی تخیلات

قافلۂ حجاز میں ایک حسینؓ بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

آیۂ کائنات کا معنیٔ دیریاب تو — نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بُو

جلوتیانِ مدرسہ کور نگاہ و مُردہ ذوق — خلوتیانِ میکدہ کم طلب و تہی کدو

میں کہ مری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ — میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جُستجو

بادِ صبا کی موج سے نشوونمائے خار و خس — میرے نفس کی موج سے نشوونمائے آرزو

خونِ دل و جگر سے ہے میری نوا کی پرورش — ہے رگِ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو

فرصتِ کشمکش مدہ ایں دلِ بے قرار را
یک دو شکن زیادہ کُن گیسوئے تابدار را

لوح بھی تو، قلم بھی تُو، تیرا وجود الکتاب — گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ — ذرۂ ریگ کو دیا تُو نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقلِ غیاب و جستجو، عشقِ حضور و اضطراب

تیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے
طبعِ زمانہ تیز کر جلوۂ بے حجاب سے

تیری نظر میں ہیں تمام میرے گزشتہ روز و شب — مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علم نخیلِ بے رطب

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کُہن ہوا — عشق تمام مصطفیٰؐ، عقل تمام بُو لہب

گاہ بحیلہ می برد گاہ بزور می کشد — عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب

عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے فراق — وصل میں مرگِ آرزو، ہجر میں لذّتِ طلب

گرچہ بہانہ جُو رہی میری نگاہِ بے ادب   عینِ وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا

گرمیِ آرزو فراق، شورشِ ہاو ہُو فراق
موج کی جستجو فراق، قطرہ کی آبرو فراق

○

(۲)

گراں جو مجھ پہ یہ ہنگامۂ زمانہ ہوا — جہاں سے باندھ کے رختِ سفر روانہ ہوا
قیودِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن — نظامِ کہنۂ عالم سے آشنا نہ ہوا

فرشتے بزمِ رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضورِ آیۂ رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور نے اے عندلیبِ باغِ حجاز — کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا — فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نیاز
اڑا جو پستیِ دُنیا سے تو سوئے گردوں — سکھائی تجھ کو ملائک نے رفعتِ پرواز

نکل کے باغِ جہاں سے برنگِ بو آیا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا

حضور دھر میں آسودگی نہیں ملتی — تلاش جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل ہیں ریاضِ ھستی میں — وفا کی جس میں ہو بو، وہ کلی نہیں ملتی
مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں — جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی

جھلکتی ہے تری امت کی آبرو اس میں
طرابلس کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(۳)

شیرازہ ہُوا ملّتِ مرحوم کا ابتر
اب تو ہی بتا تیرا مُسلمان کدھر جائے
وہ لذّتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
ہر چند ہے بے قافلہ و راحلہ وزاد
اس کوہ و بیاباں سے حُدی خوان کدھر جائے
اس راز کو اب فاش کر اے کوتے محمّد
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے

۴

وہ دانائے سُبل ختم الرّسل مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

خوشی محمّد ناظر

المتوفی : ۱۹۴۰ء

صبا اے پیکِ مشتاقاں خدا را ۔۔۔ سلام از ما رساں خیر الورا را
پس از صلوٰۃ و تسلیم و تحیات ۔۔۔ بزاری بوسہ دہ آں خاک پا را
پس آنگہ داستانِ شوق سر کن ۔۔۔ کہ اے کوثر لبا مصحف عذارا
دمِ عیسیٰ ز گیسوئت نسیمے ۔۔۔ جمالِ یوسف از روئت نظارا
ز موئت عنبریں گیسوئے واللیل ۔۔۔ ز رویت چشم روشن والضحیٰ را

قدت را پایۂ گردوں خرامی
لبت را مایۂ یحیی العظامی

ز عشقت جان و دل را خانہ روشن ۔۔۔ ز شوقت دیدہ را گوہر بدامن
ز انجم آسماں شد محفل افروز ۔۔۔ چو نورت بر زمیں شد پرتو افگن
شمیمِ موئے تو در کوہ و صحرا ۔۔۔ بہارِ روئے تو در دشت و گلشن
بہ کشتِ امتاں زنیساں گو شتی ۔۔۔ کہ بر خاکِ بیاباں ابرِ بہمن
سوارِ ناقہ از صحرا رسیدی ۔۔۔ بشکرِ مقدمت در کوئے و برزن

جہانے دیدہ کردہ فرشِ راہ اند
چو فرشِ اقبالِ پا بوسِ تو خواہند

ہوئی عالم میں تیری ذاتِ والا ۔۔۔ دلیلِ رحمتِ باری تعالےٰ
کیا انساں کا ہمسر تو نے انساں ۔۔۔ برابر کر دیا سب پست و بالا
بھنور میں امتوں کا جب تھا بیڑا ۔۔۔ اسے گرداب سے تُو نے نکالا
نکل کر چاند نے غارِ حرا سے ۔۔۔ کیا اطرافِ عالم میں اُجالا
تری اُمّت بچے اے دریائے رحمت ۔۔۔ پڑا موجِ حوادث سے ہے پالا

"بدہ دستی ز پا افتادگاں را بکن دلداریٔ دل دادگاں را
جہاں جلوے نئے دکھلا رہا ہے وہ فرشِ پاستاں اٹھوا رہا ہے،
جہاں ابرِ کرم تھا گہر ریز وہاں اولے فلک برسا رہا ہے
نشانِ کارواں ملتا نہیں ہے حدی خواں دشت میں چلّا رہا ہے
تھی جس کی چاندنی دشت و جبل پر وہ چاند اسلام کا گہنا رہا ہے
تری امت ہیں اے مہرِ رسالت غبارِ یاس ہر سو چھا رہا ہے

"بروں آور سر از بُردِ یمانی
کہ روئے تست صبحِ زندگانی"

ہوئی برہم وہ سب محفل پرانی رہی اقبالِ رفتہ کی کہانی
بنی عباس پر ہے دجلہ نالاں سرشکِ خوں بنا دریا کا پانی
مٹا نام و نشانِ قصرِ حمرا جو مغرب میں تھی مشرق کی نشانی
ہوئی وہ حشمتِ مغلی فسانہ کہانی ہے وہ فرِ ترکمانی
گئی وہ آب و تابِ بزمِ اکبر مٹے نقش و نگارِ شہ جہانی

"حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند"

چمن میں اب نہ پتّا ہے نہ ڈالی مٹے یکساں ادانی و اعالی
نہ علم و فضل ہے نہ جاہ و حشمت ہوئے ہیں مسجد و میخانہ خالی
سلف کل جن کے صدرِ انجمن تھے خلف کی جا ہے اب صفِ نعالی
خدا جانے ابھی لائے گی کیا رنگ یہ دار و گیرِ ایام و لیالی
سہارا بس تری اک ذات کا ہے ایا خیر البشر نعم الموالی

"ز ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے
کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے"

ناظر بنیادی طور پر اردو کا شاعر ہے مگر اس کا فارسی کلام اس کے سلقہ رہنے دیا ہے (ادارہ)

آغا حشر کاشمیری

المتوفی: ۱۹۳۵ء

آسماں ہے محفلِ ہستی میں میخانہ مرا
کہکشاں میری صراحی چاند پیمانہ مرا

ہر نفس سے بربطِ گیتی پہ ہوں مضراب زن
اضطرابِ برق ہے اِک رقصِ مستانہ مرا

ساغرِ ہستی میں ہُوں میں ارتعاشِ موجِ نور
جلوہ زارِ زندگی ہے مجھ سے میخانہ مرا

بارشِ مستی کے جلووں سے ہے فردوس آفریں
ہے شرابِ نور سے شاداب ویرانہ مرا

نکہتِ صہبائے مستی سے ہے تعمیرِ حیات
دہر میں اِک موجِ رنگ و بُو ہے کاشانہ مرا

دولتِ صبحِ قدم ہوں مایۂ شامِ حدوث
گلشنِ جنّت تو اے رضواں ہے بیعانہ مرا

جُرعۂ جامِ مئے گلرنگ ہے ایک ایک حرف
بزمِ کُن کو مست کر دیتا ہے افسانہ مرا

شعلہ آشامِ محبت زآتشِ دیرینہ ام
ساقیم در شرب و خمخانہ اش در سینہ ام

جلوہ پروردِ چراغِ خلوتِ الہام ہوں
میں امانت دارِ سوزِ سینۂ اسلام ہوں

ہے بھری جس میں شرابِ خندۂ صبحِ ازل
میں کفِ روح القدس پر وہ چھلکتا جام ہوں

ظلمتِ ہستی چُرا لائی ہے جیبِ نور سے
دولتِ گم کردۂ چرخِ زمرد فام ہوں

میری عظمت کی کہانی ہے حدیثِ کائنات
حاصلِ افسانۂ اوراقِ صبح و شام ہوں

میرے دم سے عنبر آگیں ہے مشامِ روزگار
دہر میں نکہت فروشِ طُرّۂ الہام ہوں

لے کے آیا ہوں نویدِ کوثر آشامی یہاں — ساقیٔ خمخانۂ بطحا کا میں پیغام ہوں
آ تجھے بھی مست کردوں نغمہائے عشق سے — سُن کہ گلبانگِ نوا پردازیٔ ایام ہوں

می طپد صد جلوۂ شاداب در جانم ہنوز
تشنۂ ذوقِ تماشا ہست طوفانم ہنوز

آج اُس کی آستاں بوسی کا مجھ کو ناز ہے — آسماں محفل میں جس کی فرشِ پا انداز ہے
میں غلام اُس کا ہوں جس آقا کا نامِ پُرجلال — دفترِ کونین کا سر رشتۂ آغاز ہے
اے مہِ یثرب! سنا دے مژدۂ لاتقنطوا — بیکسیٔ شرمِ عصیاں گوش برآواز ہے
تُو پیامِ آخری قرآں کلامِ آخری — اِک تتمہ اور اک شرحِ کتابِ راز ہے
ہے بھری دریوزۂ رُخ سے ترے کشکولِ طُور — شعلۂ سینا گدائے جلوہ گاہِ ناز ہے
کس قدر نظارہ پرور جلوۂ معراج تھا — آج تک شوقِ لقا میں چشمِ انجم باز ہے
ہے دلِ جبریل شوقِ ہمعنانی کا شہید — دامنِ زخمِ تمنا جادۂ پرواز ہے

برقِ حُسنِ تو ہمیں ساماں زخشک و تر گذاشت
از متاعِ شوق در دل مشتِ خاکستر گذاشت

اک سکوتِ یاس تھا دنیائے ظلمت کار میں — سو رہی تھی صبح آغوشِ شبِ پندار میں
تُو نے آکر شب پرستانِ چمن کے واسطے — کی سحر پیدا گلستانِ خزاں آثار میں
بہہ گیا سوئے فنا خود اپنی طغیانی میں کفر — آگیا سیلاب موجِ رشتۂ زنار میں
کعبۂ وحدت کے آگے جھک گئی تعمیرِ شرک — ہو گئے بیتاب سجدے جبہۂ دیوار میں
رُوح نے خالق سے کی تجدیدِ پیمانِ الست — نغمۂ ماضی ہوا پیدا شکستہ تار میں

دل کی کھیتی لہلہا اُٹھی تِری تکبیر سے　　تھا نہاں طوفانِ شادابی لبِ گفتار میں

پرتوِ رُخ سے ترے اے نو بہارِ کائنات!　　شمعِ گُل روشن ہے ہر ویراں سرائے خار میں

تا بدورِ آخری از دست تو ساغر گرفت

ایں کُہن میخانہ را کیفیتِ دیگر گرفت

اے کہ حجِ عاشقاں طوفِ تجلّی گاہ تو　　صبحِ خنداں شبِ یثرب رُخِ دل خواہِ تو

لمعۂ از خاکِ کُویت بر دو مہر شس کرد نام　　در جبینِ چرخ تا بد سجدۂ درگاہِ تو

ذرّہ ہایش حُسنِ یُوسف قیمتِ خود گفتہ اند　　ہے چہ ارزان ست جلوہ در تجلّی گاہِ تو

سطوتِ توحید نقدِ شرک را قیمت شکست　　سکّہ زد بر قلبِ کثرت ضربِ اِلَّا اللہِ تو

شوکتِ مُوسیٰ عَلمدارِ ورودِ پُر جلال　　عظمتِ عیسیٰ نقیبِ موکبِ ذیجاہِ تو

قدسیاں را علمِ اوّل قصّۂ ذکرِ جمیل　　خاکیاں را درسِ آخر ذاتِ حق آگاہِ تو

دہر را نقشِ کفِ پایت طرازِ زندگی　　نبضِ گیتی را رمِ خُوں موجِ گردِ راہِ تو

یک شعاع انداختی و ہستیم پُر نُور شُد

ذرّہ ام بالید و حیرت خانۂ صد طُور شُد

الصّلوٰۃ اے ما تہید ستانِ محشر را کفیل!　　السّلام اے یومِ پرسش حَسْبُنَا نِعْمَ الْوَکِیل!

الصّلوٰۃ اے دردِ عصیاں را دوا جاں نواز!　　السّلام اے آتشِ جاں را نویدِ سلسبیل!

الصّلوٰۃ اے از تو روشن بزمِ توریت و زبُور!　　السّلام اے از تو گلشن جیبِ مُوسیٰ و خلیل!

الصّلوٰۃ اے آیۂ تقدیس را برہانِ صدق!　　السّلام اے نسخۂ توحید را شرحِ جلیل!

الصّلوٰۃ اے طوطیِ گویاں بر ہستِ قدسیاں!　　السّلام اے مروحہ جُنباں بزمت جبرئیل!

الصلوٰۃ اے محوِ شوقت خستگانِ شرق و غرب　　السلام اے در فراقت گریہائے گنگ و نیل!

الصلوٰۃ اے چشمِ مہرت بندگیم را صلہ!　　السلام اے کیفِ دردت عشق را اجرِ جمیل!

بینوایانہ بدرگاہِ تو سر افگندہ ایم

یا بران و یا بخواں تو خواجۂ ما بندہ ایم

اے خدا دے زورِ دستِ خالدؓ و حیدرؓ ہمیں　　پھر اُلٹنا ہے صفِ کفر و درِ خیبر ہمیں

مست تھی جس کے نشہ سے رُوحِ سلمانؓ و بلالؓ　　ہاں پلا دے پھر وہی صہبائے کیف آور ہمیں

دل صنم خانہ بنا ہے یادِ غیر اللہ سے　　بُت بھی اب کہنے لگے مسلم نما کافر ہمیں

المدد اے نعرۂ اَللّٰہُ اَکْبَرْ المدد　　بتکدے کو پھر بنانا ہے خدا کا گھر ہمیں

تیری رحمت دیتی جاتی ہو تسلّی ساتھ ساتھ　　لے چلے جب شرمساری جانبِ محشر ہمیں

ڈگمگاتے ہیں گرے جاتے ہیں تیرے ناتواں　　اے تری رحمت کے صدقے تھام لے بڑھ کر ہمیں

تیرے در کو چھوڑ کر ہم بے نوا جائیں کہاں　　یا بتا دے اور کوئی اپنے جیسا گھر ہمیں

دُوسروں کو زور و زر دے، عیش دے آرام دے

اور ہمیں اس دولتِ دُنیا سے صرف اسلام دے

مولانا عبدالباری معنیؔ اجمیری

(۱)

گلشنِ فطرت ہے اے ہمراز مے خانہ مرا
شاخِ گُل میری صُراحی پھُول پیمانہ مرا

میں ازل سے سرخوشِ جامِ شرابِ جلوہ ہوں
شہرۂ آفاقِ جہاں ہے ذوقِ رندانہ مرا

ہے سرشتِ قلب میں صہبائے آتش رنگِ عشق
زیرِ دامن گنجِ زر رکھتا ہے ویرانہ مرا

ثبت ہے اوراقِ گُل پر میری رنگیں داستاں
یاد ہے ہر طائرِ گلشن کو افسانہ مرا

نکہت آبادِ مے گُل رنگ ہے محفل مری
رقصِ موجِ بُوئے گُل ہے وجدِ مستانہ مرا

ہمنشینِ مُرغِ طُوبیٰ ہے مرا مُرغِ خیال
جلوۂ خورشید سے اونچا ہے کاشانہ مرا

میری مدہوشی ہے عینِ ہوشیاری کی دلیل
عالمِ مستی میں ہے عالمِ جُداگانہ مرا

کوثری ام دم زحُبِ ساقیِ کوثر زنم
بادۂ ناب از لبِ کوثر کشم ساغر زنم

(۲)

تھی ازل سے جس کی مشتاقِ لقا چشمِ شہود
جس کے آتے ہی کُھلا عالم پہ رازِ ہست و بُود

دینِ فطرت لے کے جو آیا بساطِ ارض پر
جس سے دُنیا میں ہوئے قائم شریعت کے حدُود

جس نے آکر نوعِ انساں کو عطا کی زندگی
رحمتِ حق بن کے آیا خلق میں جس کا وجُود

جس کے حُسنِ خُلق کی آیت علیٰ خُلقٍ عظیم ۔۔۔ جس کا سایہ درحقیقت سایۂ ربِ ودُود
جس کی ادنیٰ بات میں پوشیدہ اعجازِ مسیحؑ ۔۔۔ دستِ بیضا سے بھی روشن جس کی سیمائے سجود
جس کے احسانوں سے بیگانوں کے سر بھی خم ہوئے ۔۔۔ جس کے مرہونِ کرم ہیں کیا نصاریٰ کیا یہود
جس کی اُمت اُمتِ مرحوم سے موسُوم ہے ۔۔۔ اُس کی ذاتِ ذی شرف پر صد صلوٰۃ و صد درود

خستہ باد آں جان کہ از تیرِ نگاہش خستہ نیست
بستہ باد آں دل کہ در دامِ ہوالیش بستہ نیست

(۳)

ای کہ می نازد جہان بر قامتِ رعنائے تو ۔۔۔ معنیٔ کن گشت روشن از رُخِ زیبائے تو
ایکہ قُربِ قَابَ قوسَین است باذاتِ تو خاص ۔۔۔ کس نہ از پیغمبراں رفت است بربالائے تو
ایکہ داغِ بندگیت بر جبینِ کائنات ۔۔۔ بزمِ عرفان روشن است از جلوۂ سیمائے تو
ایکہ در میقاتِ محشر تکیہ گاہِ عاصیان ۔۔۔ عفو جان بخش و خطاپوش و گنہ فرسائے تو
اے زلب ہائے تو عالم یافت آبِ زندگی ۔۔۔ صد ہزاران جان فدائے نطقِ جان افزائے تو
خاک بوسانِ حریمِ روضہات روحانیان ۔۔۔ سجدہ کرد و بیان رقصد بہ نقشِ پائے تو
ہیچو ذاتِ واحد و یکتائے عالم آفرین ۔۔۔ نیست اندر ہر دو عالم ہمسر و ہمتائے تو

تا کے از ہجرِ تو با غم ہم نشین خواہیم بود
با سرشکِ گرم و آہِ آتشین خواہیم بود

(۴)

الصلوٰۃ اے باعثِ تکوین و ختم المرسلینؐ ۔۔۔ السّلام اے صدرِ بزمِ اوّلین و آخرین

الصلوٰۃ اے صورت و معنیٔ طٰہٰ الصلوٰۃ — السلام اے ظاہر و باطن مرادِ یاؔ وسین
الصلوٰۃ اے ناسخِ توریت و انجیل و زبور — السلام اے حاملِ قرآن ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن
الصلوٰۃ اے آستانت قبلہ گاہِ جان و دل — السلام اے ذاتِ پاکت کعبۂ ایمان و دین
الصلوٰۃ اے فرشیان را آیۂ رحمت توئی — السلام اے عرشیان را نیز برہانِ مبین
الصلوٰۃ اے شرح ما اوحیٰ لبِ ارشاد تو — السلام اے حجرۂ تو مکتبِ روح الامین
الصلوٰۃ اے جادۂ کویت صراطِ مستقیم — السلام اے خاکِ راہت سرمۂ چشمِ یقین

الصلوٰۃ اے گوہرِ گنجینۂ پیغمبری
السلام اے شہریار و تاجدارِ سروری

(۵)

اب عمادِ قصرِ دیں خم صورتِ محراب ہے — کشتیٔ اُمّت ہے اور طوفانِ باد و آب ہے
تھی سیہ خانوں میں کل تک جس کے باعث روشنی — ظلمتوں میں اب وُہی خورشید عالمتاب ہے
تھا کبھی عالم میں جس کی گرم بازاری کا شور — آج اُسی بازار میں جنسِ عمل نایاب ہے
جس کی ہمت سے کئی بیڑے کنارے لگ گئے — اب وُہی بیڑا اسیرِ حلقۂ گرداب ہے
آج دُنیا میں نہیں کوئی کسی کا غم شریک — غیر کا شکوہ نہیں یہ شکوۂ احباب ہے
کل جو فتنے سو رہے تھے آج وُہ بیدار ہیں — وائے بر غفلت کہ مسلم اب بھی محوِ خواب ہے
اب کہاں وُہ نغمۂ وحدت کی دلآویزیاں — یعنی جو تارِ نفس ہے تشنۂ مضراب ہے

یا رسولؐ اللہ! بنگر اُمّتانت عاجز اند
جان نزار و سینہ چاک و دلفگار و دردمند

(۶)

اے رسولِ پاکؐ اے پیغمبرِ قدسی صفات — اے حبیبِ ذات اے غارت گرِ لات و منات
ہے زمیں کا ذرہ ذرہ دشمنِ اسلام آج — حشر در آغوش ہے گویا بساطِ کائنات
تل رہی ہیں دوسری قومیں مٹانے کے لیے — منقلب ہے اُمتِ مرحوم کا دورِ حیات
دھوم تھی کل تک جہاں میں جس کے استقلال کی — ضعف سے ہے آج لغزش میں وہی پائے ثبات
یارسول اللہؐ! اُٹھیے رہبری فرمائیے — قافلہ اُمت کا ہے گم کردۂ راہ نجات
اب نہ وہ حق کی طلب ہے اور نہ درسِ معرفت — اب نہ وہ جوشِ عمل ہے اور نہ علمِ دینیات
مجمعِ اوہام ہے دل میں بجائے یادِ حق — اِن بتوں سے بن رہا ہے اب یہ کعبہ سومنات

باز بنگر بندگانِ ملتِ اسلام را
از عنایت سہل فرما سختیِ ایام را

(۷)

پھر عطا فرما وہی اسلاف کے جوہر ہمیں — اپنا سکہ پھر جما دینا ہے عالم پر ہمیں
پھر عطا سجدوں میں وہ کیفیتِ معراج ہو — مرحبا کہنے لگے ہر مسجد و منبر ہمیں
قوتِ خالدؓ سے پھر بازو قوی ہوں قوم کے — پھر عطا ہو جذبۂ ایمانِ بوذرؓ ہمیں
پھر ہمارے نعرۂ تکبیر کا ہو غلغلہ — پھر عطا ہو زورِ دستِ حیدرِؓ صفدر ہمیں
پھر ہمارا نام سن کر آسماں بھی کانپ اٹھے — پھر بنا دے سطوتِ فاروقؓ کا مظہر ہمیں

نصرت و تائیدِ حق ہو پھر ہمارے ساتھ ساتھ   پھر کہے سارا جہاں اللہ کا لشکر ہمیں
پھر اسی سرعت سے طے ہوں ارتقا کی منزلیں   دیکھتی رہ جائے پھر حیرت سے دُنیا بھر ہمیں

گوش کُن این التجائے معنیٔ بیچارہ را
پائے بندِ بندگی کُن بندۂ آوارہ را

○

علامہ تاجور نجیب آبادی

المتوفی: ۱۹۵۱ء

محبت افروز ہے فروغِ جبیں، ہوس سوز ہیں نگاہیں
جمال عصمت سے رُخ درخشاں ہے، عفت آموز ہیں نگاہیں

نظر کی لحساس آفرینی دلوں کو درد آشنا بنا دے
خدا کا منکر بھی زد پہ آجائے تو اُسے باخدا بنا دے

جلال اتنا کہ حُسن میں بھی ہو جس سے شانِ نیاز پیدا
جمال ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا

وجاہت اتنی کہ شوقِ دیدار کو مجالِ نمو نہیں ہے
لیاقت ایسی کہ کم سوادوں کو جرأتِ گفتگو نہیں ہے

ذہانت اتنی کہ عقلِ خود بیں کو تُو اسیرِ نیاز رکھے
صداقت ایسی کہ شاعروں کو مبالغے سے بھی باز رکھے

ظرافت اتنی کہ تلخ نوشِ غمِ محبت کو بھی ہنسائے
متانت ایسی کہ عشق و الفت کی شوخیوں کو ادب سکھائے

فصاحت اتنی بیان میں جس سے خوش بیانوں پہ وجد طاری
طلاقت ایسی زبان میں جیسے نیر پانی کی نہر جاری

سرشت اتنی لطیف صدق و صفا کا گنجینہ جس کو کہیے
طبیعت ایسی شریف مہر و وفا کا آئینہ جس کو کہیے

عطوفت اتنی کہ حاسدِ بے ادب کے جُرم و گناہ بخشے
مروّت ایسی کہ دشمنِ جاں طلب کو بھی تو پناہ بخشے

پسند اتنی بلند تعلیمِ ذوق دے چشمِ بے ہُنر کو
مذاق ایسا نفیس، حُسنِ مذاق جس سے ملے نظر کو

حسد تری بزم میں جسے لائے خُلق تیرا غلام کر لے
جو رَم کرے تجھ سے ازرہِ بُغض تُو اُس کو رام کر لے

سُجھائی تُو نے مجھ کو اے دوست پستیِ ماسوا پرستی
تجھی سے سیکھا کہ خود پرستی ہے درحقیقت خدا پرستی

جو تیرے جلووں سے ہو منور اُس آئینے میں نہ بال آئے
مٹے خیالِ گناہ دل سے، جو دل میں تیرا خیال آئے

ترے فروغِ جمال کی تابشیں مجھے یہ بتا رہی ہیں
کہ تیری صورت میں تیری سیرت کی طلعتیں جگمگا رہی ہیں

خدا کو مانا ہے دیکھ کر تجھ کو اُس کی شانِ جمیل تُو ہے — خدا کی ہستی پہ میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تُو ہے

خدا کی صورت کوئی نہیں اور خدا کی صُورت کوئی اگر ہے — تو وہ حریفِ نقوش تصویر تیری صورت میں جلوہ گر ہے

میں شش جہت کی فضا کو جلووں سے تیرے لبریز دیکھتا ہوں — ترے محبّت بھرے فسانے کو زندگی خیز دیکھتا ہُوں

یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے اقوال خود بخود مُنہ سے بولتے ہیں — یہ دیکھتا ہُوں کہ تیرے احوال خود دلوں کو ٹٹولتے ہیں

یہ دیکھتا ہُوں کہ تیرے احرار شوکت آرائے بحر و بر ہیں — یہ دیکھتا ہُوں کہ تیرے انوار طلعت افزائے بحر و بر ہیں

یہ دیکھتا ہُوں کہ تیری نظروں میں ہیچ ہے فرِّ شہر یاری — یہ دیکھتا ہُوں کہ تیرے قدموں پہ صدقے ہوتی ہے تاجداری

یہ دیکھتا ہُوں غلام و آقا کا فرق تُو نے مٹا دیا ہے — یہ دیکھتا ہُوں کہ تُو نے شاہ و گدا کو ہمسر بنا دیا ہے

یہ دیکھتا ہُوں جہاں کے ویرانے تیرے قدموں سے گلستاں ہیں — یہ دیکھتا ہُوں کہ تیرے دیوانے علم و حکمت کے پاسباں ہیں

ترے غلامانِ کشور آرا کی خرقہ پوشی کو دیکھتا ہوں — ترے سلاطین کارفرما کی حق نیوشی کو دیکھتا ہُوں

ترے جلو میں خراج گیروں، خراج بخشوں کو دیکھتا ہوں — تری حضوری میں تاج گیروں کو تاج بخشوں کو دیکھتا ہُوں

ترے فقیروں کو بانٹتے دیکھتا ہُوں دارا کی کبریائی — ترے غلاموں کو روندتے دیکھتا ہوں فرعون کی خدائی

میں ان مناظر کو دیکھتا ہُوں دمک رہی ہیں مری نگاہیں
دمک رہی ہیں، چمک رہی ہیں، مہک رہی ہیں مری نگاہیں

○

حکیم احمد شجاع ساحر

المتوفی : ۱۹۶۹

اے رسولِ ہاشمی، اے سرِّ تکوینِ حیات
اے کہ تیری ذات ہے وجہِ نمودِ کائنات

تو نہ تھا تو محفلِ کون و مکاں بے رنگ تھی
تو نہ تھا تو بزمِ ہستی سازِ بے آہنگ تھی

حسنِ فطرت میں ابھی ذوقِ خود آرائی نہ تھا
عشق ابھی تک دشمنِ صبر و شکیبائی نہ تھا

تلخیٔ حق سے ابھی ناآشنا گفتار تھی
عقلِ انسانی ابھی پابستۂ انکار تھی

سربلندوں کی جبیں سجدوں سے نورانی نہ تھی
حسن تھا پر عشق کی کچھ ایسی ارزانی نہ تھی

چشمِ انساں میں ابھی تک جستجو حیراں نہ تھی
سینۂ انساں میں آہِ نیم شب لرزاں نہ تھی

آنکھ میں آنسو نہ تھے، سر میں نگوں ساری نہ تھی
قلبِ مومن کی جہاں میں گرم بازاری نہ تھی

خواب میں آسودہ ابراہیم کی تکبیر تھی
ہیبتِ ضربِ کلیم اک خواب کی تعبیر تھی

بربطِ داؤد اک مدت سے رہنِ زنگ تھا
مے تو تھی لیکن بہت بے کیف اور کم رنگ تھا

تو نے آتے ہی بدل دی طرحِ تقویمِ حیات
ہو گئیں پابندِ امکانِ عمل ناممکنات

قالبِ ہستی میں دوڑا دی شعاعِ زندگی
ہو گئی ارزاں ترے دم سے متاعِ زندگی

اس قدر تو نے بڑھائی قیمتِ خود آگہی
مردِ مومن کی نظر میں بوریا، تختِ شہی

اس طرح توڑا طلسمِ باطلِ حرص و ہوس
چشمِ اعرابی میں کسریٰ کا تجمل خار و خس

زندگی تیرے لیے اک داستانِ عشق و مرگ
یہ جہانِ بے ثبات اک کاروانِ عشق و مرگ

پیکرِ گل کو کیا توحید کا سرِّ جلی
خاک کو دی قدرتِ نشوِ حسین ابن علی

اے شہِ لولاک ، اے شاہنشہِ دُنیا و دیں
اے شفیع المذنبین اے رحمۃ للعالمیں
آج تیرے عُتبۂ اقبال پر آیا ہوں میں
دل کے ٹکڑے نذر کرنے کے لیے لایا ہُوں میں
وہ تہی دامن ہوں جس کے پاس کچھ ساماں نہیں
جانتا ہُوں سنگ ریزے نذر کے شایاں نہیں
اپنی رحمت پر نظر کر میری لاچاری، نہ دیکھ
اس فقیرِ بے سروساماں کی ناداری نہ دیکھ
عمر گزری بُت کدوں میں ٹھوکریں کھاتے ہوئے
شرم آتی ہے ترے دربار میں آتے ہُوئے
بس نہیں چلتا بجز حیرانی و شرمندگی
پھونک دے پھر اس تنِ بے جاں میں روحِ زندگی
سوز سے معمور میرے شعر کا پیمانہ کر
ماسوائے میرے ذکر و فکر کو رسوا نہ کر
حسن کو چالاک کر، پھر عشق کو بے باک کر
کچھ علاجِ گردشِ ایّام عبرت ناک کر
قلب کو تابِ پرِ پروانۂ بے تاب دے
آنکھ کو اشکِ رواں و فطرتِ سیماب دے
جامِ صہبائے کہن ہاں دَور میں آجائے پھر
تیرے دیوانوں کی ہُو سے آگہی گھبرائے پھر
وسعتِ صحرا پہ ہو پھر خندہ زن دیوانگی
سرخ رو ہو جائے وحشت منفعل فرزانگی

نعرۂ حق را زِ شعرِ من بلند آوازہ کن
باد بزمِ رفتگاں را از فغانم تازہ کن

مجید امجد

شہرِ مکّہ بتوں کی بستی تھی — چار سُو تیرگی برستی تھی
لو وُہ اک نور کی کرن پھُوٹی — بزمِ آفاق جگمگا اُٹھی
دیکھنا اک یتیمِ بے ساماں — اجنبیِ لحم سخن تہی داماں
جس نے یُوں سال وسِن گزارے ہیں — بھُوک میں اپنے دن گزارے ہیں
پیرہن تن پہ تار تار اُس کا — کوئی محرم نہ دوستدار اُس کا
تپتی ریتوں پہ محوِ خواب کہیں — تیز کانٹوں سے زخم یاب کہیں
چلتی تیغوں کے درمیان کبھی — کنکروں سے لہو لہان کبھی
ذرّہ ذرّہ عدوئے جاں اُس کا — تشنۂ خوں ہے اک جہاں اُس کا
ہاں مگر لب جب اس کے ہلتے ہیں — دل کے مرجھائے پھُول کھلتے ہیں
جب وہ پیغامِ حق سناتا ہے — وجد میں دو جہاں کو لاتا ہے
جب وہ اونچی صدا سے کہتا ہے — ہادیانہ ادا سے کہتا ہے
"گمرہو ! تم یہ کیا سمجھتے ہو، — پتھروں کو خدا سمجھتے ہو"
دل دہلتے ہیں قہرمانوں کے — دیئے بجھتے ہیں کفرخانوں کے
بات یہ کیا زبان سے نکلی — لاکھ تلوار میان سے نکلی

ظالموں کی اذیتیں، اک سمت
اور خدا کی مشیّتیں اک سمت

○

حفیظ جالندھری

المتوفی: ۱۹۸۲ء

زباں پر اے خوشا صلِ علیٰ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نام جبریلِ امیں لے کر سلام آیا

محمدؐ جانِ عالم، فخرِ عالم، ہادیٔ اکرم
امام الانبیاء، خیرالبشر، پیغمبرِ اعظم

محمدؐ وہ جمالِ اوّلیں وہ پیکرِ نوری
محمدؐ کاشفِ سرِّ ظہور و رمزِ مستوری

محمدؐ صاحبِ خلقِ عظیم و ناشرِ حکمت
محمدؐ مصدرِ فیضِ عمیم و شافعِ اُمّت

بہ صورت نورِ سبحانی بہ معنی ظلِّ رحمانی
نشانِ حجتِ حق مظہرِ تائیدِ ربّانی

وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھیے
بنائے عرش و کرسی باعثِ لوح و قلم لکھیے

علی الاعلان سرِّ کنت کنزاً مخفیاً کہیے
مگر اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے

"آفتابِ صحرا" (نظمِ نعتیہ)

قاضی نذرالاسلام

ترجمہ: یُونس احمر

نذرالاسلام کی کتاب "آفتابِ صحرا" جس کی خفیف سی جھلک ذیل میں پیش کی جارہی ہے، تمام و کمال اس آفتاب عالمتاب کی شانِ جلال و جمال کی مظہر ہے، جس کے سامنے تجلیات کون و مکان ازل تا ابد سرِ نیاز خم کیے ہُوئے ہیں۔ (ادارہ)

اے صبح صادق کے پنچھی، اے طائرِ خوش الحاں،
اے شاعرِ روز و شب، خوابِ گراں سے بیدار ہوجا۔
دیکھ کر بحرِ احمر کی مضطرب موجوں سے عرب کا آفتاب زرفشاں طلوع ہو رہا ہے، تُو بھی بہ اندازِ نوا اُٹھ اور سُن۔
عمیق تاریکی کا سینہ چاک کر کے بلند مینارہ سے موذن کی صدائے اللہ اکبر بہتی ہُوئی چلی آرہی ہے۔
اس آواز کو سُن کر نظامِ کائنات کے پاؤں کانپ رہے ہیں۔
سُن "خَیرٌ مِنَ النَّوم" نے کیا سحر پھونک ڈالا ہے۔
کچھ دیر پہلے تک آسمان کی آغوش میں چاند، سورج اور ستارے نور افشاں تھے، سمندر اپنی لہروں کا پاؤں پکڑ کر ناچ رہا تھا۔
اور عطر بیز ہواؤں کی نرم و نازک رفتار سے مس ہو کر غنچے پھُوٹ رہے تھے۔
لیکن اذان کی مترنم آواز سُن کر محفل رقص و سرود میں سناٹا چھا گیا۔
اب کائنات کے گوشے گوشے میں طیور کے نغمہ ہائے دلرس نے جادو جگا دیا ہے۔
فرش سے عرش تک مینارۂ نور نے آنکھیں خیرہ کر دی ہیں۔
سرزمین عرب، فضائے بسیط سے بہہ کر آنے والی مترنم آواز" دین دین" میں غرق ہوگئی۔
مینارِ کعبہ سے ایک بار پھر مؤذن نے پکارا ہے۔

اُٹھ اور دیکھ کہ مغرب میں بحرِ احمر کی خون آلود سُرخ موجیں جھلمل جھلمل کر رہی ہیں۔
ایران کی سرمست و سرشار ندی بھی خاکِ عرب کو سلام کرنے کے لیے جانبِ مشرق رواں دواں ہے۔
جنوب میں بحرِ ہند کے تھپیڑوں نے گانا شروع کر دیا ہے۔
"دیکھ عرب میں طلوعِ آفتابِ نو!"
اور شمال میں صحرائے اعظم کی خاک جوشِ مستی میں نوا سنج ہے۔
"اُٹھ جاگ اور امرت کا پیالہ نوشِ جاں کر"
گرم ہوائیں کھجور کے پتّوں سے مس ہو کر سارنگی بجا رہی ہیں۔
اور ریت کے ذرّے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔
فرطِ طرب سے نارنگی، سیب اور انگور شاخوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔
اسپِ تازی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹھہرتے۔
وہ آسمان سے باتیں کرنے کے لیے بے چین ہے۔
صحرا کی دوشیزائیں اُونٹنیوں پر سوار، آبِ زمزم سے تشنگی بجھانے بھاگی جا رہی ہیں۔
ریگ زار نے آج واقعی سمندر کا رُوپ دھار لیا ہے۔
پُرانا سُورج اس دن لاج کے مارے طلوع نہ ہُوا۔
کیونکہ آفتابِ نو کی خیرہ کن روشنی نے ذرہ ذرہ کو ڈھانپ لیا ہے۔
بدو دوشیزائیں آنکھوں میں سُرمہ لگائے اور ہاتھوں میں خُرمہ لیے رقص کر رہی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اماوس کی رات میں ہلال نکل آیا ہے۔
ساری کدورتیں دُھل گئی ہیں اور محبت و وارفتگی کا چراغ جل رہا ہے۔
یہ دن کتنا عظیم ہے!
صرف عرب اور ایشیا کے لیے نہیں، ساری کائنات کے لیے۔
آج خاک میں جو نور دمک رہا ہے، وہ نورِ فردوس سے بھی زیادہ تابدار ہے۔
زمین پر کنول مسکرا رہے ہیں۔
اور بھونرے کی آواز سے فضا جھوم رہی ہے۔
"محمدؐ آ گئے، محمدؐ آ گئے!"
زمین نے اس دن ایک نیا نام سُنا؛

محمدؐ — محمدؐ!
ایک نئے چہرے کو دیکھ کر سب ششدر رہ گئے۔
یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں!
وُہ سوچنے لگے۔
کتنا وُہ عظیم انسان آگیا ہے۔
جس کی بشارت توریت اور انجیل نے دی تھی۔
جس کے قدموں کی چاپ عیسیٰؑ، مُوسیٰؑ اور داؤدؑ نے سُنی تھی۔
کیا وہی حسین وجمیل انسان چُپ چاپ، ہولے ہولے آگیا ہے۔
جیسے مشرق سے آہستہ آہستہ سُورج اور بدرِ کامل طلوع ہوتے ہیں۔

شمس و قمر کے خرامِ ناز کی زمین کو اطلاع تک نہیں ہوتی۔
وہ خواب کی دبیز چادر میں لپٹی رہتی ہے۔
اور جب چاروں طرف نور کا سیلاب اُمڈ پڑتا ہے، تو صبح نوخمار آلود آنکھیں مل کر جاگ پڑتی ہے۔
اس طرح آج بھی روشنی کا ایک فوارہ چھُوٹا۔
اور طیور یکبارگی نغمہ سنج ہو گئے۔
یہ صحرا جس کے خوابِ گراں میں نہ جانے کتنے جگ بیت گئے تھے۔
آج اُس کی گود میں بہار مسکرا رہی ہے۔
اور چاروں طرف جشن منایا جا رہا ہے۔
کائنات نے جو نام کبھی نہیں سُنا تھا۔
آج اُس نام نامی کو سُن کر وُہ جھوم اُٹھی ہے۔
اس نام میں کیسی مٹھاس، کیسا رس، کیسی کشش ہے!
تاریکی کی چادر میں لپٹی ہُوئی دنیا نے جب سُورج کو طلوع ہوتے دیکھا تھا،
تو اس کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئی ہوں گی۔

اور آج اُس آفتابِ نُور کو طلوع ہوتا ہُوا دیکھ کر دنیا کی وہی کیفیت ہوئی۔
کیسا رُوپ ہے، کیسا رنگ ہے!

اُٹھ اور دیکھ کہ مغرب میں بحرِ احمر کی خون آلود سُرخ موجیں جھلمل جھلمل کر رہی ہیں۔
ایران کی سرمست و سرشار ندی بھی خاکِ عرب کو سلام کرنے کے لیے جانبِ مشرق رواں دواں ہے۔
جنوب میں بحرِ ہند کے تھپیڑوں نے گانا شروع کر دیا ہے۔
"دیکھ عرب میں طلوعِ آفتابِ نو!"
اور شمال میں صحرائے اعظم کی خاک جوشِ مستی میں نوا سنج ہے۔
"اُٹھ جاگ اور امرت کا پیالہ نوشِ جاں کر"
گرم ہوائیں کھجور کے پتّوں سے مس ہو کر سارنگی بجا رہی ہیں۔
اور ریت کے ذرّے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔
فرطِ طرب سے نارنگی، سیب اور انگور شاخوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔
اسپِ تازی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹھہرتے۔
وہ آسمان سے باتیں کرنے کے لیے بے چین ہے۔
صحرا کی دوشیزائیں اُونٹنیوں پر سوار، آبِ زمزم سے تشنگی بجھانے بھاگی جا رہی ہیں۔
ریگ زار نے آج واقعی سمندر کا رُوپ دھار لیا ہے۔
پُرانا سُورج اس دن لاج کے مارے طلوع نہ ہُوا۔
کیونکہ آفتابِ نو کی خیرہ کن روشنی نے ذرّہ ذرّہ کو ڈھانپ لیا ہے۔
بدو دوشیزائیں آنکھوں میں سُرمہ لگائے اور ہاتھوں میں خُرمہ لیے رقص کر رہی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اماوس کی رات میں ہلال نکل آیا ہے۔
ساری کدورتیں دُھل گئی ہیں اور محبت و وارفتگی کا چراغ جل رہا ہے۔
یہ دن کتنا عظیم ہے!
صرف عرب اور ایشیا کے لیے نہیں، ساری کائنات کے لیے۔
آج خاک میں جو نور دمک رہا ہے، وہ نورِ فردوس سے بھی زیادہ تابدار ہے۔
زمین پر کنول مسکرا رہے ہیں۔
اور بھونرے کی آواز سے فضا جھوم رہی ہے۔
"محمدؐ آ گئے، محمدؐ آ گئے!"
زمین نے اس دن ایک نیا نام سُنا،

محمدؐ — محمدؐ!
ایک نئے چہرے کو دیکھ کر سب ششدر رہ گئے۔
یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں!
وُہ سوچنے لگے۔
کتنا وُہ عظیم انسان آگیا ہے۔
جس کی بشارت توریت اور انجیل نے دی تھی۔
جس کے قدموں کی چاپ عیسیٰؑ، مُوسیٰؑ اور داؤدؑ نے سُنی تھی۔
کیا وہی حسین وجمیل انسان چُپ چاپ، ہَولے ہَولے آگیا ہے۔
جیسے مشرق سے آہستہ آہستہ سُورج اور بدرِ کامل طلوع ہوتے ہیں۔

شمس و قمر کے خرامِ ناز کی زمین کو اطلاع تک نہیں ہوتی۔
وہ خواب کی دبیز چادر میں لپٹی رہتی ہے۔
اور جب چاروں طرف نور کا سیلاب اُمڈ پڑتا ہے، تو صبح نو خمار آلود آنکھیں مل کر جاگ پڑتی ہے۔
اس طرح آج بھی روشنی کا ایک فوارہ چھُوٹا۔
اور طیور یکبارگی نغمہ سنج ہو گئے۔
یہ صحرا جس کے خواب گراں میں نہ جانے کتنے جگ بیت گئے تھے۔
آج اُس کی گود میں بہار مسکرا رہی ہے۔
اور چاروں طرف جشن منایا جارہا ہے۔
کائنات نے جو نام کبھی نہیں سُنا تھا۔
آج اُس نام نامی کو سُن کر وُہ جھوم اُٹھی ہے۔
اس نام میں کیسی مٹھاس، کیسا رس، کیسی کشش ہے!
تاریکی کی چادر میں لپٹی ہُوئی دنیا نے جب سُورج کو طلوع ہوتے دیکھا تھا،
تو اس کی آنکھیں کھُلی کی کھُلی رہ گئی ہوں گی۔

اور آج اُس آفتابِ نُور کو طلوع ہوتا ہُوا دیکھ کر دنیا کی وہی کیفیت ہوئی۔
کیسا رُوپ ہے، کیسا رنگ ہے!

خوشی میں شادیانے بجنے لگے ،
درختوں میں پھول کھل اُٹھے ،
شاخیں جُھومنے لگیں ،
اور گلبن نے یہ آواز بلند کی :
" اے ندیو ! پہاڑوں کو کاٹ کر آؤ۔
اے سمندر ! ناچو کہ وُہ عظیم روشنی آگئی ،
مسرّت و شادمانی لے کر ، نشاط و اہتزاز کے ساتھ "
بُوئے گل ، نغمۂ بلبل اور بادِ صبا نے
پہلی بار دنیا کو یہ مژدہ سنایا :
" دیکھو اندھیرے کو چیر کر آفتابِ نو طلوع ہوگیا ہے۔
وُہ دیکھو ـــــ محمدؐ ، محمدؐ "

ظہور نظر

رسولِ اکرم !
حضورِ صلعم !
خدا سے کہیے !
بزرگ و برتر خدا سے کہیے !
کہ ہم جو اس کی فضیلتوں کو، بشارتوں کو بھلا چکے ہیں
محبتوں کو، عنایتوں کو، نوازشوں کو لٹا چکے ہیں
ہمیں پھر اپنی فضیلتیں دے، بشارتیں دے
محبتیں دے، عنایتیں دے، نوازشیں دے
نہیں تو ہم غفلتوں کے جس تیرہ غار میں محوِ خواب ہیں
بے ضمیری و بے حسی کی جس بے پناہ گہرائی میں پڑے ہیں
ابد کے دن بھی وہیں سے ہم کو اٹھائے گا وہ ! !

کہ ہم گنہگار ——
اتنے نادار
اتنے لاچار
اتنے بیمار ہو چکے ہیں
کہ ہم پہ جب تک
خدائے برتر کی خاص چشمِ کرم نہ ہو گی
ہماری آنکھیں نہ کھل سکیں گی
ہماری رُوحیں، غلیظ رُوحیں نہ دُھل سکیں گی
ہمارے سینوں، سیاہ سینوں میں روشنی کا گزر نہ ہو گا
ہمارے ذہنوں، کمینگی کے شکار ذہنوں سے نیکیوں کا سفر نہ ہو گا

دلوں میں عصیاں کی تیرگی، بے کراں ہے جو، بے کراں رہے گی
بدی لہو کی طرح رگوں میں رواں رہے گی
ہوس، حواس و حیات پر حکمراں رہے گی
رسولِ اکرم!
حضور صلعم!!
ہمیں یقیں ہے
ہمارا ایمان ہے کہ اللہ آپ کی بات مانتا ہے
تمام دُنیاؤں، سب جہانوں میں آپ سے بڑھ کے کوئی پیارا نہیں خدا کا
کوئی دلارا نہیں خدا کا
خدا سے کہیے!
خدارا اپنے بزرگ و برتر خدا سے کہیے!!
کہ ہم کو اپنی عنایتِ خاص سے نوازے
کرم کرے ہم پہ
اور ہمیں پھر سے آپ کے دیں پہ
آپ کے نقشِ پا پہ چلنے کی استطاعت دے، استقامت دے،
حوصلہ دے!!

اطہر نفیس

سلام اُسؐ پر ـــــــ جو ظلمتوں میں منارۂ روشنی ہوا ہے
وہ ایسا سورج ہے جس کی کرنیں ازل ابد کے تمام گوشوں
میں نور بن کے سما چکی ہیں
ہر ایک ذرّے کو ماہِ تاباں بنا چکی ہیں
سلام اُس پر

سلام اُس پر ـــــــ جو حرفِ حق ہے
وہ حرفِ حق جو سماعتوں اور خدائے برتر کے درمیاں ایک واسطہ ہے
جو خاکِ مُردہ میں جان ڈالے وہ کیمیا ہے
سلام اُس پر

سلام اُس پر ـــــــ جو خیرِ اعلیٰ ہے
اور سب کو بلندیوں پر بُلا رہا ہے
بُلا رہا ہے کہ ـــــ
رفعتوں کا سفیر ہے وُہ
بشیر ہے وُہ، نذیر ہے وُہ
سلام اُس پر، درود اُس پر

سلام اُس پر ـــــــ جو بے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتدا ہے
جو سب زمانوں کی انتہا ہے
سلام اُس پر ـــــــ جو راہِ حق پر بُلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملا رہا ہے کہ حق نما ہے

مومن خان مومنؔ دہلوی

المتوفی : ۱۸۵۱ء

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی　　ہیں غلام اور وہ صاحب ہے میں امت وہ نبی
یا نبی یک نگہِ لطف پہ امّی وابی　　مرحبا سیّد مکیؐ مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

مظہرِ نورِ خدا شکل ہے محسودِ صنم　　محو تیرے ملک و حور و پری و آدم
کیا ہی عالم ہے کہ تصویر ہی کا سا عالم　　مَن بے دل بہ جمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی

دشتِ عالم میں سراسیمہ گزری اوقات　　آج تک منزلِ مقصود نہ پائی ہیہات
مدد اے خضرِ کرامت کہ نہیں پائے ثبات　　ما ہمہ تشنہ لبانیم و توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

خود کہا ابن ذبیحین تو ظاہر میں کہا　　جوہرِ پاک کی خوبی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے لے پاؤں تلک نورِ خدا نامِ خدا　　نسبتے چیست بذاتِ تو بنی آدم را
برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

صاحبِ خانہ سے ہوتا ہے مکاں کا اکرام　　وہی جنت ہے جہاں میں ہو جہاں تیرا مقام
آبِ ہر چشمہ کرے کوثر و تسنیم کا کام　　نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سر سبز مدام
زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

ہوئی انجیل کہاں ناسخ توریت و زبور　　تیری خاطر سے خدا نے یہ نکالا دستور
ہے رعایت تیری ہر بات کی کیتی منظور　　ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کردہ ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

کر سکے پایۂ عالی کو ترے کون ادراک — تیرے درجہ کو نہ عیوق ہی پہنچے نہ سماک
گرچہ کافی تھی فضیلت کو حدیثِ لولاک — شبِ معراج عروج تو گذشت از افلاک
بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

جوشش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم — یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہیں ہم
خودستائی ہے زبس رسمِ فصیحانِ عجم — نسبتِ خود بہ سگت کردم و بس منفعلم
زاں کہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

مومنِ زار کی صحت کا نہ تھا کچھ اسلوب — نہ دوا اور نہ پرہیز مرض حرصِ ذنوب
یہ ترا لطف ہے اعجاز مسیحا سے بھی خوب — یا طبیب الفقراء انت شفاء لقلوب
زاں سبب آمدہ قدسی پئے درماں طلبی

علی اوسط رشک لکھنوی

المتوفی : ۱۸۶۷ء

کہاں ہے کون سے عالم میں ہے ہمنام احمدؐ کا
ظہورِ پاک دیکھوں اُس مؤید کا ممجد کا
سنوں اس کا کلامِ پاک شہرہ ہے جس ارشد کا
دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الٰہی ! ہوں بہت مشتاق دیدارِ محمدؐ کا

چلی ہے ہر طرف ادیانِ باطل کی ہوا یارب !
سنوں کس کان سے زاغ و زغن کا بولنا یارب !
دُعا میری ہے اُن آٹھوں جنتوں کا واسطا یارب !
بہارِ گلشنِ دینِ محمدؐ اب دکھا یارب !
ترصد بلبلِ دل کو مع فصلِ گل کی آمد کا

عنایت میں، سخاوت میں، محبت میں مروّت میں
غضب میں قہر میں، تہدید میں، ہیبت میں، صولت میں
رضا میں خیر میں، تقویٰ میں، طاعت میں، عبادت میں
شجاعت میں، کرم میں، عدل میں، صُورت میں سیرت میں
امام آخری ہے مثل اپنے جدِّ امجد کا

تصور آسمانوں پر، زمینوں پر، معادن پر
شجر پر بحر پر، انسان پر، حیوان پر، جن پر
نہیں اس عالمِ کامل کو علمِ ظاہری ان پر
عبود اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرف ابجد کا

چھپائے دوست دشمن دوستی و دشمنی کیونکر
زرِ قلب و زرِ خالص کو ہو پوشیدگی کیونکر
نہ ہوں مہر و وفا و بغض رکھیں اس پر جلی کیونکر
نفاق اس سے ہو نہاں کیا چھپے شرکِ خفی کیونکر
محک ہے اُس کا سنگِ آستانہ نیک کا بد کا

رتبہ فکر بلند منقد اے شاعراں ناسخ
سوائے شاعری اے رشک ہیں تغیر داں ناسخ
نبیؐ کی صورت اخلاص کہتی ہے یہاں ناسخ
معانی قل ہو اللہ احد کے ہیں عیاں ناسخ
برائے قافیہ ہے حرف اشارہ میم احمدؐ کا

منشی درگا سہائے سرورؔ جہاں آبادی

سرگباشی : ۱۹۱۰ء

دل بے تاب کو سینے سے لگالے آجا　　کہ سنبھلتا نہیں کم بخت سنبھالے آجا
پاؤں ہیں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا　　خواب میں زُلف کو مکھڑے سے لگالے آجا
بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

نہیں خورشید کو مِلتا ترے سائے کا پتہ　　کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا　　کون ہے ماہِ عرب کون ہے محبوبِ خدا
اے دو عالم کے حسینوں سے نرالے آجا

دل ہی دل میں مرے اَرمان گھٹے جاتے ہیں　　خاک پر گر کے دُرِّ اشک رُلے جاتے ہیں
تیری رسوائی پہ کم بخت تُلے جاتے ہیں　　ہوں سیہ کار مرے عیب کُھلے جاتے ہیں
کملی والے مجھے کملی میں چھپا لے آجا

ہائے واماندگیٔ وسعتِ دامانِ صراط　　المدد المدد اے خضرِ بیابانِ صراط
ہر قدم پر نگہِ یاس ہے یارانِ صراط　　دیکھتے ہیں تجھے مُڑ مُڑ کے ضعیفانِ صراط
ڈگمگاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جو ادھر عذرِ نزاکت نے کہا　　مرحبا بڑھ کے ادھر شاہدِ وحدت نے کہا
آبلائیں تری یُوں جوشِ محبت نے کہا　　پہنچا محبوب تو مشاطۂ قدرت نے کہا
خلوتِ راز میں لے ناز کے پالے آجا

عبدالمجید سالک

المتوفی : ۱۹۵۹ء

اے شاہِ انبیاءؑ و شہنشاہِ کائنات
زینت طرازِ عرش ہیں تیری تجلیات

تیرا سخن ہے وحیِ خداوندِ دوجہاں
روشن ترے فروغِ تجلی سے شش جہت

اے تیری ذات عقل کا پیرایۂ دوام
تیرا عمل ہے معنیِ آیاتِ بیّنات

توحیدِ حق کا دہر میں آوازہ ہے بلند
اے تیرا نام عشق کا سرمایۂ حیات

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ہے ترے قرب کی دلیل
یہ سب ہیں تیری ذات کے قدسی تصرفات

پہنچا نہ کوئی ترے مقامِ بلند تک
"موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسّمے"

بیان ویزدانی

وفات : ۱۹۰۰ء

مرحبا ساقیِ تسنیم شفاعت طلبی مرحبا سرورقِ شجرۂ عالی نسبی
مرحبا صدر نشینِ حرم کنتُ نبیؐ مرحبا سیّدِ مکّی مدنی العربی
دل وجاں باو فدایت چہ عجب خوش لقبی

جب ہُوا جلوہ فشاں آئینہ نورِ قدم ہنس کے موسیٰؑ سے لگا پُوچھنے کیسے ہیں ہم
عرض کی کیا کہوں انوارِ تجلّی کی قسم مِن بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں بوالعجبی

لمعۂ ذات کی ہے آئینہ پردازِ نظر رکھتی ہے برقِ سرِ طور سے کیا سازِ نظر
کیمیا ساز ہے اے قدس کے شہبازِ نظر چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلّبی

شبِ معراج گیا پردۂ نیلی سے گزر لن ترانی ارنی ہوگئی پردہ سے بدر
آئی آواز کہ اب کھول دے باطن کی بصر چشمِ رحمت بکشا سوے من انداز نظر
اے قریشی لقب وہاشمی و مطلّبی

تو گیا سوئے علا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ ہُو کی شب ہُو کی طلب ہُو کا مکاں ہو کی ہوا
فرش کیا عرش کہاں خاک کجا پاک کجا نسبتے نیست بذاتِ تُو بنی آدم را
برتر از آدم و عالم تو چہ عالی نسبی

جب کہ ہو سوختۂ مہرِ قیامت عرصات   ٹھہرے کوثر کے قریں سروِ گلستانِ صفات
اُمتیں ساری کہیں جوڑ کے ہاتھوں کو یہ بات   ما ہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات
لطف فرما کہ زحد می گزرد تشنہ لبی

نسخۂ روے مبیں ناسخِ انجیل و زبور   خط ہے یا لوح پہ آیاتِ الٰہی مسطور
نطق سے مصحفِ رخ مصحفِ ناطق ہے ضرور   ذاتِ پاکِ تو دریں ملکِ عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

قصرِ عالی ہے ترا دامنِ عالم کا طراز   جیسے بالائے فلک عرشِ معلیٰ ممتاز
بسکہ ہے روئے نیازِ دو جہاں سوئے حجاز   بر درِ فیضِ تو استادہ بصد عجز و نیاز
رومی و طوسی و ہندی یمنی عربی

ہے ہوا خواہ بیاں دیجیے نصیب قلبی   تشنہ ہوں اے مہِ کنعانِ قلیب قلبی
سیّدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی   آمدہ سوئے تو قدسیؔ پے درماں طلبی

عظیم قریشی

سلامٌ علیٰ زینتِ قدسیاں — سلامٌ علیٰ منتہائے جہاں
سلامٌ علیٰ نورِ دشت و جبل — سلامٌ علیٰ نوبہارِ ازل
سلامٌ علیٰ میزبانِ تشکیل — سلامٌ علیٰ داستانِ جمیل
سلامٌ علیٰ رہبرِ بے مثال — سلامٌ علیٰ دلبرِ باکمال
سلامٌ علیٰ رازدارِ بشر — سلامٌ علیٰ غمگسارِ بشر
سلامٌ علیٰ تاجدارِ عرب — سلامٌ علیٰ شاہِ والا نسب
سلامٌ علیٰ عرش کے رازداں — سلامٌ علیٰ شاہِ ہر دو جہاں
سلامٌ علیٰ شہسوارِ ارم — سلامٌ علیٰ شہریارِ عجم
سلامٌ علیٰ عظمتِ عرشیاں — سلامٌ علیٰ عشرتِ خاکیاں
سلامٌ علیٰ بحر و بر کے مکیں — سلامٌ علیٰ برتر و بہتریں
سلامٌ علیٰ رحمتِ خاص و عام — سلامٌ علیٰ ساقیٔ لالہ فام
سلامٌ علیٰ اشرف الانبیاء — سلامٌ علیٰ گوہرِ بے بہا
سلامٌ علیٰ ھادیٔ باصفا — سلامٌ علیٰ فقر کے بادشاہ
سلامٌ علیٰ عاصیوں کے کفیل — سلامٌ علیٰ والیٔ سلسبیل

سلامٌ علیٰ پاسبانِ اُمم　　سلامٌ علیٰ نکتہ دانِ حرم
سلامٌ علیٰ صدرِ عرفانیاں　　سلامٌ علیٰ صبرِ زندانیاں
سلامٌ علیٰ اے نوائے خلیلؑ　　سلامٌ علیٰ اے لقائے جمیل
سلامٌ علیٰ اے بہارِ جناں　　سلامٌ علیٰ اے وقارِ جہاں
سلامٌ علیٰ بے کسوں کے شفیق　　سلامٌ علیٰ بے بسوں کے رفیق
سلامٌ علیٰ میرے اُمّی لقب　　سلامٌ علیٰ میرے دل کی طلب
سلامٌ علیٰ زندگی راثبات　　سلامٌ علیٰ سید الکائنات
سلامٌ علیٰ اے شمیمِ عرب　　سلامٌ علیٰ اے نسیمِ عرب
سلامٌ علیٰ مغفرت کی دلیل　　سلامٌ علیٰ نورِ ربِّ جلیل
سلامٌ علیٰ لات و عزیٰ شکن　　سلامٌ علیٰ رونقِ روح و تن
سلامٌ علیٰ نازِ ربِّ غفور　　سلامٌ علیٰ آمنہؓ کے سرور
سلامٌ علیٰ خُلد زارِ یقیں　　سلامٌ علیٰ شاہِ دُنیا و دیں
سلامٌ علیٰ رازِ ارض و سما　　سلامٌ علیٰ سازِ راہِ ہدیٰ
سلامٌ علیٰ راز دارِ حشر　　سلامٌ علیٰ میرے فوق البشر
سلامٌ علیٰ ماہروئے حجاز　　سلامٌ علیٰ رنگ و بوئے حجاز
سلامٌ علیٰ گُشتگاں راحیات　　سلامٌ علیٰ بے دلاں راثبات
سلامٌ علیٰ شمعِ ہجر و وصال　　سلامٌ علیٰ نازِ روحِ بلالؓ
سلامٌ علیٰ اے خُمستانِ حق　　سلامٌ علیٰ اے شبستانِ حق
سلامٌ علیٰ اے امامِ جہاں　　سلامٌ علیٰ اے زمامِ جہاں

سلامٌ علیٰ طالباں را نجات　　　سلامٌ علیٰ عاشقاں را حیات
سلامٌ علیٰ دین کے پاسباں　　　سلامٌ علیٰ رفعتِ کہکشاں
سلامٌ علیٰ عاصیاں را نوید　　　سلامٌ علیٰ آخرت کی کلید
سلامٌ علیٰ سازِ ہستی کی نَے　　　سلامٌ علیٰ جذب و مستی کی مے
سلامٌ علیٰ شاہِ مکی نقاب　　　سلامٌ علیٰ میرے عفت مآب
سلامٌ علیٰ روئے بدرِ منیر　　　سلامٌ علیٰ اے شریعت کے پیر
سلامٌ علیٰ آرزوئے سعید　　　سلامٌ علیٰ مرجعِ بایزیدؒ
سلامٌ علیٰ رازِ دنیا و دیں　　　سلامٌ علیٰ نازِ روح الامیں
سلامٌ علیٰ خواجۂ بے مثال　　　سلامٌ علیٰ سایۂ ذوالجلال
سلامٌ علیٰ نورِ شمس و قمر　　　سلامٌ علیٰ دلبرِ بوبکرؓ
سلامٌ علیٰ اے بہائے عمرؓ　　　سلامٌ علیٰ اے عصائے عمرؓ
سلامٌ علیٰ اے نگارِ غنیؓ　　　سلامٌ علیٰ یادگارِ غنیؓ
سلامٌ علیٰ رامشِ آفتاب　　　سلامٌ علیٰ نازشِ بوترابؓ
سلامٌ علیٰ گوہرِ آمنہؓ　　　سلامٌ علیٰ محورِ فاطمہؓ
سلامٌ علیٰ اے نگارِ یمن　　　سلامٌ علیٰ نو بہارِ حسنؓ
سلامٌ علیٰ اے قرارِ حسینؓ　　　سلامٌ علیٰ روزگارِ حسینؓ

سلامٌ علیٰ اے قسیم و نعیم
سلامٌ علیٰ آرزوئے عظیم

حکیم احمد شجاع ساحر

المتوفی: ۱۹۶۹ء

میلادُ النبیؐ

کچھ اور ہی ہیں رونقیں فضائے کائنات پر — نیا ہی رنگ روپ ہے تجلیاتِ ذات پر
ہوا ہے کون جلوہ گر یہ منظرِ حیات پر — کہ غالب آگیا بشر تمام ممکنات پر

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدٍ

تبارک الذی عجب یہ ساعتِ سعید ہے — یہ شب، شبِ برات ہے یہ روز روزِ عید ہے
وہ آگیا ہے جس کی دید آبروئے دید ہے — حیات کی نوید ہے نجات کی کلید ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدٍ

پھر ایک بار جوش پر مئے خمِ الست ہے — مکیں بھی آج مست ہے مکاں بھی آج مست ہے
حریمِ نازِ حُسن میں عجیب بندوبست ہے — بشر ہے اُس مقام پر کہ جس سے عرش پست ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدٍ

خدا کی رحمتوں کا آج اِس قدر وفور ہے — جدھر نظر اُٹھایئے سُرور ہی سُرور ہے
عرب کی سرزمیں کا ذرہ ذرہ کوہِ طور ہے — فضائے شرق و غرب پر محیط ابرِ نور ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدٍ

وہ آگیا جو رونقِ طلسمِ ہست و بود ہے — جو منتہائے کُن فکاں جو مقصدِ شہود ہے
وہ جس کا عتبۂ شرف مقامِ صد سجود ہے — جو مرجعِ سلام ہے جو مہبطِ درُود ہے

صلوٰۃ والسلام علیٰ نبینا محمدٍ

ناصر کاظمی

المتوفی: ۱۹۷۲ء

تضمین بر اشعارِ غالب

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہمکلام آیا
جہانِ خاک کو پھر عرش کا سلام آیا
جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

خطِ جبیں ترا ام الکتاب کی تفسیر
کہاں سے لاؤں ترا مثل اور تیری نظیر
دکھاؤں پیکرِ الفاظ میں تری تصویر
مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے

کہاں وہ پیکرِ نوری کہاں قبائے غزل
کہاں وہ عرشِ مکیں اور کہاں نوائے غزل
کہاں وہ جلوہ معنی کہاں ردائے غزل
بقدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

تھکی ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے
ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لیے

آغا شورش کاشمیری

المتوفی : ۱۹۷۵ء

قلم سے پھول کھلیں، نطق درفشاں ٹھہرے
وہاں چلا ہوں جہاں گردشِ زماں ٹھہرے

وہ آستاں کہ ارادت سے مہر و ماہ جھکیں
وہ خاکِ پاک کہ ہر ذرّہ کہکشاں ٹھہرے

ہوائے کوچۂ محبوب، شکریہ تیرا
تیرے کرم سے بیاباں بھی گلستاں ٹھہرے

یہ فکر دائرے بنتی رہی خیالوں میں
کوئی تو بات بہ عنوانِ ارمغاں ٹھہرے

تمام عمر مدینہ میں سونے والے کو
کہاں کہاں سے پکارا کہاں کہاں ٹھہرے

کبھی نظیری و فیضی کی خوشہ چینی کی
کبھی نظامی و خسرو کے ہمزباں ٹھہرے

کبھی عراقی و عطار سے نوا مانگی
کبھی ظہوری و قدسی کے رازداں ٹھہرے

نظر جمی کبھی حسان کے قصیدے پر
کبھی قبیلۂ عشاق کا نشاں ٹھہرے

لوائے مہر علی شاہ کو دوش پر رکھ کر
دیارِ گنج شکر میں بھی میہماں ٹھہرے

جنوں کا درس لیا بو علی قلندر سے
غزل سرائی حافظ کے ترجماں ٹھہرے

دیارِ شعر میں سعدی کی ہمنوائی کی
نہ ماوریٰ کہیں پہنچے نہ درمیاں ٹھہرے

ادب میں مرشدِ رومی سے اکتساب کیا
وہ اس گروہ میں سرخیلِ عاشقاں ٹھہرے

غرض کہ اس درِ مشکل کشا تک آ پہنچے
وہ ایک در کہ جہاں دورِ آسماں ٹھہرے

بہ بارگاہِ رسالت یہ ارمغانِ فقیر
بڑا کرم ہو جو مقبول و کامراں ٹھہرے

سلام اُن پہ کہ جن سے ہے نظمِ کون و مکاں　　سلام اُن پہ کہ جو شاہِ دو جہاں ٹھہرے
سلام اُن پہ کہ جن کا نہیں مثیل کوئی　　سلام اُن پہ کہ جو ہادیٔ زماں ٹھہرے
سلام اُن پہ جو ہم بے کسوں کی منزل ہیں　　سلام اُن پہ کہ جو میرِ کارواں ٹھہرے
غرض کہ اُن پہ درود و سلام کی بارش　　جو ہر زمیں کے لیے ابرِ درفشاں ٹھہرے
جنونِ عشق اسی آستاں پہ لے آیا　　جبینِ شوق جہاں سنگ آستاں ٹھہرے

جنھیں شعور نہ تھا عقدۂ حیات ہے کیا؟　　اُس اک نگاہ کے صدقہ کے رازداں ٹھہرے
وہ لوگ، تھا جنھیں بے دست و پائی کا شکوہ　　اُسی کے در کی غلامی سے تیغ راں ٹھہرے

ازل کے دن سے مشیت کی مصلحت تھی یہی　　کہ خاکِ طیبہ محمّد کا آستاں ٹھہرے

اگر چلے ہو تو سوزِ دوام لے کے چلو،
زباں پہ وردِ درود و سلام لے کے چلو،

نثار دیدہ و دل، عشقِ مصطفٰے کی قسم　　کہ یہ جنوں بھی بڑی چیز ہے خدا کی قسم
زمیں کا عجز انہیں کے قدوم کا صدقہ　　فلک کے چہرۂ پُر نور و پُرضیا کی قسم
سمندروں میں عمق ان کے فکر و دانش کا　　ازل سے لے کر ابد تک کے رہنما کی قسم
جو لب کھلے تو شگوفے بھی کھِل کھلا اُٹھے　　جمال صاحب واللیل و والضحیٰ کی قسم
بدل گئے کبھی تیور تو آسماں کانپا　　کلامِ پاک کی آیات دِل کشا کی قسم
کھُلی ہیں اُن پہ غیاب و حضور کی راہیں　　نظامِ عالم انساں کے ارتقا کی قسم

"بہ آں گروہ کہ از عشقِ مصطفٰے متند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند"

رباعیات و قطعات

خواجہ میر درد

المتوفی : ۱۷۸۴ء

خواہی کہ شود در دوجہانت بہبود
دربندگیِ رسولؐ باشی بسجود
گر فہم کنی دگر نہ فہمی بے شک
حق است ہماں ہرچہ پیمبرؐ فرمود

اے بہرِ شفاعتِ دو عالم لائق
دارم زجنابِ توؐ امیدِ واثق
بے شبہ ز خورشیدِ حقیقت بجہاں
تو مخبرِ صادقے چو صبحِ صادق

محسن کاکوروی

مولا کی نوازشِ نہاں کھلتی ہے　　عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہدو کہ ملک گوش برآواز رہیں　　مدّاح پیمبر کی زباں کھلتی ہے

امیر مینائی

گزرے سرِعرش جب جنابِ والا　　اللہ رے شوقِ دیدِ قدِ بالا
طوبیٰ نے یہ سر اٹھا کے حسرت سے کہا　　مضمونِ قیامت گیا بالا بالا

حسن بریلوی

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو　　مختار ہو مالکِ خدائی تم ہو
جلوے سے تمہارے ہے عیاں شانِ خدا　　آئینۂ ذاتِ کبریائی تم ہو

مولانا رضا بریلوی

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ　　ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں　　ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

مرزا سلامت علی دبیر لکھنوی

کیا قامتِ احمدؐ نے ضیا پائی ہے　　چہرے پہ عجب نور کی زیبائی ہے
مصحف کو نہ کیوں فخر ہو اس صورت پر　　قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

مولانا حالی

زہاد کو تُو نے محوِ تمجید کیا — عشّاق کو مستِ لذتِ دید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کے ساجھی کوئی — توحید کو تو نے آ کے توحید کیا

بیان میرٹھی

اے بادشہِ سلطنتِ غیب و شہود — تو ہے سببِ غلغلۂ بود و نبود
لولاک لما کی شان دونوں میں رہی — سائے سے عدم بنا تو جلوے سے وجود

قمر جلالوی

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے مُنہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دُنیا مُصطفٰے کو دیکھ کر
وُہ مصوّر کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

فراق گورکھپوری

انوارِ بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ اُمّتِ اسلام میں محدود نہیں

تلوک چند محروم

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقت دوست دشمن پر
مبارک پیش رو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے

انہی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم میں
شمیمِ جانفزا لاتی ہے مکّے اور مدینے سے

جوشش عظیم آبادی

المتوفی: ۱۷۷۲ء

جو کوئی درگہِ عالی کا تیری ہو زوّار
لگے پلک سے پلک پھر نہ اس کی آئینہ دار

ہر ایک زینۂ در ہے کہ رشکِ پایۂ عرش
ملائکاں مقرب کا واں نہیں ہے گزار

بنائے گنبدِ عالی ہے ایک قبۂ نورؐ
فرشتے اس کے ہیں مزدور ذاتِ حق معمار

کلس کلس نہیں ہے گنبدِ منور کا
گھٹتے ہیں سینچے ہیں اس کے سبعۂ سیار

ترا کلام در معجز بیاں ہے شاہا
کہ جس کو سنتے ہی کفار ہو گئے دیں دار

زباں میری ہے قاصر بیان میں اس کے
میں کس زباں سے کروں معجزے ترے اظہار

یہ معجزہ ہے کہ اُمّی لقب ہو جو کوئی
اسی پہ علمِ لدّنی کا آخرش ہو مدار

یہ معجزہ ہے کہ شق القمر کیا تو نے
یہ معجزہ ہی زمزگان فل لعل دی یار

یہ معجزہ ہے کہ قسمت کرے تو جس شے کو
مساوی ہوئے دو مقسوم ہر صغار و کبار

یہ معجزہ ہے کمر بند ہاتھ ہی میں رہا
نظر نہ آیا کمر کا تری کہیں آثار

مہندسانِ زمانہ ہزار قصد کریں
کسی سے ہوئے نہ اعجازِ احمدی کا شمار

کشائش اس کی ہے تقدیر میں ترے ہاتھوں
کھلے نہ ناخنِ تدبیر سے جو عقدۂ کار

تری جنابِ مقدس میں اے شہِ کونینؐ
دعا یہ مانگوں ہوں ہیں صبح و شام لیل و نہار

گناہگار ہوں عاصی ہوں امتوں میں تری
شمار ہوں نہ جرائم مرے بہ روزِ شمار

نوازش علی شیدا

المتوفی ۱۷۷۲ء

ہے وہ انبیا میں الف کے مثال
مقدم مؤخر ز راہِ کمال

سراپا تھا وہ ذات پُر نور نور
اسی واسطے اوس سیں سایہ تھا دُور

قلم کوں اگرچہ نہ پکڑا ہے ہات
رکھا حکم کے خط میں سب کائنات

کیا دین جب اوسی کا جگ میں ظہور
اڑا لات و عزّا کے سر کا غرور

وہ ہے آئینہ ذات اللہ کا
وہ سرپنجہ زورِ ید اللہ کا

چراغِ شبستانِ ایماں ہے وو
گل معرفت کا گلستاں ہے وو

ہے قرآں ورق اس کے اعجاز کا
وہ واقف ہے سب غیب کے راز کا

ہے اس کے جو دین کے آثار کوں
سنے سینہ سیں توڑ زنار کوں

نبوت اوپر اس کے ربِ الجلیل
قمر کے کیا شق کون روشن دلیل

شریعت کا کر اوس نے روشن چراغ
طریقت کا سب کوں بتایا سراغ

احد اور احمد میں اک میم ہے
سو وہ میم از بہرِ تعظیم ہے

ہے وہ فقر کے ملک کا تاجدار
کیا رنج و محنت کئیں اختیار

ہے مضمون لولاک میں یوں عیاں
اگر وہ نہ ہوتا نہ ہوتا جہاں

اے شیدا تجھے یہ قافیہ کہاں
کرے نعت ختم النبیؐ کا بیاں

مولانا محمد باقر آگاہ

المتوفی : ۱۸۰۵ء

ہے گنج غیب کا مفتاح اسرار
ہے بیت القدس کا مصباح انوار

بہار حسن کا ہے صبح اوّل
فروغ عشق کا ہے نور اکمل

ہے حسن و عشق کا وہ رق منشور
کہ جس کا عرش ہے یک آیت النور

ہے وہ ام الکتاب و نور قدسی
کہ جس کی آیۃ الکرسی ہے کرسی

حروف اوس کے ملائک ہور رسل ہیں
نقاط و سطر اوس کے جز و کل ہیں

ہے جس کا خواب گاہ خاص وحدت
ہے بار عام جس کا واحدیت

مقام خاص "او ادنیٰ" ہے جس کا
خدا بن کوئی نہیں واتا ہے جس کا

ہیں جس کے پیش کاراں انبیا سب
تھے جس کے مژدہ گویاں اصفیا سب

ملائک جس کے تھے فوج معظم
نقیب اوس فوج کا جبریلؑ اکرم

ہے ذکر پاک اوس کا ذکر حق کا
ہمیشہ کرتوں تکرار اس سبق کا

ہمیں کیا چیز ہیں جب رب علام
رکھا ہے اوس کا ذکر العالمیں نام

ملائک ذکر پر اوس کے ہیں قائم
رسولاں ذکر میں اوس کے ہیں دائم

غرض ملک و ملک میں جو ہیں اشیاء
ہیں اوس کے ذکر میں سرمست و شیدا

میر ضیاء الدین عبرت

المتوفی: اندازاً ۱۸۱۶ء

محمد کا زباں پر نام آیا
قلم نے سر کو سجدے میں جھکایا

محمد کا جو شیریں نام لکھا
مٹھائی سے قلم کا ہونٹھ چپکا

یہ جو کچھ سامنے ارض و سما ہے
سب اس کی ذات سے پیدا ہوا ہے

جہاں سے کفر کی ظلمت ہوئی دُور
زمین و آسماں پر چھا گیا نور

سرِ لات و منات آپس میں ٹوٹے
زمیں پر گر پڑے جوں قفل چھوٹے

محمد سرورِ دُنیا و دیں ہے
محمد رحمۃ للعالمیں ہے

شعاعی خط سے خورشید آسماں کا
ہوا جاروب کش اس آستاں کا

شفاعت کو وہ لب اپنے جو کھولے
تو رحمت دوڑ کر لبیک بولے

ہے عصیاں سے یہ امّت گو کہ پست
نہیں کچھ خوف شافع ہے زبردست

نہ تھا اس مہر کا سایہ زمیں پر
سراپا نور تھا جسمِ مطہر

لطیف و پاک وہ جانِ جہاں تھا
برنگِ شیشۂ شفاف آسماں تھا

اسی تن سے ہوا وہ عرش پیمائے
نظر جس طرح عینک سے نکل جائے

صفت اس کی کہے مقدور کس کا
خدا مداح عبرت ہووے جس کا

آفتاب الدولہ قلق لکھنوی

المتوفی : ۱۸۶۴ء

لحد میں کام آیا داغ آخر تیری الفت کا
ملا اس مہر سے ہم کو قبالہ قصرِ جنّت کا

ازل سے ہوں میں کشتہ آپ کے حسن و ملاحت کا
نمک چھڑکا ہے مَیں نے زخمِ دل پر شورِ الفت کا

شبیہ پاک احمدؐ زینتِ اورنگِ عالم ہے
کہ وہ ہے نقش اوّل خامہ بہزادِ قدرت کا

گُلِ عارض اگر رنگِ بہار آفرینش ہے
ترا سیبِ ذقن ثمرہ ہے نخلِ باغِ جنّت کا

بجز دیدار کیونکر اندمالِ زخمِ فرقت ہو
یہ دل کشتہ ہے شمشیرِ تمنّائے زیارت کا

ہوا روشن ہمیں شانِ نزولِ ذاتِ اقدس سے
کہ اترا آیۂ ناسخ ہر اک کے دین و ملّت کا

اذاں ہوتی نہیں ہے پانچ وقت ایسے خسرِ تقویٰ
دیارِ دین میں ڈنکا بجا تیری شریعت کا

مؤخر تو وہ ہے سب انبیاء پر جو مقدم تھا
تجھی پر قطع جامہ ہونا تھا ختمِ رسالت کا

ہوئی تزئینِ منشور اس کی جب منشیٔ قدرت کو
سرِ لوحِ جبینِ عرش لکھا نام حضرت کا

ہوئی جس دم ولادت آپ کی سارے ملک بولے
ہوا یہ بندگانِ حق پہ نازل آیہ رحمت کا

تو وہ سرِ دفترِ عالم ہے فیضِ مدح ابرو سے
لقب ہے مدِّ بسم اللہ نازل کلکِ مدحت کا

گواہی مردۂ صد سالہ نے دی صدق کی تیرے
کیا اقرار ہر اک سنگریزے نے نبوّت کا

جو کہتے ہیں بلا میم احمد اس کو زیبا ہے
کیا تھا نور سے اپنے جُدا خود نور حضرت کا

ہُوا مسجودِ افلاک آستانہ کس کا جز تیرے
فرشتہ کون سے در پر ہُوا محتاج اجازت کا

کہیں گی دیکھ کر نقشِ قدم کو آپ کے حوریں
ستارا آج کل چمکا ہُوا ہے صبحِ جنّت کا

مَیں اس کی خاکِ پاک کو طوطیائے چشم کرتا ہوں
نظر آتا ہے جس دم کوئی زائر تیری تربت کا

عطا کس پیار سے فرمایا مرحومہ خطاب اس کو
خدا نے مرتبہ ایسا کیا ہے کس کی امّت کا

زمیں بوسیٔ درگاہِ معلّٰی کا شرف دیکھو
فلک کو مرتبہ حاصل ہُوا کس اوج و رفعت کا

قلقؔ یہ آرزو ہے چشمِ مشتاقِ زیارت کو
کہ ہو مرغِ نگہ پروانہ اس کی شمعِ تربت کا

مولانا کفایت علی کافی

المتوفی : ۱۸۵۸ء

عرش بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
خُلد سرا بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کفیلِ کارِ اُمت، آپ شفیعِ روزِ قیامت
ہیں بے حد احسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مظہرِ رحمت، مصدرِ رافت، مخزنِ شفقت، عینِ عنایت
ذاتِ محمدؐ، جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رحمتِ عالم اُن کا لقب ہے خلقتِ عالم کا وہ سبب ہے
ہے کیا عالی شان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بہرِ شفاعت درد و مصیبت اور برائے رنج و فلاکت
کافی ہے درمانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غلام امام شہید

المتوفی : ۱۸۷۹ء

السلام اے مظہرِ انوارِ حق
السلام اے مصدرِ اسرارِ حق

السلام اے غمزدوں کے دستگیر
السلام اے ہادیٔ روشن ضمیر

السلام اے دردِ دل کے چارہ ساز
السلام اے خواجۂ بیکس نواز

السلام اے دو جہاں کے بادشاہ
مجھ غریبِ خستہ پر بھی اک نگاہ

چارہ ساز بیکساں بیکس ہوں میں
آرزومندِ در اقدس ہوں میں

رحم کر رحم اے رحیم بیکساں
چھوڑ کر یہ آستاں جاؤں کہاں

گو بُرا ہوں یا بھلا جیسا ہوں میں
سگ ترے ہی در کا کہلاتا ہوں میں

فکر رہتی ہے مجھے یہ روز و شب
روزِ محشر ہوں گے سب جب دم طلب

کوئی اُٹھا بادۂ وحدت سے مست
کوئی اُٹھا ساغرِ خلعت بدست

کوئی اپنے زہد پر نازاں چلا
کوئی اُٹھ کر جھاڑتا داماں چلا

ہاں تو میں ہوں اور دلِ مایوس ہے
شرم ہے اور حسرت و افسوس ہے

کون پوچھے گا مجھے سرکار میں
ہاتھ خالی میں چلا دربار میں

ہاتھ خالی اس طرف جاتا ہوں میں
اور تہی دستی پہ شرماتا ہوں میں

عابدوں کے ساتھ کیونکر جاؤں میں
رو سیہ ہوں منہ کسے دکھلاؤں میں

باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا
آسرا واں ہے تو بے شک آپ کا

دستگیرا دستگیری کیجئے
آبرو میری وہاں رکھ لیجئے

غلام امام شہید

المتوفی: ۱۸۷۶ء

قدِ رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن — سرمگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبین روشن — اور وہ مکھڑے کی تجلّی وہ بیاضِ گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن — دلبرایانہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن
مُردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبانِ کفن — اُٹھ چلے قبر سے بیتاب زباں پر یہ سخن

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

جب چلا چاند مدینے کا سوئے ربِ جلیل — بجھ گئی مہرِ درخشاں کی فلک پہ قندیل
شیرِ فردوس کی رکھی کہیں آدمؑ نے سبیل — کہ اسی راہ سے گزرے گا وہ فرزند جمیل
فرش خلت کا بچھائے تھے کسی جا پہ خلیلؑ — کہیں یوسفؑ تھے کھڑے اور کہیں اسمٰعیلؑ
روح پر روح لگی گرنے برائے تعجیل — جب ہُوا صور میں یوں نغمہ سرا اسرافیل

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

غل ہوا سیرِ فردوس کو آتے ہیں حبیب — بولا رضوان کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
پیشکش کیا کروں اس شاہ زمیں کے میں غریب — صدقہ آپ ہی کا ہے جو خلد میں ہے چیز عجیب
کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب — مگر امت کے مکانوں کی دکھاؤں ترتیب
ناگہاں کان میں آنے لگی آوازِ نقیب — عرض کرنے لگا یُوں جا کے سواری کے قریب

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

میرزا دبیر لکھنوی

المتوفی : ۱۸۷۵ء

کیا کیا بیاں کروں میں عنایاتِ کبریا	پیدا پیمبروں کو پئے رہبری کیا
ہم کو محمدِ عربی سا نبیؐ دیا	بسم اللہ صحیفۂ فہرستِ انبیاء
آگے جو انبیا سے ذوی الاقتدار تھے
محبوبِ کردگار کے وہ پیشکار تھے

آفاق بہرہ ور ہُوا حضرت کی ذات سے	آگاہ ذات نے کیا حق کی صفات سے
تصدیقِ حکم حق کی ہُوئی بات بات سے	رفتار نے لگا دیا راہِ نجات سے
سیکھے طریقے قربِ خدا کے حضورؐ سے
گمراہ آئے راہ پہ نزدیک و دُور سے

سینوں سے سب کے دُور ہُوا اور دِ بیدلی	باقی رہی نہ پیروں میں سُستی و کاہلی
معراج ان کے ہاتھ سے معراج کو ملی	واں چاند ٹکڑے ہو گیا انگلی جو یاں ہلی
انگلی سے دو قمر کو کیا کس جلال سے
مُمل تھا کہ قفل چاند کا کھولا ہلال سے

سرتاقدم لطیف تھا پیکر مثالِ جاں	اس وجہ سے نہ سایہ بدن کا ہوا عیاں
قالب میں سایہ ہوتا ہے پر روح میں کہاں	سایہ انہیں کا ہے یہ زمینوں پہ آسماں
معراج میں جو وارِدِ چرخِ نہم ہوئے
سایہ کی طرح راہ سے جبریلؑ گم ہوئے

آمد آمد کی جو افلاک پہ پیہم تھی دھوم — عرش ہر مرتبہ بس شوق سے جاتا تھا جھوم
پاؤں رکھتا تھا جہاں ناز سے وہ عینِ علوم — اس جگہ آنکھ بچھاتے تھے تمنّا سے نجوم
اور ہر اک نقشِ قدم پر تھا فرشتوں کا ہجوم — کوئی رکھتا تھا جبیں اور کوئی لیتا تھا چوم
کوئی کرتا تھا ادا عشرت و شادی کی رسوم — اور کسی نغمہ سے ہوتا تھا یہ مضموں مفہوم

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

پوچھا جبریلؑ سے یوں چرخ کے درباں نے کہ کن — قال جبریل معی جدِّ حسینؑ و حسنؑ
قال واللہ لقد جَاءَ بِوَجہٗ اَحْسَنَ — اُٹھ کے پھر کھول دیا قفلِ درِ چرخِ کہن
گفت شو فیکہ بدل و رستم اے شاہِ زمن — دلِ من داند و من دانم و داند دلِ من
گاہ آنکھوں سے لگاتا تھا ردا کہ دامن — اور کبھی کہتا تھا قدموں پہ جھکا کر گردن

مرحبا سیّد مکّی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

عبدالقادر وفا

المتوفی : ۱۸۸۵ء

تاجدارِ ہل اتیٰ ہو یا رسولؐ — شاہِ اقلیمِ سخا ہو یا رسولؐ
مالکِ تختِ ولا ہو یا رسولؐ — اوجِ وحدت کے ہما ہو یا رسولؐ
رونقِ عرشِ خدا ہو یا رسولؐ

گلبنِ یٰسیں کے تم آبشار — مزرعِ طٰہٰ کے تم ہو سبزہ زار
گلشنِ لاتقنطوا کی ہو بہار — پردۂ اسریٰ کے تم ہو راز دار
مہرِ برجِ والضحیٰ ہو یا رسول

نور افزائے کفِ عیسیٰؑ ہو تم — روح بخشِ قالبِ عیسیٰؑ ہو تم
نوحؑ کے طوفاں کے رد فرما ہو تم — جود و بخشش میں خلیلؑ آسا ہو تم
پیشوائے انبیاء ہو یا رسولؐ

تم بہارِ روضۂ لاہوت ہو — تازگی بخشِ گلِ ملکوت ہو
نہرِ آبِ چشمۂ ناسوت ہو — عندلیبِ گلشنِ جبروت ہو
شمعِ بزمِ انبیاء ہو یا رسولؐ

آپ کے رخ کی اگر دیکھے جھلک — ایک ذرہ سی جو خورشیدِ فلک
منہ چھپائے شرم سے بے شبہ و شک — ماہ پھر کیا ہو مقابل یک بیک
مظہرِ نورِ خدا ہو یا رسولؐ

جب کہ ہو خورشید تاباں حشر کا — خشک بے آبی سے ہو سب کا گلا
ہے یہی چشم و تمنائے وفا — صدقۂ آل و صحابِ باصفا
جامِ کوثر کا عطا ہو یا رسولؐ

واجد علی شاہ اختر

المتوفی : ۱۸۸۷ء

اعجاز رقم خامۂ گل رنگ ہے میرا　　ہاموں سے سوا حوصلۂ تنگ ہے میرا
میزاں ہے خرد کوہ بھی پاسنگ ہے میرا　　ہوں طائرِ سدرہ یہی آہنگ ہے میرا
اٹھی ہے گھٹا فکر کی چرخ بدنی پر
یاقوت کی تحریر ہے ہیرے کی کنی پر

مرسل بھی وہ مرسل جو احد سے ہوا اشتق　　جس ماہ کی آمد سے ہوا رنگِ فلک فق
دل حاسدوں کے شانوں کی مانند ہوئے شق　　حق حق ہوئی میخانوں بازاروں میں لق لق
وہ میم محمد ہوا محمود خدا کا
حامد ہوا وہ ظل ہدیٰ عرش علا کا

تمہیدِ خدا احمد سے ثابت ہوئی ہر آن　　موجود ہوتی بہرِ شاہ انس نبی جاں
ہر ابیض و اسود کو خدا کا ہوا فرمان　　ہر احمر و اصفر کی شہادت تھی نمایاں
ہاں زر و دُر و لعل کرو اپنے برابر
ہاں موج نچھاور کرو ہر لہر کو دُر پر

ہیں میم محمدؐ سے بہت رمز نمایاں　　معبود کی مرسل صفتِ منبع احساں
مسجود و ملک معرفت مہر کے خواہاں　　مشغول محبت مثلِ مردمکِ جاں
محمود کے ممتاز مصابیح و مصاحب
مقرون و مقرب مہ مابعد کے صاحب

منبر کے حشم مخزنِ اسرار مودت　　محسود و ممالک تر معظم بہ اطاعت
مجبور مکرم مثلِ نیک کی صورت　　مفقود و مسلم شہ دیں مہرِ شرافت
مجموعہ نیکی سر محراب زمانہ
معمورۂ ہستی میں رخِ درِ یگانہ

سایہ بدن کا پاس ادب سے جُدا رہا　　محبوب سے ہمیشہ وصالِ خُدا رہا
یہ عاشقِ خدا بھی خدا پر فدا رہا　　سایہ سے اپنے دور رسُولِ ہدا رہا

دیکھو یہ باغ نظم جو رغبت ہو سیر کی
پرچھائیں تک نہیں یہاں مضمون غیر کی

وہ کون رسُول جزو کل خطبۂ ایماں　　سرتاج فصیحانِ عرب آیۂ عرفاں
شیرازۂ مُنہ جلد ملک قالبِ قرآں　　استاد دبستانِ ازل نائب یزداں

جانے وہ شرف ان کا جو قرآن کو جانے
قرآن سے اوّل انہیں بھیجا ہے خدا نے

علم ان کا ہے جو فرش پہ وہ عرش بریں پہ　　اس علم کا احمد کا قدم ہے سر دیں پر
روشن ہے جلالِ شہِ دیں اہلِ یقیں پر　　حق عرش پہ مدّاح ہے انسان زمیں پر

سب حال ہے آئینہ دلِ خیر اُمم پر
دو نقطوں کے مانند دو عالم ہیں قدم پر

مولانا الطاف حسین حالی پانی پتی

المتوفی : ۱۹۱۴ء

یا ملکی الصفات یا بشری القویٰ — فبک دلیلٌ علیٰ انک خیر الوریٰ
تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ باراں سے خاک — خلقک حسب الزمان لعشک محیا الوریٰ
دعویٰ روشن ترا ثابت بے بیّنہ — صورت و سیرت تری صدق پہ تیرے گوا
قال ترا اور حال نشہ وحدت میں چور — اوڑھنا تیرا خدا اور بچھونا خدا
غیب سے بھیجا تجھے، تا پتا پھرتا تھا جب — دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما
اٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت — جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے اٹھے گھٹا
شانِ رسالت کی تھی تیری جبین سے عیاں — گود سے دایہ ابھی کر نہ چکی تھی جدا
گلۂ بنی سعد کا جب کہ چراتا تھا تو — گلۂ آدم تجھے سونپ چکی تھی قضا
دوڑ پڑے سوئے حق کاٹ کر سب بیڑیاں — امیوں کے جب پڑی کان میں تیری صدا
راہب و قسیس و حبر رہ گئے دل تھام کر — دیکھ کے تیرے قدم ہم قدم انبیاءؑ
خاک تھی جس ملک کی مزرعِ شر و فساد — تو نے اس کو دیا ارضِ مقدس بنا
تو نے تحمل کیا، قوم کا غلبہ تھا جب — جب ہوئی مغلوب قوم تو نے ترحم کیا
چھوڑ گئے تھے سلف کام ادھورے بہت — تو نے کیا دام دام قرض سب ان کا ادا
تو نے کیا سرِ حق عارف و عامی پہ فاش — ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا

چوٹ سے حق کی رہا دل نہ اچھوتا کوئی — ایک کے کا لگا ایک کو گھائل کیا
حجتِ حق کر چکا دین ترا جب تمام — پھر نہ کسی دین کا رنگ جہاں میں جما
دَیر ہوئے بے چراغ اور صلوٰتِ یہود — شرک ہوا مضمحل اور کہانت ہَبا
بجھ گئے آتش کدے بیٹھ گئے بُت کدے — ہوگئی تثلیث مات اور ثنویت فنا
اُٹھے بہت مدعی جیسے کہ ساون میں گھانس — مزبلہ پر چند روز پاتی ہے نشو و نما
غیرتِ حق نے مگر جلد لیا انتقام — مل گئے اُٹھ اُٹھ کے سب خاک میں اہلِ ہوا
رہ گیا نام سجاح کذب میں ضرب المثل — اسود و ابنِ کثیر خوار ہوئے برملا
سلسلۂ انبیاء ختم نہ ہوتا۔ اگر — حق کی حقیقت سے تُو پردہ نہ دیتا اُٹھا
آتے ہوئے چشمہ دیا تُو نے کنوئیں سے نکال — جس کو چلے آتے تھے کھودتے سب انبیاءؑ
بس نہ رہا اشتباہ اب حق و باطل میں کچھ — بھیج چکا تیرے ہاتھ ملّتِ بیضا خدا

تجھ پہ صلوۃ و سلام ربِ سمٰوٰت سے
روز و شب، صبح و شام، با قدرِ سال و صدے

سیّد محمّد فخر الدین حسین سخنؔ دہلوی

ہوا ہے عشق اے صلِّ علیٰ کس ماہِ طلعت کا
کہ عالم داغِ دل پر ہے مرے مہرِ نبوّت کا

پُھنکا جاتا ہُوں اے ہمدم تپِ ہجرِ مدینہ میں
اڑاتا ہے دُھوئیں دل کے شرار داغ حسرت کا

رسالت کی گواہی دیتے دیتے مر بھی جاؤں گا
تو انگشتِ شہادت ہو گا سبزہ میری تربت کا

رقابت کا مزا ملتا ہے ان دونوں کے جھگڑے میں
زبان و دل کو میرے ورد ہی کیا نام حضرت کا

دمِ آخر جمال اپنا اگر دکھلائیے مجھ کو
تو پھر کیا خوف ہے کم بخت دشمن کی عداوت کا

معاذ اللہ پھر اُمّت کا کہئے کیا ٹھکانا تھا
سہارا اگر نہ ہوتا آپؐ کی اُس کو شفاعت کا

زیارت ہو تو میں دکھلاؤں اپنا داغِ دل حضرت
کہ سوزِ عشق سے خورشید ہے صبحِ قیامت کا

وہاں بھی جائیں گے یوں جیسے اپنے گھر میں جاتے ہیں
درِ جنّت پہ رضواں مُنہ تکے گا تیری اُمّت کا

کسی کو دعوئ تقویٰ کوئی ہے زُہد پر نازاں
بھروسا ہم گنہگاروں کو ہے تیری شفاعت کا

جگہ دے دیجئے تھوڑی سی اپنے کُوئے اقدس میں
مزا مل جائے گا مجھ کو وہیں فردوس و جنّت کا

نہیں کچھ فکر سوزِ آفتابِ روزِ محشر کی
گنہگاروں پہ ہو گا سایہ ترے ابرِ رحمت کا

سیہ کاری سے یہ کہتے ہُوئے بھی شرم آتی ہے
کہ میں بھی ہوں غبارِ خاکپا حضرت کی اُمّت کا

نبی وہ کون ہے جس نے کہ ایسے مرتبے پائے
لقب دُنیا میں مرحوم ہوا ہے کس کی اُمّت کا

شجر نے ازرہِ تعظیم پاس آ کر قدم چُومے
کیا اقرار پتھر نے بھی ہاتھوں پر رسالت کا

اتاریں گے فرشتے رَبِّ سَلِّم کہہ کے ہر اک کو — گزر ہو گا صراطِ قعرِ دوزخ پر جو اُمّت کا
عجب کیا گر شفاعت سے رہے محروم محشر میں — کہ اے زاہد بھروسا ہے تجھے اپنی عبادت کا
تمنا ہے کسی کی قبر میں صورت دکھانے کی — فرشتوں کو ملے موقع جو شاید مجھ سے حُجت کا
گدائے کوچۂ احمدؐ کی خاکِ پا جو مل جائے — ملا کر اُس کو میں بنواؤں تعویذ اپنی تُربت کا
عجب تقدیر ہے باشندگانِ کوئے اقدس کی — مزا ملتا ہے گھر بیٹھے جنھیں فردوسِ جنّت کا

بوقتِ نزع مومن کی مدد کرتے ہیں آپؐ آکر
سخن کی بھی خبر لیجے گا صدقہ اپنی امت کا

○

محسن کاکوروی

المتوفی : ۱۳۲۳ھ

مثنوی صُبحِ تجلّی

۱۲۸۹ ہجری نبوی صلعم

حالِ ولادتِ صبحِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

۸۴۲ ——— ۳۴۷

بیضاوئ صبح کا بیاں ہے — تفسیرِ کتابِ آسماں ہے
ہے خاتمۂ شبِ دل افروز — دیباچہ نگار نسخۂ روز
آثارِ سحر ہوئے نمایاں — سیپارہ لیے ہوئے ہے دوراں
واللیل کو ختم کر چکا ہے — آمادۂ دورِ والضحیٰ ہے
عنوانِ فلک ہے درِ منثور — لوحِ زریں سورۂ نور
اطرافِ بیاضِ مطلعِ صاف — والفجر کے حاشیہ پہ کشاف
معمورۂ دہر تا بیاباں — ہم طالعِ کشورِ بدخشاں
ہر دشت ہے مثلِ دشتِ ایمن — ہر کوہ برنگِ طورِ روشن
عالم میں ہے آفتابِ تاثیر — آبِ حلب و ہوائے کشمیر
جزدانِ سپہر میں ہے پنہاں — مشکوٰۃ شریف مہرِ تاباں
آنکھیں نظارہ کی طلب گار — نظارہ کا بختِ خفتہ بیدار

منظور ہے حُسن کا تماشا — ہر دید ہے دیدۂ زلیخا
ہے شرق سے غرب تک پریشاں — نورِ عینین پیرِ کنعاں
وُہ سورۂ یوسفِ تجلی — وُہ مطلعِ مصر کی عزیزی
پستی کا دماغ آسماں پر — اوجِ افلاک مہر گستر
وُہ ہے بلغ العلےٰ کی تفسیر — یہ ہے کشف الدجےٰ کی تعبیر
مضمونِ طلوعِ صبح صادق — مشہور روایتِ مشارق
موقوف حدیث شب کی تصحیح — رکھ دیجئے طاق پر مصابیح
ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے — انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے
مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے — مریخ کی سُست مشتری ہے
روپوش ہے چرخِ اخضر — ظلمت کا سیاہہ کرکے ابتر
اہلِ مہ کہکشاں ہے مغرور — پروانہ نویس شمع کافور
زھرہ کا سفید ہو گیا رنگ — نظم پرویں کا قافیہ تنگ
ہے فکرِ سپہر رات بھر کی — کیا بات ہے مطلعِ سحر کی
ہر مطلعِ صبح صادق اُستاد — از دیدہ نوشت صاد بر صاد
ہے وقت اخیر شب خلاصا — الواحِ زبرجدِ فلک کا
ہنگامِ سپیدۂ سحرگاہ — ساعات میں روز و شب کے واللہ
اک مخبرِ صادق البیاں ہے — پیغمبرِ آخر الزماں ہے
کیفیت وحی میں ہے بلبل — ہے وقتِ نزولِ مصحفِ گُل
سبزہ ہے کنارِ آبِ جو پر — یا خضر ہے مستعد وضو پر
نوبت ہے صدائے قمریاں کی — تیاری ہے باغ میں اذاں کی

محوِ تکبیر فاختا ہے — قد قامتِ سرو دلربا ہے
اک شاخ رکوع میں رُکی ہے — اور دُوسری سجدے میں جھکی ہے
سوسن کی زبان پر مناجات — جاری لبِ جوئے التحیات
تسبیح شگوفہ یا مصوّر — تحریمۂ تاک ربِّ اغفِرْ
پھیلی ہوئی بوئے گل چمن میں — اور صلِّ علیٰ کا غُلغُل چمن میں
غنچے میں ہے خامشی کا عالم — یا صومِ سکوت میں ہے مریم
کیا رہی ہر ایک اعتکاف میں ہے — اور آبِ رواں طواف میں ہے
پابندِ زکوٰۃ نامیہ ہے — کانٹا زرِ گل کو تولتا ہے
لایا یہ مجاہدہ صبا رنگ — نافرمان ہو رہا ہے چو رنگ
سالک ہے چمن میں نہرِ موزوں — مجذوب ہے شاخِ بیدِ مجنوں
ہے صوفی صاف دل صنوبر — تحریکِ نسیم حالت آور
ہر تخم بخلوت آرمیدہ — ہر ایک ثمر خدا رسیدہ
ابدال میں برگِ نخل اوتاد — ہے نعم العبد سرو آزاد
خدمت میں بہار کی صبح ہے — سبزہ سُنبل کا بالکا ہے
سجادہ بدوش لالہ یکسو — یکسو شب زندہ دار شبّو
ہے استغراق نیلوفر کو — پاسِ انفاس ہے سحر کو
سیفی جو زبانِ خار پر ہے — نرگس کی نگاہ میں اثر ہے
وحدت ہے چمن میں عنبر پوست — صادق ہے بہار پر ہمہ اوست
کہتا ہے اشارۂ لَجَاتُو — موتوا من قبل ان تموتوا
خرقہ ہے نصیب یاسمن کو — عمامہ ملا ہے نارون کو

پیرایۂ نور میں سمن ہے　　سلطان مشائخ چمن ہے
عطار شمیم گلستان کی　　ہم مرتبۂ فرید بوئی
پھولوں میں یوں گلابِ خوش آب　　جیسے قطبوں میں قطب الاقطاب
کیوڑا گلزار پُر فضا میں　　غوث الثقلین اولیاء میں
ہر شمع خموشِ فکر میں ہے　　ہر طائر شوق ذکر میں ہے
سوزش میں قلندرانہ قمری　　اور چشتی سبز پوش طوطی
ہے خواجۂ نقشبند ذی جاہ　　طاؤس علیہ رحمۃ اللہ
ہر کبک دری خلیل آزر　　ہُد ہُد نام خدا پیمبر
اعجازِ نسیمِ صبحدم ہے　　انفاسِ مسیح کی قسم ہے
عالم میں وہی ہوا ہے چلتی　　جو صبحِ الست کو چلی تھی
تنزیہ ہے مستِ نغمۂ ہو　　ہنگامۂ لا الٰہ ھر سُو
باشان و شکوہ جلوہ فرما　　شاہنشہ تختگاہ الا
سامانِ ظہور کی ہے تمہید　　قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید
فیض روح القدس عیاں ہو　　افشائے رموز کن فکاں ہو
آئینہ ہو چار سوئے عالم　　لبریز تجلیات پیہم
ہر قطرہ ہو جو مثال بحر و بر　　ھر ذرّہ ہو آفتاب پیکر
وہ شان ہو آج رنگ و بو کی　　مصداق ہو جل شانہٗ کی
تو ہم نے حُباب کو عطا کی　　آب حیوان کی میر بحری
فرمان بقا کے مستند ہوں　　احکام فنا کے مسترد ہوں
کثرت وحدت میں ہو کے فانی　　حاصل کرو عمر جاودانی

مہمان حدوث کا قدم ہو — امکاں پہ وجوب کا کرم ہو
سیرابی تازہ روپ دکھائے — ہر شاخِ خمیدہ راست ہو جائے
اسرافیل اپنی صور لائیں — پھر رنگ امید کو جمائیں
عزرائیل اب کریں نہ دورا — ناکارو کے رہیں عدم کا
اللہ اللہ کیا سماں ہے — ہر شے کو حیاتِ جاوداں ہے
سرسبزی ہے باغ میں جہاں کی — آمد ہے بہار بے خزاں کی
لوح و قلمِ ادیبِ تقدیر — محوِ خطِ نسخِ عالمِ پیر
ایامِ بخت پھر جواں ہے — پھر عہدِ شباب آسماں ہے
ہستی و عدم میں ایک لے ہے — لاشے کے بھی لب پر آج نے ہے
کیفیتِ خرمی سے مسرور — رنگیں طبعانِ محفلِ نور
رضوان نے کہیں سبیل رکھی — ہر کوزۂ سلسبیل رکھی
تیار کیے بحکمِ باری — میکائیل یک طرف نہاری
آئے لیے ساغر صراحی — کوثر سے بھری ہوئی صبوحی
گلدستے بہشت کے بنائے — جبریل درود پڑھتے آئے
بیٹھے ہوئے رہیں خوشی سے پھولے — غلماں لیے ہار، حور گجرے
خاکہ ہے زمین و آسماں کا — نقشہ ہے مکاں میں لامکاں کا
گویا اتر آئی ہے زمیں پر — مینا بازار چرخِ اخضر
نازل ہوئے عرش سے فرشتے — سب حیّ علیٰ الفلاح کہتے
حاضر ہوئی روحِ پاک آدم — دوراں نے کہا کہ خیر مقدم
ہمرنگ ارم زمانہ بشگفت — طوبیٰ لک یا ابا البشر گفت

انوار تھے نوحؑ کے نمایاں　　یا ابرِ کرم کا جوشِ طوفان
رحمت کے لباس میں چھپے راس　　شیثؑ و ادریسؑ و خضرؑ و الیاسؑ
یمن برکت لیے ہیں موجود　　ہارونؑ و شعیبؑ و صالحؑ و ہودؑ
خاتم پہ لکھے ہوئے سلیماں　　نقشِ تسخیرِ جن و انساں
بسم اللہ صاد صبر ایوبؑ　　الحمد کتابِ شکر یعقوبؑ
یوسفؑ مع عزت و مناصب　　یونسؑ مع ماہی و مراتب
داؤدؑ لیے زبور پہنچے　　موسیٰؑ مع شمعِ طور پہنچے
کعبے میں خلیلؑ کا ہے جلوہ　　بت کرنے لگے خدا کو سجدہ
اسحٰقؑ مع ذبیح آئے　　لقمانؑ مع مسیحؑ آئے
تھے حسن فروش جلوہ مشتاق　　ارواح کے ساتھ ساتھ اخلاق
انواعِ محاسن و کمالات　　اقسام صفات و عمدہ حالات
جو کچھ اب تک ہوا ازل سے　　ہونے والا ہے جو کچھ آگے
ہر نکتۂ جانفزائے ناسوت　　رازِ ملکوت و سرِّ لاہوت
توحید کی شانِ راستبازی　　تجرید کی وضعِ بے نیازی
استغنا ہمرکابِ تسلیم　　اقبال کے ساتھ تخت و دیہیم
دانش دانائے سرِّ مکنون　　سرمایۂ نازشِ فلاطون
وہ نظم فصیح جس کا سحباں　　طفلِ ناخواندۂ دبستاں
وہ دولت و جاہِ روز افزوں　　جس کے بندوں میں تھا فریدوں
حاتم کا وصفِ جودِ کامل　　عدل نوشیروان عادل
حکمت مفتاحِ قفلِ مقصود　　علم آئینۂ وجود و معبود

ہر گوہرِ قلزمِ ولایت — ہر نیّرِ مطلعِ ہدایت
صدیقؓ کا صدقِ استواری — عثمانؓ کا حلم و بردباری
آوازہ عمرؓ کی صاحبی کا — اور دبدبہ مرتضیٰ علیؓ کا
ریحانِ بہشت روح پرور — خُلقِ حسنؓ شگفتہ منظر
رنگینیٔ لالہ زارِ ایمان — جانبازیٔ سیدِ شہیداں
آثارِ مجاہدینِ ابرار — انوارِ مہاجرین و انصار
مقبولی بایزید و ادھم — محبوبیٔ خاصِ غوثِ اعظم
عرفانِ ابوسعید و کرخی — روشن دلی جنید و شبلی
گستاخیٔ عاشقانِ جانباز — حُسنِ آئینہ تجلّی ناز
مجنون و ہجومِ حسرتِ دل — لیلیٰ مع سارباں و محمل
القصہ یہ دیکھ کر تماشا — حیرت ہوئی آکے جلوہ فرما
کہتی ہوئی کیا ہی آج ساماں — کھلتا نہیں کچھ یہ سرِ پنہاں
خورشیدِ فلک کے سائباں میں — یوسفؑ کے غبارِ کارواں میں
خلوت گہِ حُسن ہے زمانہ — اور جلوۂ صبحِ شاہدانہ
ڈوبے ہوئے رنگ میں چمن کے — نکھرے ہوئے روپ دلہن کے
خورشیدِ ظہور کا شرف ہے — معراجِ نظر کو ہر طرف ہے
مظہر کا خطاب میرزا ہے — منظر کا لقب ابوالعلا ہے
شبنم کو دمِ فلک تابی — مٹی میں کمالِ بوترابی
ہر قطرہ میں آب و تابِ گوہر — ہر موج شعاعِ مہرِ انور
آفاق میں ہے تجلّیٔ نور — باشانِ نزولِ جلوۂ طور

کرتا ہے فلک سجود پیہم
مائل بہ زمیں ہے عرشِ اعظم

اونچی ہوئی یہ مکاں کی کُرسی
سب کُھل گئی لامکاں کی قلعی

مرکز کو چلی گئی ہے کیا نار
آتشکدے گل ہوتے جو یکبار

پانی طوبیٰ کی جڑ میں پہنچ
جو خشک ہوا ہے بحر ماوا

ہے خاک کی طبع میں روانی
جو دشتِ سماوہ میں ہے پانی

چلتے ہیں یہ کس ہوا کے جھونکے
ہوش اُڑتے ہیں جن سے کاہنوں کے

باندھا وہ قضا نے لعن کا لام
ابلیس کی فوج میں ہے کہرام

بت مہرِ سکوت بر دہاں ہے
بُت خانوں میں شور الاماں ہے

کس کی شوکت کا زلزلہ ہے
قصرِ کسریٰ جو ہِل رہا ہے

ہے کس کو خطاب ایزدِ پاک
لولاک لما خلقت الافلاک

گُم نورِ وجود میں عدم ہے
آغوشِ حدوث میں قدِم ہے

ہے فرش پہ عرش کی تجلّی
کہتے ہوئے لا الٰہ غیری

ہے قبلہ ہر ایک سمت پُرنور
ہر بیت ہے مثلِ بیتِ معمور

ہر نقشِ کمال کا سزاوار
ہر خرد میں عقلِ کل کے آثار

کیا رنگِ قبول جلوہ گر ہے
ہر گل پہ ہزار کی نظر ہے

ہے چاندنی ایک ماہ پیکر
سورج مکھی آفتاب انور

اورنگ نشین باغ ہے گل
اور ہفت ہزاریوں میں بُلبل

ذی حکم خزانہ اشرفی ہے
صد برگ کا حکم پانصدی ہے

عباسی کو دعویٰ فتوت
داؤدی کو شہرہ نبوت

ہر دانہ ہے عابدِ سحر خیز
ہر ذرّہ ہے خاکِ شمس تبریز

القابِ نسیمِ دامنِ وشت — مخدومِ جہانیاں جہاں گشت
خالق کا کرم ہے فیض گستر — بخشش کا صلا ہے عام گھر گھر
روئے حسنات سوئے اخیار — چشمِ رحمت سوئے گنہگار
ہے فکر میں عابدوں کی طاعت — محسن کی تلاش میں شفاعت
جیسی اُس دن سحر ہوئی ہے — ایسی کبھی پیشتر ہوئی ہے
ایں نُسخہ چہ انتخاب دارد — ایں صبح چہ آفتاب دارد
ناگاہ بجلوۂ عبارت — پیدا ہوئی غیب سے بشارت
یہ صبحِ سعادت جہاں ہے — نوروزِ بہارِ جاوداں ہے
مفتاحِ خزینہ ہائے اسرار — مصباحِ تجلیاتِ انوار
ہے بدرِ کمال اوجِ تشبیہ — لبریزِ جمالِ مہرِ تنزیہ
نازل ہے زمیں پہ کبریائی — بندے کے لباس میں خدائی
اُس وقت دیار میں عرب کے — مطلع سے تجلیاتِ رب کے
بُرجِ شرفِ قریشیاں میں — اور ہاشمیوں کے خانداں میں
کعبے کی زمینِ نامور سے — اور عبدالمطلب کے گھر سے
اسلام کا آفتاب چمکا — بے پردہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے سرورِ دو عالم — پیدا ہوئے فخرِ نوح و آدم
محبوبِ خدا نبیِّ مرسل — صبحِ دو یمیں روزِ اوّل
شاہنشہِ انبیاء محمدؐ — تاجِ سرِ اصفیا محمدؐ
پیدا ہوئے حضرتِ پیمبر — صبحِ قدرت کے سعد اکبر
واللیل اشارتے زموئیش — والشمس عبارتے ز روئیش

خورشید سپہر دیں محمدؐ　　　نور عین الیقیں محمدؐ
پیدا ہوئے قبلۂ طریقت　　　پیدا ہوئے کعبۂ حقیقت
مقصودِ ازل اجل و اعلیٰ　　　منظورِ حضورِ حق تعالیٰ
سلطانِ فلک حشم محمدؐ　　　مہر عرب و عجم محمدؐ
پیدا ہوئے بادشاہ ذیجاہ　　　آرائش تخت لی مع اللہ
عین عرفان و مردم عین　　　ابروئے جبینِ قاب قوسین
جان و دل مرسلیں محمدؐ　　　روح روح الامیں محمدؐ
پیدا ہوئے خاتم النبیین　　　مہر عرفان و عز و تمکین
بامیم احمدؐ احد بلامیم　　　شائستۂ صد صلوٰۃ و تسلیم
گنجینۂ اصطفا محمدؐ　　　آئینۂ حق نما محمدؐ
محو رضوان حق روانش　　　آل و اصحاب پیروانش
کیفیتِ وجد ہے اب ذوق　　　کہتا ہے خطیبِ خامۂ شوق

ہے ذکرِ ولادت پیمبر
اعلیٰ اولیٰ اَہَم و اکبر

صفی لکھنوی

المتوفی : ۱۹۵۰ء

پیغمبر و سرورِ حجازی　　پہلا اللہ کا نمازی
حق کی توحید کا مبلغ　　محوِ طاعت بہ قلب فارغ
سرکش عربوں کا سر جھکایا　　حیوانوں کو آدمی بنایا
قائم کیا رشتۂ مواخات　　برتاؤ میں شیوۂ مساوات
مصلح، سرمایہ داریوں کا　　حامی، محنت شعاریوں کا
وہ ماہِ تمام چاہِ نخشب　　جس کا غارِ حرا تھا مکتب
وہ حسنِ ملیح جس کی پوشاک　　"لولاک لما خلقت الافلاک"

وہ جانِ جہانِ آفرینش
معنائے بیانِ آفرینش

میر محبوب علی لائق

المتوفی : اندازاً ۱۹۱۸ء

تو کہاں اے دل کہاں نعتِ رسولؐ | ہو گیا ہے رحمتِ حق کا نزول
بادشاہِ انبیاء سلطانِ دیں | بہترینِ اولین و آخریں
باعثِ ایجادِ ارض و آسماں | جس نے کی اک پل میں سیرِ لامکاں
صاحبِ معراج اور ختمِ رسل | تابعِ فرماں ہیں جن کے جزو کل
ناسخِ ادیانِ سابق ہیں یہی | واقفِ اسرارِ خالق ہیں یہی
آیا ہے قرآن جن پہ وہ نبیؐ | ہے شفیعِ روزِ محشر وہ نبیؐ
وہ نبیؐ دائم رہے گا جس کا دین | وہ نبی جو رحمت للعالمین
سرورِ کون و مکاں امی لقب | جس کا پاکیزہ حسب ہے اور نسب
احمدِ مرسل شہِ لولاک ہے | اور محمدؐ جس کا اسمِ پاک ہے
حق نے کی ان کی ثنا قرآن میں | بلکہ ہے قرآن انہیں کی شان میں
ہے یہی فخرِ رسولانِ سلف | جانشین ان کا علی شاہِ نجف
ہے لقب جس کا امیر المومنین | شیرِ حق استادِ جبریلِ امیں
جس کو خالق نے عطا کی ذوالفقار | جنگ سے بھاگا نہیں جو زینہار
وہ ولیِ حق ہے اور دستِ خدا | وہ نہیں ہے نورِ احمدؐ سے جدا
مدح جس کی لا فتیٰ الا علی | لحمک لحمی ہے ارشادِ نبیؐ
شان میں آیا ہے جس کی انما | شان میں آیا ہے جس کی ہل اتیٰ

قوتِ بازو ہے اور نفسِ رسولؐ
والدِ سبطینؓ اور زوجِ بتولؓ

مولانا حسن رضا خان بریلوی

المتوفی : ۱۹۰۸ء

سر صبحِ سعادت نے گریباں سے نکالا
ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا

پیدائشِ محبوبؐ کی شادی میں خدا نے
مدّت کے گرفتاروں کو زنداں سے نکالا

رحمت کا خزانہ پئے تقسیمِ گدایاں
اللہ نے تہ خانۂ پنہاں سے نکالا

خوشبو نے عنادل سے چھڑائے چمن و گل
جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا

ہے حُسن گلوئے مہ بطحا سے یہ روشن
اب مہر نے سر ان کے گریباں سے نکالا

پردہ جو ترے جلوۂ رنگیں نے اُٹھایا
صرصر کا عمل صحنِ گلستاں سے نکالا

اُس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
تاریکیوں کو شامِ غریباں سے نکالا

اے مہرِ کرم تیری تجلّی کی ادا نے
ذرّوں کو بلائے شبِ ہجراں سے نکالا

صدقے ترے اے مردمکِ دیدۂ یعقوبؑ
یوسفؑ کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا

ہم ڈوبنے ہی کو تھے کہ آقا کی مدد نے
گرداب سے کھینچا ہمیں طوفاں سے نکالا

اُمت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا

اُن ہاتھوں کے قرباں کہ ان ہاتھوں سے تم نے
خارِ رہِ غم پائے غریباں سے نکالا

ارماں زدوں کی ہیں تمنائیں بھی پیاری
ارمان نکالا تو کس ارماں سے نکالا

یہ گردنِ پُر نور کا پھیلا ہے اُجالا
یا صبح نے سر اُن کے گریباں سے نکالا

گلزارِ براہیمؑ کیا نار کو جس نے — اُس نے ہی ہمیں آتشِ سوزاں سے نکالا
دینی تھی جو عالم کے حسینوں کو ملاحت — تھوڑا نمک اُن کے نمک داں سے نکالا
قرآں کے حواشی پہ جلالین لکھی ہے — مضموں یہ خطِ عارضِ جاناں سے نکالا
قربان ہوا بندگی پہ لطفِ رہائی — یُوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا
اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ بُجھتی — کیوں تُو نے دُھواں سینۂ سوزاں سے نکالا
مدفن نہیں پھینک آئیں گے احباب گڑھے میں — تابُوت اگر کوچۂ جاناں سے نکالا
کیوں شور ہے کیا حشر کا ہنگامہ بپا ہے — یا تم نے قدم گورِ غریباں سے نکالا
لاکھوں ترے صدقے میں کہیں گے دمِ محشر — زنداں سے نکالا ہمیں زنداں سے نکالا
جو بات لبِ حضرتِ عیسیٰؑ نے دکھائی — وہ کام یہاں جنبشِ داماں سے نکالا
منہ مانگی مرادوں سے بھری جیبِ دو عالم — جب دستِ کرم آپؐ نے داماں سے نکالا

کانٹا غمِ عقبیٰ کا حسنؔ اپنے جگر سے
اُمت نے خیالِ سرِ مژگاں سے نکالا

○

ڈال دے شورِ نوا ! معمورۂ ظلمات میں
دوڑ جا ! آہنگ بن کر سازِ موجودات میں

خاک کو بھر دے سرورِ آسماں پرواز سے
گرم کر دے روحِ ہستی شعلۂ آواز سے

حسنِ آرائش سے زینت عالمِ امکاں کو دے
خلعتِ تجدید آئینِ کہن ساماں کو دے

کلیاتِ دہر کی اک شرحِ نو تحریر کو
نظمِ ہستی کی نئے الفاظ میں تفسیر کر

طرحِ نو انداز و بنیادِ جہاں از سر فگن
شعلہ در پیراہنِ آتش بخشک و تر فگن

آغا حشر کاشمیری

المتوفی : ۱۹۳۵ء

وہ پیام آخری، اسلام جس کا نام تھا
وہ ظہورِ صدق، جو پروردۂ الہام تھا
وہ تجلّیِ حقیقت جو ضلالت سوز تھی
گرمیٔ قلبِ محمدؐ سے تپش اندوز تھی
آمد و رفتِ نفس لاتی تھی پیغامِ حیات
ورنہ نذرِ خود فراموشی تھا نا کامِ حیات
چشمِ بینا، حیرتِ طفلانہ کا گہوارہ تھی
صرفِ تعمیرِ تحیّر، طاقتِ نظارہ تھی
نغمۂ سخِ قدس چپ تھا گلشنِ تکبیر میں
بند تھا شورِ انا مُسلم لبِ تقریر میں
مدفنِ صد جلوۂ آشوب زا آئینہ بود
یک جہانِ بے قراری دم بخود در سینہ بود

روشنی دُنیا کو دی جس مہرِ عالم تاب نے
زنگِ فطرت دھو دیا جس نور کے سیلاب نے

ظلمت آگیں خلقتِ انساں کو بینا کر دیا
سنگریزے کو جلا دے کر نگینہ کر دیا

شعلے پیدا کر دیئے خاکسترِ افسردہ میں
زندگی کی لہر دوڑا دی حیاتِ مردہ میں

شورشِ ہنگامہ آرا، آب و گل میں ڈال دی
شور بادل کا، تڑپ بجلی کی دل میں ڈال دی

ایک ہلچل پڑ گئی جذباتِ زنگ آلود میں
آگ سی گویا لگا دی، تودۂ بارود میں

بارہا نالید و گفت اے قوم ما بیدار شو
حصۂ خود از حریفاں گیر و گرمِ کار شو

ہاں چھڑک پیشانیٔ ظلمت پہ افشانِ سحر
ٹانک دے دامانِ شب میں پھر گریبانِ سحر

بہرہ ور کر دل کو سوزِ احمدِ بے میم سے
جگمگا دے بزمِ جاں کو شمعِ ابراہیم سے

اپنی ہستی نذر دے ملت کی قرباں گاہ کو
زندہ کر دُنیا میں آئینِ خلیل اللہ کو

نفیس خلیلی

قضا دائیں قدر بائیں جلو میں
یقیں کا سوز پیشانی کی ضو میں
لوائے فقر و فخری سایہ افگن
جلال ادنیٰ سا اک عبد فروتن
وطن چاؤش، ملت چوب بردار
ملوکیت ترحم کی طلب گار
بہ صحنِ رحمۃ للعالمینی
سریر آرائے ختم المرسلینی
حضوری میں سیادت دست بستہ
مگس رانی کو تائیدوں کا دستہ
رواں مُہرِ نبوّت عام جس کی
سواری ابلق ایّام جس کی
حکومت جس کی صد دورِ کمالات
قیامِ عدل و احسان و مساوات

○

عبدالعزیز فطرتؔ

المتوفی ۱۹۶۷ء

اب وہی ہیں مرے دل میں مکیں　　جن کا ثانی کوئی دنیا میں نہیں
ہے اُسی گھر کی فضا راس مجھے　　میں ہُوں محبوب کی بستی کا مکیں
دل ہے اُس کُوئے منوّر کا فقیر　　کہ جہاں جھکتی ہے شاہوں کی جبیں

باریابی کا شرف، اور مرا دل؟
یہ بھی ہے معجزۂ حُسنِ یقیں

مصطفیٰؐ حُسنِ ازل کے صدقے　　فلکِ حُسن کے ہیں مہرِ مبیں
مصطفیٰؐ اپنے مراتب کے طفیل　　بہ صد اعزاز ہیں افلاک نشیں
مصطفیٰؐ بحرِ سخا، موجِ عطا　　مصطفیٰؐ، معنیٔ قرآنِ مبیں
مجھ گنہگار کو ہے جرأتِ نعت　　میرے لب اور یہ کلامِ شیریں
میری تقدیر یہ حُسنِ اخلاص؟　　میرے حصہ میں یہ انوارِ یقیں
اب مرے بوسے ہیں اور وہ در ہے　　جس کے دربان ہیں جبریلِ امیں
اب مرے سجدے ہیں، اور وہ عظمت　　کہ ہے کونین میں ممتاز تریں
اب مرے کانوں میں رس گھولتی ہے　　نطقِ رحمت کی ادائے شیریں
اب مری آنکھوں میں وہ جلوے ہیں　　روئے کونین کی ہیں جو تزئیں

میرے اشکوں سے ہیں ضَو کے طالب　　دیدۂ اختر و قلبِ پرویں
میری آنکھوں میں ندامت کے گُہر　　کانِ احساس کے ہیں دُرِ ثمیں
یہی اشک اپنی لطافت کے طفیل　　شبنمِ گلشنِ فردوسِ بریں
یہی آنسو ہیں بیانِ غمِ دل　　یہی آنسو ہیں متاعِ تسکیں
انہی اشکوں کی ضیاریزی سے　　ہُوا پُر نور جہانِ دل و دیں
یہی تارے یہی موتی یہی پھُول　　درِ احمد پہ مری نذر حسیں

شوق بے لوث کے مظہر ہی سہی
پھر بھی کافی مرے نذرانے نہیں

شرمِ عصیاں! یہ ادائیں تیری　　بھاگئیں ان کو سو مقبول ہوئیں
کشتِ عصیاں! تری سیرابی کو　　اور رحمت کی گھٹائیں اٹھیں
داغِ عصیاں! تو گُلِ تر ہی تو ہے　　رونق گلشنِ فردوسِ بریں

چشمِ عاصی! تُو یونہی برسے جا
شہرِ توبہ کا یہی ہے آئیں

اے زہے بخت ہوئیں سہل تمام　　مشکلیں جتنی مجھے پیش آئیں
خوابگاہِ مہِ طیبہ کے قریب　　قسمتیں بندوں کی بیدار ہوئیں
سب کے حصہ میں تھا انعامِ قبول　　ذہن میں جتنی دعائیں اُبھریں
بند آنکھوں نے وہ جلوے دیکھے　　مجھ سے ممکن نہیں جن کی تحسیں
شرمِ عصیاں کو ڈبونے کے لیے　　موجیں رحمت کی اُبلتی ہی رہیں

کسبِ انوارِ تشفّی کے لیے   کھڑکیاں سینۂ فطرت کی کھلیں

کیف انوار سے سب ہیں سرشار

میں ہی تنہا طرب انداز نہیں

○

تاج الدّین تاؔج عرفانی

غیرتِ صبحِ قیامت ہو گئی شامِ الم
رشکِ صد شبہائے قتلِ عام دیکھی صبحِ غم

خانماں برباد مجھ کو دیکھ کر روتا ہے قیس
ڈھونڈتی پھرتی ہے لیلیٰ دشت میں نقشِ قدم

میں ہوں ناکامِ محبت اور ہجومِ یاس ہے
دم کہاں مجھ میں کہ جب دم ہو تہِ تیغِ دودم

میری قسمت کی برائی نے وہ دیکھے انقلاب
میں تلاشِ شہد میں نکلوں تو بن جاتا ہے سم

جن کی خاطر میرا جان و مال بھی قربان تھا
جائے عبرت ہے وہی کرنے لگے مجھ پر ستم

جس کی عزت میں نے کی اس نے مجھے سمجھا ذلیل
رازِ دل اغیار سے کہہ کر ہے خود کھویا بھرم

میری خدمت کا صلہ یہ قدر دانوں نے دیا
میں سگِ دربار سے بھی سمجھا گیا عزت میں کم

ہائے واویلا زمانے بھر کے نا اہل و رذیل
زندگی اپنی بسر کرتے ہیں با عیش و نعم

آہ دنیا بھر کی اُن کے واسطے ہیں راحتیں
اور اہلِ علم کھاتے رات دن ہیں زہرِ غم

ظالموں کا آج طوطی بولتا ہے زور سے
دم بخود بیٹھے ہوئے ہیں آہ مرغانِ حرم

جاہلوں کی آج بن آئی ہے جو چاہیں کریں
تنگ آ کر عالموں نے توڑ ڈالے ہیں قلم

ٹھوکریں کھاتے پھریں دُنیا میں اہلِ علم ہائے
اور جاہل کے لیے ہوں مرکب و خیل و خدم

ایک پیسے کے لیے محتاج اہلِ علم ہوں
اور جاہل کے لیے ہو دولت و جاہ و حشم

سر چھپانے کے لیے ملتی نہیں عالم کو جائے
اور جاہل کے لیے ہوں قصر و ایوان و علم

ہو گیا لبریز اب پیمانۂ صبر و سکوں
ختم ہونے کو ہے شاید قصۂ رنج و الم

ہاں بدل جائیں گے میرے طالعِ تیرہ صفت
مطلع الانوار میں کرتا ہوں اب مطلع رقم

مطلعِ ثانی

تخلیص

ہو نگاہِ خیر اے شاہنشہِ خیرالامم — کھول دے میرے لیے گنجینۂ لطف و کرم
شش جہت میں ہے تسلط اور تصرف باطنی — تُو تو ہے محبوبِ مولیٰ اے رسولِؐ محترم
سرفرازانِ جہاں کے سر جھکے تیرے حضور — چُومتا ہے عرش پر تیری شرافت کا عَلَم
تیرے انوارِ رسالت سے دو عالم ضو پذیر — کیونکہ ہے نورِ محبت تجھ میں اے نورِ اتم
دیکھنے کو چاہیے اس میں محبت کی نظر — تیرے صحرا کا تو ہر کانٹا ہے رشکِ صد ارم
میں لکھوں کیسے علوِ مرتبت سرکار کا — تیرے خادم بھی ہیں رشکِ قیصر و فغفور و جم
اے شہنشاہِؐ دو عالم تھا یہ آمد کا نشاں — قصرِ کسریٰ کے نہ ہوتے کنگرے کیوں منہدم
ایک دو کیا ہیں غلامی میں ہزاروں بادشاہ — اللہ اللہ رتبہ شاہنشہِ والاحشم
چشمِ باطن سے اگر دیکھیں تو پھر آئیں نظر — وُہ فرشتے ہیں جنھیں کہتے ہیں مرغانِ حرم
اے شہنشاہِؐ رسل تیری وہ ہے شان بلند — انبیا رہتے ہیں تیرے آستاں پر سر بخم
تُو نے ہاں تیغِ محبت تو چلائی ہے ضرور — ایک بھی لیکن نہیں ہے کشتۂ تیغِ دو دم
تیرے اخلاق و مروّت کا ہے خود خالق گواہ — یعنی ہے قرآں میں تیری صفت والا شیم

تیرے ایثار و سخاوت کی نہیں کوئی نظیر
نام کو رکھے نہیں تُو نے ہیں دینار و درم

قطعہ

نام نامی ہے محمّدؐ جو سراپا حمد ہے / کون بد باطن نکالے اس میں پھر پہلوئے ذم
جتنے الفاظ و حروف اور جتنے اعراب و نقاط / اس قصیدے میں ہوں میرے ہاتھ سے زیبِ رقم
ان سے بھی بڑھ کر کروڑوں مرتبہ ہوں رحمتیں / تیرے نامِ پاک پر ہر دم حبیبِ محترم
بھیجتا خالق ہے تیری ذات پر ہر دم درود / جن و انسان و ملائک کیوں نہ بھیجیں دمبدم
ظالموں کے حق میں سامانِ ہلاکت ہو گیا / دشمنوں نے دے دیا تھا تجھ کو کیا کھانے میں سم
واہ وا شانِ رحیمی کر دیے سارے معاف / تیری ذاتِ پاک پر لاکھوں ہوئے تھے گو ستم
تُو نے وہ توحید پھیلائی مٹا کر شرک و کفر / بن گئے اللہ کے بندے "پرستارِ صنم"

وُہ دکھائی تُو نے دنیا کو صراطِ مستقیم
یہ مناسب ہے کہ تیرے چُوم لیں نقشِ قدم

مطلع ثالث

دے دیئے اللہ نے جب آپؐ کو لوح و قلم / اب دکھا دو میرے حق میں بھی تو اعجازِ رقم
اللہ اللہ کس قدر محبوبیت ہے آپؐ میں / آپؐ کے نقشِ قدم کی حق نے کھائی ہے قسم
ساری دُنیا کے لیے کس کو کیا حق نے رسولؐ / نام لیوا آپؐ کے روم و عرب شام و عجم
صاحبِ معراج ہے جز آپؐ کے نبیوں میں کون / قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ میں ہے کیا قربِ اتم
گو بظاہر آپؐ آئے سب رسولوں کے اخیر / چشمِ باطن کہہ رہی ہے آپؐ ہیں نورِ قدم
آپؐ کو حق نے رسولوں میں کیا ختمِ رسل / اور پھر طرفہ کہ اُمت بھی ملی خیر الامم
اپنے ناموں سے نوازا آپؐ کو اللہ نے / آپؐ کو حق نے کہا ہے رافت و رحمت شیم

کہہ رہا ہے آپؐ کو اپنی طرح کا جو بشر
حکمِ قرآں سے وہ کافر ہو گیا ہے بدشیم

کیا ادب ہے دیکھیے آواز تک اُونچی نہ ہو
ورنہ ہو جائیں گے نیک اعمال تک سب کالعدم

جسمِ اطہر پر مگس بیٹھی نہیں سایہ نہ تھا
اور نہ ہو سکتا تھا کوئی تیز رو بھی ہم قدم

کس طرح منکر ہو کوئی علمِ غیبِ شہؐ کا
مصطفیٰ و مجتبیٰ جب آپؐ کو کہتے ہیں ہم

حال و استقبال و ماضی کے ہیں سب حاصل علوم
شاہدِ اُمّت ہو بیشک اے نبیِ محترمؐ

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ کس کو کہا اللہ نے؟
اب نگاہِ رحم مجھ پر کیجیے والا ہمم

آپؐ سے مخفی نہیں حالِ زبوں میرا حضورؐ
معجزے سے اب بدل جائے ذرا نقشِ دژم

ٹھوکریں کھاتا پھرے کب تک زمانے میں غریب
آپؐ کا بندہ رہے محتاجِ دینار و درم؟

میرے آنسو کون پونچھے گا تمھارے عشق میں
میں دکھاؤں کس کو جا کر دیدۂ لبریز نم؟

آپؐ کو معلوم ہے دُنیا نے مجھ سے کیا کیا
میں سناؤں کس کو جا کر آہ رُودادِ ستم

دین و دُنیا کی مرادیں میری بر آئیں حضورؐ
آج سے بس دُور کر دو میرے سارے رنج و غم

پردہ پوشی کیجیے میرے گناہوں کی حضورؐ
حسرتیں ارمان نکلیں، دُور ہوں درد و الم

کیجیے آباد اب اس خانماں برباد کو
ہر تمنا کا ملے نعم البدل شاہِ اُممؐ

بخشیے میرے سخن میں آپ تاثیرِ لطیف
ہو پسندِ عام میرا خلق میں طرزِ رقم

اب نہ لکھوں گا سلاطینِ زمانہ کی صفت
میں کہاؤں گا فقط مداحِ سلطانِ اُممؐ

ہر رگ و پے میں ہو ساری بس محبت آپؐ کی
آپؐ کی توصیف میں چلتا رہے میرا قلم

تاجؔ کی بس آخری یہ التجا ہے یا نبیؐ!
نکلے طیبہ میں پہنچ کر آپؐ کے قدموں میں دم

○

امجد حیدرآبادی

المتوفی: ۱۹۶۱

یہ ہے کون آغوش میں آمنہ کی　　صدا آتی ہے مرحبا مرحبا کی
ہوئی مستجاب اب دعا انبیاؑ کی　　مجسم ہوئی آج رحمت خدا کی
ملک تلوے آنکھوں سے سہلا رہے ہیں
فلک سے قدم چومنے آ رہے ہیں

کھلا آج اسرارِ وحدت کا دفتر　　نمایاں ہوا کنزِ مخفی، کا دفتر
یہ معصوم بندہ ہے یا بندہ پرور　　عجب ننھی ہستی ہے اللہ اکبر
یہی کعبہ والا ہے شاہِ مدینہ
یہی نورِ اوّل ہے ماہِ مدینہ

اسی کا ہے نام آج سب کی زباں پر　　حکومت اسی کی ہے دونوں جہاں پر
شجر پر حجر پر مکیں پر مکاں پر　　فلک پر، ملک پر، زمیں پر، زماں پر
ہوا کب کوئی ایسا بندہ خدا کا
کہ ہے جس پہ بندوں کو دھوکا خدا کا

ادب سے ملک سر جھکائے کھڑے ہیں　　تصدق یہاں سب جتنے چھوٹے بڑے ہیں
انہیں قدموں میں سب کے دیدے گڑے ہیں　　دو عالم کا دل لے کے چپکے پڑے ہیں
یہ ننھی سی جاں جان ہے دو جہاں کی
اسی ایک سے شان ہے دو جہاں کی

یہی نورِ چشمِ جہاں کی ضیا ہے — اسی نُور سے سارا عالم بنا ہے
خدا کی قسم ہے کہ نُورِ خدا ہے — عجب جوہرِ فرد پیدا ہوا ہے
خدا کو بھی جس کی ادا بھا گئی ہے
کہ تنزیہ، تشبیہ میں آ گئی ہے

قیامت تک اب ایسی صُورت نہ ہوگی — یہ صورت نہ ہوگی یہ سیرت نہ ہوگی
اب آگے نبوّت میں شرکت نہ ہوگی — ہمیں اب کسی کی ضرورت نہ ہوگی
ہمارا نبیؐ خاتم المرسلیں ہے
یہ دُنیا کی خاتم کا آخر نگیں ہے

یہ ننھا سا پودا پھلا اور پھولا — دو عالم میں پھیلا دیا اپنا سایہ
نبیؐ بن کے پیغامِ حق لے کر آیا — مکمّل ہُوئی رحمتِ حق تعالیٰ
ہُوئی جس کو توفیق ایمان لایا
مگر کافروں کی سمجھ میں نہ آیا

ستانے لگے ان کو ظالم ستمگر — کوئی کہتا شاعر تو کوئی فسوں گر
حسد سے اڑانے لگے خاک سر پر — ہُوا حق پرستوں کا جب حال ابتر
تو پھر ہو کے مجبُور ہجرت کی ٹھانی
ہُوا بحرِ رحمت کو حُکمِ روانی

م۔ حسن لطیفی

السلام اے صاحبِ لولاک، ختم المرسلیں! — مرحبا، صد مرحبا، اے رحمۃٌ للعالمیں!
مبداءِ زین و جلائے گوھر و دُرّ و خزف — مرجعِ شکر و سپاسِ کہکشان و کہتریں!
السلام اے وہ کہ جس نے کر دئے شیر و شکر — نسل و ذات و رنگ کے زُنّاریانِ آں و ایں
چند اشاروں میں کیے اسرار سارے جس نے فاش — جن کی لِم ہے چیستاں اب تک بچشمِ نکتہ چیں
السلام اے وُہ کہ تا بیرونِ حد ہے جس کی زد — پار جس کے بار پا سکتے نہیں رُوح الامیںؑ
السلام اے جادہ پیمائے فضائے لامکاں — الصلوٰۃ اے پَرفشانِ سدرۂ عرشِ بریں
السلام اُمّ القرٰی کے بے بہا دُرِّ یتیم — حبذا اے کنزِ یثرب کی صدف کے تہہ گزیں
مرحبا، راحت پذیرِ روضۂ جنّت نظیر — مرحبا، شاخِ ریاضِ خُلد کے نکہت نشیں
اے خنک شاخے نمو دَر بَر ہے جس کی شاخسار — دان اور گنجان ہیں رُمّان و تاک و تمر و طیں
اے خنک راغے کہ جس کے پھل نظیف اکمام میں — ہیں طلائی کشتیوں میں پیشِ نوشِ طاہریں
اے خنک خلدے کہ جس میں وَردِ رَفرف کا فرش ہے — عبقری پر مستریحِ بالشِ اصحابِ الیمیں
سنگِ گوناگوں لگے ہیں جس کے دریچے اور رواق — بس رہی ہے جن میں بھینی بھینی ریحِ اذفریں
باریاب اُس آستاں پہ ہے یہ نووارد جہاں — چشمِ رضواں کا زِ روضہ کی ہے پُرچین و امیں
شکرِ صد شکرِ خدا یہ زائرِ ہندی نژاد — آج ہے لبیک بر لب بابِ روضہ کے قریں

روضہ ہے اک شمعدان اور کاز اک فانوس ہے — حجلہ میں روشن رسالتؐ کی ہے شمعِ عنبریں
ہے مُہیّجِ تشنہ پروانہ کا وہ صہبائے نُور — جس کی دُرِّ رتبہ کا ہے نام آفتابِ آتشیں
بسملِ بیم و رجا، درماندہ، تنہا، بے رفیق — از عجم آمد بہ ایں عالم یکے از شائقیں
بر درت آوردہ ام بس یک نیاز افشاں مژہ — در نگر ایں، اے نگین آرائے خُلدِ اخضریں
اُس بعید اقلیم سے حاضر ہوا ہے یہ غریب — ہے جو عُرفِ عام میں گنگ و جمن کی سرزمیں
زمزم اور نہرِ زبیدہ اور زرقا پر نثار — ہند کی یہ رود ہائے عذب و رنگین و حسیں
وہ دیار اَدْمَا اِلَی الْمُشْرِق کا جو مصداق ہے — انتسابِ غزوہ سے مخصوص ازیا بانِ وصیں
کیا کہوں اپنے وطن سے تحفہ کیا لایا ہُوں میں — آنسوؤں سے بھیگتی جاتی ہے میری آستیں
پیشکش میری، ہے میری طرح بے برگ و نوا — انفعالِ ہدیہ سے نمناک ہے میری جبیں
آج اُس ہندوستاں سے ہے غلامی کو دوام — آہ! جو ہندوستاں تھا رشکِ فردوسِ بریں
یُوں جہالت کے پُجاری ہیں دو رکعت کے امام — پُوجتے ہیں جس طرح زر اِس وطن کے مشرکیں
ترکِ توحید اُس پہ پھر شرکِ نبوّت ہائے ہائے — معجزے دکھلا رہی ہے کیسے افرنگی مشیں
ہو نہ پیوستِ غم "الحمرا" کے افسانے کے ساتھ — نقشِ "تاجِ" مرمرینِ ہند کا دُرِّ ثمیں
آہ! یہ رونا مِرا، رونا نہیں اک ہند کا — ہر سوادِ شرق میں یورپ ہے ناسُور آفریں
کب سے استیلائے افرنگی سے ہے مشرق خراب — کب سے ہے تلخابہ آمیز آہ! جامِ انگبیں
سلسلہ در سلسلہ ہے داستانِ کید و قید — آہ! کب ٹوٹیں گی یہ زنجیر ہائے آہنیں؟
اک بہانہ دے گئی جنگِ اروپا اُس کو آہ! — دشمنِ اسلام قوّت تھی جو روپوشِ کمیں
اِس طرح لارنس نے پھُونکا کچھ افسونِ فرنگ — ہاشمی نے بیچ دی سب عزّتِ ناموسِ دیں

تھا کبھی گہوارۂ تاسیسِ تمدن جس جگہ
اِنقلابِ آسماں سے خاک اُڑتی ہے وہیں

مل رہی ہے اپنی غداری کی عربوں کو سزا
پہلے جو اشرف تھے اب دُنیا میں ہیں وُہ سافلیں

اِن کے فنجان و دخاں کے بے محابا دَور میں
گردشِ تقدیر اِن کی دیکھتے ہیں ناظرین

تھے عقابی شان کے جن کے "غبانہ" اور "عقال"
آج ہیں وہ گوسفندوں سے بھی بے ہنگم ترین

جو مجاہد تھے وہ مذہب کے مجاور رہ گئے
جو کبھی شاہیں تھے اب ہے شان ان کی کرگسیں

جن شُتربانوں کی شمشیریں رہیں کشور کُشا
وہ خس و خاشاک و خاکستر کے ہیں اب خوشہ چیں

رَہزنِ نجد اور ہوا خواہِ نصاریٰ و یہود
آہ! اِس معبد میں ہو ذیجاہ و اورنگ و نگیں

یاد آتے ہیں وُہ دن یثرب کی گلیاں دیکھ کر
مرد و زن اِس کے تھے جب دارالخلافہ کے مکیں

وہ قرونِ عصرِ اولیٰ کے قشونِ قاہرہ
تھے زرہ پوشانِ دہر اُن کے مقابل نازنیں

وہ بھی اِس بستی میں تھا، اللہ اکبر! ایک وقت
جب سفیر آتے تھے رُومی اور ایرانی یہیں

اور اسے شوق اُنھیں لاتا تھا یُوں بہرِ خراج
جس طرح نقدِ عقیدت لے کر آئیں عازمیں

منّ و سلویٰ سے سوا تھا ارمغاں زنبیل کا
اور دُردِ زمزمی پر تھے نچھاور ساتگیں

آہ! وہ ترکوں کے رفتہ کاروانوں کا غبار
نبض ہائے نقل و حرکت کی وہ بوسیدہ بنیں

باب العنبریہ کے پہلو میں وہ "والبور" و "قطار"
عبرتِ نقشِ محطہ سے ہے چشم اندوہگیں

ایک حسرت سی ہے پس منظر کے دُور و نزد پر
صخر و وادی ہیں حدیدِ زنگ خوردہ سے حزیں

وارد انور بے ہوا تھا بن کے جب پیکِ وداد
یاد آتے ہیں حدیدِ رہگزر سے وُہ سنیں

واصل اس سے تھے مدینہ اور اطرافِ دمشق
ہیں کچھ آثارِ شکستہ اب بھی گو خط کے کہیں

خیر، یہ تعمیرِ فانی تو تھی جنسِ بے ثبات
بیلیِ ایام ہے گاہے چناں گاہے چنیں

ہے غذائے روح گو معمورہ کی آب و ہوا
ریحِ خوش، ہے جانفزا، پانی ہے شیریں معیں

ہیں برید و بوسطہ، سُوق و رباط اِس میں مگر
زندگی کی جھلکیاں کچھ بھی نظر آتیں نہیں

گھرے سنّاٹے میں ہے شہرِ خموشانِ بقیع
گھوم آیا اُس میں تنہا مثلِ زین العابدینؓ

ہیں نشیبِ صخر کی ڈھلوان پر ساکت نخیل
پا بگِل، سرگشتہ، گُم صُم، بے نیازِ آن و این

آہ! اک مدّت سے وہ سب ہو چکے پیوندِ خاک
خستہ جانوں کی سپر ہوتے جو صائب صالحیں

آپؐ کی فرمودہ آیات آج تک ہیں حرزِ جاں
مژدہ "لاتقنطوا" پر ہم کو اب تک ہے یقیں

سرورِ کون و مکاںؐ! ہم پر کرم کی اک نظر
نہضتِ ملّی کے سائل ہیں جہاں کے مسلمیں

زائل ادبار و زبوں حالی کے ہو جائیں غمام
کامگار و کامراں ہوں خائبین و خاسریں

ملّتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانی کا نقش
دل پہ لے کے جائیں یثرب سے وطن کو زائریں

تشنہ جو اقصائے شرقی سے ہیں تا اقصائے غرب
شاد کام اب اُن کو کر دے آپؐ کا فیضِ معیں

ملّتِ بیضا کے حق میں حق سے کیجے یہ دُعا:
"رحم کر اِس قوم پر ربِّ رحیم الراحمیں"

اس طرح کر زندہ اعجازِ "بل احیاء" سے حجاز
حال ہی نظروں پہ چھا جائے وہ دَورِ اوّلیں

سطوتِ فاروقِ اعظمؓ کا ہو نقشہ رُو برو
چار سُو ہنگامہ آرا ہوں مجاہد متقیں

مجتمع یکجائی سے ہوں ایک مرکز پر تمام
طائفین و عاکفین و راکعین و ساجدیں

اُن پہ کڑکے حیدرِ کرّارؓ کی پھر ذوالفقار
جو شیاطینِ دین سے ہیں بر سرِ پرخاش و کیں

ہو نصیبِ اسلام کو فیروزیِ فوزِ عظیم
از سرِ نو جس سے ہو شاداب یہ دینِ متیں

یارب! اُس الفائے وعدہ کا اب آ پہنچا ہے وقت
جس کی شرحِ عام ہے مخصوصِ عہدِ آخریں

پرچمِ ہجرت پہ چمکا تھا ہلال آسا جو چاند　　چودھویں ہجری صدی اُس چاند کی ہو چودھویں
وحدتِ ایمانِ دیرینہ کا کھنچ جائے سماں　　بین الاقوامی اخوّت سے ہوں یکجاں مومنیں
غلبۂ توحید سے کون و مکاں سب گونج اٹھیں　　شش جہت آفاق ہو اسلام کے زیرِ نگیں

انقلابِ عالمِ نَو گوش بر آواز ہے
منتظر بس ایک اشارے ہی کی ہے فتحِ مبیں

○

وزیر الحسن عابدی

المتوفی : ۱۹۷۹ء

ظلمتِ نفسِ بشر، خواجۂ ایام بنی — کہیں اصنام میں اُبھری کہیں اوہام بنی
کہیں ہامانِ تصوّر کہیں نمرودِ نظر — کہیں فرعونِ تسلط کہیں شدّادِ ہنر
سومناتوں کی نمائشگہِ اصنام کہیں — روم و یُوناں کا صنم خانۂ اوہام کہیں
اپنی صنعت کے پجاری تھے حکیمانِ وجود — ہو فلاطونِ تخیّل کہ ارسطوئے شہود
کہیں کلدے کا فسانہ کہیں بابل کا فسوں — کہیں مانی کا تماشہ کہیں مزدک کا جنوں
کہیں نیرو کی وُہ سفاکی تفریحِ طلب — خُون اُگلتے ہُوئے نظاروں سے تسکینِ غضب
کہیں ابلیس کے ساغر سے چھلکتا ہُوا عیش — کہیں دوزخ کے دہانے سے بھڑکتا ہوا طیش
کہیں دولت کے طراروں میں بہکتی ہُوئی مے — کہیں شیطان کے تاروں پہ تھرکتی ہُوئی نے
صلۂ حق و صداقت کے مناظر تھے عجیب — کہیں نمرود کے شعلے کہیں صہیوں کی صلیب
کُرۂ ارض پہ چھائی تھی کراں تا بہ کراں — تیرگی جہل و ضلالت کی توہم کا دُھواں
گُھٹ رہا تھا خرد و ہوشِ خداداد کا دم — کھائے ٹھوکر، جو کہیں عقل بڑھے چند قدم

ایسے ظلمات میں اک شامِ مرادات آئی
جس نے تاریخ بدل دی، وہ حسیں رات آئی

بارشِ فیضِ مشیت سے نکھرتی ہوئی رات — شانۂ عظمتِ آدم پہ بکھرتی ہوئی رات

سرمدی حسن کے کوثر میں نہاتی ہوئی رات　　عشق کے آئینے میں بال سکھاتی ہوئی رات
دہر کا شانۂ احساس ہلاتی ہوئی رات　　سوتی دنیا کے نصیبوں کو جگاتی ہوئی رات
پرتوِ نورِ نبوت سے سنورتی ہوئی رات　　آئینہ خانۂ وحدت سے گزرتی ہوئی رات
عرش کی سیر لبِ بام سے کرتی ہوئی رات　　عالمِ قدس کے زینے سے ابھرتی ہوئی رات
گوشے گوشے کو پُر انوار بناتی ہوئی رات　　بامِ ظلمت کدۂ ارض کو ڈھاتی ہوئی رات
کوہِ فاران کی وادی سے ابلتی ہوئی رات　　زیرِ پا ظلمتِ عالم کو کچلتی ہوئی رات
جذبۂ عشقِ حقیقت سے دہکتی ہوئی رات　　سیرتِ پاکِ محمدؐ سے مہکتی ہوئی رات
عرش سے فرش پہ عظمت کے برستے ہوئے پھول　　شبِ اسریٰ میں نثارِ قدمِ پاک رسولؐ

ہے دو عالم میں لقب رحمتِ داور اس کا
بٹ گیا خلق دو عالم میں نچھاور اس کا

رازدارِ شبِ معراج نبیِ عربی　　حسنِ وحدت کے لیے آئینۂ نیم شبی
جس کا اندازِ نظر حسنِ نظر کی معراج　　وہ نظر جس کو ملا حسن کی شاہی سے خراج
جس کے سورج سے جہاں تاب ہوا روئے حیات　　جس کی کرنوں سے ہے آرائشِ گیسوئے حیات
سج گئی قامتِ زیبا پہ رسالت کی قبا　　پھر مشیت کا کوئی اور تقاضا نہ رہا
عزم نے اس کے کیا قلعۂ امکاں تسخیر　　کھل گئی اس کے لیے قیدِ زماں کی زنجیر
اس کے بستر نے دیا وسعتِ عالم کو سبق　　آ گئے زیرِ قدم رفعتِ گردوں کے طبق
بڑھ گیا سوئے ابد عشق کا میخانہ لیے　　رہ گیا پیرِ خرد ہوش کا پیمانہ لیے
نہ رہا سعیِ نظر کا کوئی پہلو باقی　　تھا فقط فاصلۂ فرقِ دو ابرو باقی

ماعرفناک ہے تعبیرِ کمالِ عرفاں — قربِ محبوب کی خلوت میں تکلف کی زباں
برق رو بن گئی معراج میں عقلِ کونین — اس کے قدموں سے تھی وابستہ بشکلِ نعلین
انھی قدموں سے ہے اس جلوہ گہِ کُن کا فروغ — انھی قدموں کا تصدق ہے تمدن کا فروغ
فیض بخشِ دو جہاں ہے رُخِ روشن اس کا — وسعتِ دہر ہے سر پہ لیے دامن اس کا
سوئے افلاک بڑھا سُم کو جھٹک کر جو بُراق — چونک اُٹھا خواب سے انساں کا شعورِ آفاق
تُندیِ پا سے زمیں عرش کے نزدیک ہوئی — منتقل صبحِ ازل میں شبِ تاریک ہوئی
کُھل گئیں پُوری طرح عقلِ بشر کی آنکھیں — نئی دنیا میں تھیں اب اہلِ نظر کی آنکھیں
ذہنِ انساں کو نئی قوتِ پرواز ملی — اہلِ دل کو طلبِ جلوہ گہِ راز ملی
اس کے صدقے میں ہوا فکر و نظر کا وہ بروز — عقل پر کھلنے لگے عالمِ امکاں کے رموز
جو حقائق تھے کئی لاکھ برس سے مخفی — چند صدیوں میں بنے علم کی آیاتِ جلی
شبِ معراج زمانے کی جو سرتاج ہوئی — قدرتِ فکر و تعقل کو بھی معراج ہوئی
جس نے جس راہ میں بھی علم کی دولت پائی — قوتِ فکر و نظر اس کی بدولت پائی
اس قدر بڑھ گئی انساں کی رفتارِ نظر — کفِ آدم میں ہے اب آئنۂ شمس و قمر
تیرہ تھی فکرِ بشر عہدِ نبیؐ سے پہلے — رات تھے دن سفرِ نیم شبی سے پہلے

کاش اس رازِ ترقی کو جہاں جان سکے
کاش اس محسنِ تہذیب کو پہچان سکے

ڈاکٹر صفدر حسین صفدر

المتوفی: ۱۹۸۰ء

ہُوا جو قطرہ فشاں ابرِ رحمت عربی
جہاں میں بجھ گئے صفدر شرارِ بولہبی
جنابِ خضر کو ہو دُور ہی سے میرا اسلام
نہ جائے گی سوئے ظلمات میری تشنہ لبی
پلٹ گئی میرے ہونٹوں سے منفعل ہو کر
شرابِ دانش و دولت بہ شیشۂ حلبی
بجھے گی پیاس مری صرف میرے اشکوں سے
کہ میرے سینے میں ہے کربلا کی آگ دبی
ملی تو دامنِ ساقی میں چھان کر واعظ
خدا کے گھر میں پیوں گا شرابِ عشقِ نبیؐ
کرم ہو مجھ پہ کہ اک تشنہ لب مسافر ہوں
مرا سلام ہو تجھ پر پیمبرِ عربی
ترے پیام سے انسانیت کی ٹوٹی نیند
ترے نظام نے بدلا نظامِ بولہبی
ترے پیام سے حیرت نے آگہی پائی
سمجھ میں عقل کی آیا طلسمِ بے سببی
ترے پیام سے چونکا شعورِ دانش و فن
غرورِ دیدہ وری و سرورِ بوالعجبی

چھنے ہیں جس نے ترے گردِ راہ کے ذرّات
چمک رہی ہے ستاروں سے اس کی تیرہ شبی
ہے جسے ملا نہ ترے چشمۂ عطا کا سراغ
ہے اس کی راہِ طلب میں سراب تشنہ لبی
فسردگی کو دیا جذبۂ طلب تو نے
مزاجِ دست درازی کو نازِ بے طلبی
ترے ہی دستِ شفا سے وہ ہو گیا چونچال
پہنچ چکا تھا تمدن بحال جاں بلبی
مرض جو اس کے تھے مہلک وہ سب ہوئے معدوم
تمیزِ بندہ و آقا و نخوتِ نَسَبی
ہوئی بحال وہ تہذیب تھی جو صدیوں سے
مزاج کی خفقانی طبیعتِ عصبی
تو مصطفیٰ، تو محمدؐ، تو احمدِ عربی
ہے ترجماں تری سیرت کی تیری خوش لقبی
سرورِ قلبِ بشیت، غرورِ قوم عرب
وقارِ ہاشمی و افتخارِ مطلّبی
گلوں سے بھر گیا دامانِ یثرب و بطحا
کہ پھول بن گئے تجھ سے شرارِ بولہبی
پھنکا عرب میں وہ صورِ اخوتِ کبریٰ
کہ ایک ہو گئے قرشی و زنگی و حلبی

قصیدہ خوانیِ صفدر قبول ہو مولا
اگرچہ نے عجمی ہے مگر ہے نے عربی

عبداللہ خاور

حضورؐ دشتِ بلا میں ہے شامِ غم کا ظہور
حضورؐ آپ کی چشمِ کرم ہے آیۂ نور

جلا کے شعلۂ جاں ڈھونڈتا ہے راہوں کو
گھرا ہے ظلمتِ ہجراں میں آپؐ کا مہجور

فروغِ آتشِ پنہاں سے جل رہا ہے وجود
سُلگ رہی ہے کوئی شمع، بزمِ ناز سے دُور

حدیثِ شوق بیارم چساں کہ بے ادبی ست
بگفتہ نطق ز بے چارگی "انا المعذور"

کتابِ دل سے ہو ہر حرفِ آرزو محذوف
مگر وہ نام جو ہے لوحِ عرش پر مذکور

در آئے سینۂ ویراں میں وہ تجلیٔ ناز
جو حُسنِ ذات کی پہنائیوں میں ہے مستور

حیات نذر کروں کائنات نذر کروں
بس اک نگاہِ کرم کیجئے حضور حضور

وہ اک نگاہ کہ جو پھونک دے متاعِ غرور
بدل دے سیرتِ خاقان و قیصر و فغفور

نظامِ کہنہ کے جس نے پلٹ دئے اوراق
مزاجِ دہر کے جس نے بدل دئے دستور

حضورؐ آپ کی مدح و ثنا نہیں ممکن
لسانِ روم و عرب ہو کہ نطق نیشا پور

حضورؐ قُرب کے لائق کہاں یہ دیوانہ
مگر اجازتِ حسرت کشی عطا ہو ضرور

خیال و قلب و نظر ہرزہ کار و خوار و زبوں
یہ زندگی ہے تو جینا مجھے نہیں منظور

ہو زیست آپ کی راہِ متیں پہ گرم خرام
ہو ایک جذبہ فقط حکمرانِ تختِ شعور

کچھ اس طرح سے مٹے نقشِ ماسوا دل سے
حرم سے جیسے بتانِ حرم ہُوئے کافور

حضورؐ آپ کا دیدار گر میسّر ہو | تو ذبحِ نفس بھی، تسلیمِ جاں بھی ہے منظور
بصدقۂ خم کاکل بدار اَنْفُسِنَا | نہادہ دام بہر سوئے "باغیان شرور"
وُہ اہلِ فکر جو بدعت کو اجتہاد کہیں | بدل نہ دیں کہیں دینِ حنیف کا منشور
گھرا ہے یورشِ تشکیک و وہم میں مومن | ہوئی ہیں عام جہاں میں رسومِ فسق و فجور
حضورؐ کوئی مجدّد عطا ہو ملّت کو | ہو جس کے فیض سے احیائے دینِ حق کا ظہور
چلے زمانے میں بس امر آمرِ مطلق | جہاں میں رایتِ دیں ہو مظفر و منصور
حضورؐ ایک نظر التفات سے مملو | بنامِ آیۂ رحمت بنامِ ربِّ غفور

بہت طویل ہیں آلامِ دہر کے سائے
بہت دراز ہے اب دامنِ شبِ دیجور (اقتباس)

○

راجہ محمد عبداللہ نیاز

تم کو شبِ الست کا بدرالدجیٰ کہوں — یا صبحِ کائنات کا شمس الضحیٰ کہوں
یا مہبطِ تجلّیِ بے ابتدا کہوں — یا مصدرِ سعادتِ لا انتہا کہوں
یا ماہِ نیم ماہِ جہانِ صفا کہوں — یا مہرِ نیم روز سپہرِ ہدیٰ کہوں
یا آب و رنگِ پیکرِ صبح و مسا کہوں — یا رنگ و نورِ محفلِ ارض و سما کہوں
یا نقشِ لاجوابِ دبیرِ قضا کہوں — یا تاجدارِ سلطنتِ دوسرا کہوں
یا افتخارِ مسندِ مجد و علا کہوں — یا مظہرِ جلال و جمالِ خدا کہوں
تم کو بہارِ گل کدہِ اصطفا کہوں — یا زیب و زینتِ چمنِ اتقا کہوں
یا کوثرِ مواہب و لطف و عطا کہوں — یا سلسبیلِ صافیِ آبِ بقا کہوں

روشن ہو جس سے دل وُہ تمہاری ثنا کہوں — گو ناطقہ ہے سر بگریباں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وُہ جمال کہ نامِ خدا کہوں — باطن کا وہ کمال کہ صَلِّ علیٰ کہوں

تم کو حریمِ غیب کا پردہ کشا کہوں — یا عالمِ ظہور کا فرماں روا کہوں
مہمانِ عرش و گوشہ نشینِ حرا کہوں — دانائے کاملِ سُبُلِ ارتقا کہوں

ہر منزلِ رفیع کا جادہ نما کہوں | معمارِ قصرِ حکمت و فکرِ رسا کہوں
انوارِ علم و فضل کا خانہ خدا کہوں | سالارِ غازیانِ نبرد آزما کہوں
سردارِ ساجدین ملائک ادا کہوں | کملی میں ایک فاتحِ عالم کشا کہوں

مشرق کے متقی کو تمھاری ضیا کہوں | مغرب کے فلسفی کو تمھارا گدا کہوں
جس خاک سے حضورؐ اُٹھے اُس کو کیا کہوں | اُس خاکِ سربلند کو اُمّ القریٰ کہوں
یا سرزمینِ طاہرِ دارالصفا کہوں | یا جلوہ گاہِ خاص ابوالانبیا کہوں
پھر خوابگاہِ ناز کی کیونکر ثنا کہوں | وہ خاکِ تابناک جسے کیمیا کہوں

یا ارضِ شرق و غرب کا دارالقضا کہوں
یا پردۂ ازل کی تجلّی سرا کہوں

○

محمد قلی قطب شاہ

المتوفی : ۱۶۱۱ء

چاند سورج روشنی پایا تمھارے نور تھے
سے
آب کوثر کو شرف تھنڈی کے پانی پور تھے
آب ذقن

دل پرم چینتے تھے دیتا گل صبا بوے وصال
محبت کی یاد سے
کیا رضا ہے منج کو آون یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نج نین کی شاب تھے کہہ نور جل سرمہ ہوا
تیری آنکھ سے کوہ
کیوں کمر باندھے بچارا دل تمھارے کھور تھے
کھونا

مکھ تجلی دیکھیا بیداری یا سپنے منے
رخ کی دیکھا سونے میں
نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدر تھے
آب عشق مجھے ہونٹ کے سمندر تھے

جم مراداں، جام ساقی بھر اچھونت بزم میں
ہمیشہ ہمیشہ
نامراداں کوں مرا جام دے اس حور تھے
سے

دل دریا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج
کے آتی
عشق کے تختے اوپر کیا ڈر ہے طوفاں زور تھے
کے سے

عاشقاں نج باٹ میں بسمل ہوے ہیں بے شمار
تیری راہ
عاشق بے چارہ کوں رکھ پیار کے دستور تھے
سے

اے صبا توں قول لیا تب ہووے گا دل کو قرار
حق پرستی منج رقیباں نا بوجھیں اب زور تھے
میری سمجھیں مکر سے

اے معانی رات دن نام محمد ورد کر
نج دعا با مدعا ہے رب منصور تھے
سے

انعام اللہ خان یقین

المتوفی : ۱۷۵۶ء

کون کر سکتا ہے اس خلاقِ اکبر کی ثنا
نارسا ہے شان میں جس کے پیمبر کی ثنا

سربرآ اس منہ سے ہو سکتی ہے نعتِ رسولؐ
یا ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ حیدرؓ کی ثنا

یہ زباں قابل ہے کب اس بات کی جو کیجئے
حضرت زہراؓ کی اور شبیر و شبر کی ثنا

نام حمد اور مدح کا اپنا مجھے انصاف نہیں
کی ہے ساری عمر ترکانِ ستمگر کی ثنا

جوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

سراج اورنگ آبادی

المتوفی : ۱۷۶۴ء

نام تیرا مطلع فہرست ہے دیوان کا
ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا

جی نے "یبقیٰ وجہ ربک" کی سدا سمرن کو پھیر
دور کر من سے خیال "مَن علیہا فان" کا

یا محمدؐ تجھ کرم سیں ہوں سدا امیدوار
جلوۂ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا

کر سراسر شوق سیں بے ہوش مجکوں یا حبیب
دے مجھے بھر کر پیالہ نشاء عرفان کا

تو احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پاتا تجھ صفت سیں ہر ورق قرآن کا

اے سراجؔ اپنی خودی کوں بے خودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہر اک دم میں "ہوالرحمٰن" کا

شاہ حاتم

المتوفی: ۱۷۹۲ء

اوّل خدا نے نور تمہارا عیاں کیا
اس نور سے بنایہ زمین و زماں کیا

تجھ در پہ آرزو ہیں سلیماں مثالِ مور
کیونکر نہ ہو کہ تجھکو شہِ خسرواں کیا

صاحب دلوں کو حشر تلک ہے وہ سجدہ گہ
جس سرزمیں میں تم نے قدم سے نشاں کیا

کحل البصر کی جا تری خاکِ قدم کا بوجھ
آنکھوں کو مردماں نے بنا سرمہ داں کیا

دیکھا فلک سے قد کا ترے مرتبہ بلند
طوبیٰ نے قد تیر کو اپنے کماں کیا

غفلت کے خار ہوش کے تیشہ سے کاٹے ہم
گلشن بنا کے دل کو تمہارا مکاں کیا

حاتم کا دل ہُوا تھا سراپا اگر ضعیف
تجھ عشق نے یہ پھر سرِ نو سے جواں کیا

قائم چاندپوری

المتوفی : ۱۷۹۳ء

مقدور کسے نعت پیمبرؐ کی رقم کا
ہر دم ہے دمِ تیغ پہ یاں راہ قلم کا

گلگشتِ دو عالم سے ہو کیونکر وہ تسلی
زائر ہو جو کوئی ترے کوچے کے ارم کا

گو خضرؑ تھا منزل کو نہ مقصود کی پہنچا
جویا نہ ہُوا یاں جو ترے نقشِ قدم کا

امکاں نہ تھا ممکن و واجب کو سمجھنا
مظہر جو نہ ہوتا تو حدوث اور قدم کا

ہے جرم ناکردہ کی مرے عفو خریدار
تا گرم ہے بازار تری بیعِ سلم کا

کیا دُور جو بخشش پہ کریں ناز جرائم
جس روز کہ شافع ہو تو اعمالِ امم کا

یا ختمِ رسلؐ! گرچہ گنہ گار ہے قائم
پر اس کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا

میر محمدی بیدار

المتوفی : ۱۷۹۴ء

ہے نام ترا باعثِ ایجادِ رقم کا
محتاج نہیں وصف ترا لوح و قلم کا

مقدورِ بشر کب ہے تری حمد سرائی
کیا قطرۂ ناچیز سے اوصاف ہو یم کا

تجھ گنج محبت کا طرفدار پھروں ہوں
نے طالبِ دینا نہ مشتاق درم کا

پہنچا ئیو واں میرے تئیں حشر میں یا رب
سایہ ہو جہاں احمدِ مرسل کے علم کا

شاہِ دو جہاں، فخرِ زماں، سرورِ پاکاں
ہے کحلِ بصر ذرۂ خاک اس کے قدم کا

وہ مظہرِ فیاض کہ انعام سے جس کے
کیسہ ہو جواہر سے تہی معدنِ دیم کا

ہر ذرّہ ہے خورشیدِ شفاعت کا طلب گار
اس سے کہ وہ بخشندہ ہے عصیانِ اُمم کا

تشریف شرف صدق نے صدیقؓ سے پایا
مشہورِ جہاں اس سے ہُوا نام کرم کا

لے ہاتھ میں شمشیرِ عدالت کی عمرؓ نے
قبضہ میں کیا ملک عرب اور عجم کا

عثمانؓ کی ثنا اس کی ہے تقریر سے افزوں
تحریر کرے کیسا نہیں مقدور قلم کا

سلطانِ ولایت اسدؓ اللہ کہ جس کی
ہیبت سے جگر آب ہو شیرانِ رجم کا

ظالم کشی و عدل سے اس سرورِ دیں کی
حک صفحۂ عالم سے ہُوا نام ستم کا

اس ہستیِ موہوم پہ غفلت میں نہ کھو عمر
بیدار ہو آگاہ، بھروسا نہیں دم کا

شیخ قلندر بخش جرأت

المتوفی : ١٨١٠ء

محمدؐ ہے نبی ممدوحِ ذاتِ کبریائی کا
کس بندہ کو گر اس کی مدح دعویٰ ہے خدائی کا

سپہرِ معرفت حقا ہے وہ مہرِ الوہیت
کہ جس کا دین روشن آئینہ ہے حق نمائی کا

بلند اس کا ہے وہ ایوانِ مراتب ہے کہ نہیں اس جا
خیالِ ساکنانِ عرش کو یارا رسائی کا

منوّر کیوں نہ اس کے نور سے ہو خانۂ طاعت
کہ روشن کرنے والا ہے وہ شمعِ پارسائی کا

گروہِ انبیاءؑ میں وہ ہی حق کا برگزیدہ ہے
سوا اس کے لقب کس کو ملا ہے مصطفائی کا

رکھے ہیں منزلت یہ آستانِ سرورِ عالم
کہ فخرِ سلطنت ہے مرتبہ واں کی گدائی کا

اسی کے عشق میں پابندِ الفت وہ دلا ہر دم
کہ ہووے گا یہی روزِ جزا موجب رہائی کا

سراپا نورِ حق نامِ خدا کہیے نہ کیوں اس کو
کہ جس کا نقشِ پا ہو جبہہ سا ساری خدائی کا

دلیل اس کی ہے یکتائی کی یہ لاریب اے جرأت
کہ تھا سایہ نہ اس محبوب ذاتِ کبریائی کا

معروف دہلوی

المتوفی : ۱۸۲٦ء

شافعِ محشر کا یاں دیکھ جمالِ نقشِ پا
تا رہے خوابِ عدم میں بھی خیالِ نقشِ پا

سوجھتا ہے دیکھ کر مضمونِ شکلِ رفتگاں
آئنہ اپنی نظر میں ہے مثالِ نقشِ پا

ہے صفِ مژگاں میں آہو دشت میں دستِ دعا
دیکھ کر شبرنگ کا تیرے ہلالِ نقشِ پا

خاکسارانِ جہاں کی دستگیری چاہیئے
سر پہ اے موجِ ہوا مت لے وبالِ نقشِ پا

کیا کہا گم گشتگانِ دشتِ وحشت خیز نے
رہنمائی سے جہاں میں ہے کمالِ نقشِ پا

لے نہیں سکتا ہے یک کروٹ بھی اے معروف آہ
ہاتھ سے افتادگی کی ہے یہ حالِ نقشِ پا

مومن خان مومن دہلوی

المتوفی : ۱۸۵۱ء

نہ کیونکر مطلعِ دیواں ہو مطلع مہرِ وحدت کا
کہ ہاتھ آیا ہے روشن مصرع انگشت شہادت کا

نہ یہ دستِ جنوں ہے اور نہ وہ جیبِ جنوں کی شان
کہ ہو دستِ مژہ سے چاک پردہ چشمِ حیرت کا

غضب سے تیرے ڈرتا ہوں رضا کی تیری خواہش ہے
نہ میں بےزار دوزخ سے نہ میں مشتاق جنت کا

نگوے خامہ میں سرمہ مداد دودۂ دل ہے
مگر لکھتا ہے وصف خانہ جلد رسالت کا

نہ پوچھو گرمی شوقِ ثنا کی آتش افروزی
بنا جاتا ہے دستِ عجز شعلہ شمع فکرت کا

نمک تھا بخت شور و فکر خوانِ مدحِ شیریں پر
کہ دندانِ طمع نے خوں کیا ہے دست حسرت کا

خدایا ہاتھ اٹھاؤں عرضِ مطلب سے بھلا کیونکر
کہ ہے دستِ دعا میں گوشۂ دامن اجابت کا

عنایت کر مجھے آشوب گاہ حشرِ غم اک دل
کہ جس کا ہر نفس ہم نغمہ ہو شورِ قیامت کا

جراحت زار اک جاں دے کہ جسکی ہر جراحت سے
نمک داں شورِ الفت سے مزا آدے عبادت کا

مرا جوہر ہو سرتاپا صفائے مہرِ پیغمبر
مرا حیرت زدہ دل آئینہ خانہ ہو سنت کا

خدایا شکرِ اسلام یہاں تک پہنچا کہ آ پہنچا
لبوں پر دم بلا ہے جوشِ خوں شوقِ شہادت کا

زمانہ مہدیٔ موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے تو کہیو سلام پاک حضرت کا

شاہ غمگین دہلوی، سیّد علی

المتوفی : ۱۸۵۱ء

ظاہر و باطن ہے حمد و نعت ہر انسان کا
معنی و صورت یہ مطلع ہے مرے دیوان کا

ہے مرا ظاہر محمدؐ اور باطن ہے خدا
قال یہ ہے حال کھونا اپنے ہے ایمان کا

روبرو ہے پر اسے دیکھا نہیں جاتا ہے آہ
کیا کہوں میں حال اپنے حسرت و ارمان کا

بے سروسامانی اک ساماں ہے اے دل یاد رکھ
کاروانِ عشق میں ہر بے سروسامان کا

معرفت پر اس کے حق کی معرفت موقوف ہے
مرتبہ ہے ایسا عالی حضرتِ انسان کا

لکھ بدل کر قافیہ اک اور اے غمگیںؔ غزل
سن کے جی جل جائے جس کو زاہدِ نادان کا

ذوقؔ دہلوی

المتوفی : ۱۸۵۴ء

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد رب العالمین کا ہے قلم میرا

رہے نامِ محمدؐ لب پہ یا رب اوّل و آخر
اُلٹ جاتے بوقتِ نزع جب سینہ میں دم میرا

محبت اہلِ بیتِ مصطفےٰ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھکو راہِ شرع اصحابِ پیمبرؐ نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرم میرا

کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِّ نجف ہو کر چمکتا دُرِّ یتیم میرا

رہے گا دانہ افشاں مزرعے اُمید بخشش میں
غمِ آلِ نبیؐ ہے دانۂ ہر اشکِ نم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوقؔ رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

امانت لکھنوی

المتوفی : ۱۸۵۸ء

رقم کرتا ہوں اب میں وصف کچھ اپنے پیمبرؐ کا
ازل کے دن سے جو مختار ہے اللہ کے گھر کا

خدا نے اختیار اس کو دیا ہے روزِ محشر کا
وہی مالک ہے جنت کا وہی قاسم ہے کوثر کا

پیمبرؐ کیسے کیسے ہو گئے ہیں یوں تو عالم میں
مگر اے عاصیو! شافع یہی ہے روزِ محشر کا

ہوئی کیا کیا چڑھائی فرقۂ باطل کی مولا پر
ولیکن پاؤں حضرتؐ کا نہ راہِ راست سے سرکا

نہ کیونکر فخر ہو ہر اک پیمبرؐ پر محمدؐ کو
بتاؤ تو کہ حیدر سا وصی تھا کس پیمبرؐ کا

جسے چاہے کرے ناجی جسے چاہے کرے ناری
محمدؐ مالک و مختار ہے سرکار کے گھر کا

کہوں نورِ مجسمؐ کیوں نہ اندامِ منورؐ کو
زمیں پر سایہ ہوتا تھا نہ ظاہر جسمِ اطہر کا

حرم سے بت نکلوا کر کیا اسلام کو داخل
محمدؐ نے کیا کیا احترام اللہ کے گھر کا

جو اس کا دوست ہے اللہ کا وہ دوست بے شک ہے
عدو ان کا جو ہے حقا کہ وہ دشمن ہے داور کا

کسی کے شان میں بھی آیۂ لولاک آیا ہے
خدا کے سامنے کیا رتبہ ہے اپنے پیمبرؐ کا

پڑھو صلِ علیٰ یارو محمدؐ وہ محمدؐ ہے
کہ حق میں جس محمدؐ کے یہ ہے ارشاد داور کا

اگر پیدا نہ کرتا اے محمدؐ تجھ کو دنیا میں
نشاں ظاہر نہ پھر ہوتا زمیں پر چرخِ اخضر کا

امانت پنجتن کی پیروی کرنا مقدم ہے
سوا اس کے نہیں کوئی وسیلہ روزِ محشر کا

ناظمؔ رام پوری

المتوفیٰ : ۱۸۶۵ء

پیامِ دوست ہے ہر قول نامہ آور کا
خدا کا حکم ہے پر نام ہے پیمبرؐ کا

کسی کا حوصلہ اتنا کرم سے بڑھ کر ہے
یہ لین دین کہ پتھر ہو مول گوہر کا

فرازِ طاقِ حرم سے نہ کس طرح کرتی
بتوں کو وجد میں لایا کلام پتھر کا

علم بھی کیا ترے قد کی طرح ہے بے سایہ
کہ ہم کو خوف ہو خورشیدِ روزِ محشر کا

یہ دم بدم کی ہے ریزش کہ کوچے کے اطفال
اڑا رہے ہیں کبوتر فرشتے کے پر کا

پڑے جو رخنہ بھی تیرے محب کے ایماں میں
وہ رخنہ چاہیئے روزن ہو خلد کے در کا

غمِ حسینؓ میں رویا تو حق نے زمزم سے
نمونہ گھر میں رکھا میرے دیدۂ تر کا

وہ تیغ زن ہے ترا ہم نشیں تعالی اللہ
سپر ہی ہاتھ میں جس کے کواڑ خیبر کا

وہ میں نہیں کہ کروں ہشد و شیر پہ ناظمؔ
علیؓ سے خلد میں سائل ہوں جام کوثر کا

نسیم دہلوی

المتوفی ، ۱۸۶۵ء

ہوں عاشقِ دیوانہ جو معشوقِ خدا کا
غل نالۂ زنجیر میں ہے صل علیٰ کا

بے ہوش کیا ہے کسی باہوش نے مجھ کو
جھگڑا نہ رہا یادِ عذاب دوسرا کا

صدقے ترے او شافع روح و تنِ عاشق
وہ غیظ ہیں اب وقت ہے وعدے کی وفا کا

تو پیشِ نظر، رُوح فدا شوق، ہم آغوش
اب ہاتھ نہ احسان اُٹھائیں گے دعا کا

دوزخ کو بجھا دُوں عرقِ شرم سے اپنے
ایما ہو جو تیری نگہِ لطف فزا کا

کیا فکر عذابِ لحدی مُردہ دِلوں کو
ہے اور ہی جھگڑا ترے مفتونِ لقا کا

خاموش زباں شرم سے آنکھیں سوے زانو
مَیں صدقے یہ انداز ہے تسلیم و رضا کا

شمشیرِ محبت سے ہُوا چاک جو سینہ
ہر زخمِ جگر لفظ بنا صل علیٰ کا

قرباں اٹھا عارضِ پُر نور سے پردہ
مرجاؤں نہ عاشق پہ ہوا احسان قضا کا

مُدت سے ہے یہ دھن ترے کُوچے میں بنے قبر
ہے اوج پہ اقبال مرے بختِ رسا کا

مطلب ہے مرا عارضِ پُر نور کا جلوہ
عاشق ہُوں ترا نام کو بندہ ہُوں خدا کا

اعمال نسیم اپنے بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
لیکن ہے بھروسا ہمیں محبوبِ خدا کا

○

شیفتہ دہلوی

المتوفی : ۱۸۶۹ء

کیا تھا نور جب اللہ نے پیدا محمدؐ کا
اسی دن سے ہُوا ہے عاشق شیدا محمدؐ کا

نہ ہو ذکرِ مبارک آپ کا وردِ زباں کیونکر
میں ہوں روزِ ازل سے عاشقِ شیدا محمدؐ کا

فرشتے قبر میں پُوچھیں گے گر مجھ سے تو کہہ دوں گا
کہ ہُوں بندہ خدا کا اور ہوں شیدا محمدؐ کا

خدایا جب مری اس قالبِ خاکی سے جاں نکلے
زباں پر اُس گھڑی جاری رہے کلمہ محمدؐ کا

خیالِ مہر و مہ دل سے تو فوراً بھُول جائے گا
نظر آ جائے گا جس دم تجھے روضہ محمدؐ کا

بشر کی تاب و طاقت کیا جو لکھے نعت احمدؐ کو
خدا ہی جانتا ہے خُوب بس رُتبہ محمدؐ کا

خدا نے ذاتِ احمدؐ کو وہ اعلیٰ مرتبہ بخشا
کہ دم بھرتے ہیں ہر دم حضرتِ عیسیٰؑ محمدؐ کا

ملائک نے کیا تھا اس سبب سے سجدۂ آدمؑ
کہ پیشانی سے ان کی نُور تھا پیدا محمدؐ کا

خدا بھی حشر میں پُوچھے گا گر عاشق تو کس کا ہے
تو کہہ دُوں گا محمدؐ کا محمدؐ کا محمدؐ کا

تمنّا ہے کہ فوراً جاں بحق تسلیم ہو جاؤں
نظر آئے جو مجھ کو شیفتہؔ روضہ محمدؐ کا

○

مولوی خلیل الدین حسن حافظ پیلی بھیتی

المتوفی : ۱۸۷۳ء

آنکھ میں پھرتی ہے وہ شوخیٔ رفتار جدا
تڑپے جاتا ہے جدائی میں دل زار جدا

وہی اچھے رہے محشر میں جو رحمت برسی
بیگناہوں سے کھڑے تھے جو گنہگار جدا

دل و جاں لوٹتے ہیں عشق نبی میں دن رات
لذتِ درد جدا، لذتِ آزار جدا

خاک پر لوٹتے ہیں کوئے نبی میں دونوں
نورِ خورشید جدا، سایۂ دیوار جدا

آبلے پھوٹ کے روئیں گے رہ طیبہ میں
میرے تلووں سے اگر کوئی ہوا خار جدا

دشمن آرام کے ہیں، چین کے ہیں، نیند کے ہیں
طالعِ خفتہ جدا، دیدۂ بیدار جدا

باغ عالم میں کریں آپ جو فرق بد و نیک
گل سے ہو خار جدا، برگ سے ہو بار جدا

دیکھنے سننے کا وہ شوق کہ دیکھا نہ سنا
ذوقِ دیدار جدا، لذتِ گفتار جدا

چلتا پھرتا رہے دن رات مگر کیا ممکن
اُن کی دیوار سے ہو سایۂ دیوار جدا

اپنا اپنا تجھے سب کہتے ہیں اللہ اللہ
شیخِ دیندار جدا، کافر و بیندار جدا

دے گئی آپ کے بیمارِ جدائی کو جواب
تابِ رفتار جدا، طاقتِ گفتار جدا

کون ہے درپے آزار دلِ زار نہ پوچھ
دل کا آزار جدا، دردِ دل آزار جدا

قدِ آدم ہیں وہاں آئینے دیوار میں وصل
میں یہاں آئینہ ساں پشت بدیوار جدا

سر اگر تن سے جدا ہو تو جدا ہو حافظ
سر سے ہوگا نہ درِ احمدِ مختار جدا

قربان علی بیگ سالکؔ

المتوفی : ۱۸۸۰ء

کیا رشک عرشیوں کی مجھے پائے گاہ کا
زائر ہوں آستانِ حبیبِ الٰہ کا

ہوں میں غلام ایسی فلک بارگاہ کا
جس کے گدا کو رُتبہ مِلے بادشاہ کا

عمرِ دوام دی گئی اُس واسطے کہ خضرؑ
رہبر رہے مدام مدینے کی راہ کا

اُس در پہ جبہ سا ہُوں کہ آکر بری طرح
ذرّوں میں امتیاز نہ ہو مہر و ماہ کا

سمجھا ہوا ہے کنگرۂ عرش تو جسے
غافل یہ ایک گوشہ ہے اُس کی کلاہ کا

دیں داغ انفعال ترے ساجدین در
خورشید کو جو داغ دکھائیں جباہ کا

ہے حاملانِ عرش سے رُتبہ بڑھا ہُوا
خدامِ بارگاہِ رسالت پناہ کا

ختمِ رسل، شفیعِ امم، سرورِ دوکون
رکھ پاس حشر میں مری شرمِ گناہ کا

آزار دے نہ ظلمتِ کنجِ لحد مجھے
جلوہ ادھر ایک کرم کی نگاہ کا

اس سے خلاف سالکِ بے راہ رو نہ چل
رستہ ہے مستقیم شریعت کی راہ کا

مولابخش قلق

المتوفی : ۱۸۸۰ء

برقِ سحاب مہر ہے ابروئے مصطفیٰؐ
ہے طرہ اس پہ سایۂ گیسوئے مصطفیٰؐ

ہے تشنگان یاس کا کس درجہ اہتمام
کوثر لگی ہوئی ہے سر کوئے مصطفیٰؐ

ظلمت کے یہ نصیب کہ آبِ بقا ملے
کچھ پڑ گیا ہے سایۂ گیسوئے مصطفیٰؐ

کیونکر نہ دیر و کعبہ میں ہم رنگ نور ہو
یاں پشتِ مصطفیٰؐ ہے واں روئے مصطفیٰؐ

اے کاہشِ گناہ، سبک کر مجھے کہ میں
جنبش سے ہر نفس کی اڑوں سوئے مصطفیٰؐ

اک پاؤں فرشِ خاک پہ اک فرقِ عرش پر
ہیں دو جہاں کی پشت دو زانوئے مصطفیٰؐ

مفتِ نظارہ کوچۂ جنت کی دید ہے
وقفِ اشارہ ہے خمِ ابروئے مصطفیٰؐ

معراج، اوجِ وہم سے کیونکر نہ ہو بلند
ہے نورِ عرش سایۂ مشکوئے مصطفیٰؐ

کیا تابِ آفتاب نہ ہو سردِ عرش میں
ہے جلوہ ریز مہر وہاں روئے مصطفیٰؐ

کیا ہوں گے ہم ضیافتِ جنت سے شادماں
بھولے نہیں ہیں خلقِ علیؑ خوئے مصطفیٰؐ

اہلِ حساب پوچھتے ہو کیا قلق کا حال
ہاں رند ہے مگر ہے ثنا گوئے مصطفیٰؐ

اسیر لکھنوی

المتوفی : ۱۸۸۲ء

کب تک رہیں ہم خستہ جگر یا شہِ لولاک
لو جلد غریبوں کی خبر یا شہِ لولاک

اللہ کی بھی چشمِ عنایت ہے اسی پر
جو تم کو ہے منظورِ نظر یا شہِ لولاک

سب خلقِ خدا آپؐ کے ہے تابعِ فرمان
جن ہوں کہ ملک ہوں کہ بشر یا شہِ لولاک

ان دو کے سوا کون سہارا ہے ہمارا
یا شاہِ نجف لیں گے خبر یا شہِ لولاک

تم چاہو تو خورشید بھی ہو خاک کا ذرّہ
تم چاہو تو قطرہ ہو گہر یا شہِ لولاک

گر باعثِ ایجادِ فلک آپ نہ ہوتے
ہوتے نہ یہ خورشید و قمر یا شہِ لولاک

ممکن ہی نہیں تیغِ غمِ دہر سے بچنا
لطف آپ کا لیکن ہے سپر یا شہِ لولاک

لاکھوں پہ ہزاروں پہ کیے آپ نے احساں
کچھ کچھ تو توجہ ہو ادھر یا شہِ لولاک

یہ سیل بغیر آپ کے کیونکر کوئی روکے
دریا ہیں مرے دیدۂ تر یا شہِ لولاک

ہے سخت مصیبت میں اسیرؔ جگر افگار
للہ عنایت کی نظر یا شہِ لولاک

احمد حسن رسوا

المتوفی : ۱۸۸۲ء (اندازاً)

خوش آتا ہے مجھے اب مشغلہ نعتِ محمدؐ کا ۔۔۔ نہیں آتا ہے ڈھب مطلق سلاطیں کی خوشامد کا
گلِ گلزارِ جنت کا ہوا ہے رنگ رو پھیکا ۔۔۔ ہوا ہے گوش زد جب سے کہ ذکر اس عارض و خد کا
گل گلزار کنعاں کو ہے فکر غنچہ کی سچ ۔۔۔ ٹھکانا ہے کوئی اس کے جمال و حسن بے حد کا
قد و قامت پہ ان کی حضرتِ آدم ہوئے شیدا ۔۔۔ خلیل اللہ کو ہے عشق آتشیں رخسار احمدؐ کا
نہ کیوں حیرت میں آئیں دیکھ ان کو حضرت موسیٰؑ ۔۔۔ ہے اس کا روئے روشن آئینہ دیدارِ ایزد کا
خیال ہمسری زیبا نہیں طوبیٰ کو اُس قد سے ۔۔۔ ہوا ہے اور نہ ہو گا کوئی بھی اس قامتؐ قد کا
سفیدی اور سیاہی پر ہے حکم اس چشمِ حق بیں کا ۔۔۔ خدا کے حکم سے مالک ہے وہ ابیض و اسود کا
نہ جب تک اس کے سنگِ آستاں کو دے کوئی بوسہ ۔۔۔ ہے بے سود اس کے حق میں بوسہ لینا سنگِ اسود کا
ہمیشہ گنبدِ چرخِ بریں چکر میں ہے یعنی ۔۔۔ خوش آیا ہے طواف اس روضۂ عالی کے گنبد کا
ہوا جو منحرف تیرے درِ دولت سے یا حضرت ۔۔۔ خطاب اس کو ملا کونین میں مردود و مرتد کا
غلامی میں تری داخل ہوا جو اے شہِ والا ۔۔۔ تو پائے خواجگی اور ہو گیا مقبول ایزد کا
خلاصی دار و گیرِ حشر سے ہو مجھ کو یا مولا ۔۔۔ وسیلہ ہے تو محشر میں ہر آزاد و مقید کا

مصائب سے دو عالم میں بچانا اپنے رسوا کو
ذریعہ ہے تو ہی شاہا مرے عیشِ مخلد کو

صابر دہلوی

المتوفی : ۱۸۸۲ء

خدا مداح خود ذاتِ محمدؐ کی ہے عظمت کا
خدا اگر دے زباں اپنی تو ہے لطف اس کی مدحت کا

ہُوئی ہیں ختم تجھ پر خُوبیاں ساری خدائی کی
ظہور اُس پر ہے تکمیل ہے مہرِ نبوت کا

لکھا اک حرفِ حمد اور اس پر میم منتخب لکھا
محمدؐ نام رکھا حمد سے خالق نے حضرت کا

تجھی سے خاص اپنے ذات کی منظور تھی نسبت
یہ معنی تھے کہ آدمؑ کو بنایا اپنی صورت کا

رسالت کے سبب سے مرتبہ اوروں نے پایا ہے
تو وہ ہے تیرے باعث سے بڑھا رتبہ رسالت کا

نہیں سایہ پہ سائے میں ترے پلتے ہیں دو عالم
یہ ادراک میں آیا نہ دامن تیری قدرت کا

ملی ہے راہ سیدھی رہنمائی کے سبب تیری
وگرنہ مدارِ قسم ہیچ تھا راہ ضلالت کا

ہوئی قفلِ دہن حیرت تری مدحت سرائی میں
ہوا ہے باز روئے فکر پر درلاکھ دقت کا

پہنچتی ہے اسی سے منزلِ مقصود کو اُمّت
زہے رتبہ یہ رستہ صاف ہے تیری شریعت کا

تو وہ فخرِ دو عالم کہ اگر چرخِ چہارم سے
کریں گے عیسیٰؑ مریمؑ تتبع تیری سنت کا

نہیں کچھ غم جو دامن لوثِ عصیاں سے ملوّث ہو
کہ بحرِ بے کراں ہے موجزن تیری شفاعت کا

بگاڑا ہے انہیں نے تو بنا دے بات کو میری
کہ جن کفار کو انکار ہے تیری نبوت کا

تو صدقہ اپنی عزت کا دہی پھر مجھ کو عزت دے
دہی پھر مجھ کو نعمت دے تصدق اپنی نعمت کا

ہمہ تن گر زباں میں ہوں نہ ہو یہ شکر ادا مجھ سے
کہ نام آیا ہے مجھ عاصی پہ صابر اس کی امت کا

لطف بریلوی

المتوفی : ۱۸۸۲ء

ازل میں جوش پر آیا جو دریا اس کی رحمت کا
سرِ احمدؐ پہ رکھا تاج عالم کی شفاعت کا
ہوا جلوہ جو عالمگیر نورِ روئے حضرت کا
منور ہوگیا عالم نشاں پایا نہ ظلمت کا
محمدؐ انجمن آرا ہے ایوانِ رسالت کا
چراغِ طور اک جلوہ ہے اس کی شمعِ خلوت کا
ضیاء چشم موسیٰؑ نور ہے حضرت کی صورت کا
ارادہ نقشِ پا سے ہے یدِ بیضا کو بیعت کا
بڑھا اللہ رتبہ کس قدر شانِ نبوت کا
کہ فرزندانِ احمدؐ کو ملا درجہ شہادت کا
دلیلِ کعبہ مقصد ہے گم راہانِ حرماں کو
شفیعِ روزِ محشر ہے گنہ گارانِ اُمت کا
نظارہ سے بھر آتا دیدۂ خورشید میں پانی
سرِ حضرت پہ گر رہتا نہ سایہ ابرِ رحمت کا
ہر اک چشمہ انہیں کے فیض کا دُنیا میں جاری ہے
سخاوت کا شجاعت کا، ہدایت کا، عبادت کا
الٰہی خاکروبی مجھ کو اُس کے در کی حاصل ہو
کہ جبریلؑ امیں جاروب کش ہے جس کی تربت کا
مشرف کر مشرف کر خدا وندا
بھرا ہے شوق دل میں لطفؔ کی ان کی زیارت کا

محمد اقبال خان حسین عاشق دہلوی

المتوفی : دور ۱۸۸۳ء

احمد اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
رنگ میں رنگ ملا خوب ہوا خوب ہوا

چشمِ باطن ہمیں مرغوب ہوئی خوب ہوئی
دلِ حق بھی ہمیں مطلوب ہوا خوب ہوا

پردہ حائل نہ رہا طالب و مطلوب میں کچھ
قربتِ حق کا یہ اسلوب ہوا خوب ہوا

فخرِ آدم بھی ہوا فخرِ دو عالم بھی ہوا
تجھ سا محبوب جو مرغوب ہوا خوب ہوا

سرمہ حسن خداداد جو یوسفؑ کو ملا
نور بینائی یعقوب ہوا خوب ہوا

بے قراروں سے تمہارے نہ کبھی ہو سکتا
صبر پیدا پئے ایوب ہوا خوب ہوا

میں نہ پیدا ہوا پہلے یہ کرم حق نے کیا
تیری امت ہی میں منسوب ہوا خوب ہوا

کلمہ حشر میں پڑھتا ہوا اُٹھا عاشق
ساری خلقت میں نہ محجوب ہوا خوب ہوا

مولوی عصمت اللہ انسخ

المتوفی : ۱۸۸۶ء

دامِ تزویرِ شیاطیں سے رہا ہو جائے گا — جو کوئی پابندِ شرعِ مصطفےٰ ہو جائے گا
وہ گُلِ رحمت جدھر جلوہ فزا ہو جائے گا — عطر آگیں سر بسر وہ راستا ہو جائے گا
موجزن جب آپ کا بحرِ سخا ہو جائے گا — ہمسرِ سلطانِ جہاں میں ہر گدا ہو جائے گا
ہم فقیروں پر جو لطفِ مصطفےٰ ہو جائے گا — مسندِ شاہی ہمارا بوریا ہو جائے گا
ناخنِ الطافِ حضرت بر سرِ امداد ہے — عقدۂ مشکل ہمارا آج وا ہو جائے گا
آپ کا قصرِ معلّٰی ہے سعادت سے بھرا — زاغ گر بیٹھا وہاں اُڑ کر ہما ہو جائے گا
سرد ہو جائے گی یکسر حشر میں نارِ سقر — رونق افزا تو جو اے ابرِ عطا ہو جائے گا
ہے یقیں طوفانِ محشر سے نہ پہنچے گا ضرر — کشتیِ اُمت کا جو تو ناخدا ہو جائے گا
اللہ اللہ کس قدر خاطر تری منظور ہے — تو جدھر ہو گا، ادھر وہ کبریا ہو جائے گا
دُور سے کمتر وہ سمجھے گا سلیماں کو شہا — تیرے رُتبے سے جو واقف اک ذرا ہو جائے گا
مو بمو لکھیں گے وصفِ موئے پاکِ مصطفےٰ — واسطے منکر کے ہر شعر اژدہا ہو جائے گا
خطِ سبزِ مصطفےٰ کا وصف گر لکھیں گے ہم — گلشنِ فکرِ رسا اپنا ہرا ہو جائے گا

یک قلم نورِ ولاے مہرِ دیں کے فیض سے
خانۂ دل اپنا انسخ پُرضیا ہو جائے گا

مُحمّد شجاع الدّین

المتوفی : دور ۱۸۸۶ء

کوئی ھم نے محمدؐ سا نہ پایا
خُدا نے بھی کوئی ویسا نہ پایا

کبھی مقبول حق مرسل ہیں لیکن
کسی نے آپؐ کا پایا نہ پایا

خدا نے دیکھی سب مخلوق اپنی
مگر کوئی محُمّد سا نہ پایا

نہ پایا جس نے آنحضرت کو واللہ
کہیں ھم نے پتا اس کا نہ پایا

بہت دیکھے گئے ہیں سرو شمشاد
مگر تجھ سا قدو بالا نہ پایا

میں سمجھا آپ تو ہیں سایۂ حق
اسی سے آپ کا سایا نہ پایا

شجاع الدّین بجز راہِ محمدؐ
مرے دل نے کوئی رستہ نہ پایا

حافظ حضور احمد خاں آثم

المتوفی : دور ۱۸۸۶ء

مدت سے ہوں الٰہی! میں بیمارِ مصطفٰے — ہو اب نصیب شربتِ دیدارِ مصطفٰے
اس کی نظر میں روشنیٔ مہر کچھ نہیں — دیکھا ہے جس نے جلوۂ رخسارِ مصطفٰے
گلگشت میں وہاں کی نہ کیونکر بہار ہو — جنت سے بڑھ کے ہے کہیں گلزارِ مصطفٰے
رہتا ہوں دردِ ہجر سے گو بے قرار میں — لیکن پسند دل کو ہے آزارِ مصطفٰے
صالح وہ ہیں جو شانِ فضیلت کیے ہیں مقر — وہ ہیں شقی جو کرتے ہیں انکارِ مصطفٰے
کیا دھوپ مہرِ حشر کی ان کو ستائیگی — جن پر پڑا ہے سایہ دیوارِ مصطفٰے

آثم کی ہے دعا کہ الٰہی قبول ہو
گو نعت یہ نہیں ہے سزاوارِ مصطفٰے

(۲)

یارب میں مدح خواں ہوں محمد کی ذات کا — عاصی ہوں پر نہ کیوں ہو وسیلہ نجات کا
کیا شکر میں کہوں لبِ شیرینِ شاہ کو — کچھ پوچھئے نہ بات مزا کیا نبات کا
اللہ بخش دے گا گنہ اس کے سر بہ سر — پابند دھر میں ہے جو صوم و صلوٰت کا
کیوں شاعروں میں نام نہ میرا بلند ہو — لکھتا ہوں وصف اس شہِ عالی صفات کا
پھیلی تھی روشنی شبِ معراج اس قدر — دن سے بھی ہو گیا تھا سوا جلوہ رات کا

آثم کی یہ دعا ہے کہ ہو خاتمہ بخیر
معلوم اس کو حال نہیں ہے ممات کا

فیض الحسن فیضؔ سہارنپوری

المتوفی : ۱۸۸۷ء

ترا رتبہ ہے یا احمدؐ مقام اللہ اکبر کا
تری رُتبہ شناسی رُتبہ ہے بیچون داور کا

وہ طوبیٰ جس کا چرچا ہے ستوں ہے تیری مسجد کا
وہ جنّت جس کی شہرت ہے نمونہ ہے ترے گھر کا

تمنّا ہے کہ اک اک بال کی سو سو بلائیں لوں
جو نقشہ ہاتھ آ جائے تری زلفِ معنبر کا

تمنّا ہے کہ کانٹوں پر ترے صحرا کے جا لوٹوں
رگِ مجنوں کو پھر سودا ہوا ہے نوکِ نشتر کا

ہمیں رونے سے کیا نسبت مگر جب تیرا نام آئے
تو کچھ نقشہ بدل جاتا ہے اپنے دیدۂ تر کا

بُرا ہوں یا بھلا ہوں خیر جیسا ہوں تمہارا ہوں
طریقہ ہے کریموں کا نباہنا اپنے چاکر کا

وہ ضعفِ ناتوانی ہے کہ مُرغِ نیم بسمل بھی
یہ کہتا ہے چلو دیکھیں تماشا فیضِ مضطر کا

نواب کلب علی خان نوابؔ

المتوفی : ۱۸۸۷ء

اللہ رے ذوقِ مدحتِ پروردگار کا
عالم زبان میں ہے دلِ بے قرار کا
زائر ہوں روضۂ شہِ رفرف سوار کا
قبلہ ہوں اس لیے میں صغار و کبار کا
ہرچند نعتِ سرورِ کونین ہے محال
پر کام لوں گا جبر سے میں اختیار کا
برتر ہو نہ فلک سے مرے شعر کی زمیں
لکھوں جو وصف پنجتن و چار یار کا
اصحاب و اہلبیت پہ قرباں ہو جو روح
آغوشِ حور کیوں نہ ہو گوشہ مزار کا
مخدوم ہے ملائکہ آسمان کا
خادم ہے جو ائمۂ عالی تبار کا
زلفِ نجات سلسلۂ نقش بند ہے
ہے جس کی بو سے رنگ عیاں وصلِ یار کا
پیرانِ سہروردی و چشتی و قادری
قاسم ہر ایک ان میں ہے فردوس و نار کا
اتنے وسیلے جس کے ہوں نوابؔ پھر اُسے
اندیشہ کیا ہے پرسشِ روزِ شمار کا

سرورلاہوری

المتوفی : ۱۸۹۰ء

الٰہی جلدتر روضہ ہمیں دکھلا محمدؐ کا
کہ ہے جنّت کے روضہ سے بھلا روضہ محمدؐ کا

نہ حاصل مہرِ تاباں کو ہُوا رُتبہ محمدؐ کا
ملا عرشِ بریں کو بھی نہیں پایہ محمدؐ کا

زباں سے پڑھ دیا صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ اس نے
رُخِ پرنور جس نے آنکھ سے دیکھا محمدؐ کا

زمین و آسماں اور چاند سورج عرش و کرسی
ظہور اس عالمِ ہستی میں ہے سارا محمدؐ کا

بنا ان گنت موتی ان میں اک ایک قطرے سے
زمیں پر فیض کا بادل جدھر برسا محمدؐ کا

رسُول اللہ کا محبُوب مقبولِ الٰہی ہے
وہی پیارا خدا کا ہے جو ہے پیارا محمدؐ کا

محمدؐ کا ہوا ہے فیض جاری قطرے قطرے سے
ہوا ہے ذرے ذرے سے عیاں جلوہ محمدؐ کا

نبیؐ کے عاشقِ صادق، خدا کے دوست جتنے ہیں
خدا کا نام رکھتے ہیں زباں پر یا محمدؐ کا

کہیں فرشِ زمیں پر شمع روشن ہے محمدؐ کی
کہیں عرشِ بریں پر نور جا چمکا محمدؐ کا

عزیزو گر صفائی چاہتے ہو اپنے باطن کی
بصدقِ دل کرو وردِ زباں کلمہ محمدؐ کا

نہ پہنچا سروران ملکِ دیں سے کوئی بھی سرورؔ
قدم معراج میں جس اوج پر پہنچا محمدؐ کا

مولانا اِمداد اللہ تھانوی مہاجر مکیؒ

المتوفی : ۱۸۹۲ء

کرکے نثار آپ پر گھربار یا رسُولؐ
اب آ پڑا ہوں آپکے دربار یا رسُولؐ

عالم نہ متقی ہُوں نہ زاھد نہ پارسا
ہوں اُمتی تمہارا گنہ گار یا رسُولؐ

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہت خوار یا رسُولؐ

ذات آپ کی تو رحمت و شفقت ہے سربسر
میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یا رسُولؐ

کیا ڈر ہے اس کو لشکرِ عصیان و جرم سے
تم سا شفیع ہو جس کا مددگار یا رسُولؐ

ہو آستانہ آپ کا اِمداد کی جبیں
اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکار یا رسُولؐ

صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّد
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

سیّد محمّد سلطان عاقل حیدرآبادی

المتوفی : ۱۸۹۲ء

حدِ امکاں سے باہر ہے یہاں جاہِ محمدؐ کا
کہ دورِ ہر دو عالم حاشیہ ہے اس کی مسند کا

کسے جب صرفِ حد بندی عناصر دونوں عالم کے
کھچا قدرت سے خاکہ آپ کے قصرِ مشید کا

ملے جب مِل کے دونوں لب، ملی کونین کی دولت
دہانِ پاک میں نقشہ ہے سارا میمِ مقصد کا

رُخِ انوار کے پرتو کا جو ہو سرگرم نظارہ
تو فوراً دیدۂ خورشید ہو ہم چشم مُرمد کا

بساطِ حشمتِ کونین گویا مبتدا ٹھہری
خبر ہے مسندِ حضرت کو نقشہ ہے وہ مسند کا

کشودِ کارِ عالم حصر اس سرگشتہ پر ہوتی
مگر اک فرق ہے گردونِ دوں کو طوفِ مرقد کا

سرافرازی ہے دانش مند کو پاتے محمدؐ سے
قدم کا حرف آخر تاجِ سر ہے لفظِ موبد کا

ہوئی منظور جب کتمِ عدم سے جلوہ پیرائی
رہا چرخِ فلک پہ مہر بن کر سایہ احمدؐ کا

جو ہو پرتو فگن یہ صبح رُخ تربت میں عاقل کی
تو شرقِ مہر ہو ہر ایک ذرّہ صحنِ مرقد کا

مولوی محمدؐ حسین تمنا مرادآبادی

المتوفی : ۱۸۹۷ء

جس نے اک قطرہ عطائے شہِ دیں کا دیکھا
اس نے کونین کے انعام کا دریا دیکھا

جس نے اُس شاہ کا وہ چہرۂ زیبا دیکھا
صنعتِ خاصِ الٰہی کا تماشا دیکھا

حسنِ سیمائے نبیؐ کا ہوا جلوہ جس جا
مثلِ خورشید ہر اک ذرہ چمکتا دیکھا

طورِ سینا کی تجلی ہے مگر ٹھنڈی ہے
حسنِ حضرتؐ میں یہ اک اور اچنبا دیکھا

نظرِ مہر پھسل جاتی ہے اس چہرے سے
اس طرح کا نہ کوئی روئے مصفا دیکھا

نہ رہا عطرِ گلِ خلد کا پھر شوق اس کو
جس نے ان سرورِ عالم کا پسینا دیکھا

عارضِ حورِ جناں دیکھ لیا دنیا میں
جس نے اُن شاہ کا وہ حسنِ کفِ پا دیکھا

دیکھا ان شاہ کو کرتے ہوئے باتیں جس نے
چشمۂ عرفانِ الٰہی کا اُبلتا دیکھا

دیکھا جس شخص کو حضرت نے ہرا وہ عالم
خلق میں دیکھنا ایسا کہو کس کا دیکھا

رہ کے معمورۂ دنیا میں تمنّا تم نے
گر مدینہ ہی نہ دیکھا تو بھلا کیا دیکھا

میر اعظم علی خان شائق حیدر آبادی

المتوفی : ۱۸۹۷ء

احمدِ پاک پہ مائل نہ ہُوا تھا سو ہوا
دل مرا عشق میں کامل ہوا تھا سو ہوا

شبِ معراج عرب سے یہ کُھلا راز ہمیں
اب سے ایسا کوئی واصل نہ ہوا تھا سو ہوا

خواب میں رویتِ احمدؐ ہوئی سبحان اللہ
محفلِ پاک میں داخل نہ ہوا تھا سو ہوا

ہر تجلی رخِ حضرت کی یہاں ہے ظاہر
ہم سرِ طور مرا دل نہ ہوا تھا سو ہوا

کون سے چاند کے ٹکڑے نے کیا دو ٹکڑے
دل شکستہ مہِ کامل نہ ہوا تھا سو ہوا

ہجر میں وصلِ نبیؐ کا جو مجھے لُطف آیا
ہیں تصور کا جو قائل نہ ہوا تھا سو ہوا

کیوں نہ انساں کو ظلوماً وجھولا سمجھیں
کوئی یوں بار کا حامل نہ ہوا تھا سو ہوا

یادِ شمشیرِ نگاہِ نبوی ہے دل کو
شکر اللہ کا بسمل نہ ہوا تھا سو ہوا

آج محروم پھرا اس کو نہ دروازے سے
تیرا شائق کبھی مائل نہ ہوا تھا سو ہوا

منشی حسن عطا شوق

المتوفی : ١٩٠٠ء

زہے قسمت کہ میں مداح ہوں ختمِ رسالت کا
ہوا عالم میں عالمگیر شہرہ میری ہمت کا

ہوئی تھی نعت سے روزِ ازل میں رنگ آمیزی
سرِ لوح و قلم نقشہ کھچا جب میری قسمت کا

جمالِ حق بہ چشمِ کور منکر کب نظر آوے
مسبب اور سبب مطلق تو ہی ہے عینِ خلقت کا

ترے تخیرِ حسنِ دلربا کا نقش جب بیٹھا
اُٹھا یک دست کل عالم سے قبضہ دستِ قدرت کا

نہ کیوں ساری وہ ہو چودہ طبق کی ہر رگ و پے میں
ہے نیرا جلوۂ اوّل، خاص حضرت کا

سنا کر کنت کنزاً بہر اثبات سبب حق نے
دکھایا شکلِ احمدؐ میں تماشا شانِ قدرت کا

بٹھا کر تختِ محبوبی پہ دیکھا تیری صورت کو
کیا صانعِ مطلق نے نظارہ اپنی صنعت کا

گھٹا ابرِ کرم کی جب اٹھی منشائے قدرت سے
ظہورِ احمدی سے کر دیا سامان رحمت کا

نہ کیوں رشکِ جناں ہر اک گلی کوچہ ہو اس شہ کا
فزوں ہے عرش سے اے شوقؔ رتبہ جس کی تربت کا

امیر مینائی لکھنوی

المتوفی : ۱۹۰۰ء

نامِ عاصی داخلِ فردِ شفاعت ہوگیا
خاتمہ بالخیر احمد کی بدولت ہوگیا

مُرغِ عصیاں اُڑ کے صیدِ بازِ رحمت ہوگیا
دنگ شاہینِ ترازوئے عدالت ہوگیا

گرمیٔ خورشیدِ محشر سے ہُوئی حاصل نجات
شامیانہ سر پہ میرے ابرِ رحمت ہوگیا

آلِ احمدؐ کی محبت کا چُبھا تھا دل میں خار
بڑھ کے محشر میں کلیدِ بابِ جنت ہوگیا

جم گیا تھا دل میں جو مشقِ معاصی سے غبار
سرمہ بہرِ دیدۂ عینِ عنایت ہوگیا

واہ ری رحمت جو رکھا پاؤں بالائے صراط
دستگیری امن نے کی خوف رُخصت ہوگیا

جس عَلَم کے نیچے پائی فیضِ احمدؐ سے جگہ
میری بے جرمی پہ انگشتِ شہادت ہوگیا

دفعتہً صُورت بدل کر بن گئی امید یاس
خارزارِ رنج فرشِ خوابِ راحت ہوگیا

راستہ تھا اوّلِ منزل جو ناہموار پیش
رفتہ رفتہ نردبانِ بامِ رفعت ہوگیا

قصرِ یاقوت زمرّد کی ہُوئی آساں خرید
باغِ جنت کا قبالہ داغِ محنت ہوگیا

تشنگی میں کوثر و تسنیم کے چشموں پہ ہم
اس طرح پہنچے کہ رضواں غرقِ حیرت ہوگیا

صبحِ محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیرؔ
مہر کیا چمکا کہ تاباں نجمِ قسمت ہوگیا

زکی دہلوی

المتوفی : ۱۹۰۳ء

زکیؔ آئینہ توحید روئے مصطفیٰ دیکھا
اس آئینہ میں رنگِ جلوۂ نورِ خدا دیکھا

غلافِ کعبہ میں جس نور کا لمعہ چھپا دیکھا
مدینہ میں وہی چشمِ یقیں نے برملا دیکھا

طلسمِ حسنِ لاثانی نبیؐ کی شکل و صورت تھی
جمالِ عالم آرا دیکھ کر کیا کہیے کیا دیکھا

خرامِ باسعادت کو کمالِ رہبری پایا
چراغِ نقشِ پا کو گمرہوں کا رہنما دیکھا

علوِ منزلت نیرنگ سبحان الذی اسریٰ
کمالِ مرتبت اکملت اتممت سنا دیکھا

شفاعت حضرتِ آدمؑ کی اسمِ پاک پر ٹھہری
غلط کیا ہے اگر کہیے کہ فخرِ انبیا دیکھا

شفیعِ عاصیاں ہیں آپ کہہ دیتا ہوں میں اب سے
نہ چھوڑوں گا سرِ داماں کو جب زیرِ لوا دیکھا

شبِ معراج یارب کس تجمل کی سواری تھی
ملائک میں بہم یہ شور تھا صلِّ علیٰ دیکھا

نبیؐ کے نور سے ادراک و علم و حس نہیں خالی
یہ جلوہ سینہ و دل سے نظر تک جا بجا دیکھا

قبائے گل میں بوئے جانفزائے جسمِ اطہر ہے
ہوا لائے چمن نیرنگیٔ بادِ صبا دیکھا

وہی محسودِ شاہاں تھا، وہی ممدوحِ دوراں تھا
یہاں کا جو حزیں پایا یہاں کا جو گدا دیکھا

صفاتِ عالیہ افزوں ہیں حد سے مختصر یہ ہے
سراپا شرف شمس الضحیٰ بدر العلیٰ دیکھا

جو اس سایہ میں آیا نارِ دوزخ ہے حرام اس پر
سحابِ لطفِ یزداں ظلِ دامانِ قبا دیکھا

کلیم اللہ و روح اللہ حق کے برگزیدہ تھے
یہاں تھا خاص جلوہ جس کو محبوبِ خدا دیکھا

رہِ رشد و ہدیٰ شہرِ رسول اللہؐ کو پایا
نبیؐ کے آستاں کو مطلعِ نور و ضیا دیکھا

وہ اعلیٰ مقصدِ مفہومِ کن یہ ذاتِ اقدس تھی
کہ جس کے واسطے چشمِ جہاں نے ماسوا دیکھا

وحوشِ دشت آویزاں ہوئے مولیٰ کے دامن میں
ظہورِ شانِ رحمت کا زکیؔ یہ اقتضا دیکھا

مجروح دہلوی

المتوفی : ۱۹۰۳ء

وصف کیا ہو بیاں محمدؐ کا
ہے خدا مدح خواں محمدؐ کا

عرش اس کو سمجھ نہ روحِ امینؑ
یہ تو ہے آستاں محمدؐ کا

تھی زمیں عرش کی نہ ہم پہلو
سایہ پڑتا کہاں محمدؐ کا

حاملِ عرش بھیجتے ہیں درود
نام آیا جہاں محمدؐ کا

بات میں مردہ کو جِلاتا ہے
لبِ معجز بیاں محمدؐ کا

ہے بہت کہنہ ورنہ کہتے ہیں
فرش ہے آسماں محمدؐ کا

ہوا آہن گدازِ قلبِ عرب
معجزہ ہے بیاں محمدؐ کا

باہمہ قربِ حق ہے رُوح امینؑ
خادمِ آستاں محمدؐ کا

ہے وہ رازِ نہاں کا گنجینہ
حال ہو گیا عیاں محمدؐ کا

ہے وہ ذاتِ خدا میں مستغرق
حق ہے جو ہے بیاں محمدؐ کا

بال جلتے ہیں واں فرشتوں کے
ہے گذرگہ جہاں محمدؐ کا

فخر بس ہے یہی کہ اے مجروحؔ
تو ہوا مدح خواں محمدؐ کا

داغ دہلوی

المتوفی : ۱۹۰۵ء

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ
تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

نہ پامال مجھکو زمانہ کرے
نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ

زباں پر ترا نام جاری رہے
کرے دل تری یاد یا مصطفیٰ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب
نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفیٰ

عطا مجھکو اللہ ہمت کرے
بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰ

مجھے گھیر رکھا ہے امراض نے
مٹے ان کی بنیاد یا مصطفیٰ

مجھے رات دن فکر ہے قرض کی
اسی سے ہوں ناشاد یا مصطفیٰ

رہوں حشر میں آپ کی ذات سے
طلب گارِ امداد یا مصطفیٰ

عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
رہے داغؔ دل شاد یا مصطفیٰ

داغ دہلوی

المتوفی : ۱۹۰۵ء

مَیں کلمہ گو ہوں خاص خُدا و رسُول کا
آتا ہے بامِ عرش سے مژدہ قبول کا

وہ پاک بے نیاز تجسّم سے ہے بری
محتاجِ فوق و تحت، نہ وہ عرض و طول کا

انسان سے بیاں ہوں کیونکر صفات ذات
ایسا کہاں ہے ذہن ظلوم وجہول کا

دونوں جہاں میں بوئے محمدؐ ہے عطر بیز
کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا

صلِّ علیٰ ہے نامِ محمدؐ میں کیا اثر
درماں دلِ علیل و حزین و ملول کا

طاعت خدا کی اور اطاعت رسُول کی
یہ ہے طریق، دولتِ دیں کے حصُول کا

یہ داغؔ ہے صحابۂ عظام کا مطیع
یہ داغ جاں نثار ہے آلِ رسُول کا

عالمگیر خان کیف

المتوفی : ۱۹۰۶ء

ہے گرم دو عالم میں بازار محمّد کا
کونین میں چلتا ہے دینار محمّد کا

محبوبِ خدا کو تم اور دیکھ لو بے پردہ
دشوار ہے اے موسیٰؑ دیدار محمّد کا

معراج کی شب کیا تھی خلوت تھی محمّد کی
ہنگامۂ محشر ہے دربار محمّد کا

اللہ کی بے مرضی کب بات کسی سے کی
اقرارِ خدا نکلا اقرار محمّد کا

پردہ رُخِ انور کا اک پردۂ وحدت ہے
آئینۂ خالق ہے رخسار محمّد کا

خلّاقِ دو عالم تو پیارا ہے محمّدؐ پر
اور امّتِ عاصی پر ہے پیار محمّد کا

جاروب کش اُس در کا اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے
اچھوں سے بھی اچھا ہے بیمار محمّد کا

جس نے کہ اُنہیں جانا اللہ کو پہچانا
دیدار خدا کا ہے دیدار محمّد کا

تقریر ہے مستانہ ہے ہاتھ میں پیمانہ
یہ کیف ہے دیوانہ سرشار محمّدؐ کا

محمدؐ آغا داؤد صحو ابوالعلائی

المتوفی : ۱۹۰۶ء

مرا دل ہے محو جمالِ محمدؐ
وصالِ خدا ہے وصالِ محمدؐ
یہی کہہ رہا ہے مرا دل عزیزو
خیالِ خدا ہے خیالِ محمدؐ
ہوا جس کے باعث دو عالم ہے پیدا
یہاں ہم کریں کیا کمالِ محمدؐ
نہ تھے جن و انسان زمیں آسماں جب
ہُوا ہے ظہورِ جمالِ محمدؐ
دلِ مردہ ہوتے ہیں اک دم میں زندہ
ہے معجز بیاں کیا مقالِ محمدؐ
ہُوا ہُوں مَیں اے صحوؔ سو جان و دل سے
فدائے محمدؐ و آلِ محمدؐ

حسن بریلوی

المتوفی : ۱۹۰۸ء

نگاہِ لطف کے اُمیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دلِ بے قرار ہم بھی ہیں

ہمارے دستِ تمنّا کی لاج بھی رکھنا
ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

ادھر بھی توسنِ اقدس کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مشتِ غبار ہم بھی ہیں

کھلا دو غنچۂ دل صدقہ بادِ دامن کا
امیدوارِ نسیمِ بہار ہم بھی ہیں

تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرِ رہ گزار ہم بھی ہیں

جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نعلِ پاک حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہِ عالی کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

ہماری بگڑی بنی ان کے اختیار میں ہے
سپرد انہیں کیے سب کاروبار ہم بھی ہیں

حسنؔ ہے جس کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہیں کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی

المتوفی : ۱۹۰۸ء

سیرِ گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
سُوئے جنّت کون جائے در تمہارا چھوڑ کر

سرگزشتِ غم کہوں کس سے ترے ہوتے ہُوئے
کس کے در پر جاؤں تیرا آستانہ چھوڑ کر

بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

کون کہتا ہے دلِ بے مدعا ہے خُوب چیز
میں تو کوڑی کو نہ لُوں ان کی تمنّا چھوڑ کر

مَر ہی جاؤں میں اگر اس در سے جاؤں دو قدم
کیا بچے بیمارِ غم قربِ مسیحا چھوڑ کر

کس تمنّا پر جئیں یا رب اسیرانِ قفس
آ چکی بادِ صبا باغِ مدینہ چھوڑ کر

بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہو گا کسے
کس کے دامن میں چھُپوں دامن تمہارا چھوڑ کر

حشر میں اِک اِک کا مُنہ تکتے پھرتے ہیں عدو
آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر

مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسنؔ
جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

نسیم بھرت پوری

المتوفی : ۱۹۰۹ء

جدھر دیکھا اُدھر پایا نشاں تیری جلالت کا
ہر اک شے میں نظر آیا ہے جلوہ تیری قدرت کا

بھروسا ایک مجھ کو ہی نہیں تیری شفاعت کا
بڑا تکیہ ہے تجھ پر سب گنہ گارانِ امت کا

نہیں کچھ خوف مجھ کو حدتِ روزِ قیامت کا
بنے گا سایۂ طوبیٰ تصور تیری قامت کا

تنِ اطہر ترا ہے وحدتِ اللہ کا شاہد
یہی تو وجہ ہے سایہ نہ تھا جو تیری قامت کا

نہ پایا بہرِ تعظیمیں سایۂ قامت توہم سمجھے
ہے دیوانِ ازل میں فرد مصرعے تیری قامت کا

زہے صنعت بنایا پنجتن کو نورِ واحد سے
دکھایا لطف صانع نے عجب وحدت میں کثرت کا

گناہوں سے مجھے خجلت ہوئی رحم آ گیا اس کو
ہوا ابرِ کرم مجھ کو عرق روئے ندامت کا

خداوندا سوئے ملکِ عدم آیا ہوں ہستی سے
فسانہ عالمِ امکاں میں سُن کر تیری رحمت کا

نہ تھا جب کچھ تو تُو تھا، کچھ نہ ہوگا جب تو تُو ہوگا
پتہ پھر کیا چلے تیری بدایت کا نہایت کا

قدم پھر کوئی کیا رکھے تری وادیِ عرفاں میں
کہ جب ہو ماعرفنا قول خود خضرِ طریقت کا

خوشا قسمت فنا میں ہے انہیں لطفِ بقا حاصل
ہے اللہ اللہ کیا رُتبہ شہیدانِ محبت کا

وہ سینہ باغ ہے پُر ہو جو تیرے داغِ الفت سے
وہ دل گُل ہے کہ جس میں خار ہو تیری محبت کا

شرف کعبہ نے پایا ہے ید اللہ کی ولادت سے
ہے بیت اللہ مطلع مطلعِ مہرِ امامت کا

زوال اب کفر پہ آیا کہا ہنس کر پیمبر نے
قدم دُنیا میں جب آیا مرے خضرِ طریقت کا

نسیم اب نان جَو کھا کر کرو شکرِ خدا ہر دم
کہ حیدرؑ سے چلا آتا ہے یہ ترکہ قناعت کا

جلال لکھنوی

المتوفی : ١٩٠٩ء

دمِ عیسٰی نے ہر سو دم بھرا ہے عشقِ احمدؐ کا
کلیم اللہ بھی پڑھتے رہے کلمہ محمدؐ کا

جسے کہتے ہیں خلد اک پھول ہے قبرِ محمدؐ کا
بہارِ باغِ کن ہی کاف و روضے کے گنبد کا

شرف کعبے کا ہے گر طوف کرنے آئے مرقد کا
تری چوکھٹ کو چومے فخر ہے یہ سنگِ اسود کا

تمنا عرش کو تھی فرش ایواں کا تری ہو کر
بناؤں گوشوارہ کوئی گوشہ لے کے مسند کا

چلیں کیونکر نہ پرِ فکرِ رسا کی نعت میں اس کی
پرِ جبریلؑ پروانہ ہو جس کی شمعِ مرقد کا

مدینے کی زمیں کو تجھ سے سرسبزی یہ حاصل ہے
غبار اٹھے تو قائم ہو فلک بن کر زبرجد کا

الٰہی ! حشر برپا کر ترے محبوب کو دیکھوں
اٹھا سکتے نہیں آنکھیں تقاضا شوق بے حد کا

تصور میں ملیں کس کے قدم پر پتلیاں میں نے
فرشتے بوسے لیتے ہیں، گماں ہے سنگِ اسود کا

تجلی گاہِ اقدس سینۂ حور و ملائک ہے
مقام اے شاہِ خوبی صدر میں ہے تیری مسند کا

گنہ ہٹ کر کھڑے ہوں گے گنہگاروں کے محشر میں
نشاں یہ ہے شفیع المذنبیں کی آمد آمد کا

سراپا عالمِ امکاں ترا جلوہ دکھاتا ہے
ابد میں دال گیسو کی ازل میں ہے الف قد کا

نہیں خورشیدِ عالمتاب یہ چرخِ چہارم پر
کلس اترا ہوا ہے اک ترے روضے کے گنبد کا

یہ حسرت ہے جلالؔ احمدؐ کے روضے کو اگر دیکھوں
گروں غش کھا کے پہلے ہوش ہو پھر عرضِ مقصد کا

تسلیم لکھنوی

المتوفی : ۱۹۱۱ء

عرش و کرسی جب عدم میں تھے جلوہ گستر کون تھا
سامنے خالق کے جُز نورِ پیمبر کون تھا

کیوں نہ کرتے اقتدا سب انبیا معراج میں
لائق و فائق بھلا حضرت سے بڑھ کر کون تھا

شانِ محبوبی جو دیکھی بولے قدسی عرش پر
اس ادا سے جو گیا ہے پیشِ داور کون تھا

تو ہی کہہ دے اے شبِ اسریٰ ہزاروں ناز سے
دوش پر ڈالے ہُوئے زلفِ معنبر کون تھا

تابشِ خورشیدِ محشر رہ گئے مُنہ دیکھ کر
نام تو ں کیونکر ادب سے سایہ گستر کون تھا

سب بجا تھا مجھ سیہ رو کو جو فرماتے حضور
کہنے والا دوزخی شیخِ معمر کون تھا

صاف کہہ دوں گا کہ محبُوبِ خدا کا ہوں غلام
قبر میں پُوچھیں گے جب تیرا پیمبر کون تھا

یار ہی نے ساتھ حضرت کا دیا مشکل کے وقت
غار میں ہمراہ جز صدیقِ اکبرؓ کون تھا

رحمت للعالمیں کیوں کر نہ فرماتا خدا
حشر میں ہم عاصیوں کا یار و یاور کون تھا

جب صلہ میں نعت کے تسلیمؔ جنت کو گیا
اہلِ محشر بولے حضرت یہ سخنور کون تھا

مولوی محمّد عُمر جنوں

المتوفی : ۱۹۱۱ء

محمد مصطفیٰؐ ہے خلق میں باعث ہدایت کا
شفیعِ عاصیاں مختار ہے روزِ قیامت کا

بڑے وہ سنگدل کافر تھے جو تھے آپ کے منکر
کہ پتھر کرتے تھے اقرار حضرت کی رسالت کا

لڑائیں کیا دمِ جنگ و جدل انصار نے جانیں
رگوں میں ان شجاعوں کے بھرا تھا خوں شجاعت کا

گدائے آستاں ظلِ ہما کے کب ہوئے خواہاں
انہیں کافی ہے افسر آپ کے ظلِ حمایت کا

تری ذاتِ مقدس کے سوا بیت المقدس میں
کسی نے آج تک گاڑا نہیں جھنڈا امامت کا

گنہ گاروں میں آکر ہو گی شامل بے گناہی بھی
بٹے گا روزِ محشر حصہ جب تیری شفاعت کا

زمانے کی جو مجھ سے آنکھ پھر جائے تو پھر جائے
کہ ہے میری طرف گوشہ تری چشمِ عنایت کا

محبت آپ کی اک میری بخشش کیلئے بس ہے
نہیں مجھ کو بھروسا کچھ بھی تقویٰ و عبادت کا

جنوں کی عرض یہ ہے خاتمہ بالخیر ہو میرا
زباں پر مرتے دم ہو یا نبیؐ کلمہ شہادت کا

وفا رام پوری

المتوفی : ۱۹۱۵ء

تو وہاں پہنچا ہے اے طائرِ اوجِ عفت
جس جگہ پڑ نہیں سکتی تھی کمندِ ہمت

اللہ اللہ رے ترے قصرِ بریں کی رفعت
جس کی ہے بامِ قضا جس کا ہے زینۂ قدرت

نفسِ قدسی ترے ادراک میں کیسا عاجز
عقلِ اوّل کو تری کُنہ میں کیسی حیرت

نام تیرا خطِ سرنامۂ لولاک لما
حکم تیرا ہمیں اک نقشِ نگینِ قدرت

بہرِ عنوانِ نبوت ہے ترا دینِ متیں
نظمِ دیوانِ رسالت ہے یہ تیری ملّت

ٹھہرے جب عرشِ بریں تیرے لیے پا انداز
قابِ قوسین کی پھر کیوں نہ ہو تجھ سے زینت

انبیا بیٹھیں ترے آگے دو زانو ہو کر
محفلِ قدس تری ذات سے والا رتبت

نغمہ خواں تیرے لیے بُلبلِ شاخِ طوبیٰ
طائرِ سدرہ بھی اک زمزمہ سنجِ عشرت

مغفرت کہتے ہیں جس کو وہ ترے در کی مطیع
رحمتِ حق کو ترے دستِ کرم سے بیعت

تیری خوشنودیِ خاطر ہے رضامندیِ حق
اور رضامندیِ حق تیری کتاب و سنّت

تحفۂ خلدِ بریں تیری گلی کا رستہ
زینتِ ہشت فلک اک ترے گھر کی زینت

تیری امّت کو مُبارک ہو عطائے کوثر
دُشمنوں پر ترے جاری رہے حکمِ تبّت

ہاں یہ سچ ہے کہ ترا وصف ہمارا مقصود
ہاں یہ حق ہے کہ تری نعت ہے اقصیٰ غایت

نام لینے پہ ترے ٹھہری ہے عالم کی نجات
وصف لکھنے میں ترے دیکھی خطائے عصمت

مَیں کہاں اور یہ تحریر یہ تقریر کہاں
دستِ کوتاہ میں رعشہ تو زباں میں لکنت

اے وفا دیکھ سنبھل پاؤں کہاں رکھتا ہے
جانتا ہے کہ یہ کیسا ہے محلِّ عبرت

یاں سے جبریل دبے پاؤں چلے جاتے ہیں
ہے یہ میدانِ خطر ہے یہ مقامِ ہیبت

عرض کر حضرتِ اقدس میں بصد عجز و نیاز
اک یہی شعر کہ اس شعر میں ہے کیفیت

مجھ پہ ہو تیرا کرم تجھ پہ دو عالم کی درود
مجھ پہ ہو تیری نظر تجھ پہ خدا کی رحمت

پیارے لال رونق

وفات : اندازاً ۱۹۱۵ء

تو ہے محبوب خدا چاہنے والا تیرا ‏ ‏ مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالا تیرا
کلمۂ صلِّ علیٰ وردِ زباں رکھتا ہوں ‏ ‏ خواب میں دیکھ لیا ہے قدِ بالا تیرا
ہجر میں دل کے تڑپنے کے نئے ہیں انداز ‏ ‏ عشق ہے مجھ کو زمانے سے نرالا تیرا
عفو ہو جائیں گی محشر میں خطائیں ساری ‏ ‏ داورِ حشر کو دُوں گا میں حوالا تیرا
آہ کر ہجرِ محمدؐ میں سنبھل کر اے دل ‏ ‏ عرش کے پار نکل جائے گا نالا تیرا
لے اُڑی آج صبا سوئے مدینہ دلِ زار ‏ ‏ ناتوانی نے بڑا کام نکالا تیرا
نور سے تیرے منور ہوئے دونوں عالم ‏ ‏ نظر آتا ہے ہر اک سمت اجالا تیرا
گر یہی شوقِ مدینہ ہے تو ہاں بسم اللہ ‏ ‏ جانِ بیتاب ہوا دیس نکالا تیرا
لے خبر جلد مری ناز سے سونے والے ‏ ‏ ہو گیا فرشِ زمیں چاہنے والا تیرا

ہو گیا شوق میں وہ آج نثارِ احمدؐ
دل جو رونق تھا بڑے نازوں کا پالا تیرا

آسی غازی پوری

المتوفی : ۱۹۱۶ء

وہاں پہنچ کے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

شبِ وصال بیانِ غمِ فراق عبث
فضول ہے گلہ، زخم التیام کے بعد

وہاں بھی وعدۂ دیدار اس طرح ٹالا
کہ لوگ خاص طلب ہوں گے بارِ عام کے بعد

گناہگار کی سن لو تو صاف ہے یہ
کہ لطفِ رحم و کرم کیا پھر انتقام کے بعد

طلب تمام ہو مطلوب کی اگر حد ہو
لگا ہوا ہے یہاں کوچ ہر مقام کے بعد

وہ خط وہ چہرہ وہ زلفِ سیاہ تو دیکھو
کہ شام صبح کے بعد آئی صبح شام کے بعد

تجھے کہے کوئی کیونکر نہ غیرتِ عیسیٰؑ
رہا نہ ہوش کسی کا ترے کلام کے بعد

پیام بر کو روانہ کیا تو رشک آیا
نہ ہم کلام ہو اس سے مرے کلام کے بعد

تمام ہوں ابھی جھگڑے لن ترانی کے
دکھا دو جلوہ خدارا اگر کلام کے بعد

ابھی تو دیکھتے ہیں ظرف بادہ خواروں کا
سبو و خُم کی بھی ٹھہرے گی دورِ جام کے بعد

الٰہی آسی بے تاب کس سے چھوٹا ہے
کہ خط میں روزِ قیامت لکھا ہے نام کے بعد

محمد مظفر الدین معلّٰی

المتوفی : ۱۹۱۷ء

دیکھی ہے جو شانِ رخِ زیبائے محمدؐ
جبریلؑ امیں کیوں نہ ہوں شیدائے محمدؐ

ہے عرشِ بریں فرشِ تہِ پائے محمدؐ
کیوں فخر سے چومے نہ قدمہائے محمدؐ

ہے آنکھوں میں اور دل میں رہے جائے محمدؐ
سینہ ہے مرا مسکن و ماوائے محمدؐ

پروانۂ شمعِ رُخِ زیبائے نبیؐ ہوں
کیوں مجھ کو نہ ہو خواہشِ پروائے محمدؐ

قرآں میں جو آیا ہے بیان قابَ قوسین
ادنیٰ ہے مقامِ شرف افزائے محمدؐ

حاصل ہوا نہیں سرمۂ مازاغ کہاں سے
آنکھیں ہوں مری کیسے شناسائے محمدؐ

ہے گول دہن حلقۂ ہا لام دو زُلفیں
اللہ کا الف ہے قدِ بالائے محمدؐ

ہے کعبۂ مقصودِ معلّٰی کا مدینہ
اس کے دلِ پُرشوق میں ہے جائے محمدؐ

اللہ رے تاثیرِ تولائے مدینہ
ہر داغِ جگر ہے گلِ صحرائے مدینہ

دل جب سے بنا والہ و شیدائے مدینہ
کہتا ہے مرا ہر بُنِ مو ہائے مدینہ

غلماں ہیں غلاماں تو پرستار ہیں حوریں
جنت کا سراپا ہے سراپائے مدینہ

چشمانِ بصیرت سے نگہ کر کے ملائک
رکھ لیتے ہیں آنکھوں میں قدمہائے مدینہ

ہے سرمۂ چشمِ بشر و جن و ملائک
خاکِ قدمِ اقدس مولائے مدینہ

یہ حاملِ اقدام ہے وہ حاملِ نعلین
کیوں عرش سے رتبے میں نہ بڑھ جائے مدینہ

ہو رشک دلِ عرشِ بریں کو بھی معلّٰی
رنگ اپنی حقیقت کا جو دکھلائے مدینہ

رعب انصاری

المتوفی : ۱۹۱۸ء

تم ہو خیر الوریٰ افضل الانبیا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
تم ہو نورالھدیٰ مظہرِ کبریا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

شاہِ رحمت ہو تم، غوثِ امت ہو تم، حق کی قدرت ہو تم، روشن آیت ہو تم
عرشِ رفعت ہو تم، تم ہو، شمس الضحیٰ یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

مصطفیٰ آپ ہیں، مجتبیٰ آپ ہیں مہتدیٰ آپ ہیں مقتدیٰ آپ ہیں
پیشوا آپ ہیں آپ ہیں رہنما یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

تم ہو شاہِ جہاں، رہبرِ انس و جاں، ھادئ گمرہاں، شافعِ عاصیاں
حامئ بے کساں، سرورِ دوسرا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

تیرے بندے ہیں سب، کیا عرب کیا عجم، تو ہی محبوبِ ربِ خلقِ کل کا سبب
تجھ کو حق نے طلب پاس اپنے کیا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

واہ کیا خوب ہو، کیا خوش اسلوب ہو، حق کے مطلوب ہو رب کے مرغوب ہو
تم سا محبوب ہو عاشق اللہ کا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

تم ہو سلطان دیں، سید المرسلیں اور ہیں ہوں کمیں ایک زار و حزیں
تم سے مخفی نہیں حال میرا شہا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

سینہ افگار ہوں، مضطر و زار ہوں، ہاں گنہگار ہوں ہاں سیہ کار ہوں
غم کا بیمار ہوں، مجھ کو دیجے شفا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

اب نہ ترسایئے، دل نہ تڑپایئے، خواب میں آیئے، جلوہ دکھلایئے
دور فرمایئے، رنج و غم ہجر کا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

وقت امداد ہے، وقتِ امداد ہے، سخت ناشاد ہے خانہ برباد ہے
گرم فریاد ہے رعب درد آشنا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

منشی شمس الدّین امیر حمزہ

المتوفی : ۱۹۱۹ء

آنکھ میں شکلِ نبی دل میں مکانِ مُصطفیٰؐ
اس میں شانِ مصطفیٰؐ اس میں نشانِ مصطفیٰؐ

خارج از فہم بشر ہے عزّ و شانِ مُصطفیٰؐ
جُز خدا کوئی نہیں ہے رُتبہ دانِ مُصطفیٰؐ

سہل ہو جائے مری شوریدہ بختی کا علاج
گر کرم فرمائے سنگِ آستانِ مُصطفیٰؐ

عشقِ محبوبِ خدا کی رہنمائی دل نے کی
مل گیا اللہ کے گھر سے نشانِ مُصطفیٰؐ

اس قدر محوِ تصور ہوں کہ جب لیتا ہوں سانس
آتی ہے مجھ کو ہوائے بوستانِ مصطفیٰؐ

بے خودی نے دیکھنا اللہ تک پہنچا دیا
ڈھونڈنے نکلے تھے ہم گھر سے نشانِ مُصطفیٰؐ

خاکساری تھی طبیعت میں تو ہمت تھی بلند
اک زمینِ مصطفیٰؐ اک آسمانِ مصطفیٰؐ

رخ پہ خورشیدِ قیامت کے پسینہ آ گیا
داغِ دل دکھلائیں گے جب عاشقانِ مصطفیٰؐ

ہمصفیر بُلبلِ سدرہ نہ کیوں حمزہ بنے
کر دیا ہے اس کو حق نے مدح خوانِ مصطفیٰؐ

مولانا احمد رضا خان رضا بریلویؒ

المتوفی : ۱۹۲۱ء

زہے عزّت و اعتلائے محمدؐ | کہ ہے عرشِ حق زیرِ پائے محمدؐ
مکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا | ملک خادمانِ سرائے محمدؐ
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم | خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ
عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر | خُدائے محمدؐ برائے محمدؐ
محمدؐ برائے جنابِ الٰہی | جنابِ الٰہی برائے محمدؐ
بسی عطرِ محبوبیِ کبریا سے | عبائے محمدؐ قبائے محمدؐ
بہم عہد باندھے ہیں وصلِ ابد کا | رضائے خدا اور رضائے محمدؐ
دمِ نزع جاری ہو میری زباں پر | محمدؐ محمدؐ خدائے محمدؐ
عصائے کلیم اژدہائے غضب تھا | گروں کا سہارا عصائے محمدؐ
میں قرباں کیا پیاری پیاری ہے نسبت | یہ آنِ خُدا وہ خدائے محمدؐ
محمدؐ کا دم خاص بہرِ خدا ہے | سوائے محمدؐ برائے محمدؐ
خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے | جو آنکھیں ہیں محوِ لقائے محمدؐ
جلو میں اجابت خواصی میں رحمت | بڑھی کس تزک سے دعائے محمدؐ
اجابت کا سہرا، عنایت کا جوڑا | دلہن بن کے نکلی دعائے محمدؐ

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے ربِّ سَلِّم صدائے محمدؐ

مولانا احمد رضا خان بریلویؒ

المتوفی : ۱۹۲۱ء

اُٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے ، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

وہ گُل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول ان سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر، نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیعِ محشر تمھارا بندہ عذاب میں ہے

گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ، لئیمِ بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب مانگے، رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ممتاز جہاں گنگوہی

المتوفی : ۱۹۲۷ء

کوئی ایسی سکھی چاتر نہ ملی موہے پی کے دوارے بٹھا دیتی
یہیں تو راہِ مدینہ بھی دیکھی نہیں موری بیّاں پکڑ کے بتا دیتی

مورے من میں ہے اب تو جوگنیاں بنوں اور مل کے بھبوت مدینے چلوں
سکھی ہند کی نگری میں کاہے رہوں نہیں پیت تو چین ذرا دیتی

پیا سات سمندر پار بسو مورے پگ میں نہ چلنے کا زور رہا
نہیں جاتی مدینہ بھی کوئی ہوا، موہے ملک عرب میں اڑا دیتی

میں تو سونی سجریا پہ تڑپت ہوں پیا دیس عرب میں براجت ہے
کبھی دیتے جو سپنے میں درس دکھا دیں چرنوں میں سیس نوا دیتی

وا کے دوارے پہ جاتی ہیں سکھیاں سبھی موری ارج کسی نے نہ آنی کہی
کبھی اپنی جوگنیا کو لیتے بلا وہ بھی روضے پہ جان گنوا دیتی

توری پیت کی دکھیا تو میں ہی نہیں پڑا رونا ہے ہجر میں وہ بھی نبیؐ
مجھے در پہ بلاتے جو شاہِ عرب ممتاؔج کا دکھڑا سنا دیتی

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
یَا رَبِّ صَلِّ عَلَیْہِ وَسَلِّمْ

عزیز صفی پوری

المتوفی : ۱۹۲۷ء

کیا رخِ سیدِ ابرار ہے اللہ اللہ
ہر طرف جلوۂ دیدار ہے اللہ اللہ

دن کو خورشید ہے اور رات کو ہے ماہِ تمام
واہ کیا روئے پُر انوار ہے اللہ اللہ

جب سے نرگس کو نظر آئے ہیں وہ چشمِ سیاہ
جوشِ آشوب سے بیمار ہے اللہ اللہ

خاکِ پاکِ قدمِ پاک رسُولِ عربی
سرمۂ دیدۂ بیدار ہے اللہ اللہ

کیوں نہ ہو خلد میں مسجودِ ملائک آدم
عاشقِ احمدِ مختار ہے اللہ اللہ

گر خبر لیں وہ تو ہرگز نہیں رحمت سے بعید
اب تو دل غم سے بہت زار ہے اللہ اللہ

جی نے دیکھا نہیں اور جان کے پہچان لیا
بس وہی محرمِ اسرار ہے اللہ اللہ

انکی فرقت میں جو آنکھوں سے بہے خُوں ہوکر
جان اس دل کی طلب گار ہے اللہ اللہ

شورِ محشر سے دوبالا ہے وہ بالائے بلند
حشر خود فتنۂ رفتار ہے اللہ اللہ

کیا عجب گر دلِ سرگشتہ کو سودا ہے عزیزؔ
ان کے کاکل میں گرفتار ہے اللہ اللہ

مولانا محمّد علی جوہر

المتوفی : ۱۹۳۰ء

تنہائی کے سب دن ہیں ، تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر لحظہ تشفّی ہے ، ہر آن تسلّی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی ، ہر دم ہیں مداراتیں

کوثر کے تقاضے ہیں ، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ، ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل ، سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن ، شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

فصاحت لکھنوی

المتوفی : ۱۹۳۰ء

طیّب و طاہر نہ کیوں ہوتی لسانِ مصطفیؐ
موج کوثر کی وہ تھی کوثر دہانِ مصطفیؐ

اور ہے معلوم کس کو عزّ و شانِ مصطفیؐ
بس خدا و مرتضیٰ ہیں رتبہ دانِ مصطفیؐ

کیوں حفاظت اور نگہبانی نہ کرتا کبریا
سیکڑوں کافر عدو اور ایک جانِ مصطفیؐ

اور کوئی مجمع اصحاب میں واقف نہ تھا
تھے علیؓ دانندۂ سرِ نہانِ مصطفیؐ

آستاں بوسی کو قدسی جانتے ہیں اپنا فخر
عرش سے برتر ہے توقیرِ مکانِ مصطفیؐ

جنگ موتا واحد کیا خندق و خیبر میں بھی
تھے ید اللہ افسرِ کل ناصرانِ مصطفیؐ

قعرِ دوزخ حشر میں ہے دشمنوں کے واسطے
خلدِ اعلیٰ ہے برائے دوستانِ مصطفیؐ

دو کماں سے بھی تھا کم فرق ان میں اور اللہ میں
تھی شبِ معراج ایسی قدر و شانِ مصطفیؐ

اے فصاحتؔ بخت لے جائے مدینہ میں اگر
یہ جبیں ہو اور سنگِ آستانِ مصطفیؐ

قاضی مُحمّد شوکت مرادآبادی

المتوفی : ۱۹۳۰ء

وقت امداد اب اے ختم رسل آپہنچا
عزق ہونے کے قریب اپنا سفینا پہنچا

نہ مِلا ہے نہ مِلے گا یہ کسی کو رتبہ
نہ گیا اور نہ کوئی جائے وہ جس جا پہنچا

ہیں گنہ گار یہ پچلے ہوتے یارب کس کے
ہے شفاعت کا انہیں کس کے سہارا پہنچا

شب معراج زہے شان کہ بالا بالا
عرش اعظم سے بھی بالا شہِ والا پہنچا

خوف جاتا ہی رہا مٹ ہی گئی وحشت دل
حشر میں جب مرا مالک مرا مولا پہنچا

یہ نصیبا ہے یہ تقدیر ہے اپنی اپنی
رہ گیا کوئی مدینہ میں کوئی جا پہنچا

وہ اُٹھی گرد وہ آئی ہے سواری دیکھو
شافعِ روزِ جزا عاصیو! لو آپہنچا

نہ پھرا اور نہ محروم پھرے گا کوئی
تیرے در پر جو شہالے کے تمنا پہنچا

چھوڑ اب ہند کو چل سوئے مدینہ شوکتؔ
ایک تو ہی نہ گیا اور زمانہ پہنچا

فیروز طغرائی

المتوفی : ۱۹۳۱ء

رقم ہوتا ہے یا رب! وصف کس کے خال کا قد کا — بلا قط زن قلم کو آج بسم اللہ کی مد کا
الف کی شکل سے پیدا بہار باغ جنت ہے — ہر اک مصراع موزوں آئینہ ہے کس سہی قد کا
ملا یہ رتبہ کس کعبۂ رخ کے تصور سے — نگاہوں کو حرم کا، مردمک کو سنگ اسود کا
شفاعت کا ہوا ایجہ گنہ گاران امت کو — مصلّٰی منزل محمود میں احمدؐ کی مسند کا
ادھر والشمس ہے غازہ رخ پرنور کا تیرے — ادھر واللیل ہے شانہ خم زلف مجعّد کا
ترے مکتب میں اے امی ہزاروں فلسفے آئے — سبق لیتا رہا ہر اک تری تلقین ابجد کا
لطائف بھر دیئے کیا کیا قوانین شریعت میں — حدود حق سے جو نکلا وہ ٹھہرا مستحق حد کا
اور رکھی نہ کچھ تاخیر تبلیغ رسالت میں — یہ مضموں تھا جہانگیری توقف برنتابد کا
خوشا وہ لوگ ایسا ہاتھ جن کے ہاتھ پر آیا — خدا سے خود ملا جس کو خطاب اللہ کے ید کا
بشارت دی مسیحا نے کلیم اللہ نے تیری — ہوا آمد سے پہلے شور تیری آمد آمد کا
تری طلعت سے چمکی آفتاب علم کی طلعت — دل پرنور تھا فانوس شمع بزم سرمد کا
یہاں بے ساختہ رنگ غزل میں رنگ نعت آیا — نہ نقشہ جم سکا خوش طلعتوں کے خال کا خد کا

نیا مطلع وہ نکلے مطلع بدر الدجےٰ ہو کر
کہ دریائے تکلم آشنا ہو جزر کا مد کا

چودھری دِلّو رام کوثری

وفات: ۱۹۳۱ء

عظیم الشّان ہے شانِ محمدؐ　　خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ
کتب خانے کیے منسوخ سارے　　کتابِ حق ہے قرآنِ محمدؐ
نبیؐ کے واسطے سب کچھ بنا ہے　　بڑی ہے قیمتی جانِ محمدؐ
شریعت اور طریقت اور حقیقت　　یہ تینوں ہیں کنیزانِ محمدؐ
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں　　غلامانِ غلامانِ محمدؐ
نبیؐ کا نطق ہے، نطقِ الٰہی　　کلامِ حق ہے فرمانِ محمدؐ
خدا کا نور ہے، نورِ پیمبرؐ　　خدا کی شان ہے شانِ محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ　　یہی ہیں چار یارانِ محمدؐ
علیؑ ان میں وصی مصطفٰےؐ ہے　　علی ہے رنگِ بستانِ محمدؐ
علیؑ و فاطمہؓ شبیر و شبر　　بسا ان سے گلستانِ محمدؐ

بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا
میں ہوں ہر دم ثنا خوانِ محمدؐ

(۲)

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا — کہ مصروف شیریں زبانی میں رکھا
میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر — قمر کو مری پاسبانی میں رکھا
نہیں اختیار اب سے کی نعت گوئی — یہی شغل ہم نے جوانی میں رکھا
درِ مصطفےٰ کی ملے گر گدائی — تو پھر کیا ہے صاحب قرانی میں رکھا
بہارِ ریاضِ ثنائے نبیؐ نے — دہن کو مرے گُل فشانی میں رکھا
نبیؐ کے ہوئے نعت گو دو برابر — کہ دونوں کو اک مدح خوانی میں رکھا
ہے حسانؓ پہلا تو میں دوسرا ہوں — نہیں فرق اوّل میں ثانی میں رکھا
خدا نے اُسے سونپی محفل عرب کی — مجھے بزمِ ہندوستانی میں رکھا

لکھیں کوثری عمر بھر ہم نے نعتیں
نہ کچھ اور غمِ زندگانی میں رکھا

بے نظیر شاہ

المتوفی : ۱۹۳۲ء

نامِ خدا محمدؐ گردوں خرام میرا	خورشید جاں مجسّم ماہِ تمام میرا
وہ صدرِ عالمیں ہے سلطانِ مرسلیں ہے	اس کے سوا نہیں ہے کوئی امام میرا
راہِ طلب میں کب تک بھٹکوں میں سر بصحرا	کاش اس کے در پہ ہوتا اب تو مقام میرا
یا رب ! نرا وہ بندہ، بندہ ہے پر وہ بندہ	نام اس کا ہے وظیفہ ہر صبح و شام میرا
اس کی اگر مدد ہو، اس ہفتخوانِ غم میں	ہر غول و دیو، سرکش ہو جائے رام میرا
اللہ دے تو یہ دے اس میکدے میں ساقی	اس کی مئے محبّت ہو اور جام میرا
یا رب ! میں اس کے در سے اُٹھ کر کہیں نہ جاؤں	لکھا ہو اس سرا میں جب تک قیام میرا
ذرّہ ہوں اس گلی کا یہ اجرِ عاشقی ہے	دارالسّلام کا میں دارالسّلام میرا
بے خود مجھے جو پایا کیا بندہ پروری ہے	کرتی ہے رحمتِ حق خود انتظام میرا
آنکھوں میں اپنی سرمہ ہے اس کی نقشِ پا کا	کرتے ہیں آنکھ والے سب احترام میرا
مایوس ہو نہ کوئی اٹھوں نہ اسکے در سے	وہ حکمِ عام اس کا یہ اہتمام میرا

عیسیِ دہر ہوں میں اے بے نظیر ازل سے
لکھا ہے جاں نثاروں میں اسکے نام میرا

نظم طباطبائی

المتوفی : ۱۹۳۳ء

جہاں کو مژدہ اس جانِ جہاں کی آمد آمد کا ... قیامت مصرعِ ثانی ہے جس کے مصرعِ قد کا
ہوئے افلاک پیدا نام جب آیا محمدؐ کا ... طلسمِ عالمِ امکاں تھا یارب ! قفلِ ابجد کا
مواعظ کے گہر عالم میں بکھرانے کو نور آیا ... اُبھر آیا ہے غوطہ مار کر دریائے سرحد کا
زباں سے گو نہیں کہتے ہمیں تھا انتظار اس کا ... گواہی دے رہا ہے دل ہر اک قیس و موبد کا
کسی میں ہے کہ عالم کا تسلی دینے والا ہے ... کسی انجیل میں لکھا ہوا ہے نام احمدؐ کا
تری رفتار میں بے شک ہے اعجاز مسیحائی ... ہما بن کر فلک پر اُڑ گیا سایہ ترے قد کا
براقِ تیز تک جب عازم افلاک سے گزرا ... تو مثلِ گرد رنگ اُڑنے لگا چرخِ زبرجد کا
تجھے معراج کی رفعت ہے فرشِ خاک پر حاصل ... سریرِ عرش اعلیٰ متکا ہے تیری مسند کا
جبھی سے عالمِ اسرارِ علمِ کُن فکاں ہے تو ... سبق روح الامیں مکتب میں جب پڑھتے تھے ابجد کا
دعا مقبول ہو جاتی ہے تیرا نام لینے سے ... ملا بندوں کو موقع حق تعالیٰ کی خوشامد کا
ملا اللہ اکبر کیا صلہ تیرے ثنا سوں کو ... کہ ان کا قصر ہے یاقوت کا ان کا زمرد کا
سیرِ فرش تا عرش اک قدم مرکب کا ہے تیرے ... مقامِ قاب قوسین ایک گوشہ تیری مسند کا
تعالیٰ اللہ ہے اس شاہ کی شانِ کرم ایسی ... بھرم کھلنے نہیں پاتا منافق کی خوشامد کا
نہ چھوڑے گا درِ حیدر کو اب نظمؔ ثنا گستر ... یہی در ہے رسول اللہ کے شہرِ علم بے حد کا

کہاں ہے کعب سیکھے ہم سے آئینِ ثنا خوانی
کہ نعتِ مصطفیٰؐ اور ذکر شمشیرِ مہند کا

محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت

المتوفی : اندازاً ۱۹۳۴ء

جہاں میں غل ہوا محبوب رب العالمیں آیا　　شہنشاہِ دو عالم صاحبِ تاج و نگیں آیا
بتوں کی شوکت و عظمت جہاں سے کیوں نہ ہو باطل　　اڑانا پرچمِ توحید ختم المرسلیں آیا
دعا کی تھی خلیل اللہ نے جس کے لیے پہلے　　خبر دی جس کی عیسیٰ نے وہ شاہنشاہِ دیں آیا
نہ تھا معلوم کوزہ میں سمندر بھی سماتا ہے　　محمد مصطفیٰؐ کو دیکھ کر سب کو یقیں آیا
نہ جس کا مثل نکلا حضرت آدمؑ سے عیسیٰؑ تک　　وہ فخرِ اولیں آیا وہ عزِّ آفریں آیا
خلیل اللہ نے دیکھا جو حضرت کو تو فرمایا　　مرا لختِ جگر عزت نشاں مسند نشیں آیا

دمِ آخر نبیؐ کو دیکھ کر حسرت یہ چلاؤں
مرا ماویٰ مرا ملجا مرے دل کا مکیں آیا

ہاں صبح ہدایت آئی نکل تاریکیِ کفر ہوئی زائل
جب جاء الحق زہق الباطل فرما دیا کملی والے نے
اللہ نے فترضیٰ کا وعدہ جب بہرِ شفاعت فرمایا
پھر باغِ جناں میں امت کو پہنچا دیا کملی والے نے
معراج سے جس دم آتے نبیؐ اللہ نے کہا اُدنُ منّی
تو شکر میں جو کچھ تھا اپنا لٹوا دیا کملی والے نے
اے حسرتِ شیدا فکر نہ کر ہیں ساتھ ہمارے پیغمبرؐ
جب امت مع من احببت فرما دیا کملی والے نے

ریاض خیرآبادی

المتوفی : ۱۹۳۴ء

طورِ سینا مرے اللہ یہ سینا ہو جائے
طور کیا جلوۂ پیہم سے مدینا ہو جائے

سختیٔ نزع سہی موت نہ آئے نہ سہی
شوقِ دیدار میں مشکل مجھے جینا ہو جائے

لے لو دم اور گھنی چھاؤں سے اُٹھنے والو
ہم بھی چلتے ہیں ذرا خشک پسینا ہو جائے

دیکھنا ہے لبِ توبہ کا تبسم ساقی
تلخ اتنی ہو کہ مشکل مجھے پینا ہو جائے

طول کھینچے یہ مری عمر درِ اقدس پر
ہر پہر میرے لیے ایک مہینا ہو جائے

پھول برسائے عوض صاعقہ کے مے کا فروغ
شجرِ طور تری بزم میں مینا ہو جائے

دل کا کیا ذکر جگہ بھی نہ ہو تل دھرنے کی
اس قدر نور سے معمور یہ سینا ہو جائے

یوں خمِ گنبدِ خضرا کی طرف روح کھچے
میکدہ کوئی ہو دو بھر مجھے پینا ہو جائے

رات دن تیری تجسس میں تگ و دو یہ رہے
خون جتنا ہے رگوں میں وہ پسینا ہو جائے

ہائے وہ مے کہ جو دو گھونٹ گلے سے اُترے
نورداں رُخ سے خجالت کا پسینا ہو جائے

سایۂ تاک میں ہے دعوتِ زاہد ریاضؔ
کہیں ہر دانۂ انگور نہ مینا ہو جائے

محمد ضمیر الحق قیس آروی

المتوفی : ۱۹۳۵ء

خم خانہ ہے دل عشقِ رسولِ دوسرا کا
کیوں جام نہیں چھلکے مری طبع رسا کا

یارب! مجھے دیدار ہو اس ماہ لقا کا
مصداق جو ہے حملۂ لولاک لما کا

آئیں مرے ساتھ کہیں جن و ملک بھی
میں ہاتھ اُٹھاتا ہوں پے وصل دعا کا

اے کاش مری خاک ہی لے جائے وہاں تک
احسان پسِ مرگ ہو اتنا ہی صبا کا

مانندِ فلک میں بھی سرافرازِ جہاں ہوں
مل جائے جو بوسہ کوئی نقشِ کفِ پا کا

ہیں نجم فلک آتشِ فرقت کے شرارے
ہے چاند ہمارے دل پر داغ کاخا کا

پہنچائے گی اُلفت ہی مجھے یار کے در پر
محتاج نہیں ہوں میں کسی راہ نما کا

دریائے شفاعت کی روانی جو یہی ہے
کیا خوف گنہ گاروں کو ہو روزِ جزا کا

مرقد میں نکیریں نہ بک بک کے ستائیں
ہوں مست مے اُلفتِ محبوبِ خدا کا

کس شان سے مقتل میں مرے قتل سے اُٹھی
ہے تیغ کی جھنکار میں غل صلِ علیٰ کا

آوارہ وطن تو ہی نے اے عشق بنایا
سچ پوچھ تو قائل ہوں ترے ناز و ادا کا

اس ڈر سے کہ برہم نہ ہوں گستاخ سمجھ کر
کچھ ذکر کیا ہم نے وفا کا نہ جفا کا

اے قیس نہ بڑھ جاؤ کہیں حدِ ادب سے
خاموش رہو وقت ہے تسلیم و رضا کا

میرزا عزیز لکھنوی

المتوفی : ۱۹۳۵ء

سایہ بھی جُدا ہوتا نہیں دن رات　　زورِ کشش حسنِ خداداد کی کیا بات
یہ کہہ کے ترے حلقۂ گیسو میں چلا دل　　ہے آج ہمارے لیے معراج کی برات
کیا ذکر مرا دل بھی ہے میرے تو زباں بھی　　مشتاق رہے تیرے تکلّم کے جمادات
سونے میں بھی وا چشمِ حقیقت نگری ہے　　یکساں ہے ترے واسطے سب دن ہو کہ ہو رات
ہوں رازِ جلی یا کہ خفی تجھ پہ ہویدا　　تو دیکھ رہا ہے عقب و پیش کے حالات
تو شارحِ آیاتِ کتاب فَتَدَلّٰے　　خلوت کدۂ حسن کی ہمراز تری ذات
ہر جامۂ نو قامتِ موزوں پہ مزیّن　　کرتا ہے ترے پیکرِ نازک پہ مباہات
اللہ ری شوخی تری اک چشم زدن میں　　طے تو نے کیے ہیں حجبِ عرش و سماوات
کس مُنہ سے کہوں کیفیتِ لذتِ تقریر　　واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات
زلفوں سے تری چینِ جبیں کا ہے اشارہ　　ہو معجزۂ شقِ قمر آئی ہے اب رات
کہتے ہیں اسی واسطے تجھ کو ابوالارواح　　تھا نُور ترا مظہرِ ارضین و سماوات
وہ مہرِ نبوت ہے نہیں سنگِ حرم کچھ　　ہاں تو ہمہ تن کعبہ ہے اے قبلۂ حاجات
ہے قصد بناؤں گا الگ عرشِ محبّت　　کرتا ہوں بہم جمع تری راہ کے ذرّات
کرتا ہوں ترے نام پہ ختم اپنا قصیدہ　　دورِ صلوات اب ہو کہ ہے جوشِ موالات

محمود و محمّد شرفِ عالم و آدمؑ
میرِ عرب و میرِ عجم سیّدِ سادات

اصغر گونڈوی

المتوفی : ۱۹۳۶ء

کچھ اور عشق کا حاصل نہ عشق کا مقصود
جز اینکہ لطفِ خلشہائے نالۂ بے سُود

مگر یہ لُطف بھی ہے کچھ حجاب کے دم سے
جو اُٹھ گیا کہیں پردہ تو پھر زیاں ہے نہ سُود

ہلائے عشق نہ کیوں کائناتِ عالم کو
یہ ذرّے دے نہ اُٹھیں سب شرارۂ مقصُود

یہ کون سامنے ہے صاف کہہ نہیں سکتے
بڑے غضب کی ہے نیرنگیٔ طلسمِ نمُود

مرا وجود ہی خود انقیاد و طاعت ہے
کہ ریشہ ریشہ میں ساری ہے اک جبینِ سجُود

مقامِ جہل کو پایا نہ علم و عرفاں نے
مَیں بے خبر ہُوں باندازہ فریبِ شہُود

چلوں میں جانِ حزیں کو نثار کر ڈالوں
نہ دیں جو اہلِ شریعت جبیں کو اذنِ سجُود

وہ رازِ خلقتِ ھستی وہ معنی کونین
وہ جانِ حسنِ ازل، وہ بہارِ صبحِ وجُود

وہ آفتابِ حرم، نازنینِ کنجِ حرا
وہ دل کا نور وہ اربابِ درد کا مقصُود

وہ سرورِ دوجہاں وہ محمّدِ عربی
بہ روحِ اعظم و پاکش درودِ نامحدُود

ضیائے حسن کا ادنیٰ سا یہ کرشمہ ہے
چمک گئی ہے شبستانِ غیب و بزمِ شہُود

نگاہِ ناز میں پنہاں ہیں نکتہ ہائے فنا
چُھپا ہے خنجرِ ابرو میں رمزِ "لاموجود"

کچھ اس ادا سے مرا اس نے مدعا پُوچھا
ڈھلک پڑے مری آنکھوں سے گوہرِ مقصود

ذرا خبر نہ رہی ہوش و عقل و ایماں کی
یہ شعر پڑھ کے وہیں ڈال دی جبینِ سجود

"چولہ خاک شدن یا زیاں بود یا سُود
بہ نقد خاک شوم بنگرم چہ خواہد بود"

(رومی)

آغا شاعر قزلباش

المتوفی : ۱۹۴۰ء

ارادہ جب کروں اے ہم نشیں مدحِ پیمبرؐ کا
قلم لے آؤں پہلے عرش سے جبریل کے پر کا

معطر ہے دو عالم یا محمدؐ کیسی خوشبو ہے
کھلا ہے کیا کوئی حلقہ تری زلفِ معنبر کا

تسلّی رہتی تھی عاشق کو اس کے پاس رہنے سے
اسی باعث سے سایہ اُڑ گیا جسمِ پیمبرؐ کا

محمدؐ کہتے کہتے دم نکل جائے تعشق میں
جبھی تو کام نکلے گا قضا سے زندگی بھر کا

کہیں ایسا نہ ہو شاعر کو اپنے بھول ہی جاؤ
مرے مولا ذرا تم دھیان رکھنا روزِ محشر کا

سرکشن پرشاد شاؔد

وفات : ١٩٤٠ء

بلوائیں مجھے شاد جو سلطانِ مدینہ — جاتے ہی میں ہو جاؤں گا قربانِ مدینہ

وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوبِ خدا ہیں — کعبے سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شانِ مدینہ

روکیں گے نہ دربار میں جانے کے لیے شاؔد — پہچانتے ہیں سب مجھے دربانِ مدینہ

ہے قربِ نبیؐ ہی سے تو یہ عزت و اجلال — قالب ہے مدینہ تو وہ ہے جانِ مدینہ

لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشقِ محمدؐ — تحفہ ہے مرے پاس یہ شایانِ مدینہ

دیکھے جو تحیر میں مرے عشقِ نبی کو — سکتے میں رہے نرگسِ بستانِ مدینہ

کھولے درِ جنت کو یہی کہتا ہے رضواں — بے خوف چلے جائیں غلامانِ مدینہ

نشہ ہے وہ ان کو جو اترتا ہی نہیں ہے — توحید کی مے پیتے ہیں مستانِ مدینہ

خاکِ رہِ یثرب کو بناؤں گا میں سرمہ — دیکھوں گا ان آنکھوں سے میدانِ مدینہ

اللہ دکھا دے تو مجھے روضۂ اقدس — باقی کہیں رہ جائے نہ ارمانِ مدینہ

کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی — کیا مجھ کو نہیں جانتے سلطانِ مدینہ

کیا مجھ سے ثنا ہو سکے اک مور ہوں ادنیٰ — اعلیٰ ہیں وہی جو ہیں سلیمانِ مدینہ

مومن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں شاؔد
اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

احسن مارہروی

وفات : ۱۹۴۰

ہر اک ذرہ چمک اُٹھا ہے مہتابِ ضیا بن کر
فضا کو جگمگایا آپ نے شمس الضحیٰ بن کر

مرے سرکار آئے دردِ عصیاں کی دوا بن کر
سکونِ قلبِ مضطر غم زدوں کا آسرا بن کر

نبیؔ ہیں اور جتنے اخترِ برجِ رسالت ہیں
مرے سرکار آئے ہیں مگر شمس الضحیٰ بن کر

خدا شاہد ہے بڑی مشکل میں تھے اللہ کے بندے
کہ وہ تشریف لائے دفعتہً مشکل کشا بن کر

پریشاں حوادث دیکھ کر بحرِ حوادث میں
پئے تسکیں انہیں کی یاد آئی ناخُدا بن کر

خلیل اللہ ہے کوئی، کلیم اللہ ہے کوئی
مگر آقا مرے آتے ہیں، محبُوبِ خُدا بن کر

تمہیں نے زندگی نو عطا فرمائی ہے آقا
کہ آئے مردہ دل کے واسطے آبِ بقا بن کر

مجھی پر منحصر کیا ہے، شہنشاہِ زمانہ بھی
انھیں کے آستاں پر آ رہے ہیں بے نوا بن کر

سمجھ سے ماورا ہستی کو احسنؔ کوئی کیا سمجھے
کہ دُنیا میں مرے سرکار آئے جانے کیا بن کر

بیدمؔ شاہ وارثی

المتوفی : ۱۹۴۴ء

کیا پوچھتے ہو گرمیِ بازارِ مصطفؐیٰ
خود بِک رہے ہیں آکے خریدارِ مصطفؐیٰ

دل ہے مرا خزینۂ اسرارِ مصطفؐیٰ
آنکھیں ہیں دونوں روزنِ دیوارِ مصطفؐیٰ

پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ
اور لُٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفؐیٰ

تفسیرِ مصحفِ رخ پُر نور والضحیٰ
واللّیل شرحِ گیسوئے خمدارِ مصطفؐیٰ

نعلینِ پا سے عرشِ معلّیٰ کو ہے شرف
روح الامیں ہیں غاشیہ بردارِ مصطفؐیٰ

بیدمؔ نہ آؤں جا کے دیارِ رسولؐ سے
تُربت ہو زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفؐیٰ

مجذوب سہارن پوری

وفات : ۱۹۴۴ء

کہاں ہند میں وہ بہارِ مدینہ — بس اب میں ہوں اور یادگارِ مدینہ
مرا دل ہے اک اختصارِ مدینہ — کہ اس میں بسا ہے دیارِ مدینہ
زہے عزّت و افتخارِ مدینہ — شہِ دو جہاں تاجدارِ مدینہ
ہے عرش آشیاں خاکسارِ مدینہ — ہے کرسی نشیں جو ہے خوارِ مدینہ
وہ ہر سو کھجوروں کی دل کش قطاریں — وہ کہسار وہ سبزہ زارِ مدینہ
وہ مسجد وہ روضہ وہ جنّت کا ٹکڑا — خوشا منظرِ پُر بہارِ مدینہ
نگینہ زمرد کا ہے سبز گنبد — اور انگشتری کوہسارِ مدینہ
کہاں جی لگے میرا باغِ جہاں میں — ہے آنکھوں میں میری بہارِ مدینہ
میسر ہے ہر وقت مجھ کو زیارت — مَیں ہوں محوِ یادِ مزارِ مدینہ
کہیں جاؤں طیبہ ہی پیشِ نظر ہے — مجھے کل جہاں ہے جوارِ مدینہ
اِدھر دیکھ اِدھر لے مری چشمِ حسرت — مَیں دل میں لیے ہوں بہارِ مدینہ
وہاں سے میں حُبِّ نبی دل میں لایا — یہی تحفہ ہے یادگارِ مدینہ

میسر ہو پھر اس کو یا ربّ زیارت
کہ مجذوب ہے اشکبارِ مدینہ

مولانا سیّد حسن مرتضیٰ اشفق عمادپوری

المتوفی : ۱۹۴۴ء

فیض دمِ مسیح کی دہر میں کیا ہوا چلی
نرگس خفتہ جاگ اُٹھی کھلنے لگی کلی کلی

پھولوں کے عطر سے بسی صحنِ چمن کی ہر روش
سنبل مشک بو سے ہے چین و ختن گلی گلی

غنچے کا پٹکا کھل گیا، گل کی قبا مسک گئی
دوڑیں چمن کی نکہتیں ایسی پڑی چلا چلی

غنچۂ گل نکل گیا گوشۂ اعتکاف سے
بلبلِ بے قرار کے دل کو ہے کتنی بے کلی

لالہ کا شور لَا اِلٰہ گونج رہا ہے باغ میں
رقص میں برگ برگ ہے وجد میں ہے کلی کلی

ذکرِ خفی میں گرم ہے سوسنِ سبز کی زباں
بلبلِ باغ کرتی ہے ذکر بہ نغمۂ جلی

ابر کہے ہُوالغفور نرگسِ تر ہُوالبَصِیر
پھول پڑھیں ہُوَالجمیل سرو کہے ہُوَ العَلِی

آنکھیں بچھائیں راہ میں بلبلِ دل فروز نے
کہنے کو خیرمقدمِ سرورِ دیں صبا چلی

نواب بہادر یار جنگ خلق

المتوفی : ۱۹۴۴ء

اے کہ ترے وجود پر خالقِ دو جہاں کو ناز
اے کہ ترا وجود ہے وجہِ وجودِ کائنات

اے کہ ترا سرِ نیاز حد کمال بندگی
اے کہ ترا مقام عشق قرب تمام عین ذات

خوگر بندگی جو تھے تیرے طفیل میں ہوئے
مالکِ مصر و کاشغر وارثِ دجلہ و فرات

تیرے بیاں سے کھل گئیں، ترے عمل سے حل ہوئیں
منطقیوں کی اُلجھنیں، فلسفیوں کی مشکلات

مدحتِ شاہِ دوسرا مجھ سے بیاں ہو کس طرح
تنگ میرے تصورات پست میرے تخیلات

سائل دہلوی

المتوفی : ۱۹۴۵ء

کب تک رہے سینے میں تمنّائے مدینہ
کب تک دلِ بے تاب کہے ہائے مدینہ

مر جاؤں مدینے میں مدینے میں لحد ہو
لے جاؤں لحد میں، میں تمنّائے مدینہ

آ بیٹھو مرے دل میں کہ دل عرشِ بریں ہے
تم چاہو تو سینہ مرا بن جائے مدینہ

یا رب! مرے دل میں رہے یثرب کی تمنّا
یا رب مرے سر میں رہے سودائے مدینہ

اے چشمِ تصوّر تجھے اتنا ہی بہت ہے
گھر بیٹھے نظر میں مرے آجائے مدینہ

سائل کی تمنّا ہے شب و روز الٰہی!
ہر دم مرے دل میں رہے سودائے مدینہ

جلیل مانکپوری

المتوفی : ۱۹۴۶ء

حبیبِ پاک کسی کا خطاب کیا ہوگا — وہ لاجواب ہیں ان کا جواب کیا ہوگا
مرے گناہ کو یاربّ نہ پُوچھ رہنے دے — جو بے حساب ہے اس کا حساب کیا ہوگا
مدارِ کار ہے حُبِّ رسُول پر ۔ ورنہ — عمل ہزار ہوں اچھے ثواب کیا ہوگا
تمام امتِ عاصی کے جب ہو تم حامی — کسی پہ قہر کسی پر عذاب کیا ہوگا
جو آپ کے ہے غلاموں میں اے شہِ کونین — لحد میں اُس سے سوال و جواب کیا ہوگا
سوائے حمد کے شایاں تمہیں ہو محشر میں — سوا تمہارے کوئی انتخاب کیا ہوگا
ہلال جلوہ نما ہو ہزار گردوں پر — تمہارے ناخنِ پا کا جواب کیا ہوگا
بہشت میں تپشِ مہر کا گزر کیوں ہو — جہاں ہوں آپ وہاں آفتاب کیا ہوگا
جمالِ پاک کو دیکھیں گے برملا دمِ حشر — تہِ نقاب رُخِ آفتاب کیا ہوگا
خدا رسُولؐ سے غفلت رہی اگر یُوں ہی — تو حال اے دلِ خانہ خراب کیا ہوگا
کلامِ نعت جو سُنتا ہے وہ یہ کہتا ہے — کر اس طرح سخنِ انتخاب کیا ہوگا
جو مستِ نکہتِ زلفِ نبیؐ ہے اس کا دماغ — رہینِ منتِ مشک و گلاب کیا ہوگا

جلیل گوشۂ عزلت میں مشغلہ اپنا
بجز خیالِ رسالت مآب کیا ہوگا

جلیل مانکپوری

المتوفی : ۱۹۴۶ء

دیکھ کر شہ کو پکاریں گے قیامت والے — اس طرف بھی نظر او تاجِ شفاعت والے
کیا غلاموں پہ عنایت ہے کہ محشر میں حضور — ڈھونڈتے پھرتے ہیں کہاں ہیں مری اُمّت والے
مَیں جو طیبہ کے تصور میں رہا کرتا ہوں — رشک کرتے ہیں مرے حال پہ جنّت والے
آستاں بوسیِ حضرتؐ ہے میسر جن کو — سچ تو یہ ہے کہ وہی لوگ ہیں قسمت والے
اللہ اللہ یہ وہ بارگہ عالی ہے — سر جھکاتے ہیں جہاں شوکت و حشمت والے
حشر میں دیکھ کے اُس قامتِ رعنا کی ادا — کیا قیامت نہ اُٹھائیں گے قیامت والے
یا نبیؐ اب تو ذرا جلوہ نمائی ہو جائے — دل کو تھامے ہُوئے حاضر ہیں زیارت والے
سیر ہوتے ہیں نہ وہ ہوش میں آتے ہیں کبھی — بادۂ عشقِ محمدؐ کے ہیں جو متوالے
جس طرح مہر سے روشن ہیں ستارے یونہی — فیض پاتے ہیں ترے در سے کرامت والے
مل گیا دامنِ محبوبؐ کا سایہ ان کو — سب سے اچھے رہے محشر میں محبت والے

نازِ اس پر ہے کہ ہیں اُن کے غلاموں میں جلیلؔ
اہلِ تقویٰ ہیں نہ ہم زہد و عبادت والے

نظامی بدایونی

المتوفی : ۱۹۴۷ء

تری الفت میں مرنا اے نبی خوش زندگانی ہے — کہ اس درد و الم میں دو جہاں کی شادمانی ہے
تری شانِ نبوّت کا مقابل مل نہیں سکتا — کہ تجھ سے کوئی اوّل ہے نہ ہمسر ہے نہ ثانی ہے
تمہارے جلوۂ رُخ میں جھلک ہے نورِ خالق کی — مِرے اس قول پر صادق حدیث "من رآنی" ہے
مسخر ہے ہر اک عنصر ہیولہ مادہ تابع — مسلّم دونوں عالم میں تمہاری حکمرانی ہے
جمالِ پاک پر حضرت کے وحشی وطیر ہیں شیدا — شہِ کونین کا غم انس و جن کی زندگانی ہے
غلامِ بارگاہِ پاک کیا کیا فخر کرتے ہیں — سمجھتے ہیں کہ گویا ان کے گھر صاحب قرانی ہے
خدا عاشق ہے جس پر اس کو چاہا جھوٹ کیوں بولیں — ہمیں اللہ کو محشر کے دن صورت دکھانی ہے
خوشا تقدیرِ رنجوری کہ آئیں وہ عیادت کو — نہ رنجوری کہو اس کو حیاتِ جاودانی ہے
کہاں یثرب کہاں جنت خدارا واعظو! چپ ہو — تمہاری کون سنتا ہے، تمہاری کس نے مانی ہے
اگر مل جائیں ہفت اقلیم بھی تو میں نہ لوں ہرگز — کہ شاہی سے زیادہ ان کے در کی پاسبانی ہے

سُناتا ہے نظامی ذکرِ میلادِ نبیؐ سب کو
نہ قصّہ ہے سکندر کا نہ دارا کی کہانی ہے

اختر شیرانی

المتوفی : ۱۹۴۸ء

مسند نشینِ عالمِ امکاں تمہیں تو ہو
اس انجمن کی شمع فروزاں تمہیں تو ہو
دنیائے ہست و بود کی زینت تمہیں سے ہے
اس باغ کی بہار کا ساماں تمہیں تو ہو
روشن ہے جس کی ضو سے شبستانِ زندگی
وہ ماہِ نیم ماہِ درخشاں تمہیں تو ہو
دُنیا کی آرزو ہیں فنا آشنا ہیں سب
جو روحِ زندگی ہے وہ ارماں تمہیں تو ہو
تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو
صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ہے جس کا نُور
وہ جلوہ زارِ حسنِ درخشاں تمہیں تو ہو
دارائے چرخ و دورِ زمیں جس کے ہیں غلام
وہ نازِ دہر و نازشِ دوراں تمہیں تو ہو
دُنیا و آخرت کا سہارا تمہاری ذات
دونوں جہاں کے والی و سلطاں تمہیں تو ہو
شادابیِ صنوبر و نسریں تمہیں سے ہے
بوئے گل و بہارِ گلستاں تمہیں تو ہو
اختر کو بے نوائیِ دنیا کی فکر کیا
ساماں طرازِ بے سر و ساماں تمہیں تو ہو

عزیز یار جنگ عزیز

المتوفی : ۱۹۴۸ء

مداح ہوں مَیں بھی اسی ممدوحِ خدا کا
صدقے میں کھنچا جس کے یہ کو   کا خاکہ

ہے دھیان دمِ خواب مدینے کی فضا کا
یہ نیند کا جھونکا ہے کہ جنت کی ہوا کا

اشعار پڑھے نعت کے مَیں نے جو چمن میں
غنچوں میں ہُوا شور بپا صلِّ علیٰ کا

کب تک ملک الموت سے فرقت میں کشاکش
ہو اب تو اشارہ لبِ اعجاز نما کا

جو آپ پہ مرتے ہیں وہ مرتے نہیں ہرگز
ملتا ہے مزا ان کو فنا میں بھی بقا کا

مل جائے کہیں خار بیابانِ مدینہ
مشتاق ہے ہر آبلہ میرے کفِ پا کا

شیرازۂ کونین یہ وابستہ ہے جس سے
اک حلقہ ہے وہ آپ کے گیسوئے رسا کا

کافور ہُوئی گرمیِ خورشید قیامت
رُخ دیکھتے ہی آپ کے مشتاق بقا کا

ہے ذاتِ نبی باعثِ تخلیق دو عالم
مضموں یہ کہے دیتا ہے لولاک لما کا

لے جائے گا طیبہ کو مرا جذبِ محبت
محتاج نہیں مَیں خضرِ راہنما کا

مشہور ہوئے جس سے زمانہ میں مسیحا
تھا ایک کرشمہ لبِ اعجاز نما کا

سر پہ ہو مرے گردِ رہ وادیِ طیبہ
سمجھوں گا میں سایہ اُسے کعبے کی ادا کا

میخوارِ محبت ہیں بہت دیر سے پیاسے
ساغر کوئی ! صدقہ نگہِ ہوش رُبا کا

کیا پُرسشِ محشر کا عزیزؔ اب مجھے کھٹکا
جب ہاتھ میں دامن ہے شہِ عقدہ کشا کا

صفی لکھنوی

المتوفی : ۱۹۵۰ء

اعجاز ہی اعجاز تھے اطوارِ محمدؐ — رفتارِ محمدؐ ہو کہ گفتارِ محمدؐ

وہ سادگیٔ وضع وہ اندازِ مساوات — سرمایۂ آرائشِ دربارِ محمدؐ

سلمان و سلیماں میں نہ تھا فرق وہاں کچھ — تھا ظلِ ہما سایۂ دیوارِ محمدؐ

اقوام کو کس قعرِ مذلت سے نکالا — دُنیا پہ ہے احسانِ گرانبارِ محمدؐ

اسلام جو ہے آشتی و امن کا پیغام — سمجھو تو اِسے مسلکِ ہموارِ محمدؐ

فطرت کے قوانین کا مجموعہ ہے اسلام — ہر قلبِ حق آگاہ طرفدارِ محمدؐ

مقصود نہ تھی جنگ سے تسخیرِ ممالک — پیکار حکیمانہ تھی پیکارِ محمدؐ

اُس وقت دیا اذن پئے جنگِ دفاعی — ہونے لگے مقتول جب انصارِ محمدؐ

آقائے دو عالم کے غلاموں سے تو پوچھو — آزادوں سے بہتر تھے گرفتارِ محمدؐ

ہم جنسوں کی اصلاح میں کل عمر بسر کی
اللہ رے صفی جذبۂ ایثارِ محمدؐ

سیماب اکبر آبادی

المتوفی : ۱۹۵۱ء

سلام اے صبحِ کعبہ، السلام اے شامِ بُت خانہ
تو چمکا بزمِ آذر میں بہ اندازِ خلیلانہ

حریمِ پاک تیرا وہ بلند ایواں حقیقت کا
جہاں جبریلؑ بھی ناچیز سا ہے ایک پروانہ

کہیں تو زندگی پیرا بہ اندازِ لبِ عیسیٰ
کہیں تو خطبہ فرما، اوجِ طائف پر کلیمانہ

فراغِ آفرینش ہے تو ہے تیرے ہی جلووں سے
کہیں تُو شمعِ محفل ہے کہیں تو نورِ کاشانہ

کچھ اس انداز سے جلوہ نمائی تو نے فرمائی
کہ ہر ذرہ زمیں کا ہو گیا تیرا ہی دیوانہ

یہ دُنیا تیری نظروں میں مثالِ نقطۂ ناقص
یہ عالم خرمنِ عرفاں کا تیرے صرف اک دانہ

مجھے معلوم ہے رازِ غلامی اہلِ عالم کا
ہے آئینِ سیاست سے ترے ذہن ان کا بیگانہ

اگر پیرو ترا یہ عالمِ ایجاد ہو جائے
تو اک انساں ہی کیا کل کائنات آزاد ہو جائے

آرزو لکھنوی

المتوفی : ۱۹۵۱ء

ازل سے نقشِ دل ہے نازِ جانانہ محمدؐ کا
کیا ہے لوح نے محفوظ افسانہ محمدؐ کا

بنا ہے مہبطِ جبریلؑ کا شانہ محمدؐ کا
اب افسانہ خدا کا ہے ہر افسانہ محمدؐ کا

ڈرے کیا آتشِ دوزخ سے دیوانہ محمدؐ کا
کہ اُٹھتے شعلے گل کرتا ہے پروانہ محمدؐ کا

ظہورِ حال مستقبل سے ماضی کو ملا دوں گا
مجھے پھر آج دہرانا ہے افسانہ محمدؐ کا

رسائی کب ہے اس تک ہوشِ انساں عقلِ قدسی کی
جو اپنی رو میں بک جاتا ہے دیوانہ محمدؐ کا

دوئی اک داغِ تہمت غیریت الزامِ بے معنی
وہ اپنا ہے جسے اپنائے یارانہ محمدؐ کا

شفاعت کی دعائیں وہ ہوا دیتے ہیں پر اس کا
جہنم کو بجھا سکتا ہے پروانہ محمدؐ کا

یہاں سے تا بہ جنت روک ہے کوئی نہ پرسش ہے
جہاں چاہے چلا جا، بن کے دیوانہ محمدؐ کا

شعاع اس پار شیشے کے نظر اس پار شیشے کے
جھلک دیکھی کہ پہنچا اُڑ کے پروانہ محمدؐ کا

درود اوّل سخن ہو آرزوؔ پھر شعرِ نعتیہ
زباں دھو ڈال اگر کہنا ہے افسانہ محمدؐ کا

صُوفی محمّد اکبر خان اکبر میرٹھی

المتوفی ۱۹۵۲ء

دل میں مرے آنکھوں میں سما جائے محمدؐ
ہر سمت نظر آتے تجلّاتے محمدؐ

ارمان نکل جائے مرے حجرۂ دل سے
یہ گھر ہے محمدؐ کا یہاں آئے محمدؐ

آنکھوں میں لگا لوں اسے پتلی میں بٹھاؤں
ہے خاک شفا خاکِ کفِ پائے محمدؐ

مرجاؤں میں سُن سُن کے ترا ذکر مُبارک
افسانے سے تیرے مجھے نیند آئے محمدؐ

وہ دل ہے کہ جس میں محبت ہو نبیؐ کی
وہ سر ہے کہ جس سر میں ہے سودائے محمدؐ

دیکھیں ہیں وہ اُمت کو خدا دیکھے ہے ان کو
یہ حق کا تماشا وہ تماشائے محمدؐ

گر پوچھا نکیرین نے اُمّت میں کس کی
اُٹھ بیٹھوں گا پڑھتا ہُوا اسمائے محمدؐ

انوارِ خدا کا بھی کہیں ہوتا ہے سایہ
ہے نُورِ علیٰ نور سراپائے محمدؐ

تھوڑی سی زمیں طیبہ میں اکبرؔ کو دے اللہ
قدموں میں محمدؐ کے ہو شیدائے محمدؐ

پنڈت کیفی دتاتریہ

وفات : ۱۹۵۵ء

ہو شوق نہ کیوں نعتِ رسولِؐ دوسرا کا
مضموں ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا

پہنچایا ہے کس اوجِ سعادت پہ جہاں کو
پھر رُتبہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا

دے علم و یقیں کو مرے رفعتِ شہ والا
نام اُونچا ہے جس طرح مرا او رصفا کا

یوں روشنی ایمان کی دے دل میں کہ جس سے
بطحا سے ہوا جلوہ فگن نُورِ خدا کا

ہے حامی و ممدوح مرا شافعِ محشر
کیفیؔ مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا

بے خود دہلوی

وفات : ۱۹۵۵ء

پنہاں ہے دل میں عشق حبیبِ الٰہ کا
دینے لگا ہے کام تصوّر نگاہ کا
بادِ صبا جو روضۂ انور پہ ہو گزر
کرنا بیان سب میرے حالِ تباہ کا
کہتے ہوئے سُنا نہیں کیا جبرئیلؑ کو
خادم ہُوں بارگاہِ رسالت پناہ کا
غافل نہیں وہ اُمتِ عاصی کے حال سے
ہر وقت سامنا ہے کرم کی نگاہ کا
نیزہ کرن کا لے کے جو نکلا ہے آفتاب
اک لشکری ہے یہ بھی اُس انجم سپاہ کا
مختارِ کارخانۂ قدرت ہیں مُصطفیٰؐ
ہے ان کو اختیار سپید و سیاہ کا
اُٹھ جائے پردۂ رُخِ اسرارِ معرفت
سرمہ مِلے جو آنکھ کو اُس گردِ راہ کا
گستاخیاں معاف ہوں ہاں اے حبیبِ ربّ
اس دل کو پڑ گیا ہے مزا تیری چاہ کا
مجھ کو وہاں ہے جلوۂ دیدار کی تلاش
بے نور ہے چراغ جہاں مہر و ماہ کا
بے خُود کی لاج شافعِ محشر تجھی کو ہے
تیرے سوا نہیں کوئی اُس روسیاہ کا

وحشت کلکتوی

وفات : ۱۹۵۶ء

تُو جو اے ماہِ عرب عالم کی زینت ہو گیا
نور تیرا اکس کے جلوے کی بشارت ہو گیا

نُور تیرا دافعِ آثارِ ظلمت ہو گیا
ایک عالم کے لیے شمعِ ہدایت ہو گیا

غم ترا آیا ہے دل میں عیش کا ساماں لیے
دُور کلفت ہو گئی اندوہ رخصت ہو گیا

بچھ گئی ہے چادر خارِ مغیلاں دشت میں
تیرے وحشی کے لئے سامانِ راحت ہو گیا

سادہ دل عاشق کہ تھا مشتاق تیری دید کا
دیکھ کر آئینۂ دل محوِ حیرت ہو گیا

کیوں نہ منظورِ نظر ہو تیرے کوچے کا غبار
عین یہ توسرمۂ چشمِ بصیرت ہو گیا

روئے انور کا تصوّر وجہِ حیرانی ہُوا
اک پری کا جلوہ تھا دیوانہ وحشت ہو گیا

مولانا ظفر علی خاں

المتوفی : ۱۹۵۶ء

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز چمکنے والی تھی سب دُنیا کے درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں" لولاک لما" کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیّاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا، جو نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

سردار عبدالرب نشتر

المتوفی : ۱۹۵۸ء

شب و روز مشغولِ صلِّ علیٰ ہوں
میں وہ چاکرِ خاتمِ انبیاءؐ ہوں

نگاہِ کرم سے نہ محروم رکھیو
تمہارا ہوں میں گر بھلا یا بُرا ہوں

مجھے بھی ہوں معراج معراج والے
میں دیوانۂ لیلائے معراج کا ہوں

مرے لحن پر رشک داؤدؑ کو ہے
مدینے کی گلیوں کا نغمہ سرا ہوں

نہ کیوں فخر ہو عشق پر اپنے مُجھ کو
رقیبِ خدا، عاشقِ مصطفےٰؐ ہُوں

میں ہوں ہر دو عالم سے آزاد نشترؔ
گرفتارِ زلفِ رسولِ خدا ہوں

سیّد علی اختر حیدر آبادی

المتوفی : ۱۹۵۸ء

اے دہر مبارک ہو تجھ کو فردوسِ طرب کی جلوہ گری
پھولوں کی فضا، نغموں کا فسوں، ہر موج رواں ہر شاخ ہری
اب عقل ہے خود رازِ عرفاں، چلتی ہے نسیمِ امن و اماں
دم توڑ رہی ہے خود بینی، خاموش ہے نبضِ فتنہ گری

اقبالِ ظفر مندی نے اُلٹ دی بڑھ کے بساطِ ناکامی
احساسِ جواں سالی میں ہُوا تبدیل غمِ پیرانہ سری
عرفانِ حقیقت نے بخشا، غفلت کو شعورِ بیداری
اربابِ صداقت نے پایا، خطرات میں درسِ بے خطری

آئینِ غلامی نے سیکھے اندازِ کمالِ آزادی
گم کردہ رہی نے روشن کی قندیلِ مقامِ راہبری
تعمیرِ کرم پر ختم ہُوئی، یارانِ جفا کی خونریزی
تعلیمِ خرد کے کام آئی اربابِ جنوں کی جامہ دری

اے کون و مکاں کے رازِ شرف، اے بادشہِ دین و دُنیا
روشن ہے تری ذاتِ عالی سے انجمن اوجِ بشری
کافی ہے اسے نسبت تجھ سے کچھ اور نہ ہو گر دُنیا میں
اے کاش ! زمانہ کر سکتا احساس حجابِ کم نظری

رخشاں ہے تجلی سے تیری تاریک زمین کی پیشانی
عنوان ہے تیری ہستی کا تکمیل حیاتِ انسانی

ہری چند اختر

وفات : ۱۹۵۸ء

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصرِ کسریٰ کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِّ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

کہہ دیا لاتقنطوا اختؔر کسی نے کان میں
اور دل کو سربسر محوِ تمنّا کر دیا

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسنِ کائنات
اب کسی نے اس کو عالم آشکارا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیّا کر دیا
اِک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

محی الدین احمد ابُوالکلام آزاد

المتوفی : ۱۹۵۸ء

موزوں کلام میں جو ثنائے نبی ہوئی
تو ابتدا سے طبع رواں منتہی ہوئی

ہر بیت میں جو وصفِ پیمبرؐ رقم کئے
کاشانۂ سخن میں بڑی روشنی ہوئی

ظلمت رہی نہ پرتوِ حُسنِ رسولؐ سے
بیکار اے فلک شبِ مہتاب بھی ہوئی

ساقیِ سلسبیل کے اوصاف جب پڑھے
محفل تمام مستِ مے بے خودی ہوئی

دل کھول کر رسولؐ سے مَیں نے کیے سوال
ہر گو طلب میں عار نہ پیشِ سخی ہُوئی

تاریک شب میں آپؐ نے رکھا جہاں قدم
مہتابِ نقشِ پا سے وہاں روشنی ہوئی

ہے شاہِ دیں سے کوثر و تسنیم کا کلام
یہ آبرو تمام ہے حضرت کی دی ہوئی

سالک ہے جو کہ جادۂ عشقِ رسولؐ کا
جنت کی راہ اس کے لئے ہے کھُلی ہوئی

آزادؔ اور فکر جگہ پائے گی کہاں
اُلفت ہے دل میں شاہِ زمن کی بھری ہوئی

دل شاہجہان پوری

المتوفی : ۱۹۵۹ء

کیونکر نہ ہو مومن کو تمنائے مدینہ
ہیں مالکِ جنت چمن آرائے مدینہ

تنویر سے معمور ہے ہر ذرۂ یثرب
دیکھو تو سہی رونقِ صحرائے مدینہ

مداح رہا آپ کا ہر کافر و مومن
مجموعۂ اخلاق تھے مولائے مدینہ

افسردہ دلوں پر نظرِ فیض و عطا ہو
اے بحرِ کرم اے چمن آرائے مدینہ

روضے کی زیارت سے شرف پائیں گے زائر
کھینچے لئے جاتی ہے تمنائے مدینہ

سرچشمۂ توحید ہے یہ شہرِ مقدس
یکتا نظر آئی ہمیں دنیائے مدینہ

نقرہ ہے چمن میں یہ عنادل کی زباں پر
ہر پھول سے خوش رنگ ہیں گلہائے مدینہ

جتنا بھی بڑھوں شوقِ لقا اور سوا ہو
ہے راحتِ دل جوشِ تمنائے مدینہ

اس راہ میں درکار ہے اخلاصِ عقیدت
گلشن نظر آیا ہمیں صحرائے مدینہ

ہو نوکِ قلم صفحۂ کاغذ پہ گل افشاں
مقصود ہے مدحِ چمن آرائے مدینہ

پایا لقب اے دل یہ فقط حبِ نبی ہیں
کہتے ہیں فرشتے مجھے شیدائے مدینہ

مولانا غلام محمدؐ ترنم

المتوفی : ۱۹۵۹ء

گلشنِ عالم کے گوشوں میں گونج رہا ہے نامِ محمدؐ

ڈالی ڈالی پتّا پتّا دیتے ہیں پیغامِ محمدؐ

طیبہ کے میخانے میں ہے نور و مستی کیف و نکہت

بادۂ عرفاں مہکا مہکا روشن روشن جامِ محمدؐ

نورِ صداقت، روحِ دیانت، ایک بصیرت ایک حقیقت

بستی بستی صحرا صحرا پھیلا ہے اسلامِ محمدؐ

نیّرِ رخشاں، انجمِ تاباں، ماہِ فروزاں، صبحِ درخشاں

طور بداماں، جلوہ ساماں، نورِ مجسّم، بامِ محمدؐ

ذہن ہمارے باغی باغی، دل ہیں ہمارے داغی داغی

پھر بھی سہارا بن جائیں گے محشر میں اکرامِ محمدؐ

ذروں میں تنویرِ وحدت، پھولوں میں مہتابِ نگہت

اللہ اللہ ان کا زمانہ صبح سے روشن شامِ محمدؐ

نگہ ترحم، بہرِ ترنّم، ایک بہار افروز تبسم

برسوں سے ہے جانِ تکلم، خلق کی عظمت نامِ محمدؐ

نوح ناروی

وفات : ۱۹۶۲ء

سامنے جس کی نگاہوں کے مدینہ آیا
لطف کے ساتھ اسے مرنا اسے جینا آیا

تابشِ حسنِ محمدؐ تھی یہ معراج کی رات
ہر چمکتے ہوئے تارے کو پسینا آیا

زندگی وادیِ یثرب میں بسر کرنا تھی
حضرتِ خضرؑ کو جی کر بھی نہ جینا آیا

اپنی گردش پہ اسی وجہ سے نازاں ہے فلک
کہ طوافِ درِ اقدس کا قرینا آیا

بیٹھے اس شان و حشم سے وہ سرِ زینِ براق
سمجھے جبریلؑ کہ خاتم کا نگینا آیا

حوضِ کوثر کے قریں مالکِ کوثر کی قسم
وہ ہے کافر جو کہے مجھ کو نہ پینا آیا

ناخدا جب ہو محمدؐ سا تو ہم کیوں نہ کہیں
نوحؔ طوفانِ حوادث میں سفینا آیا

ہادی مچھلی شہری

وفات: ۱۹۶۳ء

وجودِ پاک ہے کتنا محبّت آفریں تیرا
نہیں ثانی کوئی اے رحمت للعالمیں تیرا

ذرا اس اتحادِ حسن و اُلفت کو کوئی دیکھے
تو کعبے کے مکیں کا اور کعبے کا مکیں تیرا

تصوّر تیرا جنّت ہے، محبّت تیری بخشش ہے
یہ رُتبہ اور یہ درجہ شفیع المذنبیں تیرا

رہے گا حکم تیرا کارفرما روزِ آخر تک
لقب اے شافعِ محشر ہے ختم المرسلیں تیرا

توجہ کی نظر وقتِ شفاعت اس پہ بھی رکھنا
کہ ادنیٰ اُمّتی ہے ہادیِ خلوت نشیں تیرا

شوکت تھانوی

المتوفی : ۱۹۶۳ء

ہم ہیں تصوّرات کی جنت لیے ہوئے
آنکھیں ہیں بند جلوۂ رحمت لیے ہوئے

پہنچے ہوئے ہیں آج دیارِ حبیب میں
اس بختِ نارسا کی شکایت لیے ہوئے

دیوانہ وار آ ہی گیا ان کی بزم میں
اِک روسیاہ حسرتِ طاعت لیے ہوئے

احساس عطر بیز ہے عنبر فشاں خیال
بیٹھے ہیں ہم مدینے کی نکہت لیے ہوئے

جیسے کہ سامنے متبسّم حضورؐ ہیں
اور ہم ہیں ایک اشکِ ندامت لیے ہوئے

یارب! کھُلے نہ آنکھ کہ بیٹھے ہوئے ہیں ہم
پیشِ نظر جمالِ امانت لیے ہوئے

جیسے بھی کچھ ہے آپ کا ہے آپ کے سپرد
آیا ہے اپنے آپ کو شوکت لیے ہوئے

حاجی اصطفا خاں اصطفا لکھنوی

المتوفی : ۱۹۶۳ء

جڑے ہوئے ہیں جو دل میں مرے نگینے سے
یہ داغ ہجر ہیں لایا ہوں جو مدینے سے

نہ کیوں ہو نورِ مجسم وہ جسم بے سایہ
نکال دی گئی ظلمت ہو جس کے سینے سے

مہکتی رہتی ہیں جس سے مدینہ کی گلیاں
علاقہ کیا کسی خوشبو کو اس پسینے سے

نہ رہ سکے گا مدینہ میں بے ادب گستاخ
وہی رہے گا یہاں جو رہے قرینے سے

سفر حجاز کا جب اصطفؔا ہو آخر بار
تو جان ساتھ ہی نکلے مری مدینے سے

مانی جائسی

وفات : ۱۹٦۳ء

مرا دل رہ نوردِ جادۂ مدحِ پیمبرؐ ہے
وہ منزل ڈھونڈتا ہوں جو حدِ امکاں سے باہر ہے

کہوں کیونکر کہ اوجِ آسماں بطحا کا ہمسر ہے
مدینہ سجدہ گاہِ آفتابِ ماہ و اختر ہے

حبیبِ حق تصور میں تری کفشِ مطہر ہے
دماغِ شاعرِ معجز بیاں عرشِ بریں پر ہے

خوشا مستی کہ ہے کیفِ مسلسل زندگی میری
مے عشقِ نبیؐ ہے اور میرے دل کا ساغر ہے

کہاں امکاں تری توصیف ہے عہدہ برآئی کا
ثنائے مختصر یہ ہے کہ تو ممدوحِ داور ہے

مسلسل رشک جاری ہیں غمِ عشقِ پیمبرؐ میں
یہ آنکھیں ہیں مری یا منظرِ تسنیم و کوثر ہے

کہاں کا وعدۂ فردا مری جنت ہے دنیا میں
رسولِ حق کا روضہ، روضۂ رضواں سے بہتر ہے

تجھے اے اوّلِ مخلوق حادث کس طرح کہہ دوں
قدم تیرا شہِ کونین سر حد قدم پر ہے

نبیؐ کی مدح میں پہلے ہوئی رطب اللساں قدرت
ہماری مدح اے مانی مگر قندِ مکرر ہے

اثر صہبائی

المتوفی : ۱۹۶۳ء

یہ بارگاہِ محبت ہے اے سریر آرا
عبث ہے فخر و غرورِ شرافتِ نسبی

صفائے قلب ہے کیش گدائے خاک نشیں
نگاہِ فقر میں یکساں ہیں رومی و عربی

حرم کی راہ نہ لے ، گر نہیں ترے سر میں
جنونِ بادیہ پیمائی و جفا طلبی

بہارِ صبح ہیں بادہ کشاں بزمِ الست
شبِ سیاہ ہیں مستانِ بادۂ عنبی

یہ کس کے ذکر سے شاداب ہے مری ہستی
یہ کس کی یاد میں ہوں رشکِ شیشۂ حلبی

یہ فیض ہیں سب اُسی ذات کے، لقب جس کا
ہے مکی و مدنی ہاشمی و مطلبی

چراغِ مصطفویؐ سے ہے روشن اب بھی جہاں
مگر نظر نہیں آتا ، شرار بولہبی

وہ جامِ زندگی و چشمہ ، بقائے حیات
خضر بھی جس سے بجھاتا ہے اپنی تشنہ لبی

وہ میرِ قافلۂ رہروانِ جادۂ عشق
وہ صدرِ محفلِ ہستی محمدؐ عربی

وہ ماہتابِ سپہرِ خلوص و صدق و صفا
وہ آفتابِ دو عالم ، فداہُ امّی و ابی

اُسی کے فیض سے ذرّے بھی برق پارے ہیں
اُسی کے عشق میں سرشار چاند تارے ہیں

زائرِ حرم حمید صدیقی لکھنوی

المتوفی ، ۱۹۶۵ء

کونین میں شہرت ہے سرکار دوعالم کی
چھائی ہوئی رحمت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

مومن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
آغوشِ محبت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

اے ارضِ مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھوں
جنّت ہے تو جنت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

انوارِ تجلّی سے ہیں دونوں جہاں روشن
کیا شمع رسالت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

مردے ہی نہیں، کلمہ پتھر بھی پکار اُٹھیں
ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

اُمّی تھے، مگر سینہ گنجینۂ حکمت تھا
مشہور فصاحت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

لازم ہے جسے رہنا، سرتاجِ اُمم بن کر
وہ خاص جماعت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

طیبہ کا ہر اک کوچہ کیونکر نہ معطّر ہو
پھیلی ہُوئی نکہت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

اے زائرِ خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی
در اصل زیارت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

تاحشر رہے یا رب! محفوظ حوادث سے
دل میں جو امانت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

کہتے ہُوئے مرقد سے محشر میں حمیدؔ آئے
مجھ کو تو ضرورت ہے سرکارِ دو عالمؐ کی

یحییٰ تنہا

المتوفی : ۱۹۶۶ء

حصارِ ظلمتِ شب میں نہ ہونگے ہم مستور
جنابِ احمدِ مرسل کا ضَو فگن ہے نور

یہ آج مکّہ میں شاہِ عرب کی آمد ہے
کہ گوش ہیں ہمہ تن چشم چشم میں ہے سرور

حرم سے بُت گئے دل سے خیالِ شرک گیا
خدائے واحد و قہّار ہے رحیم و غفور

بنا دیا ہمیں انسان اک اخوّت سے
ہمارے دل سے کیا جب غبارِ بغض کو دُور

غلام و آقا کی تمیز مٹ گئی یکسر
سب ایک صف میں تھے سرمایہ دار اور مزدوُر

شرافتِ عملِ نیک کے ہوُئے قائل
شرافتِ نسبی پر جو اپنی تھے مغرور

حجاز و شام و فلسطین اور عراق و یمن
عرب کے خطّوں میں اس کا جو پھیلا نوُر

نہ آج تک کوئی ایسا ہُوا نہ ایسا ہو
وہ ذاتِ پاک تھی بے شبہ و شک فقط اک نور

یتیم و بیوہ کا ملجا، ضعیف کا ماویٰ
پناہ لیتے تھے اس کی غلام اور مزدُور

کیا معاف خطاہائے اہلِ مکّہ کو
کہ جن کے شر ہُوئے تھے وطن سے اپنے دُور

لڑے تھے ان سے جو بدر و حنین میں جاکر
معاف کر دیئے اک دم خوشی سے ان کے قصور

گناہ گار کو اُمیدوار رحمتِ حق
کیا اک آن میں، بس یہ وہاں کا تھا دستور

تھے بامراد فقیر و مسافر و مہماں
غرض کہ خدمتِ مخلوق ان کو تھی منظور

وہ بادشاہِ جہاں اور فقر پر ہو فخر
نہ ہم نے یہ کہیں دیکھا نہ یہ کہیں مسطور

غرض کہ سیرتِ حضرتؐ یہ کیا لکھے تنہاؔ
یہ بحر وہ ہے کہ جس پر نہ پائے کوئی عبُور

میر عثمان علی خان

نظام دکن

المتوفی : ۱۹۶۷ء

عرش پر خلق کا سرتاج ہے آج
واہ کیا خوب یہ معراج ہے آج
دیکھو شاہِ مدنی کا جلوہ
سر پہ رحمت کا عجب تاج ہے آج
لیلۃ القدر جسے کہتے ہیں
مرحبا صلِّ علیٰ آج ہے آج
کس پیمبر کو ملا یہ رُتبہ
دونوں عالم میں ترا راج ہے آج
عرض کر یہ شہِ دین سے عثمانؔ
آپ کے ہاتھ مری لاج ہے آج

عبدالعزیز فطرت

المتوفی : ۱۹۶۷ء

جس کا نام اور نسب پُرنور — جس کا ہر پیارا لقب ہے پُرنور
اس پہ ہر لمحہ درود اور سلام — واہ کیا ماہِ عرب ہے پُرنور
بسکہ ہے نعت کا مضمون مقصود — میری ہر جنبشِ لب ہے پُرنور
اے خوشا وادیٔ یثرب کی فضا — افقِ دشتِ عرب ہے پُرنور
نور ہی نور ہے عالم عالم — دل ہی تنہا مرا کب ہے پُرنور
اسی محبوبِ زماں کا ہے یہ گھر — ہر طرح جس کا نسب ہے پُرنور
جس کے فیضانِ نظر کے صدقے — سب عجم اور عرب ہے پُرنور
جس نے انسان کو بخشا ہے شرف — زندگی جس کے سبب ہے پُرنور
جس کے روضے کی تجلّی کے طفیل — صبح رنگین ہے شب ہے پُرنور
آرزو بس اسی جلوے کی ہے — دیدۂ حسن طلب ہے پُرنور

فطرتؔ اور نعت کی سعیِ صادق
آج ایوانِ ادب ہے پُرنور

میرزا جعفر علی اثر لکھنوی

المتوفی : ۱۹۶۷ء

نورِ یزداں سے ہوئی ہے خلق طینت آپ کی
یا رسولؐ اللہ ناممکن ہے مدحت آپ کی

آپ ہیں ختمِ رسل سردار جملہ انبیاء
ہے رقم جملہ صحیفوں میں بشارت آپ کی

آپ کی خاطر ہوئی آراستہ بزمِ شہود
مدعائے آفرینش ہے ولادت آپ کی

کنزِ حکمت میں نہاں رہتے رموزِ معرفت
گر نہ ہوتی یا رسولِ پاک بعثت آپ کی

خود کہا حق نے "مزمل" اے زہے حسنِ قبول
اللہ اللہ وہ عبادت وہ ریاضت آپ کی

آپ ہیں خیرالوریٰ، خیرالامم، خیرالبشر
کی شبِ معراج خالق نے ضیافت آپ کی

کفر کی ظلمت چھنٹی پھیلا اجالا دین کا
ہے سراجِ معرفت، روشن طریقت آپ کی

حلم و صبر و اتقا، جود و سخا، عفو و کرم
معرفت کا درس ہے ایک اک فضیلت آپ کی

آپ کا ہر فعل عند اللہ تھا بے لوث تھا
بارور آخر ہوئی اس طرح محنت آپ کی

نار و جنت آپ کے تسنیم و کوثر آپ کے
ہر دو عالم آپ کے خود حق کی رحمت آپ کی

ماہِ کامل نے سرِ تسلیم فوراً خم کیا
اُٹھ گئی جس وقت انگشتِ شہادت آپ کی

بوریا سونے کو اور کھانے کو اک نانِ جویں
یہ تجمل اس پر یہ سادہ معیشت آپ کی

نعرۂ تکبیر لب پر پیٹ پر پتھر بندھا
راہِ حق میں کس قدر راسخ تھی ہمت آپ کی

رستخیزِ حشر میں میدانِ دار و گیر میں
بخششِ امت کی ضامن ہے کفالت آپ کی

جس طرح صیقل سے آئینے کے جوہر ہوں عیاں
قلبِ مومن کو جلا دیتی ہے الفت آپ کی

رحمۃ للعالمین اس سے لقب ہے آپ کا
جوش میں لائے گی رحمت کو شفاعت آپ کی

عاصی و ناکارہ ہے لیکن ہے شیدا آپ کا
کاش اثر کو بھی میسر ہو زیارت آپ کی

اُستاد سیّد محمّد حسین قمر جلالوی

المتوفی : ۱۹۶۸ء

تجھ سے پہلے کوئی شے حق نے نہ اصلا دیکھی
خوب جب دیکھ لیا تجھ کو تو دُنیا دیکھی

تُو نے قبل از دو جہاں شانِ تجلیٰ دیکھی
عرش سجتا ہُوا ، بنتی ہُوئی دُنیا دیکھی

تیرے سجدے سے جھکی سارے رسولوں کی جبیں
سب نے اللہ کو مانا تری دیکھا دیکھی

میزباں خالقِ کونین بنا خود تیرا
تیری توقیر سرِ عرشِ معلیٰ دیکھی

آپ چُپ ہو گئے ارمانِ زیارت سُن کر
میری حالت پہ نظر کی نہ تمنا دیکھی

حق کے دیدار کی بابت جو کہا فرمایا
اک جھلک دیکھنے پر حالتِ موسیٰ دیکھی

اے قمر شق ہُوا مہتاب پیمبر کے لیے
ہم نے دو ہوتے ہُوتے چاند کی دُنیا دیکھی

شکیل بدایونی

المتوفی : ۱۹۷۰ء

تمنّا ہے کہ مرتے وقت بھی ہم مسکراتے ہوں

زباں پر یا محمدؐ ہو جب اس دنیا سے جاتے ہوں

بنے اے کاش اُس دم سازِ ہستی آخری ہچکی

فرشتے نغمۂ صلِّ علیٰ جب گنگناتے ہوں

مزہ جب ہے کہ ہم دیوانہ وار انکی طرف جائیں

اشاروں سے شہِ ہر دوسرا ہم کو بلاتے ہوں

شبِ فرقت کی ان رنگینیوں پر جان و دل صدقے

تمھاری یاد ہو دل میں ستارے جھلملاتے ہوں

نہ کیوں اُونچا ہو سارے انبیا سے مرتبہ اُن کا

سفارش کر کے جو اُمت کو اپنی بخشواتے ہوں

سکوں کی ساعتوں میں کون ان کو بھول سکتا ہے

دمِ مشکل جو ہر اک بے نوا کے کام آتے ہوں

بیاں ہو کیا شکیلؔ اُس بزمِ دل کی جلوہ سامانی

حبیبِ کبریا جس بزم تشریف لاتے ہوں

اختر علی تلہری

المتوفی : ۱۹۷۱ء

پاکیزگیِ دل ہے تمنّائے مدینہ
بالیدگیِ عقل ہے سودائے مدینہ

جب سے کہ محمدؐ نے بنایا اُسے مسکن
نکھرا ہُوا ہے چہرۂ زیبائے مدینہ

اخلاق و تمدّن کو نئی نزہتیں بخشیں
اے فخرِ رسلؐ اے چمن آرائے مدینہ

اربابِ ہوس اس کے مقابل ہیں نہ آئیں
ہم مرتبۂ عرش ہے شیدائے مدینہ

عیسیٰؑ ہیں سرِ راہ بچھائے ہوئے آنکھیں
یہ اوج ترا انجمن آرائے مدینہ

اے عیش و امارت کے فریبوں میں گرفتار
ہاں بھول نہ جانا کہیں منشائے مدینہ

شادابیِ جنّت ہے مرے شعر میں اخترؔ
تخیّل کے دامن میں ہیں گلہائے مدینہ

افقر موہانی

المتوفی : ۱۹۷۱ء

فطرت کا یہ پیغام صبا لائی ہُوئی ہے
گلشن میں نئے سر سے بہار آئی ہوئی ہے

معبود کو بندوں کی ادا بھائی ہوئی ہے
کس جوش سے رحمت کی گھٹا چھائی ہوئی ہے

اُٹھنے کو نبوت کا جو ہے آخری پردہ
دُنیا کی نظر دید کو للچائی ہوئی ہے

معمور دو عالم ہوے انوارِ نبیؐ سے
اِک برقِ تجلّی ہے کہ لہرائی ہوئی ہے

پھیلے ہوے ہر سمت ہیں ایمان کے جلوے
تصویرِ بُت و بُت کدہ کملائی ہوئی ہے

پڑھتے ہیں درُود اور سلام آج ملائک
کونین پہ مستی کی فضا چھائی ہوئی ہے

افقرؔ پئے تعظیم اُٹھو تم بھی بصد شوق
میلادِ محمدؐ کی خبر آئی ہوئی ہے

روشؔ صدیقی

المتوفی : ۱۹۷۱ء

شاہدِ اسریٰ فروزِ شمعِ حریمِ ظہور
اے شبِ معراجِ عشق مطلعِ نور و سرور

تیرے لیے لامکاں خلوتِ امکاں بنا
تیرے لیے اُٹھ گیا پردۂ غیب و حضور

تیرے لیے فرشِ راہ منتظرِ یک نگاہ
نکہتِ روحِ بہشت تابشِ گیسوے حور

تُو نے درخشاں کیا تجھ سے فروزاں ہوا
صبحِ ازل کا فروغ شامِ ابد کا سرور

خلوتِ رازِ دلی تجھے سراپا جمال
دیدۂ قوسین میں تیری تمنا کا نُور

تجھ سے ہوئی گرم رازِ زلف خفی و جلی
تو نے کیا بے نقاب چہرۂ نزدیک و دور

کون گل افشاں نہیں، کون غزل خواں نہیں
چن کے ریاضِ خلیل پڑھ کے کلامِ زبور

ہاں تو وہی رات ہے جس میں خدا سے ملا
صاحبِ شق القمر، شافعِ یوم النشور

عظمتِ روحِ خلیلؑ نازِ مسیحؑ و کلیمؑ
سینۂ آدمؑ کا راز دیدۂ یزداں کا نور

ارض و سما کا سکون جس کے لیے ناشکیب
عرشِ بریں کا قرار مظہرِ ربِ غفور

رحمتِ بے انتہا کون و مکاں کے لیے
صورتِ خُلقِ عظیم مظہرِ ربّ غفور

ہے وہ امام البشر آج وہاں جلوہ گر
عرش جہاں سجدہ ریز خاک قدم اوجِ طور

علامہ محی الدین تمنّا عمادی

وفات : ۱۹۷۲ء

اے خوش نصیب لوگو یثرب کے جانے والو ۔۔۔ عیشِ ابد کما لو رنج سفر اُٹھا کر
جاتے ہو تم تو جاؤ لیکن یہ یاد رکھنا ۔۔۔ جاتے ہو میرے دل میں اک آگ سی لگا کر
لکھی تو تھی یہ دولت تقدیر میں تمہاری ۔۔۔ کیا پھل ملے گا مجھ کو اب خارِ غم سے کھا کر
آؤ ذرا کہ دے لوں تسکین اپنے دل کو ۔۔۔ خاکِ قدم تمہاری آنکھوں سے میں لگا کر
اس بدنصیب کی ہے اک عرض سنتے جاؤ ۔۔۔ کہتا ہے چشمِ تر سے سیروں لہو بہا کر
دیکھو یہ یاد رکھنا طیبہ میں جب پہنچنا ۔۔۔ مجھ کو نہ بھول جانا مقصود اپنا پا کر
ہو روضۂ نبی پر جب حاضری تمہاری ۔۔۔ کہنا بہت ادب سے جالی کے پاس جا کر
سرکار نیند کب تک للہ جلد اُٹھئے ۔۔۔ اُمت کا دم رُکا ہے گویا لبوں پہ آ کر
محشر بپا ہے اُٹھئے اے شمعِ بزمِ محشر ۔۔۔ اُمت کے سر پہ رکھئے دستِ کرم اب آ کر
بگڑی ہے بات ایسی بنتی نہیں بنائے ۔۔۔ بیٹھے ہیں آپ ہی سے سب آسرا لگا کر
اور اِک غریب جس کو کہتے ہیں سب تمنّا ۔۔۔ آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اس کو جا کر
طیبہ کی سمت رُخ تھا اشک آنکھوں سے رواں تھے ۔۔۔ بیچارہ کہہ رہا تھا یوں ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر

تا در جہانِ خوبی امروز کامگاری
باشد کہ بیدلاں را کامے زلب برآری

سراج الدین ظفر

المتوفی : ۱۹۷۲ء

سبوئے جاں میں چھلکتا ہے کیمیا کی طرح
کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰ کی طرح

قدح گسار ہیں اُس کی اماں میں جس کا وجود
سفینۂ دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح

وہ جس کے لُطف سے کھلتا ہے غنچۂ ادراک
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کشا کی طرح

طلسمِ جاں میں وہ آئینہ دارِ محبوبی
حریمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح

وہ جس کا جذب تھا بیداریٔ جہاں کا سبب
وہ جس کا عزم تھا دستورِ ارتقا کی طرح

وہ جس کا سلسلۂ جُود ابرِ گوہر بار
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح

خزاں کے حجلۂ ویراں میں وہ شگفتِ بہار
فنا کے دشت میں وہ روضۂ بقا کی طرح

بسیط جس کی جلالت حمل سے میزاں تک
محیط جس کی سعادت خطِ سما کی طرح

سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
طلسمِ لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح

وہ عرش و فرش و زمان و مکاں کا نقشِ مراد
وہ ابتدا کے مقابل وہ انتہا کی طرح

شرف ملا بشریت کو اُس کے قدموں میں
یہ مشتِ خاک بھی تاباں ہوئی سہا کی طرح

اُسی کے حُسنِ سماعت کی تھی کرامتِ خاص
وہ اک کتاب کہ ہے نسخۂ شفا کی طرح

وہ نورِ لم یزلی تھا نہ قبائے وجُود
یہ راز ہم پہ کُھلا رشتۂ قبا کی طرح

بغیر عشقِ محمدؐ کسی سے کھل نہ سکے
رموزِ ذات کہ ہیں گیسوئے دوتا کی طرح

ریاضِ مدحِ رسالت میں راہوارِ غزل
چلا ہے رقص کناں آہوئے صبا کی طرح

نہ پُوچھ معجزۂ مدحتِ شہِ کونینؐ
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہما کی طرح

جمالِ روئے محمدؐ کی تابشوں سے ظفرؔ
دماغِ رند ہُوا عرشِ کبریا کی طرح

ابر احسنی گنوری

المتوفی : ۱۹۷۳ء

نبیؐ جتنے قریبِ عرشِ اعظم ہوتے جاتے ہیں
ذریعے بخششِ اُمّت کے محکم ہوتے جاتے ہیں
مسرّت بڑھتی جاتی ہے اَلم کم ہوتے جاتے ہیں
قریبِ خُلدِ طیبہ غالباً ہم ہوتے جاتے ہیں

یہ کس نے ساز چھیڑا دہر میں وحدت پرستی کا
ترانے شرک کی تانوں کے مدھم ہوتے جاتے ہیں
جو ٹھکرائے ہوئے تھے دہر کے وہ تیری محفل میں
مکرّم بنتے جاتے ہیں معظّم ہوتے جاتے ہیں
عروجِ اہلِ ایماں دیکھتے نااہل کس دل سے
حسد کی آگ سے سینے جہنّم ہوتے جاتے ہیں
اندھیرا ہے کہ چھٹتا جا رہا ہے خود شبِ اسریٰ
دو عالم ہیں کہ انوارِ مجسم ہوتے جاتے ہیں

حرا میں ابر فاقہ ہے ورم ہے پائے اقدس پہ
مگر آقا کے سجدے ہیں کہ پیہم ہوتے جاتے ہیں

حفیظ ہوشیارپوری

المتوفی : ۱۹۷۳ء

ظہورِ نورِ ازل کو نیا بہانہ مِلا
حرم کی تیرہ شبی کو چراغِ خانہ مِلا

تری نظر سے مِلی روشنی نگاہوں کو
دِلوں کو سوزِ تب و تابِ جاودانہ مِلا

خدا کے بعد جلال و جمال کا مظہر
اگر مِلا بھی تو کوئی ترے سِوا نہ مِلا

وہ اوجِ ہمّت عالی، وہ شانِ فقرِ غیور
کہ سرکشوں سے باندازِ خسروانہ مِلا

وہ دشمنوں سے مدارا، وہ دوستوں پہ کرم
بقدرِ ظرف ترے در سے کس کو کیا نہ مِلا

زمیں سے تا بفلک جس کو جرأتِ پرواز
وہ میرِ قافلہ وہ رہبرِ یگانہ مِلا

بشر پہ جس کی نظر ہو، بشر کو تیرے سوا
کوئی بھی محرمِ اسرارِ کبریا نہ مِلا

خیالِ اہلِ جہاں تھا کہ انتہائے خودی
حریمِ قدس کو تجھ سا گریز پا نہ مِلا

نیاز اُس کا، جبیں اُس کی، اعتبار اُس کا
وہ خوش نصیب جسے تیرا آستانہ مِلا

درِ حضور سے کیا کچھ مِلا نہ مجھکو حفیظؔ
نوائے شوق مِلی، جذبِ عاشقانہ مِلا

بہزاد لکھنوی

المتوفی : ۱۹۷۴ء

نہ پوچھو کہ کیا ہیں ہمارے محمدؐ
شہِ دوسرا ہیں ہمارے محمدؐ

انھیں نے بتائیں ہمیں حق کی باتیں
رسولِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

نہ کیوں ان پہ صدقے ہو سارا زمانہ
حقیقت نما ہیں ہمارے محمدؐ

زمیں بھی ہے ان کی زماں بھی ہے ان کا
شہِ دوسرا ہیں ہمارے محمدؐ

نہیں بات خالی کسی کی بھی جاتی
بڑے پُرعطا ہیں ہمارے محمدؐ

ہمیں خوف محشر کا بہزاد کیوں ہو
حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

یوسف جمال انصاری

المتوفی ۱۹۷۵ء

بزنگ و وش جو فردا دکھائی دیتا ہے / یہ کس کا نقشِ کفِ پا دکھائی دیتا ہے
نثار جس پہ کلیمی، فدا مسیحائی / وہ اک کلیم و مسیحا دکھائی دیتا ہے
محمدؐ عربی ہے، محمدؐ عربی / کہیں بھی کوئی بھی ایسا دکھائی دیتا ہے
وہ انقلاب کہ اسلام جس کو کہتے ہیں / وہ تیرے نطق سے پیدا دکھائی دیتا ہے
ستارے بجھ گئے سارے، وہ چاند ماند ہوا / اب آفتاب ہی تنہا دکھائی دیتا ہے
یہ کس نے پاؤں رکھا، کون ہے یہ فرش نشیں / کہ عرش اور بھی اونچا دکھائی دیتا ہے
شبِ وصال نہیں، فرقِ طالب و مطلوب / بس ایک جلوۂ یکتا دکھائی دیتا ہے
وہیں سے بارشِ انوار ہونے لگتی ہے / جہاں سے روضہ والا دکھائی دیتا ہے
ہزار جان بہ جاں فدائے جانانہ / یہی وفا کا تقاضا دکھائی دیتا ہے
یہ کس کے دم سے خدائی ہوئی خدا آگاہ / وہی جو خاک کا پتلا دکھائی دیتا ہے
نثار دل کہ چڑھے قدم نظر پہلے / دل و نظر میں یہ جھگڑا دکھائی دیتا ہے
خدا پہ ہو جو بھروسہ تو ناخدا آپ ہیں / بھنور کے پار کنارا دکھائی دیتا ہے
عجب سماں ہے کہ جلتی ہے کربلائے حیات / شفق میں خون کا دریا دکھائی دیتا ہے
ہوا چلی ہے کچھ ایسی کہ جس کو بھی دیکھو / صلیبِ غم پہ اکیلا دکھائی دیتا ہے

یہ حال ہے کہ محبت کے دل نگاروں کو
کسی کا درد ہو اپنا دکھائی دیتا ہے

محوی صدیقی لکھنوی

المتوفی : ۱۹۷۵ء

سناؤں ہم نفس آ تجھ کو افسانہ محمدؐ کا
کہ میں ہوں روزِ اوّل ہی سے دیوانہ محمدؐ کا

زمیں مسند، مگر پروا نہ تھی کسریٰ و قیصر کی
تعالی اللہ یہ تھا فقرِ شاہانہ محمدؐ کا

یہاں کی سرخوشی پر طور کی بے ہوشیاں صدقے
یہ میخانہ ہے اے موسیٰ وہ میخانہ محمدؐ کا

پلٹ دی جس نے کایا اک نظر میں بزمِ ہستی کی
کوئی اعجاز تھا یا عزمِ مردانہ محمدؐ کا

نظر آئے جو شمع روضۂ انوار ان آنکھوں کو
لپک کر دے وہیں پر جان پروانہ محمدؐ کا

نہ آنسو آنکھ کے تھمتے نہ مٹتی ہے تڑپ دل کی
سنا ہے جب سے ان کانوں نے افسانہ محمدؐ کا

قسم کھاتے ہیں اہل ہوش جس کی عقل و حکمت کی
خدا شاہد وہ فرزانہ ہے دیوانہ محمدؐ کا

عرب کا ذرّہ ذرّہ آج تک سرشارِ وحدت ہے
کبھی گردش میں آیا تھا جو پیمانہ محمدؐ کا

الٰہی اپنی اس بے مائگی پر شرم آتی ہے
کہ جانِ زار بھی کوئی ہے نذرانہ محمدؐ کا

محبت خوں رُلاتی ہے، تمنّا تلملاتی ہے
تڑپتا ہے جدائی میں جو دیوانہ محمدؐ کا

پیئے دو گھونٹ جس نے اُٹھ گئے کونین کے پردے
یہ کس صہبا سے تھا لبریز پیمانہ محمدؐ کا

کہاں ہیں تشنۂ عرفاں صلائے عام ہے وہی
ابھی تک بزم میں رقصاں ہے پیمانہ محمدؐ کا

نجم آفندی

المتوفی : ۱۹۷۵ء

انسان کے خاکی پیکر میں اب شافع محشر آتے ہیں
جو دونوں جہاں کے مالک ہیں وہ بھیس بدل کر آتے ہیں

آمد ہے اب ان کی عالم میں، جن سے ہے وجودِ ارض و سما
اب ختم ہے سب کی راہبری کونین کے رہبر آتے ہیں

آنکھیں تو بچھا ہی رکھی ہیں، خاکسترِ دل کا فرش کرو
ہے عرش بھی جن کے زیرِ قدم وہ فرشِ زمیں پر آتے ہیں

اصنام کے بندے کیا جانیں در اصل خدائی ان کی ہے
جو غارِ حرا سے گھر کی طرف اوڑھے ہوئے چادر آتے ہیں

دیدارِ نبیؐ ہو جائے تو پھر، بوذر سے کہیں سلماں سے کہیں
ہم نے بھی وہ آنکھیں دیکھی ہیں، ہم کو بھی وہ تیور آتے ہیں

کیا کوئی پیئے گا میری طرح، میکش ہوں وُہ ایسا محفل کا
جب سے مجھے پیتا دیکھا ہے، کوثر کو بھی چکر آتے ہیں

جب مدحِ پیمبرؐ کرتا ہوں، وہ زورِ سخن بڑھ جاتا ہے
اے نجمؔ سلامی دینے کو الفاظ کے لشکر آتے ہیں

شفیق کوٹی

المتوفی : ۱۹۷۶ء

بشارتیں ہیں کہ فیضانِ جستجوئے رسولؐ
کلی کلی سے مجھے آرہی ہے بوئے رسولؐ
لگی ہوئی ہے لگن مجھ کو ارضِ بطحا کی
بسی ہوئی ہے مرے دل میں آرزوئے رسولؐ
ہجومِ لالہ و گل پر ہے عطر بیز فضا
مشامِ شوق تک آئی ہے مشکِ بوئے رسولؐ
یہی تو ایک وسیلہ ہے میری بخشش کا
نگاہِ شوق ہو محوِ طوافِ کوئے رسولؐ
مری نظر میں خرد کی نہیں کوئی توقیر
جنونِ شوق مجھے لے چلا ہے سوئے رسولؐ
اسے تو ختمِ نبوت کا معجزہ کہئے
حدیث بن گئی دنیا میں گفتگوئے رسولؐ
ریاضِ دہر میں بے چین بوئے گُل ہے شفیقؔ
نہ جانے رنگِ جنوں ہے کہ جستجوئے رسولؐ

ماہرالقادری

المتوفی : ۱۹۷۸ء

حرم میں اذانِ سحر اللہ اللہ　　کہ ہیں وجد میں بحر و بر اللہ اللہ
بہ ہر طوف یہ ملتزم پر دُعائیں　　بیقینِ قبول و اثر اللہ اللہ
مقامِ براہیم پر یہ نمازیں　　بہ ہر سجدہ معراجِ سر اللہ اللہ
دھڑکتے ہوئے دل کا لے کر سہارا　　مناجات با چشمِ تر اللہ اللہ
تصوّر میں ہے ایک زندہ حقیقت　　تخیل بھی ہے معتبر اللہ اللہ
تجلّی میں دھوتے ہوئے سنگریزے　　یہاں کے نجوم و قمر اللہ اللہ
جلالِ الٰہی کی تابندگی میں　　جھلکتے ہوئے بام و در اللہ اللہ
یہ میزابِ رحمت وہ رکنِ یمانی　　مقاماتِ اہلِ خبر اللہ اللہ

وہ کعبہ جسے دیکھ لینا عبادت
مسلسل ہے پیشِ نظر اللہ اللہ

صوفی غلام مصطفےٰ تبسّم

المتوفی : ۱۹۷۸ء

رخشندہ ترے حسن سے رخسارِ یقیں ہے
تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جبیں ہے
چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدر
تو خاتمِ کونین کا رخشندہ نگیں ہے
ہر قول ترا حرفِ صداقت کا ہے ضامن
ہر فعل ترا حسنِ ارادت کا امیں ہے
ہر گام ترا ہم قدمِ گردشِ دوراں
ہر جادہ تری رہ گزرِ خُلدِ بریں ہے
جس میں ہو ترا ذکر وہی بزم ہے رنگین
جس میں ہو ترا نام وہی بات حسیں ہے
چمکی تھی کبھی جو ترے نقشِ کفِ پا سے
اب تک وہ زمیں چاند ستاروں کی زمیں ہے
آنکھوں میں ہے اُس خلقِ مجسّم کا تصوّر
اِک خلدِ مسرّت مری نظروں کے قریں ہے

پروفیسر محمّد طاہر فاروقی

المتوفی : ۱۹۷۸ء

آپ کے کوچے میں ہو میرا گزر یا مصطفیٰؐ
میری پیشانی ہو اور وہ سنگِ در یا مصطفیٰؐ

اس جوارِ قدس میں للہ کیجے باریاب
یا رسول اللہؐ یا خیر البشرؐ یا مصطفیٰؐ

ارمغاں شایانِ دربارِ رسالت کچھ نہیں
ہاں بس اک شرمِ گنہ، اک چشمِ تر یا مصطفیٰؐ

رشحۂ ابرِ کرم کا ایک چھینٹا ہی ملے
میری ظلمت کی بھی ہو جائے سحر یا مصطفیٰؐ

آپ کا دیدار ہو ایسے کہاں میرے نصیب
ہاں اگر ہو جائے رحمت کی نظر یا مصطفیٰؐ

بادۂ الفت کا اک ساغر عطا کر دیجئے
ہوں بہت اب تشنہ لب تشنہ جگر یا مصطفیٰؐ

آپ کے جود و کرم سے ہیں دو عالم فیض یاب
اِس طرف بھی ایک رحمت کی نظر یا مصطفیٰؐ

آپ کو شیخین کا ہے واسطہ کیجے کرم
ہوں خطاکار و خطا جو سر بسر یا مصطفیٰؐ

از رہِ لطف و کرم آپ اپنا دیوانہ کہیں
بس یہ ہو طاہر کی نیت کا ثمر یا مصطفیٰؐ

عرش ملسیانی

وفات : ۱۹۷۹ء

کہہ دل کا حال شاہِ رسالت مآب سے
ہو بے نیاز ذکرِ عذاب و ثواب سے

دِل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
کر اکتساب نور اسی آفتاب سے

ذکرِ نبیؐ کروں گا تو کہہ دوں گا روزِ حشر
لایا ہوں ارمغاں یہ جہانِ خراب سے

سجدہ گزار ہو کے درِ مصطفیٰؐ پہ تو
ہو ملتجی کرم کا خدا کی جناب سے

کہتی ہے خلق مجھ کو خراباتیِ نبیؐ
اچھا کوئی خطاب نہیں اس خطاب سے

کیفِ خیالِ شاہِ رسالت سے مست ہو
بڑھ کر کوئی شراب نہیں اس شراب سے

ہونا ہے عرشؔ دولتِ دیں سے جو بہرہ ور
تو بھی رجوع کر شہِ دیں کی جناب سے

جمیل مظہری

المتوفی : ۱۹۸۰ء

وہ دیکھو اُٹھ رہے ہیں پردہ ہائے چرخِ زنگاری
وہ دیکھو مسکراتی ہے تجلی چشمِ روزن سے

وہ دیکھو چاند نکلا وادیٔ تاریک بطحا سے
وہ دیکھو چاندنی چھٹکی فروغِ روئے روشن سے

لٹائے عیسیٔ گردوں نشیں نے چرخ سے تارے
چلے پیغام لے کر بلبلِ سدرہ نشیمن سے

یہ کیسی بجلیاں چمکیں یکایک کوہِ فاراں پر
کہ موسیٰ کی نگاہیں مڑ گئیں وادیٔ ایمن سے

یہ کس نے وادیٔ بطحا میں دل کی بانسری چھیڑی
کہ پر تولے چلے آتے ہیں طائر بندرابن سے

محمد مصطفیٰ برہم کنِ تقدیرِ بت خانہ
صدا پیہم یہ آتی ہے بتوں کی دل کی دھڑکن سے

ہوئے جاتے ہیں حق و کفر کے آتش کدے ٹھنڈے
پئے تسلیم خم ہے سطوتِ کسریٰ مدائن سے

رُخِ موسیٰ کی ہیبت بن رہی ہے گردِ عارض کی
لبِ عیسیٰ کا جادو جاگتا ہے چشمِ پرفن سے

جلو میں مریمِ عصمت اٹھائے گوشۂ چادر
خواصی میں عروسِ ارتقا وابستہ دامن سے

اجالی پرتوِ رخسار سے مجلس تمدن کی
چراغاں جادۂ تہذیب نقشِ پائے روشن سے

وہ جلوہ جو سرورِ معرفت دیتا ہے آنکھوں کو
وہ آنکھیں جو خراجِ دوستی لیتی ہیں دشمن سے

وہ دل وہ فکر پرور دل جو تھا سرچشمۂ عرفاں
ہوئی ہے منضبط رفتارِ ہستی جس کی دھڑکن سے

جواں ہو کر وہ بچۂ رحمتِ ہر دوسرا نکلا
امینِ قوم کہتی تھی جسے دُنیا لڑکپن سے

وہ فتنے بے تکلف سو گئے زیرِ قدم آ کر
گزر جاتی تھیں کترا کر ہوائیں جِس کے دامن سے

برستی ہے گھٹا رحمت کی کھل کھل کر زمانے پر
دُھلا جاتا ہے رنگِ تیرہ بختی قلبِ آہن سے

ظہورِ حسن کی پہلی کرن پھوٹی ہے چلمن سے
ملایا سازِ فطرت نے تمہارے دل کی دھڑکن سے

حافظ مظہرالدین

المتوفی : ۱۹۸۰ء

دیکھ اے بندۂ اسباب! یہ فیضانِ رسولؐ
بن گیا مجھ سا تہی دست، بھی مہمانِ رسولؐ
اللہ اللہ اثرِ نغمۂ مستانِ رسولؐ
عالمِ وجد میں ہیں کوہ و بیابانِ رسولؐ
سب گنہ گار ہیں وابستۂ دامانِ رسولؐ
مرحبا صلِّ علیٰ وسعتِ دامانِ رسولؐ
اب مری روح میں مستی ہے، نظر میں مستی
اب میسّر ہے مجھے صحبتِ مستانِ رسولؐ
آج ہے کحلِ بصر جادۂ یثرب کا غبار
آج ہے غازۂ رُخ خاکِ بیابانِ رسولؐ
دل نوازی کا ہے یہ وقت ہوائے صحرا
راہِ طیبہ میں ہے اِک چاک گریبانِ رسولؐ
آستاں بوسیٔ خواجہ کی سعادت ہے نصیب
آج مائل ہے کرم بخشی پہ دربانِ رسولؐ

فضل احمد کریم فضلی

المتوفی : ۱۹۸۱ء

ہے اگر کائنات ایک رباب / ذاتِ پاکِ حضور ہے مضراب
سب میں کچھ کچھ کمی سی لگتی ہے / جو بھی آتے ہیں ذہن میں القاب
وہ کہ ان کا نہیں کوئی بھی مثیل / وہ کہ ان کا نہیں کوئی بھی جواب
ان کی ذات و صفات اک دریا / اور الفاظ میرے مثلِ حباب
بے نواؤں کو عظمتیں بخشیں / ان کی عظمت کی کوئی حد نہ حساب
نور ان کا ہے کر دیا جس نے / ذرّے ذرّے کو مہرِ عالم تاب
قوم جو علم سے تھی بے بہرہ / کھول دی زندگی کی اس پہ کتاب
بے ادب بادیہ نشینوں کو / آگئے موت و حیات کے آداب
موت کو یوں بنا دیا محبوب / لوگ مرنے کو ہو گئے بے تاب
دولت و ملک و نسل کی تفریق / تھی جو انسانیت کے حق میں عذاب
یوں مٹا دی کہ بوذر و سلماں / ہو گئے ہمسرِ عمرِ خطاب
آپ ہی کی بتائی وہ نکلی / جب بھی سوجھی کسی کو راہِ صواب
ان کا پیغام جس نے اپنایا / آگیا اس کی زندگی پہ شباب
روح کو ان کے عشق سے آرام / دل ہے گر ان کے عشق میں بیتاب
ان کی خوشبو نفس نفس میں ہے / سانس لینا بھی اب ہے کارِ ثواب

ذکرِ پاک اُن کا اور تو فضلی
بے ادب سیکھ عشق کے آداب

نیّر واسطی

المتوفی : ۱۹۸۲ء

جہاں میں رحمۃ للعالمین شانِ محمدؐ ہے
زمانے میں رواں دریائے فیضانِ محمدؐ ہے

بہارِ سیرِ محبوبی ہے سبحان الذی اسریٰ
فاوحیٰ بوئے گلہائے شبستانِ محمدؐ ہے

وہ خورشیدِ رسالت ہیں وہ شمعِ بزمِ وحدت ہیں
زمانہ جلوہ زار روئے تابانِ محمدؐ ہے

سکندر اور سلیمانؑ ہیں محمدؐ کے غلام اب بھی
کہ بالاتر جہاں میں شوکتِ شانِ محمدؐ ہے

خدا کی حکمرانی کے عجب انداز ہیں نیّر
رواں کونین میں ہر سمت فرمانِ محمدؐ ہے

احسان دانش

المتوفی : ۱۹۸۲ء

کعبۂ جاں قبلۂ قلب و نظر پیدا ہوئے
خواجۂ کونین، شاہِ بحر و بر پیدا ہوئے

ہر قدم اک مشرقِ نور و ضیا کا سامنا
ہر نفس امکانِ معراجِ نظر پیدا ہوئے

جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے

عارفِ ارض و سما، میرِ بساطِ کائنات
خیر سے خیر الامم خیر البشر پیدا ہوئے

جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
اک نظر میں سیکڑوں حسنِ نظر پیدا ہوئے

اب نہ اتریں گے صحیفے اب نہ آئیں گے رسول
لے کے قرآں آخری پیغامبر پیدا ہوئے

حسن کو جس رنگ میں دیکھا تڑپ کر رہ گئے
اور یہ حالات دانش عمر بھر پیدا ہوئے

عجز و شکر

میں کسی قابل نہ تھا۔ مجھے کسی قابل بنایا۔ سجدے پہ سجدے کروں تو بھی حق ادا نہ ہوگا۔

کسی طرح اور کسی کے فیض سے، سیرت کے موضوع پر دس جلدیں مکمل ہوگئیں۔ یہ وہ خواب تھا جو میں نے زندگی بھر دیکھا تھا۔

خواب سب دیکھتے ہیں۔ تعبیر کوئی کوئی دیکھتا ہے۔ ایک عاصی کو معتبر بنا دیا۔ میرے مولا! تیرا کرم، تیرا کرم۔

میں ۱۹۵۰ء سے ادب و تحریر کی دنیا میں موجود ہوں۔ میری موجودگی برابر محسوس کی گئی۔ بڑے بڑے وقیع نمبر چھاپے، جنھیں ادب کے شناور یاد رکھیں گے۔ بہ فضلِ ایزدی میں نے ادب کی تمام گھاٹیوں کو منور کیا۔ اب وہی مشعل زیادہ روشنی دے گی جس کی لَو ہماری لَو سے بلند ہوگی۔ ایسا ممکن ہے۔ مگر اسے ممکن بنانے والے زیادہ نہ ہوں گے۔

غرض جس عبادت کی ابتدا میں نے آج سے ۳۲ برس پہلے کی تھی، وہ تو صرف ایک بڑے کام کے لیے بطور مشق کام آئی۔

اگر کسی طور، میں اس موضوع کا حق ادا کر سکا ہوں تو میں دُنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں۔ کیونکہ یہ منصوبہ میری زندگی کی رونق ہے۔ میں کچھ نہ تھا۔ میری مدد کو اہلِ علم بڑھے۔ خلوص کی پونجی کام آ گئی اور اس کی بڑی قیمت پڑی۔ ہر کسی نے ساتھ دیا۔ اب کرم فرماؤں کی فکری رہنمائی میں، جو آئندہ ایڈیشن چھپیں گے۔ اُن میں اُن کی بخشی ہوئی روشنی کی جگمگاہٹ ہوگی۔ اگر آپ میرے ساتھ نہ ہوتے تو منزل بہت دُور رہ جاتی۔ اب میں زندگی بھر آپ کے دیئے ہُوئے حوصلے ہی کی بنیاد پر، ان نمبروں کی مزید افادیت کے لیے کام کرتا رہوں گا۔ زندگی کی سَمت متعین ہوگئی۔

ابھی اس سلسلے کے دو نمبر اور پیش کرنا ہوں گے۔ کیونکہ کچھ کام باقی رہ گیا ہے۔ مسودات میرے پاس موجود ہیں یا وہ مسودات ہیں جو احباب کے پاس تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ باقی جو اللہ کو منظور، پہلے میں ادب کی چوکھٹ پہ کھڑا تھا اب حضورؐ کی بارگاہ میں ہُوں۔

میں آخر میں آپ کو ابو حنیفہ نعمانؒ بن ثابت کا ایک شعر سُناتا ہُوں،

وَبِحَقِّ جَاهِكَ إِنَّنِيْ بِكَ مُغْرَمٌ
وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّنِيْ أَهْوَاكَ

(ترجمہ: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت و عظمت کی قسم! میں آپ سے بے پناہ محبّت رکھتا ہُوں اور اللہ تعالیٰ میری اس والہانہ محبت کا گواہ ہے)

دعویٰ کرنے والے دعویٰ کرتے ہیں۔ میرا کوئی دعویٰ نہیں، میں تو صرف عاشقانِ رسولؐ کی صف میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

وہ بھی سب سے آخر میں!

رسولؐ نمبر کے ۷،۶۰۰ صفحات میں یہی استدعا کی گئی ہے۔

محمد طفیل